

جس کی لسن لسن میں زہر بھرا تھا

وٹس کنیا

پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM

ویش کنیا

ایم اے راحت

نواب سنز پبلی کیشنز

اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی فون: 051-5555275

تمام حقوق محفوظ ہیں

انتساب

محمد مسعود منیر کے نام

نام کتاب	_____	وژن کنیا
مصنف	_____	ایم اے راحت
مطابع	_____	نواب سنز پبلی کیشنز
موضوع	_____	فیض الاسلام پرنٹرز
مروفہ گرانسی	_____	میز کس کمپوزر
تعداد	_____	1000
انتہا قیمت	_____	2000

Rs: 400.00

ڈسٹری بیوٹرز

اشرف بک ایجنسی

کمپنی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی
فون: 051-6531510

ناشر

نواب سنز پبلی کیشنز

اقبال روڈ، کمپنی چوک، راولپنڈی
فون: 051-6536275

پیشکش

ہندو مذہب ایسے ہزار ہا عقائد پر مشتمل ہے جن کا ہمارے مذہب سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ ان کے بے شمار دیوی دیوتا ہیں، وہ آگ، پانی، سورج، چاند، ستارے، ہوا اور ایسی ہی ہزاروں چیزوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں ”آواگون“ ہے یعنی موت اور دوبارہ زندگی۔ ہمارے ہاں بھی یہ تصور ہے لیکن صرف ایک بار یوم قیامت جب ہر فی روح کو اللہ تعالیٰ کے حکم مبارک سے زندہ کیا جائے گا۔

ہندو دھرم میں ناگ پوجا بھی بڑا مقام رکھتی ہے اور وہ ناگ کو بھی دیوتا مانتے ہیں۔ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سانپ ایک ہزار سال تک زندہ رہ کر ”اچھا دھاری“ بن سکتا ہے۔ یعنی اپنی ”اچھا“ (مرضی) سے ”روپ دھارن“ (خواہش کے مطابق) شکل اختیار کر سکتا ہے۔ اسی طرح ان کے ہاں ”وٹ کنیا“ کا تصور بھی موجود ہے یعنی ”زہریلی لڑکی“ ان کا خیال ہے کہ سانپوں کے زہر سے پرورش پانے والی لڑکی خود سانپ سے زیادہ زہریلی بن سکتی ہے۔ وٹ کنیا ایک ایسی ہی زہریلی لڑکی کی کہانی ہے۔

خاصے عرصے پہلے میں نے ایک ناول ”کالا جادو“ لکھا تھا جو اپنے وقت کا شہرہ آفاق ناول قرار پایا تھا۔ اخبار جہاں نے اس کے چھ ایڈیشن چھاپے تھے۔ ساتواں ایڈیشن لاہور کے ایک ادارے نے چھاپا۔ یہ ناول اخبار جہاں میں ستر (۷۰) قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اخبار جہاں پبلشرز نے اسے ایڈٹ کر کے صرف تینتیس (۳۳) قسطوں میں شائع کیا تھا۔ لیکن

وش کنیا

ہزاروں خطوط ایسے تھے جن میں پڑھنے والے سترقسٹوں میں بھی سیراب نہیں ہوئے تھے اور فرمائش کی گئی تھی کہ اسے اور لکھا جائے۔ میں نے اسے ایسی جگہ ختم کیا تھا جہاں سے اسے دوبارہ لکھا جاسکے۔

میرے محترم دوست جناب اعجاز احمد نواب صاحب کا حکم ہے کہ میں اس کا دوسرا حصہ نواب سنز پبلی کیشنز کے لیے لکھوں۔ ان کا حکم ٹالنے کی جرأت مجھ میں کہاں۔ چنانچہ انشاء اللہ بہت جلد کالا جادو دوسرا حصہ نواب سنز پبلی کیشنز سے شائع ہوگا۔

کالا جادو کا تذکرہ اس لیے آیا کہ اخبار جہاں کے قارئین نے کالا جادو کے بعد وش کنیا کو اس کے برابر پسند کیا اور اب یہ ناول اعجاز احمد نواب بڑے اہتمام سے شائع کر رہے ہیں۔

مگر قبول افتد
آپ سب کے لیے دعا گو

ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شاندار پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ✧ ایڈ فری انکس، انکس کو میسج کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو مائیل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورمٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

➔ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➔ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

سنگلاخ پہاڑیوں میں بادل گرج رہے تھے۔ بجلی ایک لمحے کا وقفہ دیئے بغیر چمک رہی تھی۔ بے آب و گیاہ پہاڑیاں گرج اور چمک کی وجہ سے مسلسل گونج رہی تھیں۔ ان ہولناک پہاڑیوں کے لامتناہی سلسلے کے دامن میں ایک بستی سو رہی تھی۔ بارش کے خوف سے بے نیاز مضبوط اور مخصوص طرز پر بنائے گئے جھونپڑے نما مکانوں کے اندر..... لیکن انہی پہاڑیوں میں ایک قدرتی غار میں بنے ہوئے قید خانے میں ایک بد نصیب قیدی پتھر کی ایک سل پر لیٹا ہوا غار کی دیواروں کی چھت میں بنے قدرتی سوراخ سے بجلی کی چمک اور بادلوں کے تڑانے سن رہا تھا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا اور اس کے منہ سے ہلکی ہلکی سسکیاں ابھر رہی تھیں۔

”ماں! میں بہت بد صورت ہوں نا؟“

”کون کہتا ہے میرے لعل! کسی نے کہا ہے تجھ سے یہ بات؟“ ماں کی آواز میں تڑپ تھی۔

”ہاں کہی ہے؟“ وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”آ نکھیں پھوٹ جائیں دیوتا کریں اُس کی، کون پاپی ہے وہ، مجھے بتا دیو!“

”نا ماں نا..... اُس کی آنکھیں تو ستاروں سے زیادہ خوبصورت ہیں، وہ پھوٹ گئیں تو آسمان کے سارے ستارے بجھ جائیں گے، دیوتا کرے اُس کی آنکھیں کبھی نہ پھوٹیں۔“ وہ بڑے پیار سے بولا۔

”ماں! تو مر گئی اور میں تیری ارٹھی کو کندھا بھی نہیں دے سکا، تیری چٹا کو آگ بھی نہ دکھا سکا۔ کیا میں نے اتنا بڑا کوئی پاپ کیا تھا، لوگ کہتے ہیں کہ دیوتا پاپیوں کو سزا دیتے ہیں اور سب سے بڑی سزا ہوتی ہے کہ وہ انہیں ماں سے محروم کر دیں، مگر مجھے اپنا کوئی ایسا پاپ یاد کیوں نہیں آتا ماں! میں نے تو چند رکھ کو بھی کچھ نہیں کہا تھا، سردار گنگوتری نے بلا وجہ ہی مجھے قید میں ڈال دیا۔“

☆.....☆.....☆

ناگ ٹمپی کا تہوار تھا۔ آسمان پر پورا چاند کھلا ہوا تھا، پہاڑیوں کے بیچ منگل بانڈی کے

میدان میں بے شمار مرد، بچے اور عورتیں جمع تھے۔ قوی و سکل جوانوں نے ایک حلقہ بنایا ہوا تھا، اُن کے ہاتھوں میں مشعلیں روشن تھیں۔ ایک طرف پتھر کی ایک قدرتی جبل پر سردار گنگوٹری شیش ناگ کی گود میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ شیش ناگ کوئی چندرہ فٹ اونچا پھن اٹھائے کھڑی مارے بیٹھا ہوا تھا، اس کے پھن کی گولائی تقریباً تین فٹ تھی اور اسے سیاہ رنگ کے سنگ موتی سے تراشا گیا تھا۔ یہی ناگ کسی ماہر سنگتراش نے اپنے فن کو انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ سردار گنگوٹری اسی سنگی شیش ناگ کی آغوش میں بیٹھا تھا، اس کا اوپری بدن برہنہ تھا، بال خاص طرح سے تین چٹیوں کی شکل میں بندھے ہوئے تھے، گردن میں تین چار پتلے پتلے کوڑیا لے ناگ مل کھارہے تھے، ان کی دو شانہ زبانیں بار بار باہر نکلتیں اور سردار کے رخسار چات کر اندر ہو جاتیں۔

لبے چوڑے تن و دوش کے ناگ گنگوٹری کے چہرے کو دیکھ کر کسی بد نما سانپ کے پھن کا سا احساس ہوتا تھا۔ بھاری جڑوں اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو دیکھ کر ایک لمحے میں اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ انتہائی بے رحم اور سخت گیر انسان ہے۔

خانہ بدوشوں کا یہ قبیلہ گوتم سری کہلاتا تھا۔ کوئی پچیس سال پہلے یہ قبیلہ جگہ جگہ گردش کرتا رہتا تھا لیکن موجودہ سردار کے باپ جئے مندری کو یہ جگہ اتنی پسند آئی کہ اس نے یہاں مستقل ڈیرہ ڈال دیا اور اب پچیس سال سے یہ بستی اسی طرح آباد تھی۔

ناگ دیوتا کے چہاری گوتم سری قبیلے کو یہاں اپنے کام میں بھی آسانی تھی، کیونکہ قرب و جوار کی بے آب و گیاہ پہاڑیوں کے سوراخوں میں سانپ ہا آسانی مل جاتے تھے۔ یہ قبیلہ سانپوں کے زہر کی تجارت کرتا تھا۔ قبیلے کے نوجوان، عمر رسیدہ اور تجربے کار سپیروں نے ساتھ ان پہاڑیوں میں سانپ تلاش کرتے تھے اور پھر اپنے قدیم طریقوں سے ان کا زہر نکال کر محفوظ کرتے۔ سارا کام سردار کی نگرانی میں ہوتا۔ پہلے قبیلے کے لوگ خود شہر جا کر یہ زہر بڑی بڑی لیبارٹریوں کو پہنچاتی کرتے تھے، بعد میں قبیلہ کافی مشہور ہو گیا اور میڈیکل لیبارٹریوں کے فرمائندے خود دور دراز سفر طے کر کے گوتم سری کی آبادی تک آتے اور زہر کا سودا کرتے۔ قبیلہ کافی خوشحال تھا اور سردار گنگوٹری پورے انصاف کے ساتھ قبیلے کے لوگوں کی تمام ضرورتیں پوری کرتا تھا۔

قبیلے کے خوشحال لوگ اپنے عقیدے کے مطابق ناگوں سے متعلق ہر شہوار مناتے تھے۔ ناگوں سے ان کی دوستی تھی اور ان سے زہر کے حصول کے سلسلے میں کبھی کسی سانپ کی ہلاکت نہیں ہوتی تھی، وہ بلکے پھلکے جادو منتر کے ذریعے ان سانپوں سے رعایت لے لیا کرتے تھے۔ ہاں کبھی کبھی کسی ضدی ناگ سے پالا بڑ جاتا تو کچھ سپرے سانپوں کے کانٹے کا شکار ہو جاتے لیکن سردار کے پاس ایسی ایسی جڑی بوٹیاں تھیں کہ سانپوں کا زہر بے اثر ہو جاتا، شاذ و نادر ہی کبھی کسی سانپ

کے کانٹے سے کوئی موت واقع ہوتی تھی۔

آج ناگ پٹی کا تہوار منایا جا رہا تھا۔ سپرے صبح سے جشن منا رہے تھے اور اب چاند پورا نکل گیا تھا، رقص و سرور کی محفل، جمگٹا تھی اور قبیلے کی بالیاں بدن لہر رہی تھیں، ان کے حسین وجود چاندنی کا حصہ لگ رہے تھے، چند رکھ بھی ان میں شریک تھی۔ درحقیقت وہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاندنی لگ رہی تھی، بال بال موتی پروئے ہوئے تھے اس نے، چاند جیسا روشن چہرہ جوانی کی تمازت سے دمک رہا تھا۔

دیوانے اُسے دیکھا اور پتھر اٹھایا۔ فطرت کا کوئی الوکھا عمل تھا جس نے اسے مہنوت کر دیا تھا۔ اس سے پہلے بھی اس نے کئی بار چند رکھ کو دیکھا تھا۔ وہ سردار گنگوٹری کی اکلوتی بیٹی تھی اور دیوانہ چھو، گنگوٹری کا ادنیٰ غلام..... سردار کے خاص گھوڑے کا نگراں..... اس وقت بھی وہ سردار کے پیچھے اس کا ہر قلم بجالانے کے لئے تیار کھڑا تھا کہ رکھ لڑکیوں میں چند رکھ کو دیکھ کر بے اختیار ہو گیا۔

جب تک چند رکھ رقص کرتی رہی، وہ ماحول سے بیگانہ رہا۔ پھر جب رقص ختم ہوا اور لڑکیاں واپس چلی گئیں تب وہ ہوش میں آیا۔ وہ تو شکر تھا کہ سردار کو کسی کام کے لئے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی، ورنہ اس کی حیثیت کا راز کھل جاتا لیکن اس کے بعد وہ نئی طرح کا حال ہو گیا تھا۔

”تیری طبیعت ٹھیک ہے؟“ ماں نے اسے دیکھ کر کہا۔

”نہیں.....“ وہ مسکرا کر بولا۔

”ہائے کیا ہوا.....؟“

”کچھ بھی نہیں۔“ وہ سرگوشی سے بولا اور ماں اسے دیکھتی رہ گئی۔ کچھ انوکھی بیماری تھی۔ وہ جانتا تھا کہ چند رکھ کو وہ دوبارہ کہاں دیکھ سکتا ہے۔ سردار کے گھر کے پیچھے بڑا اُصطلیل تھا اور وہیں ایک چھوٹا سا باغ جہاں چند رکھ دوسری لڑکیوں کے ساتھ جھولا جھولنے آ جاتی تھی۔ اُصطلیل کی صفائی کرنے ہوئے وہ دیوار کے سوراخ سے دوسری طرف دیکھ سکتا تھا۔ سردار کے گھر کے پیچھے بڑا اُصطلیل تھا اور وہیں ایک چھوٹا سا باغ جہاں چند رکھ دوسری لڑکیوں کے ساتھ جھولا جھولنے آ جاتی تھی۔ اُصطلیل کی صفائی کرتے ہوئے وہ دیوار کے سوراخ سے دوسری طرف دیکھ سکتا تھا۔

تین دن تک وہ انتظار کرتا رہا تب کہیں چوتھے دن اسے چند رکھ پچھلے باغ میں نظر آئی۔ اس کے ساتھ تین لڑکیاں اور تھیں، پہلے کبھی اس نے چند رکھ کو نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ اول تو وہ سردار کی بیٹی تھی اور سردار اسے اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا تھا، دوسرے دیوانہ چھو ٹیک فطرت اور

سادہ دل نوجوان تھا۔ میں جشن دلہن سے وہ اس کے دل میں اتر گئی تھی وہ دوسرے چند رکھ کو دیکھتا رہا۔

درخت پر لٹکے ہوئے جھولے میں وہ بیٹھ گئیں۔ بہت وقت گزر گیا پھر جب لڑکیاں تھک کر واپس چلی گئیں تو اس نے گہری سانس لی۔ واپس چلا تو وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ وہ اس کا درست تھا اور سردار کے محبوبت خانے کا ایک سپاہی تھا۔ سخت دل سردار نے پہاڑیوں میں ایک قید خانہ بھی بنایا ہوا تھا، یہاں سرکشی کرنے والوں کو اور سردار کے احکامات کی حکم برداری کرنے والوں کو قید کر دیا جاتا تھا اور وہیں انہیں دوسری سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔

”کیا ہو رہا تھا؟“ دپو نے سوال کیا۔

”صغالی.....!“ اس نے سادگی سے کہا۔

”میں بہت دیر سے یہاں کھڑا ہوں۔“

”تو پھر.....؟“

”تم ان لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے!“

”سب کو نہیں، صرف چند رکھ کو!“

”کیوں.....؟“

”وہ مجھے اچھی لگنے لگی ہے۔“

”مرنا چاہتے ہو؟“ دپو نے کہا۔ ”جانتے ہو وہ سردار کی بیٹی ہے!“

”اگر وہ سردار کی بیٹی ہے تو میں بھلا کیسے مر جاؤں گا؟“

”کسی اور سے یہ بات کہہ دی اور سردار کے کانوں تک پہنچ گئی تو سمجھو تم مر گئے۔“

”کسی اور سے کیوں کہوں گا، خود اس سے ہی کہوں گا۔“

”پاگل مت، خواہی بے وقوفی کبھی مت کرنا۔“

لیکن دیوا پاگل بن گیا، جیسے ہی اسے چند رکھ تھا نظر آئی، وہ اس کے سامنے پہنچ گیا۔

وہ اسے دیکھ کر ناخوشگوار سی کیفیت کا شکار ہو گئی۔ وہ بولی۔ ”کیا بات ہے؟“

”تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو چند رکھ! میں تم سے ملنے رہنا چاہتا ہوں۔ پس تھوڑی دیر تمہارے پاس بیٹھ کر تم سے باتیں کیا کروں گا اور پھر چلا جاؤں گا۔“

چند رکھ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ ”اپنی شکل دیکھی ہے کبھی.....؟“

”ہاں بہت بار..... کیوں.....؟“ وہ معصومیت سے بولا۔

”مجھے بد صورتی سے نفرت ہے اور تم اس قبیلے کے سب سے بد صورت لڑکے ہو۔“

”جی..... اور پھر تمہاری لافیات ہی کیا ہے، اصطبل کی۔ غالی کرنے والے.....!“ وہ نفرت سے منہ بٹاتی ہوئی بولی۔

دیوانے اس کی شرر بار لگا چیں دیکھیں، اسے ان آنکھوں میں ستارے جھلکاتے نظر آتے تھے۔ اس نے کہا۔ ”تب میں تم سے کچھ دیر بیٹھ چاہا کروں گا، تمہیں برا تو نہیں لگا کر سہے گا۔“

”جاؤ اپنی موت کو آواز مت دو، اگر میں نے بابا کے سامنے زبان کھول دی تو کتے کی موت مارے جاؤ گے۔“ اس نے کہا اور تیز قدموں سے واپس چل پڑی..... لیکن وہ آج کے عمل سے سرشار تھا۔ اس نے چند رکھ کے بالکل پاس کھڑے ہو کر اس سے باتیں کی تھیں۔

اسی رات اس نے ماں سے پوچھا۔ ”ماں! میں بہت بد صورت ہوں؟“

”کون کہتا ہے میرے لعل.....!“

دوسری بار اور پھر قیسری ہار بھی وہ موقع ملے ہی چند رکھ کے پاس پہنچ گیا۔

”تم باز نہیں آؤ گے؟“ وہ غصے سے بولی۔ ”ٹھیک ہے، اب تمہارا علاج ضروری ہے۔“

دوسرے دن سردار گنگوڑی تھا ہی اصطبل آ گیا۔ کوئی نئی بات نہیں تھی، وہ اکثر پیدل چل کر اصطبل آ جاتا تھا۔

دیوانے اس سے تھوڑے فاصلے پر ٹھک کر اس کے قدموں کے نشان چھوئے اور ہاتھ کو ماتھے سے لگا کر پیچھے ہٹ گیا۔ سردار اسے غور سے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے اپنے خاص گھوڑے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیسا ہے ہمارا راجہ بھٹی.....؟“

”جو کس ہے مالک!“ دیوانے گردن تھکا کر کہا۔ اس نے بالکل محسوس نہیں کیا کہ سردار گنگوڑی اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا ہے، خود دیوانے کی نظریں تو زمین میں گڑھی ہوئی تھیں۔

گنگوڑی نے کہا۔ ”وہ چند رکھ تمہارے بارے میں کچھ کہہ رہی تھی، ملے تھے تم اس سے.....؟“

”جی مالک! انا گنگوڑی والی رات وہ ہمیں اتنی سندر لگی تھیں کہ ہم حیران رہ گئے۔ پھر ہم نے دو تین بار ان سے باتیں کرنے کی کوشش کی، وہ کہتی ہیں کہ ہم بہت بد صورت ہیں پر مہاراج! ہماری ماں کہتی ہے کہ ہم بد صورت نہیں ہیں، کس کی بات مانیں ہم!“

”تم نے چند رکھ سے بات کرنے کی کوشش کیوں کی، کیا تم اس کے برابر کے ہو؟“

”میں سے دو چار برس ہی چھوٹی ہوئی وہ مہاراج!“

”دیوانے.....! آئندہ تم اس کے سامنے مت جانا۔“ گنگوڑی نے شاید اس کی معصومیت پر

ترس کھایا تھا۔ دیوانے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس رات وہ چند رکھ کے بارے میں

"کیوں.....؟"

"بھیس ان سے پریم ہو گیا ہے مالک! وہ معصومانہ انداز میں بولا۔

"آپ نے من لیا بابا.....! یہ ہمارے پیروں کی ذمہ داری، ہماری چوکت کا کتا، کسی گندے جانور جیسی تھوٹی والا، میرا پریمی ہوئی کا دعویٰ کر رہا ہے، اس سے بڑی بے عزتی اور کچھ ہو سکتی ہے میری؟"

"ہم اسے زہریلے سانپوں کے عمار میں پھنکوا دیتے ہیں یا تم چاہو تو اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کر دو، بولو کیا چاہتی ہو؟"

"آپ اسے قید خانے میں ڈال دیں بابا! دو چار دن بھوکا پیاسا رکھیں، ہوش میں آ جائے گا۔" چند رکھ نے کہا۔

"اسے عمار والے قید خانے میں ڈال دو اور جب تک میں نہ کہوں وہیں بند رکھو۔"

وڈ لوگ اسے دبوچنے کے لئے آگے بڑھے تو دیوانے ان میں سے دو کے سر پھوڑ دیئے لیکن وہ تعداد میں کافی تھے، انہوں نے اس پر قابو پالیا اور پھر اسے اس سنگی عمار میں پہنچا دیا گیا جس میں گنگوتری کے قیدی رکھے جاتے تھے۔

دو دن تک اسے کھانے کے لیے کچھ نہیں دیا گیا لیکن اس نے کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ وہ خود بھی اکڑا ہوا تھا۔ چند رکھ نے کہا تھا کہ اسے دو چار دن بھوکا رکھا جائے، خود ہوش میں آ جائے گا۔ اس نے اکڑ کر سوچا تھا کہ میں آٹھ دن تک کچھ نہیں کھاؤں گا لیکن چند رکھ کے پریم سے باز نہیں آؤں گا۔

چوتھے دن سے اس کی حالت خراب ہونے لگی۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے، بھوک سے آنکھوں میں جلتے پڑ گئے، پانچویں دن وہ زمین بوس ہو گیا اور اسے کوئی سدھ بدھ نہ دی۔ اس دن قید خانے میں اس کے دوست دیپ کی ڈیوٹی تھی۔ دیپ نے ہر حکم نظر انداز کر کے اس کی تنہا داری کر کے دوستی بھائی اور اسے زندگی کی طرف لے آیا۔

"میں نے تجھے سمجھایا تھا دیو! مالک اور نوکروں کا ملاپ کبھی نہیں ہوتا۔"

"بھیس اس سے پریم ہو گیا ہے۔" دیوانے ادا ہی سے کہا۔

"خود کو سمجھا لے، یہ پانی پریم ایسا ہی ہوتا ہے تو صرف ایک سائیکس ہے اور وہ مالک کی بیٹی اچھے حیرت ہے کہ گنگوتری نے تجھے جیتا کیسے چھوڑ دیا، اس بات پر تو وہ تیری بوٹیاں ڈنڈو دیتا؟"

"اڑا دے بوٹیاں..... پریم میں سب مرجاتے ہیں تو ہم بھی مرجائیں گے، دیپو! تنہا رہی

نہ جانے کب تک سوچتا رہا۔

دوسری صبح وہ چھپٹے میں اٹھ کر اسٹیل کے پیچھے پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ چند رکھ وہاں موجود تھی۔ اسے دیکھ کر اس نے غصے سے کہا۔ "صبح ہی صبح ٹوٹنے اپنی منگوں مسورت دکھا دی مجھے، اب سارا دن پتہ نہیں کیسے گزرے گا۔"

"اے مہارانی! ہمارے ہاں صبح اٹھ کر سب سے پہلے ہمارا منہ بکھتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے اپنے نسل کا سندر رکھنا دیکھا ہے، میرا دن بہت اچھا گزرے گا۔"

"موت ہی آرہی ہے تیری اب دیکھنا تیرا دن کیسے گزرے گا۔" چند رکھ نے ہونٹ بھیج کر کہا۔

اور دیوانہ ہنس پڑا۔ "مگر رات تو سوچ لو، ہم تو یہی کہیں گے کہ ہم نے تمہارا منہ دیکھا تھا وہ ویسے دیوانہ کی سوگند ہم تو باؤ لے ہو گئے ہیں، اب تو کوئی سے ایسا نہیں ہوتا کہ ہم تمہیں یاد نہ کرتے ہوں، پریم ہو گیا ہے شاید ہمیں تم سے ایسا نے ایسا ہی کہتے ہیں۔"

چند رکھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسے قبر بارنگا ہوں سے گھورتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ دیوانہ مسکراتا رہا۔ اسے گنگوتری کی چیتا دنی بھی یاد نہیں رہی تھی۔

لیکن اسی رات جب وہ اپنے جھونپڑے میں سونے کے لئے لیٹ گیا تھا اور رات کافی گزر گئی تھی باہر سے کسی نے اسے آواز دی اور وہ چونک کر اٹھ گیا۔ ماں گہری خیند سورہی تھی۔ آواز دوسری بار سنائی دی اور وہ جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ جیسے ہی اس نے باہر قدم رکھا، اچانک اس پر ایک سونا کھیل آ پڑا اور پھر بہت سے ہاتھوں نے اسے دبوچ لیا۔

دیوانے جدوجہد کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ کھیل میں اس کا دم نرمی طرح گھٹ رہا تھا لیکن مجبوری تھی۔ کافی لمبے سفر کے بعد اسے زمین پر کھڑا کر کے کھیل بنادیا گیا۔

دیوانہ کی حالت نرمی ہو رہی تھی۔ اس نے نرمی طرح ہانپتے ہوئے کہا "ارے تو ہمارا سر کی۔"

لیکن دوسرے لمحے اس نے جھنڈ لائی آنکھوں سے چند رکھ کو دیکھا اور دنگ رہ گیا۔ "تم.....!" یہ کہہ کر اس نے گردن گھرائی تو اسے گنگوتری نظر آیا اور اس کے منہ سے نکل گیا۔

"ارے آپ مالک.....؟"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ بارہم چند رکھ کے سامنے مت جانا۔"

"کہا تھا مالک....."

"تم پھر بھی اس کے پاس گئے۔"

"پاس مالک!"

دش کنیا

تہوار تھا کیا.....؟

"آج سردار کی بیٹی کا دواہ تھا۔" سپاہی نے بتایا اور دیوا کا دل دھک رہ گیا۔
"چندر رکھ کا.....؟"

"ہاں..... دیال باگاس کا بیٹی بن گیا۔" یہ سن کر دیوا کی آنکھوں میں اندھیرا اتر آیا تھا۔
وقت اور گزر گیا۔ بہت دن کے بعد دیو پھر قید خانے میں آیا تھا۔ وہ اندر آ کر دیوا سے
پٹ گیا۔

"کیا حال ہو گیا ہے تیرا.....؟" یہ نہیں سردار کو تجھ سے کیا دشمنی ہو گئی ہے، تجھے معلوم ہے کہ
چندر رکھ کا دواہ ہو گیا تھا بعد میں اس کا بیٹی مر گیا۔"
"مر گیا.....؟" وہ اٹھل پڑا۔

"ہاں اسے گرن ہگ نے ڈس لیا، اس کا منہ بھی نیلا پڑ گیا تھا، وہیں کا وہیں مر گیا۔"
دیوا خاموش ٹکا ہوں سے دیو کو دیکھتا رہا۔ دیو نے افسردگی سے کہا۔ "اور جب تیری ماں
کی موت ہوئی تب میں یہاں نہیں تھا، مجھے افسوس ہوا کہ تو قید میں تھا مگر میں بھی تیری ماں کے
اتم سنسکار میں حصہ نہیں لے سکا۔"

دیوا نے بی طرح لرز گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیو کو دیکھنے لگا۔ دیو نے چونک کر اس کا
نہجہ دیکھا اور اچانک ہی دیو کے چہرے پر بھی مردنی چھا گئی۔ اس نے حیرانی سے دیوا کو دیکھتے
ہوئے کہا۔ "تو کیا تجھے ماں کی موت کے بارے میں خبر نہیں دی گئی؟"

دیوا نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ بہرہ دیو کو دیکھتا رہا اور پھر اچانک ہی اس سے منہ پٹا
لیٹھن ٹوٹ گیا۔ وہ پھوٹ پھٹ کر رو دیا، اس کے حلق سے روتے ہوئے آواز نکل رہی تھی۔
"ماں مر گئی، مر گئی وہ.....! مجھے خبر تک نہیں دی ان پابجوں نے، گنگوٹری نے آج تک جو کچھ کیا، وہ
انہی پر اظہار نہیں تھا لیکن یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ اس نے مجھے میری ماں کی چٹا کو آگ تک نہ لگانے دی
تھی، گنگوٹری نہیں! میں تیرا اہل تھا، بچپن سے لے کر جوانی تک میں نے تیری سیوا کی، زمین پر
میرے ان نشانات کو جو ماں جو تیرے پیروں سے بنے تھے، تو نے کسی بات کی لاج نہیں رکھی
گنگوٹری! تو نے کیا تو نے یہ بہت بُرا کیا۔"

دیو کہہ رہا تھا۔ "جج انہوں نے بہت بُرا کیا، ان کی اپنی بھی ماں ہیں، تجھے تیری ماں۔
مات کی خبر تو دینی چاہیے تھی۔"

"کچھ اور پتہ چلا تجھے میری ماں کے بارے میں؟"

"کبھی بتایا نہیں میں نے تجھے، وہ اسی دن سے بیمار ہو گئی تھی جب دو دن سے اس نے تیری

ماں کا کیا حال ہے؟"
"تمہی حالت ہے اس کی، پاپگلوں کی طرح ایک ایک سے پوچھتی پھر رہی ہے کہ اس کا حال
کہاں گیا؟"

"یہ غلط ہے، ماں کو کون سمجھائے۔"

"نکو خود دیا.....؟"

"میں.....؟ کیسے.....؟"

"یہ کام تو مجھ سے نہ کر، اکل جب کسی دوسرے سپاہی کا پیہرا ہو تو ان سے کہہ کہ تو سردار
سے معافی مانگنا چاہتا ہے، آئندہ تو کبھی چند رکھ سے پریم کا دعویٰ نہیں کرے گا، ویسے سردار نے
پہلے ایسا کبھی نہیں کیا، پتہ نہیں وہ تمہیں بھول گیا ہے یا پھر اس کے من میں تمہارے لئے زیادہ
نکروہ ہے۔"

"خاموش رہو، بس ذرا ماں کا خیال رکھو، اس سے کوئی بہانہ بنا دو، کہہ دو کہ دیوا کو سردار نے

ذور کہیں کسی کام سے بھیجا ہے۔"

"وہ میں کہہ دوں گا تم سردار کو اپنا پیغام بھجوادو۔"

"وہ میں سوچوں گا۔"

"مرتے مرتے بچے ہو..... اب بھی سوچو گے؟" دیو نے کہا۔

"یہ بات کہنا چند رکھ کے پریم سے منہ موڑنا ہے اور یہ میرے لئے مشکل ہے۔" دیوا

نے کہا۔

اس نے کسی سے کچھ نہ کہا، البتہ چونکہ دیو نے اسے کھانا دیا تھا اور اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوا
تھا اس لئے دوسرے سپاہیوں نے بھی اسے کھانا دینا شروع کر دیا۔

یوں دن گزرنے لگے۔ مہینہ، دو مہینے، تین مہینے..... دیو نے دیوا کی ماں کو سمجھا دیا تھا کہ
سردار گنگوٹری نے دیوا کو شہر میں رکھا ہوا ہے، ابھی اسے واپس آنے میں کافی دن لگیں گے۔

"وہ نصیحت ہے؟.....؟" دیوا نے پوچھا۔

"ہاں میرے سمجھانے سے اسے اطمینان ہو گیا ہے۔"

پھر سال گزرا، دو سال، تین سال اور پھر پانچ سال گزر گئے۔ دیوا اس قید خانے کا واحد
قیدی تھا جس کی سردار نے کبھی پٹ کر خبر نہیں لی۔ دیو کہیں اور چلا گیا تھا، کبھی اسے لاکھ
خوشامدوں کے بعد کسی سپاہی سے ماں کی خبر مل جاتی تھی۔

ایک دن قید خانے کے سپاہیوں نے اسے اچھا کھانا دیا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔ "آج کوئی۔"

دش کنیا

صورات نہیں دیکھی اور اس کے بعد وہ چار پاکی سے علی لگی رہی، وہ سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی، حالانکہ جب تک میں یہاں تھا، اُسے تسلیاں دیتا رہا کہ سردار گنگوٹری نے اُسے کام سے شہر میں بھیج دیا ہے اور وہ وہیں رہنے پر مجبور ہے، میں تھوڑے تھوڑے دنوں کے وقفے کے بعد ماں کو تسلیاں دینے چلا جایا کرتا تھا، اس کے لئے کپڑے اور دوسری چیزیں لے جایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ دیوا نے خیرے لئے بھیجے ہیں، میں اسے اپنی طرف سے چھٹی لکھ کر بھی لے جاتا تھا اور دکھاتا تھا، میں نے اسے بڑی تسلیاں دے رکھی تھیں اور کہا تھا کہ اب وہ دیوا کے دواہ کی تیار ہوں کرے، دیوا اُسے گا تو کہیں نہ کہیں اس کا دواہ کر دیا جائے گا اور وہ بستی کی لڑکیوں کے بارے میں مجھ سے باتیں کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ ان میں سے کوئی لڑکی ایسی ہے جو اس کے دیوا کے قافلے ہے۔

دیوا سے کہانیاں سناتا رہا اور دیوا پھوٹ پھوٹ کر دھار رہا۔ دیو نے اسے تسلیاں دیں اور کہا کہ دیکھو کب سردار کے من میں دیا جاتی ہے اور تجھے آزادی دیتا ہے، میں نے کئی بڑے بڑھوں سے کہا ہے کہ وہ دیوا کی آزادی کے لیے سردار سے بات کریں مگر وہ بھی ڈرتے ہیں کیونکہ اس سلسلے میں گنگوٹری کی بیٹی چند رکھ کا نام بھی آتا ہے اور سردار نے اُن تک اس بات کو سب سے چھپائے رکھا ہے۔

دیو نے بہت سی باتیں اسے بتائیں اور اس کے بعد چلا گیا لیکن دیوا کے سینے میں غم کا سمندر تھا انھیں مار رہا تھا اور کچھ بھی ہو جاتا، اس سے بھی بُری خبر سننے کو ملتی لیکن ماں اس طرح چلی تھی۔ یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ساری رات اور پھر دوسرا دن اسی طرح گزر گیا۔ دوسرے دن صبح ہی سے ہارٹ شروع ہو گئی تھی اور دیوا کو اور بھی بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں ماں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

”ماں! میں بد صورت ہوں نا؟“

”کون کہتا ہے میرے لعل، کسی نے کہا ہے کیا تجھ کی یہ بات...؟“

”ہاں کہا ہے۔“

”ہم نکلیں پھوٹ جائیں دیوا کریں اس کی، کون پالی ہے وہ مجھے بتا دیوا!“ ماں چلی تھی تو اب کون مجھے یہ کہے گا کہ میری صورت اچھی ہے، نہیں ماں نہیں، یہ سب اچھا نہیں ہوا۔ آسمانوں پر بجلی کڑکی، چھت کے سوراخ سے روشنی اندر آئی اور دیوا اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ کی آستین سے آنسو پونچھے اور اس کے بعد غار کی ان پتھریلی دیواروں کو دیکھنے لگا جو اتنی مضبوط تھیں کہ ہزار انسان بھی مل کر انہیں اپنی جگہ سے ہٹا نہیں کر سکتے تھے۔ بس ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جس میں لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور ان کے باہر سردار

دش کنیا

ساتھ لنگ۔ ہاتھ۔ ایک چہرے، ہاتھوں کے تھوڑے وقفے کے بعد سامنے سے گزرتا تھا اور بچتے پھرتے اندر نکلا مار لیتا تھا۔

دیوا کے چہرے پر خوفناک سرے گردش کرنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور سلاخوں کے پاس جا بٹھا۔ وہ کچھ لمحوں کے بعد پھر سے وہاں سے گزرا تو دیوا کو کچھ اور کچھ گزر کر گیا۔

”نیند نہیں آ رہی، بچا! بڑے زور کی ہارٹ ہو رہی ہے، ذرا بجلی کے تڑاٹے تو دیکھیں، باہر دیکھو تو بال بڑھ جائے۔“

”سا بھو! میری بات سنو۔“ دیوا نے کہا اور سا بھو سلاخوں کے پاس آ گیا۔

سا بھو سال بڑھ چکے تھے، دیوا کی طرف سے ابھی کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی تھی جو تخریبی حیثیت رکھتی ہو۔ سب کو اس پر اعتماد تھا لیکن آج بات دوسری بدلتی تھی۔ اس بستی کے لوگوں نے اس پر غلم کیا تھا، اس کی ماں کی موت سے آگاہ نہ نہیں کیا تھا، کچھ نہیں بتایا تھا اسے، یہ سب کچھ لفظ تھا۔ سا بھو کو بھی یقیناً پتہ ہو گا کہ اس کی ماں بڑھ گئی ہے، اسے بتانا چاہیے تھا اسے۔ وہ سلاخوں کے پاس آ گیا۔

”سا بھو! وہ بچہ کہاں ہے؟“

”وہ تو بہت دیر ہوئی، اٹھ چلا گیا۔“

”سا بھو! تجھے پتہ ہے اس نے مجھے کیا خبر سنانی ہے؟“

”کیا...؟“ سا بھو نے مدھم مدھم سے کہا۔

”اس نے مجھے بتایا ہے کہ میری ماں مر گئی۔“

”اں مگر یہ تو کافی دن پہلے کی بات ہے۔“

”مجھے تو نوکوں میں سے کسی نے نہیں بتایا۔“

”کیا بتاتے دیوا! انکھ کے سوا تجھے اور کیا تھا، ہم میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔“

”تجھے تو ماں زندہ دیتے سا بھو؟“

”ہاں میرے تو پتا ہی نہیں زندہ ہیں۔“

”میر میری ماں زندہ نہیں ہے تم میں سے کوئی بھی مجھ پر تھمکنا نہ سکتا تھا، تم اُڑ چاہتے تو بٹھے میری ماں کے اُتر سنا، میں جسے لینے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے باہر نکلتے تھے، میں اپنی ماں کو دیکھتا تھا، تو لہجہ داتا، لہجہ نصیب، وہاں وہ بیٹا جو، اُن کی آغوش میں پہن کر جون ہوتا ہے مگر اس کی ہر تھمی کو کند حائل نہیں دے سکتا، میں نے انہیں دیکھے، اپنے کسی کام سے مجھے قید ملی اور میری

دنيا

میں مجھے یاد ہے کہ اسے سر کی ٹیلے پر دو ٹوکوں اور چٹھوں میں آیا۔ کیوں مانجھو ہاتھیں جھٹک رہے تھے؟
 اچانک ہی دیوار کے دیوڑوں ہاتھ ملاخوں سے آٹے بڑھنے اور اس کے چوڑے ہاتھوں سے
 گرفت میں نہ بچھو لی گئی۔ بدن آگئی۔ ساتھ ہی وہ جڑا چل چلا اور اس نے ہر دوں ہاتھوں سے اس
 کے پاس اعلیٰ مہر پرستی کیلئے اس کا تہہ دہتے تو دو دھتے لگاتار۔ دیکھتے اس نے ہتھوڑوں سے اس سے
 کھینچ کر اپنے گرفت میں لی گئی۔ مانجھنے کی آٹھیں اٹھ پڑیں۔

اس نے پہلے پہلے کی خوشی کی ٹیلیں دیا کی ٹولی آواز نہ بنی۔ انہیں جس نے تیرا نہ
 سزا، رقی سیدانی ہے تجربہ کر کے بھی سزا دینی سزا دہار نے یہ ایمان لیاں رکھا، رقی سنا
 مار دیا تھا جس کے اس نے پھانسی میں کے اس نے مجھ سے اتنا خوفناک ہوا لیا، انہیں سنا رقی نہیں
 انہیں اب سنا لکھو چہ سننے کی کیفیت میں نہیں برائی تھا، اس کی روتے تھیں غمگین سہ ہوا
 نہ بھی تھی۔ روتے محسوس کیا کہ وہ میرا سہہ تھیں اس کے دل میں روتے تھیں رقی بہہ چھٹیں اچھا وہ
 نہ لکھو نہ لکھاں تو لکھتے لگا، اس کی کہ میں بھی روتی ہیں میں وہ بھی چھٹیں تھیں رقی جس سے
 قید خانے کے لئے لگا، روتے روتے لگا جاسکتا تھا۔

اس کے دو چاچے نہ مجموعی چچا سے تھا اور نہ اس کے بدلہ نہ اور سے نہ کسی اور
 مجموعہ کا ہے چاہی بدلہ اور چاچا کر لیا تھا اس کے بعد دیو شنگ کر چالی سے تالیفوں نے کی خوش
 کرنے لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ کٹھن سے ملک بھائیوں سے باہر نکال لیا تھا، اور کھڑے ہاتھ سے اس
 نے بیرونی تالیف لیا تھا، پھر انھوں نے اپنے تالیف کے لئے منہ کھول دیا، دیو نے اسے آجرا اور ایک
 طرف الی بیا۔

کہا ہے کہ عیسائیوں نے بعد دو عمارتوں کے اس دروازے سے اپنے نکاح کیا۔ ساتھی
ایک اور عمارت کے آگے پہنچے جس کی بات یہ تھی کہ اس عمارت میں اس وقت اور کوئی نہیں تھا۔ یہاں
آگے بڑھ کر پہلے دروازے پر پہنچے اور اس وقت اسے دیکھ کر نہیں آ رہا تھا۔ یہاں پہنچ کر
پہلے دروازے کا دروازہ کھولنے کے لئے عمارت کے دروازے پر موجود نہیں تھا۔ یہاں پہنچ کر
تھے۔ دو دروازے کے آگے پہنچے اور دروازے کے آگے پہنچے اور دروازے کے آگے پہنچے اور
پھر دروازے کے آگے پہنچے اور دروازے کے آگے پہنچے اور دروازے کے آگے پہنچے اور

اسی کے چہرے نے تیرے چہرے کی طرف سے ایک عجیب سی بات کہی۔
 "وہ بڑا سادہ و پیر ہے اور انکس آ نے جو غالباً تو بیکوٹی رہ سکتے۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ
 دجوانے سے بدلتے ہیں۔" مجھے روکنے کی کوشش مت کرنا، ہر نہایت نہیں چاہئے۔
 "وہ سچ ہے۔"

10

نہ بچا۔ (پانچواں) آزاد کیسے ہو گیا، اور کچھ داسے چاندیوں، لہروں، چھرتی سے بڑا داس
جانب ہر مکتبہ کو دھائیں دھائیں تھیں فی روت و انہیں بیویوں اور ان کے سوتلوں سے قوتیں نہیں پڑا۔
تھیر کی ریل ان سٹار میں نہیں ہے تو اس بات سے رستہ دلی بھی چلا چکے۔ تھیر کی
پروائی میں ہے۔ "دیوانے کہ اور ان میں اسی طرح پھرتا رہا۔ فار سے لڑی کی دیوانے سے باہر نکل آیا۔
ہر ہر طوفان شرجی رہا تھا اپنا دل میں تھی کبھی کہہ دیا تو اس سے کہہ دیا کہ اسے ماحول کو لڑا ہے دے
رہے تھے۔ فتنہ میں ایک دھیرے تک دلی چھٹی بند رہی۔

دیوانے خوئی نکلا دیں سے ہستی کے منہات چہ انگوٹیاں کہو یکجا ابراہیم کا رخ کیا نہ رہے
رقماری سے چل پڑا اس نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ گاؤں میں پہنچنے نہ پا میں ابوریحان الواس
کے لباس میں گفتگو کرتے ہیں بارش اس انداز کی دور بھی تھی۔ اس سے سبوں کے اندر اور اس نے
پورے بدن سے پانی بہنے لگا نہیں رہی مسرت مہوں میں ایک خوب سی خبیالی تھی۔

وہ کسی بوجہ کی طرح نہیں لایا تھا۔ رات میں بہت سے نڈھے فلم آئے نہیں وہ ان سے بچتا ہوا آفریڈ ہسٹری کے ان سرے پہنچ گیا تھا جس سے جتنی میں دھن کے گاراستہ تھے۔ اب اسے بہت سے فیصلے کرنے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ شہر بھان کھاتے ہیں ان کے لیے۔ پہلے اس کے قدم وہاں کھاتے کی طرف لائے گئے ہوئے ہسٹری کے ایک محسوس کو شہر میں لے کر آئے تھے۔ پہلے اس کے قدم وہاں کھاتے کی طرف لائے گئے ہوئے ہسٹری کے ایک محسوس کو شہر میں لے کر آئے تھے۔ پہلے اس کے قدم وہاں کھاتے کی طرف لائے گئے ہوئے ہسٹری کے ایک محسوس کو شہر میں لے کر آئے تھے۔

دو چاروں طرف، دیکھتا رہا تھرہ دے نیچے نہمکے۔ میں پر دلوں باتھمے کا شہر کوہِ شہر وادی کی آواز
دہنوں ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر لگائی۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

”اب اس شخص کا تعلق کس طرح ملائی گئی تھی اور تیرے راکے کدھ بہت ہی غیب
مکمل تھا کہ کوئی اس پر اعتماد نہیں کرتا تھا! مجھے حاف کر دیا کہ تیرے بیٹے نے تیری بہن کو ایک ٹکڑی
دکھائی ماں اور اس میں انہی نہیں تھا، لنگھوتری نے اپنی بیٹی کے لئے مجھے قید خانے میں ڈال دیا۔ یہ ا
جرم اور بدادش اتنا بڑا نہیں تھا جتنی بڑی بدادشوتری نے مجھے دی، میں نے لنگھوتری سے ہمیشہ
تمکھ حافی نہی ہے، میں جانتا ہوں کہ یہ ہے باپ کے بھی لنگھوتری کے پیرا کی سیوانی ہے مگر
لنگھوتری کے اچھا نہیں آیا، مجھے ٹانہ دینا ہوا! اچھے شر کر دیا۔ اس نے دونوں ہاتھ بیٹے سے
لگائے اور انہیں پلٹے پڑا۔

دو تا بھی طرح بات تھا کہ شیعہ ترقی کا تھیں اس طرف سے۔ راستہ طے کر کے وہ تشدد و قہر کے

دش کنیا

مگر کے پچھلے حصے پر پہنچ گیا۔ اصطبل کے سامنے سے گزرا تو اسے گھوڑے کے ہتھکنڈے کی آواز سنائی دی اور اس کے قدم رک گئے۔ یہ راجہ ہنسی کی آواز تھی۔ دیوار اسی گھوڑے کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ راجہ ہنسی نے اسے فوراً پہچان لیا تھا۔

دیوار کے قدم رک گئے۔ ایک لمحے تک وہ کشش کا شکار رہا پھر گھوڑے کی طرف چل پڑا۔ اصطبل کے پاس اسے ایک چارپائی نظر آئی جس پر کوئی سوار تھا، یقیناً یہ اصطبل کا محافظ تھا۔ وہ کسی اور سانس جلد سانس کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

دیوار کچھ لمحے کشش کا شکار رہا دوسری طرف گھوڑا بے چینی سے باز رہا وہاں رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آتا چاہتا تھا دیوار کو بھی اس سے پیار تھا۔ ماں کی موت کے بعد زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی، مگر چھوٹا ہے تو ہو جائے چتا چھوڑا آگے بڑھ کر راجہ ہنسی کے پاس پہنچ گیا۔

بے زبان جانور اس سے اپنے مطابق محبت کا اظہار کرنے لگا۔ دیوار بھی بے اختیار ڈیریا تھا اس نے گھوڑے کو خوب پیار کیا، اس کا سر سینے سے لٹایا پھر سیدھا کھڑا ہوا تو چند قدم کے فاصلے پر اصطبل کے محافظ کو حشر سے پایا۔

"میں نے تجھے پہچان لیا دیوار... پہلے میں سمجھا کہ کوئی چور ہے جو اس قیمتی گھوڑے کو خراب کر لے جاتا چاہتا ہے لیکن گھوڑے کا تجھ سے اور تیرا گھوڑا ہے سے پیار کچھ کر میں نے پہچان لیا کہ تو دیوار ہے۔"

"تو تیواری ہے؟" دیوار نے کہا۔

"ہاں رہے... اس طرح کیوں پوچھ رہا ہے اور ہاں یہ سوں سے کہاں چلا گیا؟" اس سے زور دیکھ کر گھبراہٹ ہوئی۔ اپنی ماں کی موت پر بھی نہیں آیا کیسا گھمبیر تھا۔

"نرگھ یا تر اپر گیا تھا۔" دیوار نے کہا اور ہنسی پڑا۔

"نرگھ یا تر...؟ وہ کیہ ہوتی ہے؟" تیواری نے حیرانی سے کہا۔

"تو جاننا چاہتا ہے؟"

"ارے نہیں دیوار! مالک ہمیں کہاں چھوڑیں گے، خود تو تھوڑے پھرتے ہیں ان دنوں سنا ہے ہندو بھی سکے ہیں اب تو بڑے دھرمی ہو گئے ہیں۔"

دیوار چونک پڑا۔ اس نے پریشانی سے پوچھا۔ "سروار گنگوڑی کی کھڑکیں نہیں ہیں؟"

"کہاں! مہینہ ہو گیا ہے، اکثر یا تر انوں پر جاتے رہتے ہیں، جب سے دیال ہٹا کا دیوانہ ہوا ہے اور چند گھبراہٹ ہوئی ہے، سروار کا من بڑا نرم ہو گیا ہے، اب وہ پہلے جیسے نہیں رہے۔"

دش کنیا

"چند لمحے بھی ان کے ساتھ تھی ہیں؟"

"نہ۔۔۔ وہ نہیں گئیں، پورے دنوں سے بے چارہ، ایک تو دھوا دھوا رہے ہاں شے، الی سے، ایک دم چٹا پڑی ہے باپ، مینی پر... پر چھوڑ ان باتوں کو بتا دیو! کیا جیل ہو گئی تھی تجھے، کہاں غائب ہو گیا تھا تو، ساری ہستی والے خیرات ہوئے تھے کہ ہاں اتنی پہنچ رہے اور بیٹا غائب ہے۔"

"کسی نے سروار سے نہیں پوچھا میرے بارے میں؟"

"پوچھا تھا۔"

"پھر سروار سے کیا کہا؟"

"ادب پر رانی کہتے ہیں کہ کیا کہ نہیں اپنے کمرے میں بھوک رہا ہو گا، سب سے زیادہ اسے اس بات پر کوئی کہتا اپنی ماں کی موت پر بھی نہیں آیا اور اسیروں نے اس کی چٹا کیا تب لکائی، آخر وہ کیا تھا، یا پتا پڑی تھی تجھ پر؟"

"چٹا ہی پڑی تھی تو لکائی، اسے پوچھ کر تھوڑی آتا ہے، کون جانے سب کوئی مشکل پڑ جائے۔"

"میرے بھائی میں نہیں آتا۔" تیواری نے نرمی سے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ چٹا کیسے پڑتی ہے۔" دیوار نے کہا اور اچانک اس نے تیواری پر حملہ کر دیا۔ دونوں رکت والے تھے تیواری نے اپنے گھونٹ کر دیا اور کچھ دیر بعد وہ سہما سہما ہو گیا۔

"میرے دل میں اب بھی کے لیے کچھ نہیں رہا، تیواری! لکھی تو اپنے کمرے میں بھوک رہا تھا، اب گنگوڑی اپنے کمرے میں کھانے کا پھل بھوکے گا۔"

دیوار اسے تھک کر تیواری کی ہڈیوں میں ہاتھ ڈالے اور اسے ٹھیکتا ہوا ایک تاریک گوشے میں لے گیا۔ یہاں آکر اس نے تیواری کی میٹھ اٹھائی اور اسے درمیان سے بھاڑ کر اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کس دیکھ، ہائی کپڑا اس نے تیواری کے حلق میں خوش دیا، اس کا سر سے فارسی ہو کر وہ واپس چلا تو راجہ ہنسی سے پھر آواز نکالی۔

"چھوڑو! کمرہ دو دیوار! راجہ ہنسی کے پاس آ کر بولا۔" آج پہلی بار مجھے تجھ سے کام تو پڑا ہے راجہ ہنسی! تجھے یہ سنا تھا دینا ہو گا۔" وہ گھوڑے کی پوچھ چٹپٹا راستہ سے باہر نکل آیا اور چوروں کی طرح آگے بڑھنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ چند لمحے کہاں مل سکتی ہے۔ بڑے بھانڈے والا تھا سروار گنگوڑی کی یا تر انوں کو گل گیا تھا، اگر یہاں دوتا تو کون جانے یا دہا تھا اس کے ساتھ...! بارش اب بھی زوری تھی بس بادل اور بجلی کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ اس کے پورے بدن سے

پانی بہ رہا تھا۔ بدن پر ہولناکی سے جھٹکتا تھا۔ ہاتھ سے چپکے اس کے تھے لیکن اس وقت وہ ان تمام چیزوں سے سب بیز تھا۔ بارش کی وجہ سے یہ طرف خاموشی اور ناقص۔ اسے اس جگہ تک پہنچنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی جہاں چند رفیق موجود تھے۔

وہ ایک زرد رنگ کا چھپرہ گھٹ پر گہری مینڈسوری تھی۔ کشادہ دہی نے ہمیشہ اسے شہزادہ بنا کر رکھا تھا۔ اس کی شادی بھی ہوئی دسویں سے فی تھی، اور اس کے بچے کو یوں نہیں دیکھا تھا اور اب وہ وہی مشکل کا دہکتا تھا جس کی موت کا ذکر اور اپنی سے اس بچے کی مشکل۔ ایک گھنٹہ تو فی اور اس کی بچی نے اپنے منور پر اسے بہت بات دی تھی مگر اس کا غم نون بات سکتا تھا۔ آخر کار وہ اس کے سر پر چڑھ گئی۔ رنگین شمع دانوں میں ایک شمع روشن تھی اور اس کی نیلی روشنی نے خوبصورت چند بچہ کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ دیوار اس کے سر پر کھڑا دیکھ رہا تھا۔

پھر اس کے دونوں سے مدھم آواز نکلی۔ "اب بھی اتنی ہی سندر ہے چند بچہ انکو میری آغوش میں لے کر آئے، غرت اور محبت کے بچے تمہارا سہمی قاصد دوتا ہے، تیری وجہ سے میری ماں مجھے یاد کرتے کرتے مر گئی، اس کے بعد تجھے پر غم کی نگاہ سے دیکھا، اس سنا سنا سب سے بڑا باپ ہے۔"

چند بچہ شاید بہت چھٹی سونے کی خاموشی تھی۔ اس مدھم کی بات ابستہ سے ہی وہ جانتے تھے۔ پہلے اس نے خود آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا پھر اس کی نگاہ دیکھ کر پڑی اور دونوں طرف آنکھیں پڑی۔

وہ اسکر کر ہوا۔ "چھٹا چاہے تو بھی سکتی ہے، میں تیرا منہ بند نہیں کروں گا، ہاں جو بچہ بچائے آئے گا وہ جیتا نہیں جائے گا۔"

"تو... آجیو دیا ہے؟" چند بچہ نے کہا۔

"پہچان نہایت نے مجھے چند بچہ ایسی ہوں میں، بڑی عالم ہے تو اپنے پانی طرح کبھی سوچا نہیں تو نے کہ سنا میں انسان ایک جیسے ہی ہوتے ہیں، کسی کو اور سنا مان دیا تو سمجھنے کا اور کیا نہیں ہوتا۔"

"تو یہاں کیسے آیا ہے؟" چند بچہ سنبھل کر چھپرہ گھٹ پر بیٹھ گئے۔

"تیرے چہروں میں یہاں رہنے کا روح آج ہے۔" وہ اور اس طرح چند بچہ کے سامنے بیٹھا جیسے اس کے چہرہ چھوٹا چاہتا ہو۔ چند بچہ نے یہی سمجھ کر پاؤں میٹھے تھے لیکن دوسرے نے سمجھا ہوا ہے۔ دونوں باتوں کی انہیں اس کی مازک گزرتی ہے۔ پتہ نہیں۔ چند بچہ نے اپنے گھر پر باتوں سے

اس کی کاکیاں پکڑنے کی ہڈیوں کی نہیں انہیں غم سے اس نے ٹرکی اور پھر اس نے آنکھیں موندیں۔ وہ سب ہڈی ہوئی تھی۔

دیوانے اس کی بے ہوشی کو محسوس کیا، بڑی بڑی سے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ اسے چند لمحوں کے وجود کی تہذیبوں کا کوئی احساس نہیں تھا، نہ ہی اس کے معمول سے زیادہ وزن کی کوئی پروا تھی۔ وہ اسے لئے ہوئے آسانی سے باہر نکل آیا۔

بارش اب بہت بلکی ہوئی تھی۔ ویسے ہی اس کا میاں میں بارش کا بھی ہاتھ تھا، اور نہ شاید یہ سب کچھ اتنا آسان نہ ہوتا۔ چند لمحوں کے بعد اسے پڑا لے وہ دوبارہ اسٹپل آیا اور اس نے دھڑکنے کو محسوس کیا، پھر اسے آنکھیں کی بھست سے باہر لایا اور پھر اس نے چند دفعہ کھنکھانے کی پیچ پر ڈال دی۔

اس کے بعد اس نے اس کی گردن کی مری پٹری اور پیدل چل کر باہر گئی میں نکل آیا۔ کچھ دور پیدل چل کر اس نے خود کو سنبھالا اور کھنکھانے کی پیچ پر سوار ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دھڑکنے سے کہا۔ "خیال کرنا، میں ابھی سے کھنکھانے سے کھنکھانے کوئی آواز مت نکالنا۔"

سوار سے اسے جیسے سب کچھ سمجھتا تھا، لیکن اسے پتہ نہ تھا کہ بارش سے کتنی پٹانوں والے میدان میں کھنکھانے لگا رہا تھا۔ شروع کر دیا اور پٹانوں میں پہنچنے والے پانی کی پاداش لے لیا۔ قاری سے دوزخ لگا۔

سارن راستہ کھنکھانے پر پڑا تھا۔ کچھ لے کر کھنکھانے میں ایک بڑی کان روکھا تھا۔ برساتی ندی تھی جو بچنے دن کی بارش سے سست ہوئی تھی اور اس وقت خوب کھنکھاتی ہوئی بہہ رہی تھی، اس کے کنارے ہی ایسی گھاس اور درختوں کی بہت تھی۔

کھنکھانے کی رفتار سست ہوئی۔ آخر کار وہ ندی سے کچھ فاصلے پر رک گیا اور اشارہ کرتے کرتے کہ اس کا سائیکس اس کے فیصلے سے اتفاق کرتا ہے یا اختلاف... لیکن وہ اب بھی اندازہ نہ ہو گیا تھا کہ وہ اب کون سی مری سے کافی دور تھا، یہاں اور اندیش کی روشنی میں حقیقت سے واقف ہو گیا اسے کھنکھانے والے ابھر کا رخ بھی اختیار کر لیں تو شام سے پہلے یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے چنانچہ اس نے کھنکھانے سے اختلاف نہیں کیا اور خود بھی کھنکھانے سے بچنے لگا۔

پھر اس نے چند کھنکھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اس کی آواز ابھری۔ "میں بوش میں ہوں، خود نیچے اتر جاؤں گی۔" وہ کھنکھانے پر سنبھالنے لگی۔ کھنکھانے کی سواری سے واقف تھی اس کے نیچے اتر گئی لیکن اس کے چہرے پر شدید غم کے آثار تھے۔ نیچے اتر کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک تھک گئی تھی، کیونکہ ادھر بائیں تھی۔

100

دو دنوں کے ایک ہفتہ کے بعد دیکھا اور پھر ٹھونڈے کی کڑواہٹ نے اٹھا۔ اب نے اپنے پرانے دوست کی گمان سے جی نکال کر اس پر اعتراض کیا تھا۔ ٹھونڈے نے ہمدی کے مقام پر جا کر پہلے ٹھونڈے سے مل کر اس پر اس کی رات سفر کی باتیں بھیج کر اپنی پسند کی محو میں گامزن کرنے لگا۔

اس وقت چند نفوس آواز اٹھاتی "وہ"

وہی اسے اتارے، کیا اور پھر اس سے چھوٹا صلے پر ایک درخت سے نیچے لے کر بیٹھ گیا۔

”خیر کیا بات منوئے، جس قمر سے تجھ کو پہچنا چاہتی ہوں۔“

“...”

”اب تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”تمہارا کیا خیال ہے؟“

”تو بہار کیا خیال ہے؟“

”تو بہار ہے انداز میں جو زندگی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم مجھے محکم کر دینا چاہتے ہو۔“

چاہئے :-
 دینا جیسی آنکھوں سے پسند رکھ کر دیکھنے لگا پھر بولا - "تم نے تو کیا تھا کہ وہ تمہیں بتی است
 بعد نہ پیاسا بندہ کہو۔ اس کے دوش ٹھیک رہا نہیں مے دیکھو اب تک زندہ رہوں چند رہے!"

”رہے یا کہہ رہے ہو“

پہ سب سے دیا کوٹھو بھورت چند رٹوں تھپی ٹھی تھی فچہ ورنہ وکوں ہوں۔ "تھوہیں ایں میرے اندازنی
 یرنہ ٹھکر آئی؟"

پندرہ لاکھ کے چہرے پر ان کی زبوں سی نظیر آئی تھی۔ اس نے خوفزدہ سی آواز میں کہا: ”تو قید میں تھے؟“

”تو نہیں بھیڑتا، رہا کرتے اپنے گھام؛ پست میری شکایت نہ تھی۔“

”تم نے جواب دے دیا ہے جس اپنے الفاظ استعمال کر رہے ہو۔“

اور اس کا غلغلہ سنا کر سب نے ہنسنے لگے۔

پسندیدہ قوتیں: تربیت بن محمد علی۔

جس حالت میں وہ تھی، اس شب رات فجر کھونہ کے گھر اس کے لیے بتا جان لیا تھا۔ وہ شدید تھکے کا بیٹا تھی اور یہ انکو بہا بیٹا لگتا تھا جتنی کسی لیکن وہ بوجہ پیچھے کہہ رہا تھا، اس نے چند رکھنے

24

بھئی بڑا دیا تھا۔ اسے بھی معلوم تھا کہ دیوانہ سلسل قید میں رہا ہے، وہ اس قیدی پہ بھی نہیں چاہتی تھی اس نے تو بس اس لئے باپ سے شکایت کی تھی کہ دیوانہ آگھر اس سے بدتمیزی نہ کرے اور بس دیوانہ بھی وہ بارہ اس کے سامنے نہیں آیا تو وہ بھی سمجھتی کہ وہ ذرا کر بوش میں آٹھیا ہے۔

کچھ وقت کے بعد وہ شدت تکلیف سے کراہتی ہوئی زمین پر لیٹ گئی۔ وہ جانے نیکو و خیر نہ
اُتار دینا بھی نہیں تھا۔ وہ ہر گشت سے پہنوں لگائے سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔

مورچ نکال آیا اور زور اور کے منظر روشن ہو گئے۔ ویٹا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر زور کو
تک نظرین دونوں اور ٹیچر ایک دم چونک پڑا۔ جس جگہ سے میں وہ نکلا آیا تھا اس نے بارے
میں اسے پتہ نہیں معلوم تھا۔ سناٹوں کی تلاش کے سلسلے میں بھی وہ کبھی اس طرف نہیں آئے تھے۔

اس وقت دیوانہ جو چھو، یکساں دودھ کافی حیران کن تھا۔ صرف دوسو گز سے فاصلے پر ایک چکی بہت بڑے گھڑ آ رہی تھی۔ بہت بڑا ایک لمبی کھڑکی کھڑکی، دوٹی تھی اور وہاں اور چند گھڑی سے کوئی بیچاں نہ ہو۔ ہر ایک جوان آدمی ہاتھ میں کھینچ کر اپنے گھڑ کی طرف آ رہا تھا۔ مگر با کھڑکی سے ریلوی ایجنٹ کے لئے دیوانہ لے آ رہا تھا۔

میرے اے محبوب! یہی ہوئی نظر ادا سے شعور سے فاضل پر تجھ میں جو نہ مرد و سی کیفیت میں پائی
چندر فلک اور ہفتوں سے پہچان تیرے ہوئے رہا نہیں کہ تو مجھ کو تو وہ میں نہیں پہچان سکتا تھا لیکن ان
دووں کا پہچانا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جو ان آدمی ان سے کوئی نہیں تھا کہ فاضل پر آکر نکلا
اس کی توجہ دیکھنے پر پائی نظر ادا اور اوپر تک کہ اجہرا جہر و کھینچا تھا۔

اپنا تھکان کی آواز ابھری۔ "بُکی ہے۔ یہاں بوٹی ہے۔"

وہاں خیر انہیں چند رکھائی طرف دیکھی جس سے یہاں لڑائی تھی اور ایک بڑا ہنسنا سے لگتی تھی۔
 ”کوئی ہے تو آواز دے۔ یہاں کوئی ہے؟“ نو جوان نے پھر کہا اور وہاں کوئی نہ تھا۔
 ”کے لیے چاہئے نہ تھا۔“

اپنی دانست میں وہ بہتر قسم سہنی سے کافی اور نکل آ رہا تھا اور یہاں سے انھیں آگے جانا چاہتا تھا۔
 سے ان بات کا کوئی شکیں تھا کہ اس طرح کیلئے دستیاب سے اس کا واسطہ نہ ہو گا۔ وہ ہرگز نہ
 کھڑی گاڑی کے پاس اسے اب کھینچا اور لوگ بھی نظر نہ رہے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ بات کتنی
 پانی کے لیے آئے والے جو ان اب بھی یہ طرف نظر میں دوزخاں تھا۔ انھیں دیکھتے ہی وہ
 ٹھہر کر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس کو جو ان پر نظر میں جمائے ہوئے تھے اور شاید چھٹنے کے لیے تیار تھے۔

۱۰۔ وہاں سے ہاں کے پٹنے کی رفتار بھی بہت معمولی ہی تھی۔
چاندرا کھڑے نے ہاتھ آرام سے دیر پر رکھا اور اس کے بعد دو جنگل میں آئے
یہ مدت رہا۔ دیا گئی ہار مانا ہوں کو چلنے کے سلسلے میں اس طرح کے مناظر میں مگر کہہ چکا تھا کہ اسے
اندازہ ہو۔ تھا کہ دریا سے ڈیر بھی نہیں پانی وغیرہ ڈالنی اور نہ دست ہے۔ میں پر پھلکی ہوئی احساس
اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی، یہ طریقہ دیا چتا رہا۔
کوئی دو گھنٹے تک اس نے طرے یا تو چند لکڑیاں آواز ابری۔

”یہ تو بہت دور گشت ہے ہیں ہم، اب نہ۔“ چاندرا نے کہا۔ اس نے تیرے ساتھ ہر
مظاہرے نہیں کیا تیری بات مان لی اور تجھے خطرے سے نکال دیا۔“ چندر لکڑی کے انداز میں نرمی تھی اور
کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے وہ لڑا کو۔ فیماں ہو کر چند رکھے اس کے ساتھ۔ یہ تھا ان کی یہی بات۔
چنانچہ وہ ایک گھنٹے کے اندر دست ہے نیچے رک گیا اور اس نے سہارا دے کر چند لکڑی کو کھنڈ
سے اتار دیا۔

چندر لکڑی میں پڑا بہت زیادہ تھکا ہوا تھا۔
”یہ تو سہولت ہے تو یہ۔“ اس نے لکڑی کی پٹلی اپنی زبان سے تھو سے کیا کہوں۔ تھوڑا بہت مجھ
دار تو تھی ہے اور لکڑی کی تیرنی، مجھ سے دشمنی ہے لیکن میرے ساتھ جو وہ ہے اس سے تیرا کوئی
جھگڑا نہیں ہے۔ میں بہت شہ پر تعریف محسوس کر رہی ہوں، مجھے دینی بہتر ہے تو کوئی پروا نہیں ہے،
لیکن خود سوچ ایک ہے گناہ وجود کو اگر تیرے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچ گیا تو کچھ ہوگا۔“

”چندر لکڑی میں انسان ہوں کہیں، جو میرے دل میں شرافت کا کوئی قصور نظر نہ۔
مختصر تیری خوش نصیب تھا کہ اس وقت جب میں اسے قتل کرنے اور ہلاک کرنے کے لیے اس کے گھر
میں داخل ہوا تو وہ قہقہے سے ہار گیا۔ داتا نور نے جو نے بہت معمولی سی بات پر میرے ساتھ بہت
بڑی دشمنی کی۔“ چندر لکڑی کوئی کس کو اچھا لگتا ہے تو وہ اپنے دل کی بات اس سے کہہ دیتی وہ لگتا ہے کہ
نے تجھ سے اپنی پسند کا صلہ تو نہیں مانگا تھا۔ تو نے مجھے دینا ہی سے اور نہ دیا، کیوں چندر لکڑی گھبرا
تھے میری ماں دیا دیا کہتی ہوئی مرنے اور تم لوگوں نے مجھے میری ماں کی شکل بھی نہ دکھائی۔
صرف چند غلطیوں کی اتنی بڑی سزا ہوئی تم نے مجھے۔“

چندر لکڑی کا سر جھک گیا تھا۔ ”ہاں دیا، میں اپنی بے گناہی کی بات نہیں کہوں گی، شے
نقصان پہنچ چکا ہے، وہ نقصان کو نقصان ہی کی نظر سے دیکھتا ہے اس کو یہ سمجھ لے کہ میں نے اس
وقت بھی اپنی شرمندگی کو محسوس کیا ہے، میں اگر چاہتی تو وہاں چلی کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی،
مگر میں جانتی تھی کہ تجھے کوئی نقصان پہنچ جائے گا، اس لئے میں نے کوئی آواز منہ سے نہیں نکالی

میرا جانی نکالیں چندر لکڑی پاتی برائی تھیں۔ اس کا فیماں تھا کہ وہ چھینے لگی اور تو وہ ان کی
طرف متوجہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد نیا ہو گا! اگر وہ لکڑی ہوتا تو وہ اس سے بھٹک نہ پاتا۔ اسے
بے ہوش نہ رہا، لیکن اس کے پانی مانتیوں کا اس سے بہت زیادہ قاصد نہیں تھا اور اتنی دلت
رہا۔ اس سے دیر، چند لکڑی سے یہاں سے فرار ہو گیا تھا۔

چندر لکڑی بھر پور مہارت کے تھے اور اس کی کوشش یہی ہوئی کہ ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ
کر لے، پورا سے یہی بات حاصل کرے، لیکن چندر لکڑی میں چھلک لگا۔ فوجوں کی خوفزدہ انداز میں
پورے طرف دیکھنے لگا۔ اس نے اس کا جواب کی پر اسراریت کا احساس دور با تھا، بلکہ اس نے وہاں
کے غار کے کی طرف تیرا ایک لگائی۔ ہاتھ میں کچڑ ہے دوسرے ڈبے کو پانی میں ڈیرہ یا اور اسے بھرا
نہی ضرورت وہاں سے لے کر آ رہا۔

”یہ تو اس کی ہر خواہی پانی آگئی لیکن اب یہ موقع ملا تھا تو اس سے گناہ والی لکڑی بڑا ضروری
تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر انہیں سورت حال بتائے گا اور وہ سب اہم دوز پڑیں گے
یہ تو ان کی تھوڑا کچھ خاص تھی۔“

دیوانے بدن میں بکلی ہی دور تھی۔ وہ نیچے سے آگے بھاگا اور چند لکڑی کے پاس پہنچ گیا۔
”لکڑی تو وہ چندر لکڑی کڑی ہو جا جلدی سے یہاں سے نکل چلیں جلدی کر۔“
چندر لکڑی نے انگریزوں پر کچھ سب غیر کھڑی ہوئی تھی۔ دیوانے بکلی ہی سٹی بنا کر گھومنے سے وہ
اپنی جانب متوجہ کیا اور کھڑا چھرتی سے اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چند لکڑی کو سہارا دے کر
گھومنے سے نہ پشت پر بٹھا اور پھر خود اس کے پیچھے پیچھ گیا۔ اس کے بعد اس نے گھومنے کو بائیں
طرف بہت دور دیا۔

گھومنے کی رفتار بہت زیادہ تیز نہیں کی تھی، لیکن پھر بھی وہ یہاں سے دور نکل جانا چاہتا
تھا۔ منظر بدل گیا۔ دریا کی مخالف سمت چلا ہوا دیا وہاں سے کافی فاصلے پر آ گیا۔ اب وہ ایک
دور دور تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک ایسی جگہ سے دیوانے دریا پار کیا جہاں دریا کی تہ نظر آ رہی تھی

اور خاموشی سے تیرے ساتھ اٹھ کر چلی آئی لیکن دیوار میرے لئے نہیں اس وجود کے لیے جو ابھی اس دنیا میں نہیں آیا تو مجھ پر رحم کر، بدلے کا خیال دل سے نکال کر مجھے میری بہتی پہنچاؤ۔ ریتیں کبہ دوں گی کہ میں خود کبھی چلی گئی تھی تاکہ تجھے کوئی اور تھکسان نہ پہنچے دیوار اس کے بعد بھی اُترتیا دل میری طرف سے صاف نہ ہو تو دیوار بھر بھسا تھا لانا یا پھر وہیں میری گردن کاٹ دیتا۔

دیوار نے ٹوٹو لڑکھاؤں سے اسے دیکھا اور رُش بدل لیا، اس کے دل میں انتقام کی شدید آگ روشن تھی۔ کافی دیر تک چند رکھ وہاں آرام کرتی رہی اور اس کے بعد دیوار نے اس سے کہا۔

"اٹھ پل میرے ساتھ۔"

"تیری میر پانی دیا، مجھے اب بھی دکھ ہے کہ میری وجہ سے تجھی اتنی شدید تکلیف پہنچی۔"

چند رکھ یہی سمجھی تھی کہ دیوار سے اس کی بہتری لے جانے کے لیے تیار ہو گیا ہے، دیوار نے اسے ٹھونک دیا اور اس کے بعد ٹھونکے کو وہاں سے آگے نہ بڑھایا۔

چند رکھ پر نیم غشی کی سی کیفیت طاری تھی۔ سارا دن گزر گیا تھا، ساری رات گزری تھی اور ان دونوں نے منہ میں پانی کا ایک قطرہ یا خود ایک کی ایک ٹھیکل بھی نہیں کئی تھی۔ چند رکھ نے نہ کھائیں نہ پینیں اور دیوار اسے سینے سے سر نہ لگایا۔

دیوار ٹھونکے کو آگے نہ بڑھاتا اور اس کے دل میں اس وقت چند رکھ کے لیے پیٹھ بھی نہیں تھا۔ ماں کی فطرت است و پانی سے چیز سے زیادہ شدہ ہلک رہی تھی۔ شام بھلی اور پھر رات ہوئی۔ دیوار کا ٹھونک اپنا ہاتھ پیش آگیا تھا وہ بڑا خطرہ تھا۔ اتنے لمبے سفر کے بعد بھی وہ آباویہاں کے قریب ہی تھے لیکن اب وہ یہاں سے کافی دور نکل جا چکا تھا۔

دیوار ہمارے ٹھونکے کے پاس میں اچھی طرح جا رہا تھا، گناہ تری جنگلوں کا بادشاہ تھا، وہ ایسے طریقے اختیار کرے گا کہ آخرا کار دیوار کو ہلاک کرے گا کیونکہ ان راستوں کی راست دیوار پہچان نہیں۔

پھر آسمان پر چاند نکلا آیا اور کافی فاصلے پر دیوار نے ایک ٹوٹا پھوٹا کھنڈر دیکھا، چاندنی میں یہ کھنڈر بڑا ہیبت ناک نظر پیش کر رہا تھا، دیوار نے ٹھونکے کا رُش اسی طرف کر دیا، راستے میں دو تین بار نیم غشی کی سی کیفیت میں چند رکھ کے مختلف نام لے کر مختلف اونٹوں کو پکارا تھا، لیکن دیوار کے دل میں اس کے لئے ہمدردی کی کوئی لہر نہیں بہتی تھی۔ وہ بس ایک سی احساس کا شکار تھا کہ اس کی جہ سے وہ اپنی مرنی ہوئی ماں کی صورت بھی نہیں دیکھ سکتا۔

کچھ لمحوں کے بعد وہ کھنڈر کے پاس پہنچ گیا۔ یہ کوئی ٹوٹا پھوٹا کھنڈر تھا جو اب بالکل ہی تہہ توڑ گیا تھا، دیوار دُور تک نہیں جاتی اور چیز بھر نہیں آ رہی تھی۔

دش کیا

کھنڈر میں داخل ہونے کے بعد اس نے ایک صاف ستھری جگہ دیکھی اور ٹھونکے کو وہاں روک دیا، یہاں بھی اس پاس گھاس پھوس موجود تھی، درخت خال خال نظر آ رہے تھے، مندر بہت ہی عجیب تھا۔ منظر پیش کر رہا تھا۔

دیوار نے سہارا دے کر چند رکھ کو نیچے اتار دیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم بہتی پہنچ گئے دیوار، تجھے میرے بھر پھنچاؤ۔" چند رکھ نے نیم غشی کے عالم میں کہا۔

دیوار نے سہارا دینے ہوئے ٹھونکے اسرا اندر لے آیا، مندر کے پختہ صحن میں پتے اڑتے پھر رہے تھے، ویسے اندر سے یہ جگہ زیادہ گندنی نظر نہیں آ رہی تھی، وہاں ایک کواں بھی تھا جو پکا بنا ہوا تھا۔ ٹھونکے کی ایک مونی سی شاخ کو کنارے پر گارتھ کر اس میں چڑھ گئی تھی اور اس چڑھنے میں ڈول اور سی بھی نظر آ رہی تھی۔

دیوار نے چند رکھ کو اس سے ٹھونکے فاصلے پر پختہ زمین پر لٹا دیا اور اس کے بعد سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلا کام اس نے یہی کیا کہ ٹھونکے سے پانی بھرا اور پانی بھرنے کے بعد چمڑے کے ڈول کو لئے ہوئے چند رکھ کے پاس پہنچ گیا۔

"پانی پینے گی۔" اس نے کشت کیجی میں کہا اور چند رکھ نے سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جواب دینے کے بجائے اس نے منہ کھول دیا تھا۔

"اؤک سے پانی پی، میں تیرے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہوں۔"

"چند رکھ نے اپنے خوبصورت اور نرم و ناک ہاتھوں کا پیالہ بنایا اور منہ سے لگا لیا۔ دیوار ڈول سے اس میں پانی ڈالنے لگا۔ ٹھونکے اور بیٹھا پانی قدرت کا انسانوں کے لیے انجام۔

پانی پی کر چند رکھ کی حالت خاصی بہتر ہو گئی۔ اس نے پانی لے کر اپنے منہ پر ڈالا۔ پھر ٹھونکے اس پانی اپنے سر پر بھی ڈالا اور اس کے بعد آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ "یہ یہ تو تم میری تو محسوس ہے۔"

دیوار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خود بھی پانی پینے کی کوشش کرنے لگا اور جس طرح بھی بن کر اس نے اپنے چہرے اور جسم کو بھگوایا اور خود ٹھونکے اس پانی پی کر خاصی ٹھنک چلا۔

ہو گیا۔ لیکن وہ چند رکھ کے پاس نہیں بیٹھا۔

چند رکھ اب پوری طرح ہوشیار ہو گئی تھی، کچھ لمحوں کے بعد اس نے آواز دی۔

"دیوار"

دیوار نے لگائیں اٹھا کر اسے دیکھا تو چند رکھ بولی۔ "تو مجھے میری بہتی نہیں لایا، تیرے

ڈول میں اب بھی بدلے کی بھانڈا ہے۔"

جواب میں: "ہاں، میں نے اس پر غور کیا ہے۔ لیکن میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اس بات پر عمل نہیں کرتا۔" (پیشانی پر ہاتھ رکھ کر) "میں نے یہ بات مجھے بتائی تھی، لیکن میں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ میں نے یہ بات مجھے بتائی تھی، لیکن میں نے اس پر عمل نہیں کیا۔"

[illegible]

”میرے پاس کھانے کو کچھ نہ رکھا ہے“

”تو پھر مجھے یہ کیسی ہمتی پہنچاؤ گے، تو تو ہشتمی کرنا بھی نہیں جانتا، مجھے وہ ذبہ نہ لگے“

”وہی ہے۔۔۔ چڑھا دے گا۔۔۔ میں بھرتی مراد کی جوں اٹھنے لگے ہیں کسی موت ہے مار۔“

”پورے کوئی مچھلیوں سے اسے نہ کھا اور پھر یہ جو ہے پھوٹ کر رہ گیا۔ کہ یہ جاں ہے۔“

تاریخ

دو چہرے ملے سمجھتی رہا، یہ مانتے تھے کہ اس کے ساتھ پہنچا نہیں تھا۔ یہ لوگ اب اس قدر بھی اس
 نے پہنچا نہیں تھا، وہ تمہاری اس قدر سے کہ شاید ہی کسی کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو۔

اسپتھما کا شفا کے لیے چینی گروہ و جان سے چلیو یہ اور سب سے زیادہ اس کے برساتا ہوا چاروں طرف نکالیں۔ ہوا اسے نکالے۔ پندرہ گھنٹہ کے لئے بھی اس کے لیے اس جیسے قسمی ایسین اب ہر صوف اس سے اقل ہر گز نہ رہتے تھا۔ ابھی تک اس کے یہ کس سے چلے گا۔ پندرہ گھنٹہ تو جیسا کہ اس کے گائیڈ۔ فی اوقات اس کو ہڈیوں میں قیام مناسب تھا۔ دیتے اس کے لیے اس میں یہ خیال تھا کہ ہر وار کھانا پڑی اپنی بیٹی کے قدم میں چائیں ہو جائے گا۔ وہ جانتا تھا کہ کتنا دور ہے یہ نہایت سے نہیں تو یہ جیت کرتے سب دور اس کی جدائی اس پر یا اثرات مرتب کرے گا۔

نکلتی ہے اور اس میں جہالت اور پستی ہے اسے ہلا کہہ کر دینا نہیں چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں

تقریباً آج ہی کے یہاں پر تھوڑے بہتے دو گھنٹے پہلے آج کا یہ سب سے بڑا جلسہ ہوا۔
 یہاں پر تقریباً آج ہی کے یہاں پر تھوڑے بہتے دو گھنٹے پہلے آج کا یہ سب سے بڑا جلسہ ہوا۔
 یہاں پر تقریباً آج ہی کے یہاں پر تھوڑے بہتے دو گھنٹے پہلے آج کا یہ سب سے بڑا جلسہ ہوا۔

شریف نے نما پھل درست میں لگے :۔ اے تھے۔ ان کی جگہ بگنی ڈور اور تک پھل رنی تھی اور یہ ناخوشگوار نہیں تھی۔ دوا ان بچوں کے قریب پہنچی کیا۔ پھر اس نے ٹھوڑے وائیک درست کے نیچے کھانا اور اس کی پیٹ پر کھڑے ہو کر وہ پھل توڑنے تین چار پھل توڑ کر اس نے انہیں تاک کے قریب سر کے ہونگے اور پھر یہ دیکھنے کے لئے کہ ان کا مزہ کیا ہے انہیں دانتوں سے چونا نمایاں ہونے لگی اس نے ایک پھل کو کاٹا چائے اسے یوں لگا جیسے اس نے اپنے منہ میں تیرا ب ڈال لیا ہو۔

ایسی شدہ پہلن اور ایسا کتنا مزہ اسے اپنے منہ میں گھلتا ہوا محسوس ہوا کہ اس کے آگے کڑواہٹ کا ہر تصور ختم ہو جانے لگیں بات یہیں تک نہیں رہی۔ اسے اپنا تک یوں لگا جیسے اس کا حلق بند ہو گیا ہو کوئی بہت ہی زہینا پھل تھا۔

دوا کے جو اس تم ہوئے تھے اور وہ ٹھوڑے کی پشت سے نیچے رہ گیا۔ پھل بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر گر گئے تھے۔ دوا زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ رعبہ جس نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اپنے اس نے نیچے گرے ہوئے پھل ٹوٹ میں سے لے کر دانتوں سے چبایا اور دوسرے لے کر وہ فی کٹی لٹاؤ لگی چلا نہیں لگا سکا۔

اچانک ہی اس نے قلابازی کھالی اور اس کا سر درخت کے تنے سے گھرا یا۔ دوسرے نے وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں تھیں اور منہ سے ہنر بھاگ بپنے لگا۔ لیکن کیفیت دنیا کی بھی اچھل کو اس نے بس تھوڑا سا کاہ ہی تھا چبا کر نہیں دیکھا تھا، لیکن پھل تھا کہ قیامت، دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے منہ سے ہنر رنگ کا پانی جاری ہو گیا اور اس کے اعصاب جواب دے گئے اور پتھری لکھوں کے بعد وہ بے جان ہو گیا۔

دوسری طرف ٹھوڑا جوان سے کچھ ذرا جا بجا تھا، تھوڑی دیر تک تڑپا رہا اور اس کے بعد اس کی اوش بھی دوا کی اوش کے قریب نظر آئے تھی۔ دونوں فتنہ ہو گئے تھے، ماری کی زبان ان طرح لکھوں میں ختم ہو جاتی ہیں، کوئی نہیں جانتا کہ ان کا اگلا قدم اسے کس سمت لے جا رہا ہے۔

ادھر ایسا اندھ کی فی باڑی ہمار چکا تھا اور سارے طوفانی جذبے دھڑکنے کے دھڑکنے تھے۔ اور چند لمحہ اندھ کی سے بدترین غداہ سے تڑپ رہی تھی۔ دو شدہ کرب کے عالم میں اندر کی نوئی اینٹوں نے درمیان میں کھاری تھی۔ شدہ اذیت ہوئی تو باتوں نے اس اٹھنے کی خوشی مانی اور اس کے منہ سے ہنر جھکی کے عالم میں بھٹکا، "پانی! آد کوئی پانی پلا دو، تھوڑا سا پانی، میں مر رہی ہوں۔ آد میں مر رہی ہوں۔"

اور اسی صحت آتی تو باتوں کا سہارا لے کر بیٹھتی، چند قدم کھینکتی اور اس کے بعد پھر بڑھتا

ہو جاتی، دوا اسے جس جگہ چھوڑ کر گیا تھا وہاں سے اس نے کوئی دس چندر تڑکا سفر طے کر لیا تھا، لیکن کوئی پھوٹی اینٹوں کے سوا وہاں کسی انسانی وجود کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔

جس جگہ وہ آ کر پہنچی وہاں اینٹوں کے نیچے ایک بڑا سا سوراخ تھا جس پر چند رکھ نے کوئی توجہ نہیں دی تھی، دوا اس وقت کمر کے بل سوراخ پر لپٹی تھی کہ اچانک ہی اسے اپنی پشت میں ایک شدید تکلیف کا احساس ہوا، اسے یوں لگا تھا جیسے کسی نے پیچھے سے اس کی کمر میں چھرا گھونپ دیا ہو۔ اس کے حلق سے دھڑکنے کی آواز نکلتی، اب وہ تڑپ کر کی لٹ پیچھے ہٹ گئی، پھر اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس سوراخ کی طرف دیکھا جس میں سے بار بار ایک کالے رنگ کے ٹاک کا منہ نکلتا رہا تھا۔

"آہ مجھے سانپ نے ڈس لیا، بابا، بابا مجھے سانپ نے ڈس لیا، مجھے بچا لو بابا۔" اس کے حلق سے دلدرد جھپٹیں نکلتی تھیں اور اس کی حالت خراب ہوتی چلی گئی، اس کے ہاتھ پاؤں بے جان ہونے لگے، وہ نیچے گر پڑی اور پھر اس کے منہ سے نیلے رنگ کے جھاگ پھنے لگے اور چند لمحوں کے بعد اس کی آنکھیں پھل گئیں۔

۵۶

اس میں کوئی شک نہیں کہ ارجن سنگھ کھراچو ہاں تھا اور اس کا شجر نسب سید حامید حار پتھوی راج چوہان سے جاتا تھا۔ ارجن سنگھ زمانے کی مصیبتیں جھیلتا آ رہا تھا، اس کی ماں ایک خنچی سی بی بی کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئی تھی، باپ تھا کر دیپ سنگھ کی حویلی کا خراچی تھا اور ان کی تمام تر جائیداد غیرہ کے حساب کتاب رکھتا تھا، نیک اور شریف آدمی تھا، لیکن بھلا کر دیپ سنگھ کے بھائی کرم سنگھ نے جب لاکھوں روپے کا زمین کیا تو ارجن سنگھ کا باپ ان زمین کے سلسلے میں پکڑا گیا، اس نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر بھاگ کر دیپ سنگھ کو بتایا کہ بھائی کر صاحب میں برسوں سے آپ کا تک ٹھہرا ہوا ہے اور پوری ایمانداری کے ساتھ اپنا کام سرانجام دے رہا ہوں، لیکن بڑے لوگ ایسی باتوں کو کبھی مانستے ہیں۔

دیپ سنگھ نے رام سنگھ کو پولیس کے حوالے کر دیا اور رام سنگھ نے اس بے عزتی کو برداشت نہ کر سکتے ہوئے آتم بھیا کر لی۔ ارجن سنگھ کو چھوٹی زمین راجہ کا ورثے میں ملی اور راجہ کی بے دردی کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر آ گئی۔ باپ کی موت کے بعد ہستی والے اسے تحقیر آمیز لکھوں سے دیکھنے لگے تو ارجن سنگھ نے وہ ہستی چھوڑ دی اور زمین کو سینے سے لگائے ہوئے در بدر بار بار اہلکار بار بار آ کر اس نے ایک اور چھوٹی قن آبادی میں سکونت اختیار کر لی۔

یہاں بھی اسے ایک بڑے آدمی کے ہاں نوکری کرنی پڑی۔ یہ گریجنگ سنگھ تھا، گریجنگ بھی

دش کنیا

ایک دولت مند زمیندار تھا اور زمیندار کی کے تمام گروہ سے آراستہ چٹانچے جب اس نے ارجمن سنگھ کی نوخیز بہن رادھیکا کو دیکھا تو اس پر مرعہ ہوا اور اس نے صاف لٹکوں میں ارجمن سنگھ سے کہا... "ارجمن! رادھیکا کو تیری موہنی میں بھیج دو، شہزادوں کی طرح بیویاں بنا کے گی، ہم جہیں زمینیں دیں گے اور تم زمیندار کی بناؤ گے، تمہاری بہن کو بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، سوچو کوہم سے سمجھو۔ کر کے جتنے پیش میں رہو گے اسے تم بیویاں بھر سوچ بھی نہیں سکتے۔"

بڑی کار کی ضرب سے تھکی راتوں رات ارجمن سنگھ بہن کو لے کر نکل پڑا۔ وہ یہاں سے بھی ڈار چلے جانا چاہتا تھا لیکن نرہنجی سنگھ بہت چالاک آدمی تھا، اس نے اس بات کا دھیان رکھا تھا کہ ارجمن سنگھ کوئی ایسا عمل نہ کرے۔ پائے۔ نتیجے میں اس کے گھڑ سوار ساتھیوں نے ارجمن سنگھ اور اس کی بہن کو راستے میں جالیا۔

ارجمن سنگھ نے بہن کی حفاظت کے لئے بھرپور جنگ کی اور نرہنجی سنگھ کے چار آدمیوں کو شدید زخمی کر دیا، لیکن ان کی تعداد زیادہ تھی، چٹانچے انہوں نے ارجمن سنگھ پر قابو پالیا اور اس کی بہن کو وہاں سے اٹھا لے گئے۔ ارجمن سنگھ نے لاکھ فریادی، لیکن کہیں اس کی نہ سنی گئی اور نرہنجی سنگھ کے آدمیوں کو زخمی کرنے کے سلسلے میں اسے تین سال کی سزا ہو گئی، کوئی نہ سنان حال نہیں تھا، جان سے پیار کی بہن رادھیکا کو بچانے کہاں کھو گئی تھی۔

تین سال کے بعد جب اسے رہائی ملی تو وہ متحیر کرتا ہوا کرپچن سنگھ کے پاس پہنچا اور اس سے درخواست کی کہ اس کی بہن کو اس سے ملا دیا جائے، نرہنجی نے اسے دھکے دے کر باہر نکلوا دیا اور کہا کہ اس کی بہن رادھیکا کا پتہ نہیں چلے گا۔ تب اس نے کرپچن کی حویلی کو آگ لگا دی اور وہاں کیس لیکن کہیں سے رادھیکا کا پتہ نہیں چلے گا۔ تب اس نے کرپچن کی حویلی کو آگ لگا دی اور وہاں سے فرار ہو گیا، اس کے دل میں اپنی بہن کا درد تھا، چلنے بدل بدل کر وہ بچانے کہاں کہاں بھٹکا رہا اور بہن کو تلاش کرتا رہا، لیکن وہ کہیں نہ ملی تو ارجمن سنگھ کا دل دنیا سے بیزار ہو گیا، اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

اسی گوشہ نشینی کے دوران اسے دھرم داس مہاراج ملے، مہاراج دھرم داس نے، جو ناگ ویہا کے داس تھے اس سے کہا کہ اگر وہ اپنی بہن کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہے تو شیش ناگ کو جگانے اور شیش ناگ کو جگانے کا عمل اسے مہاراج دھرم داس نے بتایا۔

شیش ناگ کو جگانے کے لئے اسے کسی دیرانے میں جگہ حاصل کرنی تھی اور وہیں سنی ایک ناگ بنا کر متروں کا چاپ کرنا تھا۔ دھرم داس کا کہنا تھا کہ ملی کا بتایا ہوا یہ ناگ آخر کار دھرم کے متروں سے جاگ جائے گا اور پھر سندھ داس کے قبضے میں ہوگا۔

دش کنیا

ارجمن سنگھ نے جوگ اختیار کر لیا تھا اور اسے جوگی، بھگتی کا نام دھرم داس ہی سے دیا تھا۔ دھرم داس سے چاپ کی پوری جانکاری لے کر وہ دیرانوں کی تلاش میں بار بار انا پھر تار پال اور آخر کار اسے ایک دیرانے میں پناہ مل گئی۔

یہاں اس نے چکنی مٹی سے ایک سانپ بنایا اور اس کے بعد دھرم داس کا بتایا ہوا منتر پڑھنے لگا، اس دیرانے میں اسے پناہ سکون ملا تھا۔ جب بھی اسے ضرورت کی چیزیں درکار ہوتیں، وہ ایک لمبا سفر طے کر کے ایک چھوٹی سی بستی جاتا اور وہاں سے کھانے پینے کی چیزیں لے کر آ جاتا اور اس کے بعد یہ پراسرار اور دیران مندر رہتا اور وہ۔

رفتہ رفتہ یہاں اس کا دل لگ گیا۔ بہن کی یاد آتی تو آنسو بہا لیتا تھا۔ ورنہ اس خاموش دنیا سے کہیں اور جانے کو اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔

باہر کی دنیا بڑی ظالم تھی، جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اسے یاد کرنا تو دل چاہتا کہ ساری دنیا کو آگ لگا دے، اس کے بعد دل سوس کر رہ جاتا تھا، اب پتہ نہیں رہا کہ کہیں سے کہاں جا چکی ہو نہ خود بھی ہو یا سرنگی ہو، یہ تھوڑا سا تصور اس کے ذہن میں رہتا تھا۔

اس دیرانے میں اس کا دل لگ گیا تھا۔ یہ پڑا مندر اس کے دل کی طرح آواز اور خاموش تھا، کبھی کبھی اس کا دل چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ یہاں کوئی ہو جس سے وہ باتیں کرے، جسے اپنے دل کی کہانی سنائے، لیکن یہ غلطی ہی ایسا تھا کہ دور دور تک کسی انسان کا وجود نہیں تھا، اس چھوٹے چھوٹے جالورہ چہ ہے وغیرہ بھاگتے دوڑتے نظر آ جاتے تھے وہ ان سے بھی باتیں کر لیا کرتا تھا، اس کے لئے بسکٹ اور دودھ وغیرہ لے آیا کرتا تھا۔

آج بھی وہ بستی سے واپس آیا تھا، اس کے پاس ہنریاں اور ضرورت کی دوسری چیزیں تھیں۔ وہ مندر میں داخل ہوا اور راستے طے کر کے اپنی مخصوص رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ مندر کے دروازے پر بالکل کھنڈر بنا ہوا تھا لیکن اس کے کچھ حصے ابھی بھی سنبھلے تھے، ان کی چھتیں بھی مضبوط تھیں۔ سب سے خاص بات یہ تھی کہ ان کمروں میں چوہے یا دوسرے حشرات الارض نہیں آتے تھے، سابق ارجمن سنگھ اور موجودہ جوگی بھگتی نے ہو کر سب سے اپنے استعمال کے لئے صاف کر لئے تھے جن میں سے ایک کو اس نے پوجا گھر بنا رکھا تھا اور یہیں چکنی مٹی سے اس نے سانپ کا بڑا مجسمہ بنا رکھا تھا اور اس کے سامنے بیٹھ کر دھرم داس کا جی بتایا ہوا منتر پڑھتا تھا اور اسے یقین تھا کہ آخر کار ایک شیش ناگ جاگ اٹھے گا اور پھر اس سنسار پر اس کا راج ہوگا۔

وہ ان ظالموں سے چن چن کر بدلا لے گا جنہوں نے اس کی رادھیکا اس سے چھین لی ہے، تمام عمر وہ حیات تک کر دے گا تاکہ وہ اسے جیسے دوسرے انسانوں پر ظلم نہ کر سکیں۔ دوسرا کمرہ

اس نے اپنے آرام اور دوسری ضرورتوں کے لئے بنا رکھا تھا۔

اس نو نے کھنڈر کی ایک ایک اینٹ سے اس کی واقفیت تھی، جدھر بھی قدم رکھا ہر شے جانی پہچانی لگتی، راستے سے گزرتے ہوئے اسے ایک دم احساس ہو گیا کہ کھنڈر میں کسی اجنبی شے کا اضافہ ہوا ہے اور جب اس نے غور سے اس اجنبی شے کو دیکھا تو اس کے دوتکے کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک انسانی وجود تھا۔

جوگی بھگتی کچھ لمحوں کے لئے تو سالت ہو گیا تھا لیکن پھر جنس نے دوسرے احساسات سے بے نیاز کر دیا اور وہ پھرتی سے قدم بڑھا کر اس انسانی وجود کے پاس پہنچ گیا، لیکن قریب آ کر اسے ایک اور شدید بدنہی جھٹکا برداشت کرنا پڑا۔

دور سے نظر آنے والا وجود ایک نوجوان لڑکی تھی، لیکن اس کے بدن کی آڑ میں ایک اور انسانی وجود بھی تھا، یہ ایک نوزائیدہ بچی تھی جس کی عمر چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں تھی۔ اس کا رنگ نیلے آسمان کی طرح نیلا تھا اور وہ زمین پر چپت پڑی ہاتھ پاؤں ماری تھی۔

بچی بے پناہ خوبصورت تھی لیکن قریب سے ہوش پڑی اس کی ماں بھی کم حسین نہیں تھی۔ بھگتی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کر رہا ہے؟ عورت جس حال میں پڑی تھی اس کے تحت بھگتی اسے چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ آخر یہ ہے کون اور یہاں کیسے پہنچ گئی۔

وہ سب کچھ بھول کر اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اسے زور سے آواز دی "بہن جی... ہوش میں آؤ بہن جی... بہن جی..." کوئی آواز نہ پا کر اس نے عورت کے بازو کو ہتھوڑا اور جہاں اس کا ہاتھ پڑا تھا وہاں کا گوشت پھیلے ہوئے موم کی طرح بہ کر نیچے گر پڑا۔ بھگتی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے خوفزدہ آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ بہت عرصہ گزر گیا تھا یہاں اور اسے معلوم تھا کہ اس اندر میں بے شمار زہریلے سانپ رہتے ہیں، اس نے درجنوں بار ان سانپوں کو اپنے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن دھرم داس کے بتائے ہوئے منتروں نے جو شیش ناگ کو دکانے کے لیے پڑھے جا رہے تھے ان سانپوں کو بھی اس کے سامنے سرنگوں کر دیا تھا۔

جوگی بھگتی نے ان سے بھی بدھتی کر رکھی تھی شروع شروع میں تو یہ سانپ اس پر بڑی طرح سے پھنکار رہے تھے لیکن منٹروں کی وجہ سے اس کے قریب نہیں آتے تھے جن میں وہ دودھ ڈال دیا کرتا تھا، سانپ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتے تھے، لیکن ایک اجنبی وجود کو انہوں نے مشق ختم کر لیا تھا اور یہ بچہ بڑی تو عمر ماں کسی انتہائی زہریلے سانپ کا شکار ہو گئی تھی جس کے زہر نے لمحوں میں اس کو گوشت بھلا دیا تھا۔ اور اب اس کی کیفیت یہ تھی کہ اسے جسم کے کسی بھی حصے سے کچر کر اٹھا یا جائے تو

اس کے بدن کا سارا گوشت وہیں کا وہیں بہہ جائے۔

لیکن یہ بچی زندہ تھی اور اپنی انتہائی خوبصورت آنکھیں کھول کر پڑ پڑو کچر رہی تھی، اس کے گہرے نیلے رنگ کا راز بھی شاید اسی خوفناک زہریلے سانپ کے زہر کا نتیجہ تھا جس نے اس کی ماں کو ڈس لیا تھا۔ مگر یہ عورت کون ہے اور یہاں کہاں سے آ گئی۔ تاجہ نظر بنا قافلہ عبور راستے تھے اور بھگتی نے آج تک کبھی کسی ذی روح کو اس خوفناک مندر کے آس پاس نہیں دیکھا تھا۔

پھر اس عورت نے یہ سفر کیسے کیا اور وہ بھی اس عالم میں یقیناً اس کے پیچھے کوئی راز ہے۔ ممکن ہے اس کا کوئی ساتھی آس پاس موجود ہو جس کے ساتھ یہ یہاں آئی ہو، لیکن اب کیا کیا جائے۔

بھگتی نے انسانی فرض سمجھ کر سب سے پہلے اس بچی کو اس کی ماں سے جدا کیا اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر وہاں سے دور کر دیا، وہ اسے ساتھ لے کر اپنے کمرے میں آیا اور اس نے اسے چٹائی مٹی سے بنے ہوئے شیش ناگ کے پاس لٹا دیا۔ اس کے عقیدے کے مطابق بچی یہاں بالکل محفوظ تھی اور کوئی شے اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

اس کے بعد وہ پھر باہر آ گیا اور پوچھتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے، یہی خیال اس کے ذہن میں جڑ پکڑ گیا تھا کہ ماں بٹ دانی اس لڑکی کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا جو انہیں آس پاس ہی ہوگا۔ بھگتی اپنی رسالہ بھر تھوڑے تھوڑے غاصلے پر جا جا کر زور زور سے آوازیں اٹھانے لگا۔ "کوئی ہے..." اگر کوئی ہے تو جلدی سے میرے پاس آئے۔

اس کی آواز بہت دور دور تک پھیل رہی تھی اور اس کی ٹکڑیں کئی انسان کی غماش میں بھٹک رہی تھیں لیکن اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ دیو اس مندر سے کافی دور نکل آیا تھا، جہاں اسے وہ درخت نظر آئے تھے جنہوں نے اس کی جان بے لگتی تھی، اس نے وہ بھگتی کو نظر نہیں آیا۔ بھر حال بھگتی وہاں آ گیا اور پھر اس نے چند رتھ کی لاش کے پاس بیٹھ کر اسے غور دیکھا اور اس کی آنکھوں میں رادھیکا کی شکل آ گئی، اس کی آنکھیں غم ہو گئی تھیں۔

"مٹو آئی بھی تو یہاں اس حال میں کہ میں تیری کوئی سیوا بھی نہ کر سکا، آؤ کلاش تو زندہ سلامت ہوئی تو میں تجھے اپنی رادھیکا کا مقام دے دیتا، پر بھگوان نے میرے بھانگ میں تم ہی غم لکھے ہیں، اب بتائیں کیا کروں تیرا کوئی پتہ نشان بھی تو نہیں ہے، یہ بھی تو نہیں پتہ چلا کہ تو یہاں تک پہنچی کیسے، کرتا ہوں کچھ تیرے لئے کرتا ہوں۔"

اور پھر اس نے فیصلہ کیا کہ عورت کی لاش کو جہاں دوپڑی ہے اسی جگہ لٹا دیاں جن کر اس کی چتا جلا دی جائے۔ اس کے موم کی طرح پھیلے ہوئے بدن کو تو اپنی جگہ سے ہلانا بھی مشکل ہی تھا۔

بلند ہوا اسے ہنگی کا خیال آیا ایک لگاؤ دیکھ کر تو ایسا جاکے است۔ وہ اپنے کمرے کی طرف چل پڑا اور پچھلے اس نے کمرے سے اندر قدم رکھا ایک عجیب و غریب منظر نے اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیرا دیں۔

انتہائی کالے ڈھول کا ایک خوفناک جواز ہنگی کے پاس موجود تھا۔ ناگن نے ہتھ اندر کھینچ کر اسے ہنگی کے منہ سے نکالا۔ وہ اتنی اور کچھ اس طرح سے چلی۔ وہی تھی جیسے کوئی خاص عمل کر رہی ہو۔ ہنگی نے سوسن لیا کہ ہنگی کے اندر میں کوئی تکلیف کا احساس نہیں ہے۔ ناگن اس کے منہ سے اپنے منہ نکالے پھر نہیں اپنا زبان اس کے منہ میں اتار رہی تھی یا پھر ہنگی کی سانسوں کو اپنی سانس سے ہی تھی۔

ہنگی ایک لمبے وہاں کھڑا رہا تو آج سے پہلے اس نے کبھی شیش ٹانگ کے اس بت کے اس پاس کسی ٹانگ کو نہیں دیکھا تھا لیکن انتہائی زبردستی کا لے ناگوں کا یہ جواز آج پہلی بار اس کے پاس چلائے گیا۔ دوسرا نکل کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے ناگن کے زہر سے ہنگی بھی چند لمحوں کے اندر مر جائے لیکن اس نے اس عمل میں کوئی غلط نہیں دیکھا اور کچھ لمحوں کے بعد وہاں سے دوپٹے پر چٹ پڑا تھا۔

اس کا ذہن وہی طرح چلے آیا ہوا تھا۔ ایسے تو زندگی میں بہت سے انوکھے واقعات سے پالا پڑا تھا لیکن یہ سب آج جو دور باتھا قابل فہم تھا اور وہ دہری طرح چلے آیا ہوا تھا۔ آخر کار اس نے حنجر کے آگے آگے پام سے درختوں سے خشک ٹہنیاں توڑا شروع کر دیں اور کئی گھنٹوں کی شدید مشقت کے بعد وہاں چند رکھ کی لاش پڑی تھی وہیں اس کی چٹا جانا شروع کر دی۔ لکڑیاں چور سے بدن کے گرد جمع کر کے اس نے ان میں آگ لگا دی اور سینچیں چند رکھ جسے اپنے حسن پر بے حد ماز تھا جل کر خاکستر ہونے لگی۔

دو اور اسی طرح وہاں دس دس چھتھ اور چند رکھ یہاں آخری دور سے گزر رہی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر کھڑا ایک ہنگی ہنگی چند رکھ کی جلتی ہوئی لاش کو دیکھتے ہوئے اپنی بہن کو یاد کر رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کے منہ سے سسکی سسکی سنا آتا تھا۔

شعلے بلند ہوتے رہے، جلتے گوشت کی چراغ بھینکی رہی اور آخر کار آگ بدھم پڑتی چلی گئی۔ ہنگی کو پھر ہنگی کا خیال آیا اور وہ اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اب وہاں ناگوں کا جواز موجود نہیں تھا اور ہنگی نے سکون کے ساتھ آنکھیں بند کر کے شیش ٹانگ کی گود میں سو رہی تھی۔

ہنگی آگے بڑھا اور ہنگی کے قریب بیٹھ گیا۔ پھر اس کے منہ سے نکلا "تو نے تو میری جگہ لے لی۔ دیکھتا ہے پھر نہیں آتیں۔ اگر سے کہیں تو میری رادھیہ کا تو نہیں ہے جو اس طرح میرے پاس آگیا

دش دنیا
گئی اور ہنگی کو جیتے جیتے نہیں تو میری سیوا کروں گا، تجھے رادھیہ کی طرح ہی دو بار دیکھا وہاں چڑھاؤں گا۔ بلکہ یہ تو انہی بات ہے۔ یہ رادھیہ بھی من ٹک جانے کا وہی بات ہے کہ وہ ہنگی جیون دیں۔

وہ آگے بڑھا اور فریاد بہت سے من نے ہنگی کی ہنگی کو اپنی آنکھوں میں لے لیا۔ اس کے بدن کے نیچے ٹک کر وہ کچھ ترنگی پر اس کے دل میں خیال آیا کہ کہیں ہنگی بھی ٹک سے زبردستی چلے نہ جائے۔ لیکن ہنگی بالکل خوش و خرم تھی۔

اب اس کی خوراک کا معاملہ تھا تو ہنگی اور وہ ایک تھے۔ اس نے دو دن تک ٹک کر ایک ہفتہ میں لیا۔ پھر تھوڑے سے کپڑے کو ہنگی کی شکل میں ڈال دیا اور وہ وہاں ہی ڈیوٹر ہنگی کے منہ میں رکھ دیا۔ اس طرح اس نے خود ایک کامیاب کام بھی کر لیا۔

ہنگی کی آنکھیں بند تھیں وہ خود بخود تھیں۔ وہ اس کی پوری شکل ہی جیسے تھی لیکن آنکھوں کو کچھ ترنگی پر یہ اندازہ ہوتا تھا لیکن اس میں اتنی کشش نہ تھی۔ ہنگی اب بہت ڈوٹا، بے لگا تھا۔ کھنڈر کے اس پہاڑ پر مارا ڈال کر اس نے وہاں پہنچنے والوں کے لیے انتہائی حیرت انگیز تھا۔ ایک دن ہنگی نے دیوانہ کا سونکا ہوا بیٹھ کر اس سے خوب سے فاصلے پر کھڑا ہوا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ تقریباً کل رات وہ وہاں تھا۔ اس نے اس غنیمت کی وہاں آگے کاراز بھی معلوم ہو گیا لیکن یہ بات کسی بھی شکل میں پتہ نہ چل سکتی تھی کہ وہ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے۔ ہنگی نے اسے بھلا دیا تھا۔ اب اس کی زندگی میں اس کی وہی کام تھی۔ ہنگی کی پرورش اور شیش ٹانگ کے ہونے کا منظر۔

بہت دقت تو رہی۔ ہنگی نے وہاں ہاں یہ دیکھا تھا۔ وہاں ہاں کچھ کام وہ جواز جنہیں اس نے لکھی ہاں۔ ہنگی کے منہ سے دیکھا تھا۔ انٹر ہنگی کے پاس آ گیا کہ ہنگی کا تھا۔ غلط ایک ہاں ہنگی کسی کام سے باہر گیا تھا۔ وہاں آیا تو اس نے دیکھا کہ کتنی شادی مارے تھیں۔ ہنگی ہے اور اس کے بدن سے حیرت میں ہنگی یعنی ہوئی ہے۔ کتنی وہ شادی وہاں سے ہنگی کے پاؤں حیات رہا ہے۔ ہاں کول کا یہ جواز جیسے ہنگی کا جواز ہوا تھا۔

سلمان وغیرہ لینے کے لیے جو گلی کو ہستی جانے کی ضرورت پیش آئی اور وہ پریشان ہو گیا۔ دو سو پتے لگا کر ہنگی کو ساتھ لے جانے پہنچنے سے سلمان وغیرہ نے آگے لیکن جب اس اہل سے وہ اپنے کمرے میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ناگن پہلے کی طرح ہنگی کو اپنی کٹڈی میں لے ہوئے تھیں۔ اور ناگن اس کے آگے پس منہ لگا رہا ہے۔ ہنگی پتوں ٹک سے چٹا ہوا پھر اس نے کہا "کیا تو اس کی حفاظت کر سکتے ہو؟"

ناگن ہنگی کے سامنے بیٹھ کر کہہ دیا۔ ہنگی نے ہاتھ آگے سے کافی دقت لگ جاتا تھا۔ پھر

بھی اس نے تجربے کے طور پر یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا اور بستی چل پڑا۔ بستی میں بہت سے لوگوں سے اس کی جان پہچان ہو گئی تھی، وہ کچھ ایسی چیزیں لے جایا کرتا تھا جنہیں بستی میں فروخت کر کے وہ ساز و سامان اکٹھا کر لیتا تھا، اس بار بھی وہ ایسا ہی سامان لے کر آیا تھا، اپنی پسند کی چیزیں خرید رہا تھا کہ اپنے والدین کا ایک جواز نظر آ جا جو باقی کا کر پیسہ نکالنے تھے۔ مرد نے عورت کو دست رانی کے نام سے مخاطب کیا تو بھڑکی ہو کر مامتا پسند آیا کہ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ بچی کو بھی دست رانی کا نام دے گا۔

جب وہ واپس آیا تو بہت سے دوسروں کا شکار تھا، لیکن اس نے دیکھا کہ بچی آرام سے مندر کے بیرونی حصے میں پتھر کی ایک سل پر لیٹ ہوئی ہے اور بہت سے ٹاگ اس کے گرد کھیل رہے ہیں۔ بچی نے اپنی نگاہیں اس ایک ٹاگ کو پایا ہوا تھا اور جس رتن تھی۔

بھڑکی نے آسمان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"نور پدا لے! تیرے کھیل بیا، سہ ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں اس کے شریہ میں میری رادھیکا کی آتما ہے جو مجھے اس سے اکا پریم ہو گیا ہے اور کیا ہی اچھی بات ہے کہ ٹاگ اسے پال رہے ہیں، چند ٹاگ، ہوتا ہی میری مشکل تھوڑی سی کم ہوتی۔"

بھڑکی اپنی لگن میں شیش ٹاگ کو ہی اپنا دیوتا مانتا تھا اور اس کی سیوا کر کے منتر پڑھ پڑھ کر اسے بچا رہا تھا۔

یوں بہت سے دن گزر گئے، ایک دن اس نے ایک عجیب نماشا دیکھا، دست رانی کو اس نے ایک برتن میں دوڑا دیا تھا اور قبوڑا سدا اور جہان اس کے چنے سے نکلیا تھا اس نے ایک برتن میں ذال، ایک طرف رکھ دیا کہ کوئی جانور اسے پی لے گا، لیکن دوسرے دن جب اس نے برتن کے آس پاس دیکھا تو اسے آٹھ زچوہ سرے پر سے دوٹے دکھائی دیے۔ نہ توئی کا دودھ ختم ہو گیا تھا نہ جان چرووں کے نیلے بدن آس پاس پڑے ہوئے تھے۔

بھڑکی کی آنکھیں حیرت سے کھلی گئیں۔ یہ دست رانی کا جھوٹا دودھ تھا جو پڑھوں نے پیا تھا اور چوتے اس طرح مر گئے تھے کہ ان کے بدن سے بھی نیلے نیلے رنگ کا پانی بہ رہا تھا۔ بھڑکی کو برا لگا کہ ماگن عام طور سے دست رانی کے حصہ سے منہ لگائے کوئی عمل کرتی رہتی ہے اور ایک بات اور بھی دیکھی تھی بھڑکی نے وہ یہ کہ دست رانی کے بدن کی میا بہت آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی ہے اور اس کی جگہ ایک انتہائی چمک دار سفیدی لے رہی ہے۔ ویسے یہ چھوٹی سی بچی جن اعلیٰ ترین حکمہ سیاتہ کی حامل تھی، بھڑکی نے اتنی عمر کی کسی بچی کو نہیں دیکھا تھا۔ یہ فوفاک تجربہ چاہے کے لیے بڑے سنسنی خیز عمل کا باعث تھا۔

اس نے مزید تجربہ کرنے کے لیے ایک دن ایک اور کام کیا۔ ایک لی جو بھڑکی سے ملی ہوئی تھی اور کبھی کبھی کہیں سے مندر میں آ جاتی تھی، بھڑکی کے تجربے کا شکار ہو گئی۔ اس نے لی کو دست رانی کے پاس بٹھا دیا اور اس طرح کہ دست رانی کے سانسوں کی ہوائی کے چرے کو ملے۔ کچھ ہی لمحوں کے بعد بھڑکی نے محسوس کیا کہ لی بڑھ چکی ہے اور جاری ہے اور پھر وہ ویران پر سر رکھ کر سو گئی۔ لیکن اس کے بعد اسے دوبارہ جاننا نصیب نہ ہوا۔ پہلے وہ بٹھتی ہوئی تھی۔ اس کے بعد لڑھک گئی اور تھوڑی دیر کے بعد بھڑکی کو پتہ چل گیا کہ لی بے جان ہو چکی ہے، بھڑکی کے سر سے بے اختیار نکل گیا۔

"دش کنیا! اس پر زہر ملی ہوئی ہے، کہیں اس کے زہر سے مجھے خود کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔" اس دن کے بعد سے بھڑکی خود بھی احتیاط کرنے لگا۔

دست رانی حسین سے حسین تر ہوئی جا رہی تھی، بھڑکی اس کے لئے پزیرے لانا تھا، اس کے بال بے پناہ خوبصورت تھے، بھڑکی انہیں جو گرائن کی چوٹی بھی گوندھتا تھا، اس سے باتیں بھی کرتا تھا اور دست رانی اپنی عمر سے تھیں زیادہ زہانت کی باتیں کرتی رہتی تھی۔

"اب میں کیا کروں، یہ تو بڑی ہوئی جا رہی ہے اور جس تیزی سے بڑی ہو رہی ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں خوب بڑی ہو جائے گی، پھر مہمان مہمان ٹھیک ٹاگ کے سامنے منتر پڑھتے ہوئے دیوان پنا جانے پائے اور شیش ٹاگ ابھی تک نہیں جاے۔"

"نیا بھری پوری زندگی نہیں اسی مندر میں گزار جائے گی؟" یہ اچھاں بھڑکی کی تیزی سے ہوجا رہا تھا، لیکن اس کے دل میں ایک آن جاگ ہوئی تھی راہی کہیں رادھیکا کوٹا نہیں کرنے کی آس اور دیکھا ہل رہنے والے ان نکالوں کی تباہی و بربادی کی آس جنہوں نے ان کو بے گیت سے بدتر سمجھ لیا ہے، لیکن بھڑکی جانتا تھا کہ جب تک اسے کوئی ایسی ہی قوت حاصل نہ ہو جائے اس لوگوں سے مزاحمت مشکل کام ہے۔ یوں پورے دن گزارتے گئے دست رانی اب خوب بڑی ہو گئی تھی۔ اس کا حسن گھبراہٹ کا باعث بن گیا تھا، بھڑکی نے کتا عرصہ ہی طرح گزار گیا، ایک دن بھڑکی کو بتا دیا گیا۔

بھڑکی سے اس کا بدن آگے کی طرف تپنے لگا، وہ کمرے میں زمین پر لیٹا کر ابھارا، دست رانی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ "پاپا بھڑکی تم کیوں لینے ہو؟"

"میں چاہتی ہوں، دل دست رانی۔"

"یہ کیا ہوا ہے؟"

"دیکھو میرا شریہ تپ رہا ہے۔" دست رانی نے پیار سے بھڑکی کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور بتک بھڑکی کے منہ کی اور اس کے منہ سے ہاتھ نیچے بنانا ہوا۔

"کو بھرتی بابا، جنگ میں سب سے بڑی دوستی ہے یہ سب میرے لئے کام کرتے ہیں، مجھے طرح طرح کی باتیں بتاتے ہیں۔"

بھرتی نے حیرت سے آنکھیں کھول دیں تھیں، وہ نہ جانے کیا سوچ رہا تھا، اتنا غریب غریب کیا تھا ابھی تک شیش ٹاپ جاکا تھا، یہ بھرتی کو کسی اور طریقے سے اپنے دشمنوں سے جدا لینے کا کوئی نسخہ آیا تھا، وہ بس اپنی دشمنی میں مست تھا، اب سے رانی اسے ٹپٹھی اس کی دنیا ہی بدل گئی تھی، وہ دست رانی ہی میں کھویا، بتا تھا اور... رانی ایسی اندر ایسی جیسے تھی کہ صبح ہی صبح انت ایک بچہ دو لکیر لیا جائے تو بچہ راویں خوشگوار گزارے گا۔

بھرتی کے دن میں ایک خیال آیا اس نے کہا، "مست رانی، آج تک تجھے میں نے ایک بات نہیں بتائی، آج میں تجھے وہ بات بتانے والا ہوں۔"

"تو بتاؤ بھرتی بابا، میں خود ہی نئی باتیں جانتا چاہتی ہوں، نہ جانے میں سے یہ خیال بار بار آتا ہے کہ جس طرح وہ درخت پھیلے ہوئے ہیں، جس طرح یہ چھوٹے چھوٹے جانور پیٹتے ہیں اور مر جاتے ہیں اس سے یہ اندازہ دیتا ہے کہ اس اندر کے غلاوہ بھی اور کچھ ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ قدرت ہمیشہ انسان کی رہنمائی کرتی ہے، وہ کہیں بھی اور کسی بھی ماحول میں بروقت اسے بہت کچھ بتا دیتا ہے، یہ صدیوں کی گہرائیوں میں مست رانی، میں تجھے ان میں سے کچھ کہانیاں بتانے والا ہوں۔"

مست رانی ہمیشہ کی طرح پیار سے بیٹھ گئی۔ اس کی شوخ نگاہیں بھرتی کے پیروں کا احاطہ کئے ہوئے تھیں اور بھرتی آج مست رانی کو دنیا سے روشناس کرانے کا فیصلہ کر چکا تھا، تھوڑی دیر تک وہ سوچتا رہا کہ بات کا آغاز کس طرح کرے، پھر اس نے کہا۔

"تو نے ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو دیکھا جو کھانا مست رانی، ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی دیکھا ہوگا، کیا تو نے کبھی یہ بات سوچی کہ یہ بچے اس منار میں کہاں سے آتے ہیں؟"

"سوچتا ہے بلکہ میں نے پوچھا ہے ان سے، مجھے بتایا کہ اوپر جو کاشی نظر آتا ہے یعنی چھٹی ہوئی ہوا، وہ ایسی ہی نہیں ہے بلکہ اس کے اوپر دیوار ہے جس میں وہ بچے آتے ہیں پانی روشنی ڈالتے ہیں تو درجی پر چھوٹے چھوٹے بچے ٹپکتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں۔"

بھرتی رانا ہوتے ہیں، ایسا ہی ہے، بھرتی بابا۔"

"ہاں، دیکھتے ہیں ان کے جسم رانا ہوتے ہیں، انہیں دیکھتے ہیں، وہ اپنی باتیں ہر اسی کے سامنے میں یہ پوچھتے ہیں، اس دھرتی پر کتنے بچے ہیں، ان کے لئے کتنے بچے ہیں۔"

"تو بچہ، بناؤ تم تمہیں دیکھتے ہو؟"

"بھرتی میں تمہیں دیکھتا ہوں، انہیں دیکھتا ہوں، انہیں دیکھتا ہوں، انہیں دیکھتا ہوں۔"

بھرتی نے ہاتھ دئیے۔

"ہاں مجھے، چہ نہیں کہتا، میں بھرتی دانی سے کہتی ہوں، وہ تجھے نہیں کہتا۔"

"بھرتی دانی تو ہے؟"

"یہ، دوست ہے؟"

"میں، دوست کہتا رہتا ہے؟"

"میں، دوست کہتا رہتا ہے؟"

"میں نے تو اسے نہیں دیکھا تھا۔"

"میں دیکھتی ہوں تجھے۔" مست رانی نے کہا اور اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

بچہ نے وہ دن ہی قوت تھی کہ کچھ ہی عرصے کے بعد بھرتی نے ایک نئے مائپ کو دیکھا جو اپنے منہ میں کچھ پتیاں دبا کر چلا آ رہا تھا، مست رانی کے سامنے اس نے وہ پتیاں منہ سے نکالیں اور مست رانی اسے دیکھنے لگی۔

بھرتی محسوس کر رہا تھا کہ ٹانگ کی بعض بعض آنکھیں مست رانی کی آنکھوں سے ملی ہوئی ہیں اور مست رانی جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پھر ٹانگ سے ٹھنڈی دانی اور دانی سے دانی چلا گیا۔

مست رانی نے ہنسنے کا ایک سفید بکڑا اپنی جگہ سے اٹھایا، ہاتھ میں رکھے ہوئے پانی سے اسے دھویا اور پھر پتیاں کو اس میں دھوئے لگی۔ پتوں سے برابر اس ایک عرق حاصل ہوا تو مست رانی نے اسے اپنی انگلی سے اٹھا لیا اور اسے لئے ہوئے بھرتی کے پاس آگئی۔

"مہ کھو بھرتی بابا،" اس نے کہا اور بھرتی نے مسکراتے ہوئے منہ کھولی دیا۔ مست رانی نے وہ عرق بھرتی کے منہ میں ڈال دیا اور بھرتی قہقہو کرنے لگا۔ "ارے یہ کیا کہہ دیا تو نے مجھے دیکھتے آئی یہ؟"

"میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تم تمہیں دیکھتے ہو جاؤ گے، یہ دوست تمہارے لئے دوا لے آئے ہیں۔"

حقیقت یہ کہ بھرتی نے بھرتی سے کہا کہ اس کے بدن میں ایک خاص قوت آتی جا رہی ہے، اسے اپنی دنیا بھی ملنا محسوس ہوا، تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"مست رانی یہ تو کمال کیا، ایسے کتنے دوست ہیں یہ سب؟"

ڈس کنیہ

کرنے والے پرندے سارے کے سارے ماتا پتا کے سائے میں چلے اور بڑھتے ہیں اور ٹو بھی ان میں سے ایک ہے۔

”بجڑگی بابا تم نے مجھے بھی پرندہ اور کیڑا بتا دیا۔“ ست رانی نے غصے سے کہا۔

”بیٹا تیرا بجڑگی بابا تجھے بھی غلط بات نہیں بتائے گا۔“

”یہ تو ٹو نے بڑی عجیب بات کہی، پر کیا نام لیا تم نے ماتا پتا کہنا تم نے تو کیا میرے بھی کوئی نام پتا ہے؟“

”ہاں وہی میں تجھے بتانے جا رہا ہوں، حج حج تیری ماما بھی تھی اور پتا بھی تھے اور انہوں نے ہی تجھے ہنسنے اور اس کے بعد ٹو یہاں آ گئی اور میرے پاس رہنے لگی۔“

”نھیک، بجڑگی بابا تم نے یہ تو بڑی عجیب کہانی ہے، اچھا ایک بات بتاؤ تمہارے بھی ماما پتا تھے؟“

”ہاں تھے ماما۔“

”وہ کہاں گئے؟“

”سمو گئے، وہ کھوکھوڑی میں جا گئے۔“

”تم مجھے اور بھی کچھ بتاؤ۔“ ست رانی نے بڑی دلچسپی سے کہا اور بجڑگی اسے سارے جہان تو کہانیاں سناتے لگا۔ ست رانی بہت دلچسپی اور اشتیاق سے یہ سب سن رہی تھی وہ خود بھی بجڑگی کی باتوں میں کھو گئی تھی۔

”ان بچوں کی ماما نہیں انہیں چھاتی سے لکانے رہتی ہیں۔“

”ہاں انہیں پہلی خود اک ان ہی سے ملتی ہے۔“

”پر بجڑگی بابا ایک بڑی عجیب بات ہے۔ مجھے جب بھی کوئی پرندہ کوئی بھی پتہ اچھا لگا ہے اور میں اسے چھاتی ہوں تو وہ لپٹ جاتا ہے اور پھر کبھی نہیں اُٹھتا۔ ایک دفعہ میں دودھ پی رہی تھی کہ مشکو میرے سامنے آ کر مجھ سے دودھ مانگنے لگا۔ میں نے دودھ اسے دے دیا۔ مشکو نے دودھ چا ا۔ پھر میرے سامنے لیٹ گیا۔ پھر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اور پھر اس کے بدن کا سارا ماس اس کی پانچوں سے الٹ ہو گیا۔

”بجڑگی بابا تم نے وہ بابت کیا۔“

”ایسا کیوں ہوتا ہے بابا بجڑگی؟“

”اس بات کا جواب پھر کبھی دوں گا تجھے۔“ بجڑگی نے کہا۔

پھر اس دن کے بعد سے بجڑگی کسی قدر بے چین ہو گیا۔ وہ بار بار مٹی کے ساٹے کے

ڈس کنیہ

سامنے جا کر بیٹھ جاتا منتظر پڑھتا اور پھر سانپ سے باتیں کرتا۔

”ہے بار کو مٹی، ہے شیش کندھاری جیون بیت گیا منتظر پڑھتے پڑھتے کب جاگو گے؟“

کب میرے من کی آگ بجھے گی۔ ایسے تو باقی جیون بھی بیت جائے گا۔ مجھے تو لگتا ہے جوگی دھرم واس نے دوسری ہی بات کی ہے۔ وہ میری من کا کردار دھونا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں آبادیوں سے اور چلا جاؤں گا تو سب کچھ بھول جاؤں گا۔ مجھے ایک لگن لگ جائے گی۔ نہ کرو جی..... ایسا نہیں ہو سکتے گا۔ مجھے اگر میری رادھہ کال جائے تو شاید میں اسناہ کو معاف کر دوں۔

دوسری صورت میں جیون کی آخری سانس تک میں اسے نہیں بھول سکوں گا۔ مجھے پتہ تو چلے کہ وہ جیتی ہے یا مر گئی۔

اس دن وہ مٹی کے سانپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ مجھے میرے سوال کا جواب دو شیش ٹاٹ۔ تم کب جاگو گے۔ کب مجھے میرا اور دان ملے گا۔ اگر تم نے مجھے جواب نہیں دیا تو..... تو سب کچھ بھسم ہو جائے گا۔ میں پھر سے ازخیں سنگھ بن جاؤں گا۔ میرے سوال کا جواب دو۔

اسے کوئی جواب نہیں ملا تو وہ غصے سے آنکھ کھڑا ہوا۔

”مجھے جواب نہیں ملا، شیش کندھاری.....“ وہ فانی غزا باہر نکل کر اس نے ابوہرادر دیکھا اور پھر ایک دڑتی پھرا اٹھا اور اسے ہاتھوں میں لے لاندرا آ گیا۔

اس نے خونی نظروں سے مٹی کے سانپ کو دیکھا اور پھر پھر اس کے پھٹ پر دے مارا، مٹی کا پھین ٹوٹ کر ڈور جا گرا تھا، اس کے بعد وہ دودھ دانوں کی طرح سانپ کو پرزور پرزور کرتا رہا اور جب اس نے اس کے آخری جیسے پر ضرب لگائی تو اس کی نظریں سامنے اٹھ گئیں۔ نہ جانے کب ست رانی، ٹاٹ کے پیچھے آنکھڑی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے بجڑگی کو دیکھ رہی تھی۔ بجڑگی اسے دیکھتا رہا پھر بے اختیار مسکرا پڑا۔

”مل تو مٹی، مل تو مٹی مجھے میری شاکیہ مٹی، ٹو ہی تو ہے میرا گرم بہنہ اور دیکھوں گا۔ دیکھوں گا اب میں اپنے دشمنوں کو.....“

☆...☆...☆

دشمنیا

دشمنیا

جوئی بھرتی کا چہرہ بکسر تھیل ہو گیا تھا۔ ان دیرالوں میں رہتے ہوئے اس کے اندر کافی تہدیلی آگئی تھی، وہ نرم دل اور نرم خو ہو گیا تھا لیکن اچانک ہی اس کے اندر کا ارچن سنگھ بھرت چاگ گیا۔ اس کی آنکھوں سے برساتی جھانکتے لگی۔ وہ تیرنٹا ہوں سے ست رانی کو دیکھنے لگا جس کا چاند جیسا چہرہ دیک رہا تھا۔ اس کا حسن ہی اس قدر بے مثال تھا کہ دیکھنے والے کو دوانہ کر دے۔ جن نگاہوں میں اس کا چہرہ آجائے وہ اپنے ہوش و حواس کو نہیں۔ بھرتی نے گردن جھٹکی اور حقارت بھری نگاہوں سے ناگ کی بکھری ہوئی منی کو دیکھنے لگا۔ ایک بار پھر اس کے منہ سے بڑا ہلٹ نکلی۔

”مردہ یو تمہارا بتایا ہوا چا پ اور مترو تو میرے کسی کام نہیں آسکا، لیکن دیوتاؤں نے مجھے میرا مقصد پورا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ واپس پلٹا پھر دروازے میں رک کر ہوا۔

”اوست رانی“

ست رانی کو بھرتی کی باتیں بہت اچھی لگتی تھیں، وہ ہنستی مسکراتی بھرتی کے ساتھ باہر نکل آتی اور ہوتی۔ ”تم نے شیش دیوتا کو کیوں تو زور دیا بابا بھرتی؟“

”انہوں نے میرا کام پورا نہیں کیا تھا۔ میں نے بہت عرصے ان کی تپسیا کی مگر وہ سوتے ہی رہے اور جو سوتا ہے اس سے کچھ کھود پتا ہے، آواز دھڑکتے ہیں۔“ بھرتی نے ایک چوڑی بیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ست رانی اس بیل پر جا بیٹھی۔

بھرتی نے اب اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا، وہ ست رانی کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”میں نے جو کچھ کہا سمجھ آیا تمہاری۔“

”ہاں۔ سونے والے سب کچھ کھودیتے ہیں۔“

”اور یہ جو سب کچھ ہم سے ڈار ہے اسے سننا کہا جاتا ہے، سننا میں ہمارے جیسے لاکھوں بستے ہیں۔ انہوں نے ٹھہرائے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی مشکل میں ڈالتے رہتے

۔۔۔ ست رانی جانتی۔۔۔ رانا مکی ہوگا، ان کے درمیان پہنچ کر۔“

”لو میں کیا جانوں بابا بھرتی، میں نے تو ان میں سے کسی کو بھی دیکھا بھی نہیں۔“ ست رانی بھولے پن سے یوٹی اور بھرتی یہ جڑ لے لیتے لگا کہ یہ ترکی بابوں کو کس قدر منجی میں لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پھر وہ ست رانی کو جھانکے کیا کیا بتاتا رہا۔ دنیا میں، بنے والوں کے ہارے میں خود اس کے اپنے ہارے ہیں، اس نے اسے یہ بھی سمجھایا کہ ان میں سے کوئی کچھ بھی کہنے کی کوشش کرے۔ اسے ان میں سے کسی کی باتوں میں نہیں آتا ہوگا۔

”میں صرف اور اس کی دیا بھرتی جو آپ مجھ سے کہیں گے مگر میرا میں اس سب کو دیکھنے کو چاہتا ہے، بابا بھرتی آپ مجھے ان کے درمیان لے چلئے۔“

”ہاں، میں نے یہی فیصلہ کیا ہے ست رانی کہ اب ہمیں سننا والوں سے درمیان پہنچ جانا چاہئے۔“

”تو سب جہر ہے ہیں ہم وہاں۔“ ست رانی نے خوشی سے محو دروازے میں کہا۔

”بہت جلد۔ اچھا ایک راستہ بتاؤ جب مجھے بخار ہوا تھا تو ایک کوڑیالہ سانپ کچھ پتے لے کر آیا تھا اور تم نے وہ پتے پتھر پر ٹھس کر مجھے ان کا نسبت چٹایا تھا اور میں ٹھیک ہو گیا تھا۔“

”ہاں۔“

”تم ان سارے جانداروں سے دوستی رکھتی ہو۔“

”سارے کے سارے میرے متر ہیں۔“

”تو پھر ان سے پوچھو کہ کون سی جڑی بوٹی کون سے مرض میں کام آتی ہے۔ ان جڑی

بوٹیوں کے نمونے لو اور مجھے بتاؤ، پتہ ہے ہم کیا کریں گے ست رانی۔ جب ہم ان سنسار بابیوں کے پاس جائیں گے تو ہم کہیں گے کہ ہم تیاروں کا علاج کرتے ہیں اور بیمار سے پانی ان کے علاج کے لئے بہت کچھ ہے، بس پھر پتہ ہے کیا ہوگا؟ وہ سنسار بابی ہماری خدمت کریں گے۔ ہمیں پیار سے اپنے درمیان جگہ دیں گے۔“

”میں معلوم کر لوں گی بابا بھرتی، یہ کون سا بڑا کام ہے۔“

اور اس کے بعد بھرتی نے جو عجیب و غریب منظر دیکھا وہ اس کی سوچوں سے بعید تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ست رانی عجیب سے انداز میں اسے ملتی تھی۔ نیلے رنگ کے ایک ایسے بچے کی شکل میں جو سانپوں کا زہر پی کر اس دنیا میں آیا تھا، اس کے ماتا چا کا بھی پتہ چل گیا تھا کہ وہ نہیں یہاں تک پہنچے تھے۔ اس کا باپ زہریلے پھلوں کا شکار ہو گیا اور ساتھ اس کا ٹھوڑا بھی اور ادھر کسی ماں اسے جنم دیتے ہوئے کسی سانپ کے کالے سے اس سنسار سے چلی بسی۔ اس طرح

دش کنیا

ست رانی کا جنم عجیب و غریب انداز میں ہوا، لیکن اب جو کردار سامنے آیا تھا اس نے اس کے بارے میں بہت سی باتیں سوچنی تھیں۔

اس نے سوچا تھا کہ اپنے دشمنوں کے سامنے جانے گا۔ ست رانی کا حسن ایسے اچھوں کو مسحور کر دے گا اور اس کے بعد وہ اپنے شکار منتخب کرے گا، یہ دیکھے گا کہ کون کس قابل ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی بہن رادھیکا کو بھی تلاش کرے گا۔ ہو سکتا ہے رادھیکا زندہ ہو اور اسے مل جائے، بس یہاں یہ آرزو اس کے دل میں گداز پیدا کرتی تھی، ورنہ دوسرا پانچواں بہن چکا تھا اور اب وہ جو تراشا دیکھ رہا تھا وہ عجیب تھا۔

طرح طرح کے جانور آتے ست رانی کے ہاتھ پر بیٹھ جاتے اور ست رانی ان سے باتیں کرتی رہتی تھی۔ وہ عجیب و غریب آواز منہ سے نکالتی تھی جو بھرتگی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی، لیکن آوازوں کے نتیجے میں بہت سے پرندے، حشرات الارض اور دوسرے چھوٹے چھوٹے جانور اس کے پاس آ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جرنوں کی ڈائریں بھی اس کی آواز سن کر رزک جاتی تھیں اور اس کے بعد ان میں سے کوئی بوڑھا ہرن اس کے پاس آ کھڑا ہو جاتا تھا اور ست رانی اس سے باتیں کرتی رہتی تھی۔

پھر بھرتگی نے یہ بھی دیکھا کہ انہوں نے طرح طرح کی جڑی بوٹیاں لاکر اس کے سامنے رکھنا شروع کر دی تھیں، بھرتگی کے ہوش آڑے جاتے تھے وہ اس سنسار کا سب سے اچھا کام سر انجام دے رہا تھا اور اس کے بعد اس نے ست رانی سے ان جڑی بوٹیوں کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔

ست رانی جو کچھ بتا رہی تھی وہ ناقابل یقین ہوتا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی کہ جانور ان جڑی بوٹیوں کے بارے میں یہ سب کس طرح جانتے ہیں، لیکن وہ اپنے تجربات بیان کرتے تھے، وہ کیسے بولتے تھے اور ست رانی کا دماغ ان کے دماغوں سے کس طرح جانتا تھا اس کی سمجھ بھرتگی کو آتی نہیں آتی تھی، لیکن وہ ان جڑی بوٹیوں کے بارے میں اتنا جان چکا تھا کہ عجیب و غریب چیزیں اس کا علاج کر سکتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ جڑی بوٹیاں صرف اس جنگل میں نہیں پائی جاتیں بلکہ بھرتگی دنیا میں بھی انہیں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح بھرتگی ایک بڑا حکیم بن گیا تھا۔ اس نے کافی وقت اس کام میں صرف کیا اور اس دوران وہ اپنے سفر کی تیاری بھی کرتا رہا۔

وہ ہستی جہاں وہ جاتا تھا اور جہاں سے کھانے پینے کی چیزیں ملنے لگتا تھا وہاں سے کانٹا قاصد پر تھی، لیکن اسے اس بات کا علم تھا کہ اس ہستی میں جا کر وہ وہاں سے آگے کے سفر کے لئے معقول بندوبست کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ تہذیب یافتہ دنیا میں سب

دش کنیا

سے بڑی طاقتور دولت والی ہے۔ آج تک اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے وہ جنگل سے مختلف چیزیں لے جاتا تھا۔ وہ خوشی کی چھال اٹھل بولے جو لوگوں میں ہی کام آتے تھے اور ان کے اچھے خاصے پیسے میں بایا کرتے تھے لیکن اس وقت بھرتگی کے دل میں وہی برائی نہیں تھی۔ البتہ اب وہ جو سوچ رہا تھا کہ شیری آبادی میں جانے کے لیے اسے بہت سی چیزیں ملنی چھوڑنے کی تھیں، اب اس کے ساتھ ست رانی بھی تھی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ست رانی کو چھپانے کے لئے اس طرح کے پرندے درکار ہیں، ست رانی لوگوں کے ٹکا ہوں میں شکار کرے، ہرن اس کے حسن سینہ پر زور دے گا تو جانے نہ تو خون خرابہ ہو جائے گا۔

تھیں ایسے اپنے سے پہنچا پڑیں ست رانی، بس میں تمہارا شریو اور تمہارا منہ چھپ جائے گا، بس آنکھیں کھلی رہیں تم لوگوں کے سامنے نہیں آؤ گی، بلکہ تمہیں ہوتی اس نے ست رانی کو آگاہ کیا۔

تھیں ست رانی نے کہا کہ میں تو چھپنے والا ہوں، چھپتا ہوں، بتاتی ہوں، پھیل میں نہیں ہوتی، ہر جگہ سے اور وہ۔۔۔ جانور اس سے بات کر دیتے ہیں، وہ کوئی بھی مجھے غور سے نہیں دیکھتا، وہ سب مجھے ست رانی کی حیرت سے غور سے دیکھتے ہیں۔

اس نے ان باتوں کی بات میں ایسا نہیں ہوتا۔ ست رانی وہ چھپیں، کچھ کر تھیں، انہیں بچانے کی کوشش کر لیتے ہیں۔

تو پھر میں یہ کروں گی؟

اب اپنے آپ کو ان سے چھپانے رکھنا ادب میں چاہوں گے، تمہیں ان کے سامنے ملے گا۔ بھرتگی نے کہا اور ست رانی خوشی سے تھوکتی۔ آخر کار بھرتگی نے کوئی سند رکھو، یا اسے بڑا اٹھ اور ہاتھ، یہاں اس نے زندگی کا بہت اچھا بتا دیا تھا۔ کرائیں جو ان کے ہاتھ لیکن اب اس کی عمر بڑھانے کی طرف چلی چکی تھی، بھرتگی جنگل کا ایک بڑا اس شخص اس نے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اب ان جڑی بوٹیوں سے اسے بھر پور تھی، سب سے بڑی بات یہ کہ ست رانی اس کے ساتھ تھی جس کی نفس میں وہ ہر ہر تھا۔ انکی ساتھیوں اور اس کی چھوٹی بہن اس قدر بھرتگی تھی کہ انہیں تو انسان جانو، تک ان کا ذکر کرتے تھے۔

غرض یہ کہ بھرتگی اس وقت ایک عجیب و غریب شخصیت بن کر دنیا میں جا رہا تھا اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ اب اس کے دل میں دنیا سے تھم لینے کا خیال تھا اور اس کی شخصیت میں کہیں بھرتگی باقی نہیں رہتی تھی۔

یہ سراسر اس کے لئے تو خیر معمول کے مطابق تھا لیکن ست رانی مندر چھوڑ کر، باہر کی دنیا کی بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

آخر کار وہ لوٹ لہا سفر طے کر کے بستی پہنچ گئی لیکن وہ بڑی طرح خوفزدہ تھی۔ بھڑکی نے اس کے چہرے پر پتھر لپیٹ رکھا تھا اور اس کے بدن کو اچیلے ڈھالے کپڑوں میں ملبوس کر رکھا تھا۔ تاکہ کسی کی توجہ اس کی جانب نہ ہو سکے۔

بھڑکی نے ایک سرائے میں رہائش کے لیے جگہ حاصل کی اور پھر وہیں سے ست رانی کو انسانوں اور ان کی زندگی کے بارے میں نکارے کمرانے لگا۔ ست رانی انتہائی حیران ہوئی لیکن اس کے اندر خوشی کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔

میں تو ان کے سچے ہی رہوں گی اور وہاں تو میں بالکل اکیلی تھی، یہاں تو میرے جیسے بہت سے ہیں غور تمیں اپنے میں اٹھیں دیکھ کر حیران ہوں۔"

بھڑکی اس کا استاد تھا، دوست رانی کو ہر چیز سے روشناس کرا دیتا چاہتا تھا۔ اس کے بعد ست رانی کو سرائے کے کمرے میں چھوڑ کر اور اسے ہدایت دے کر وہ وہاں سے باہر نکل آیا۔ اس ہمتی کے بارے میں اسے ہر طرح کی معلومات حاصل تھیں۔

بہر طور اب حالات بہت مختلف ہو گئے تھے۔ ست رانی اس قدر مسکین تھی کہ اسے اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ اگر کسی کی غلط نگاہوں کا شکار ہوئی تو سرمٹا داتے ہی اسے پڑ جائیں گے۔ اس کے ذہن میں تو منصوبے ہی دوسرے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس نے اس طرح کے لباس خریدے کہ ست رانی سر سے پاؤں تک ان میں پوشیدہ ہو جائے۔ یہ بھی ایک انوکھا کام تھا لیکن اس کے بغیر گزار مشکل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے لئے بھی بندوبست کیا تھا۔ اس نے داڑھی خوب بڑھی ہوئی تھی۔ بال بھی کندھوں سے نیچے تک آ گئے تھے۔ پہلے بھی اس نے ان پر توجہ نہیں دی تھی لیکن اب اس نے باقاعدہ ایک جوگی کا روپ دھارا اور اپنا حلیہ بدل لیا۔ قافلہ بھڑکی یا قافلہ ارجمین سٹیک کو پہچانا جاسکتا تھا اس لئے حلیہ وغیرہ بہت احتیاط کے ساتھ تبدیل کر لیا گیا۔

ست رانی کو اس نے جس طرح کا لباس پہنایا تھا اس سے اس کا چہرہ بالکل چھپ گیا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں لیکن یہ آنکھیں بھی قیامت تھیں، ان آنکھوں میں دینا سحر تھا کہ انسان تو انسان جانور بھی مسکور ہو جاتا تھے۔

اپنے طور پر تمام تر تیاریاں کرنے کے بعد وہ اس بستی سے چل پڑا۔ بسوں کے ذریعے سفر کو کاہوا اور آخر کار ایک شہر میں داخل ہو گیا۔

یہاں بس اس سے اترنے کے بعد اس نے آگے سفر اختیار کیا تھا اور تھوڑا سا راستہ طے

وٹس کنیا

کر کے دریائے جمنہ کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں پورے کا پورا مسندروں کا شہر آباد تھا۔ چاروں طرف یاتری پھیلے ہوئے تھے انہوں نے جگہ جگہ اپنے استھان بنا رکھے تھے۔ ایک اچھی اور خواہسورت جگہ بھڑکی نے بھی اپنے لئے منتخب کر لی۔ چٹیل کے گھنے درخت کے نیچے ایک چھوٹا سا چبوترہ تھا، اس چبوترے پر بھڑکی نے اپنا ٹھکانہ بنالیا۔

ست رانی نے شوق نگاہوں سے چاروں طرف کا ماحول دیکھ رہی تھی اس نے کہا۔ "یہ تو عجیب جگہ ہے بابا بھڑکی۔ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا ست رانی کہ مسند میں انسانوں کا مسند رہتا ہے۔ یہ جو یہ اسکا دریا بہہ رہا ہے یہ جمنہ ہے اور یہ مسند جو پھیلے ہوئے ہیں ان میں پوجا ہوتی ہے۔ بڑے بڑے نام ہیں ان مسندوں کے، بڑے بڑے پجاری ہیں یہاں..... لوگ اپنی منو کا مناس پوری کرنے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ یہ جو درختوں کے نیچے اور مسندروں کے احاطے میں لوگ پھیلے ہوئے ہیں، یہ سارے کے سارے یاتری ہیں، کچھ پجاری بھی ہیں جو پوجا پات کے لئے مسندروں ہی میں رہتے ہیں، بڑی عجیب عجیب کہانیاں ہیں ان کی، انہیں رفتہ رفتہ تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں گا۔"

"ہم یہاں، اس جگہ ہیں مے بابا بھڑکی...؟"

"ہاں، تمہیں یہ جگہ کسی لگی ہے؟"

"اچھی ہے، یہاں سے تو دور دور تک کا نظارہ ہوتا ہے۔"

بھڑکی دریائے جمنہ کے کنارے آباد اس شہر کی دلچسپیوں کا جائزہ لینے لگا۔ اس شہر کا نام مٹھرا تھا اور یہ ہندو دھرم کی ایک پوتر جگہ بھی جاتی تھی جو دریائے جمنہ کے کنارے آباد تھی۔ بھڑکی نے ان شام پوجا میں حصہ لیا اور ست رانی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔

یہاں قیام کا تیسرا دن تھا جب بھڑکی کو اس کی مرضی کا کام مل گیا۔ وہ اب کتبہ تھا جس میں تین مرد اور تین عورتیں تھیں، ایک عمر رسیدہ عورت، ایک جوان عورت اور دوسری تقریباً ستر و افکارہ سال کی لڑکی جو انتہائی خواہسورت تھی، لیکن جس کا چہرہ یہ قافان زدہ تھا۔ اس کی حاضرت کافی خراب معلوم ہوتی تھی۔ احتیاط کی بات یہ کہ ان لوگوں کو بھی اسی چبوترے پر جگہ ملی۔ بھڑکی اور ست رانی

اس وقت درخت کے تنے سے ٹپک لگائے ہاتھیں کر رہے تھے۔ ست رانی کو اپنے دوست بہت یاد آئے تھے اور وہ کہتی تھی۔ "انسانوں کی یہ آبادیاں بڑی مسند ہیں بابا بھڑکی! انکو وہ جو پیچھے رہ گئے، ان سے ذل کے بجائے براؤ کھڑا ہے۔"

"تمہارے آگے ایک اونچی پڑی ہوئی ہے ست رانی کہ مسند میں بہت سے لوگوں سے

کافی دیر تک اسی طرح مرنے جھکائے بیٹھی رہی مگر اس نے سر اٹھا کر ست رانی کو دیکھا اور بولی۔

”یہ کیا ہو گیا تھا مجھے... تمہاری آنکھیں اتنی سندر ہو کر بھی اتنی خطرناک ہیں، مجھے تو یوں لگا جیسے کسی نے میرے دماغ کو پھڑکایا ہو۔“ ست رانی نے کوئی جواب نہیں دیا تو سمرن پھر بولی۔

”تم عجیب سی ہو، کچھ بولتی بھی نہیں، اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گی مجھے؟“
 ”کہنا توں گی۔“ ست رانی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ آگئی جہاں بابا بھرگئی بیٹھا تھا۔ بھرگئی نے ست رانی سے کہا۔

”کیا پتہ لگا یا تم نے ست رانی؟“
 ”میں نے جو پتہ لگایا ہے بابا بھرگئی اس کے لئے مجھے پھر تھوڑا سا سے چاہئے۔“

”بھرگئی خاموش ہو گیا لیکن اس نے یہ نہیں دیکھا کہ اسی دن سورج چھپے پرندوں کا ایک جواز رانی کے پاس اس طرح آکر بیٹھ گیا جیسے اس کی گلی پر آیا ہو۔ ست رانی نے انہیں اپنے چہرے کے قریب لایا اور ایک عجیب سی آواز اس کے منہ سے نکلی، جواب میں پرندے بھی اپنی آواز میں کچھ بولنے لگے تھے اور اس کے بعد فضا میں پرواز کر گئے تھے۔ رات کو ست رانی نے کہا: ”بابا! وہ ٹھیک ہو سکتی ہے اس کے ہاتھ سے بات کر لیں، ہمیں کچھ کام کرنا ہوں گے لیکن کل...!“

”ٹھیک ہے، میں بات کر لیتا ہوں۔“ بھرگئی اپنے ہی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ عموں سے پوچھ کر ان نے وادہ کا ہاتھ سے کہا: ”وادہ کا ہاتھ جی! بھگوان کے گھر سے آپ جو ہاتھ مانگ رہے ہیں، بھگوان خود تو چل کر آپ کے پاس آئے ہیں، وہ راستے نکالتے ہیں اور آپ کی بیٹی کے ٹھیک ہونے کا راستہ نکال آیا ہے، جو کچھ میں آپ سے کہوں گا اودھائیں گے؟“

”بھاراج! سب کچھ ہی کر لیتا ہے، میں تو خود کسی ایسے چنگار کا انتظار کر رہا ہوں جو بھگوان کے گھر سے ہو اور ہماری بیٹی ٹھیک ہو جائے۔“

”تو پھر آپ کو یہاں سے واپس اپنے گھر چلنا ہوگا۔“
 ”ہاں، کوئی ایسی بات ہے تو میں تیار ہوں۔“

”ڈرے کو بچے کا سہارا چاہئے ہوتا ہے۔ وادہ کا ہاتھ تو اسی وقت جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا لیکن جوٹی بھرگئی نے اس سے پچھ وقت مانگا اور آخر کار وہ ست رانی کو لے کر وادہ کا ہاتھ کے گھر چلی پڑا۔

اس حویلی نما گھر کو دیکھ کر وادہ کا ہاتھ کی مالی حیثیت کا اندازہ اچھی طرح ہو جاتا تھا۔ بھرگئی نے ست رانی سے پوچھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے اور ست رانی نے اپنی جڑی بوٹیوں کے بتاوتے

سے ایک سوکھی ہوئی چٹائی بولی نکال لی اور اسے دیکھی بھر پانی میں اٹھوایا اور جب پانی کا رنگ گہرا حلی ہو گیا تو ست رانی کی بدہمت پر بھرگئی نے وادہ کا ہاتھ سے کہا۔

”آپ کی پتھر کی تھوڑا سا کشیدہ ہو گا۔“
 ”تھاپنے بھرگئی مہاراج۔“

”یہ پانی اسے پلانا ہوگا اور اس کے بعد اسے اٹھا لے گا اپنے سے گا، یہ تکلیف اسے برداشت کرنا پڑے گی۔“

”بہت فرمانبردار لگتی ہے، وہ ہر بات مان لیتی ہے، وہ خود اپنی بیماری سے عاجز ہے۔“
 سمرن تھوڑا سا ناراض تھی۔ ست رانی سے کہہ دو اس سے بے تکلفی سے چش نہیں آتی تھی جبکہ وہ سست اپنا دوست بنا چاہتی ہے۔ ست رانی نے ہنس کر کہا: ”اگر تم ٹھیک ہو گئیں تو میں تمہاری دوست بن جاؤں گی۔“

”اور انا، نہ ہوں تو...؟“
 ”عجب بھی میں تمہاری دوست بن رہی ہوں گی، مگر ایک شرط پر یہ جو پانی میں نے بنایا ہے یہ تمہیں پورے کا پورا چھینا پڑے گا۔“

سمرن نے اس کی بات مان لی۔ اسے ایک ایسی جگہ لٹا دیا گیا جہاں اس کے پاؤں بالکل ہی اوپر اٹھ گئے تھے اور باقی بدن نیچے آ گیا تھا۔ ست رانی خود پاس موجود تھی، بھرگئی اور وادہ کا ہاتھ کے علاوہ ان کی دھرم تھی اور بھگوان بھی... یہ عجیب و غریب کمپل شروع ہو گیا جالاں وادہ کا ہاتھ کے کندوں میں اس بات کے خلاف تھے اور انہوں نے باپ سے مخالفت بھی کی تھی۔

”ہاتھی؟ آپ سب کی ہاتھوں میں آ جاتے ہیں، انا، اب پانی کے پینے سے سمرن کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو کیا ہوگا؟“

”بیٹا! میں اور میرے چاہتی ہوں سادہ موڈ سنتوں کو بہت مانتے تھے، ہم نے بڑے بڑے چنگار دیکھے ہیں ان کے... سب کچھ بھگوان پر چھوڑ دو، ویسے بھی ہماری سمرن کس طرح ہو سکتی جارہی ہے اور اس کا جو حال ہے، اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے تھوڑے ہی دنوں میں کہیں وہ سنسار نہ چھوڑ دینے۔ جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے دو، ہم بھگوان کے مندر میں دعا مانگتے گئے تھے ہو سکتا ہے بھگوان نے ہماری سن لی، وہ بھگوان خود تو چل کر نہیں آتے، کسی کو کچھ دینے کے لیے وہ ذرا عرصہ ہی مانتے ہیں، جو ہو رہا ہے، ہونے دو۔“

سمرن نے مشکل سے عنابی رنگ کے پانی کا ایک کنوڑا پیا اور اسے بڑے زور کی آہٹ کی آہ کی۔ وہ نہ حال، نہ تھی لیکن ست رانی کے کہنے پر اسے دوسرا کنوڑا پیا گیا۔ پانچ کنوڑے پانی پیا

اور پانچویں گنور سے کے بعد اسے انٹی آئی اور اس کے منہ سے ایک موٹی چھٹکی نکل کر پیچھے مڑی اور
ادھر ادھر دوڑنے لگی۔

بجڑگی نے فوراً ہی اس چھٹکی پر جوتا رکھ دیا تھا۔ چھٹکی اس کے جوتے کے نیچے تھمکتی رہی،
باقی لوٹ دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے سمرن کو یہ حقیقت نہیں معلوم تھی، پانچویں گنوروں نے
اسے بالکل نڈھال کر دیا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔

چھٹکی تھوڑی دیر تک بجڑگی کے پاؤں کے نیچے دبی رہی اور پھر اس کی دم علیحدہ ہو گئی۔ بجڑگی
نے پاؤں بنا دیے تو چھٹکی مرنے لگی تھی۔ وہ ارکانا تھک کی دھرم پٹی دونوں ہاتھوں سے سینہ پکڑے ہوئے
منہ سے لے بیٹھی تھی۔ باقی لوگوں پر بھی سکتہ طاری تھا۔

ست رانی نے توبستہ سے کہا۔ ”بابا بجڑگی! اب اسے سیدھا کر دیں، یہ ٹھیک ہو گئی۔“
سب لوگوں نے اس طرح ست رانی کے کہنے پر عمل کیا جیسے یہ کسی دیوی کی آواز ہو۔
نڈھال سمرن کو وہاں سے ہٹا کر ایک صوفے پر بٹھا دیا گیا اور وہ آنکھیں بند کر کے گہری گہری
سانسیں لینے لگی۔ خود بجڑگی بھی سستہ رہا تھا۔ یہ بات تو اسے معلوم تھی کہ ست رانی دس کنیا ہونے
کے ساتھ ساتھ پرندوں اور دوسرے جانوروں کی دوست بھی ہے اور یہ سب اسے جڑی بوٹیوں
کے بارے میں جانتے ہیں۔ بجڑگی کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ اس وقت کو یاد کر رہا تھا جب یہ ننھی
می بچی اسے مردہ ماں کی آغوش میں ملی تھی، گویا اس کی تو قدر کے سارے ستارے کھل رہے تھے۔
شیش ڈمک کو چکانے کا عمل وہ اسی لئے کر رہا تھا کہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کی قوت
حاصل کرے اور اپنی بہن رادھیکا کو تلاش کرے۔ گرد دھرم داس پر اس نے بھروسہ کیا تھا اور اس
کے بتائے ہوئے جاپ کو بڑی پابندی سے کرتا رہا تھا لیکن شیش ڈمک نہیں جاگا تھا، ہاں اب اسے
احساس ہو رہا تھا کہ ست رانی کے مل جانے سے اس کا کام بن جائے گا۔ وہ عجیب و غریب قوتوں
کی مالک تھی اور آبادی میں آکر اس نے جو پہلا کارنامہ سرانجام دیا تھا، اس سے اندازہ ہو جاتا تھا
کہ آگے کیا کچھ ہوگا۔

دوسری طرف ردارکانا تھک کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں پورے گھر والوں کو یہ
احساس ہو رہا تھا کہ سمرن اب ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ سب سمرن کی دلجوئی میں لگے ہوئے تھے۔
ردارکانا تھک کے بڑے بیٹے نے کہا۔ ”اگر ہماری بہن ٹھیک ہو گئی تو ہم آپ کا منہ سوتیوں
سے بھر دیں گے، بجڑگی مبارکباد!“

ان دنوں کورہائش کے لئے بہترین کمرہ دیا گیا اور ان کی تمام ضروریات پوری کی گئیں۔
ست رانی نے مسرور لہجے میں کہا۔ ”مجھے اپنے ساتھیوں کو چھوڑنے کا دکھ ہے، وہاں ان

دس تینیا
سب سے میری وہ بچی تھی مگر یہ سب کچھ تو اس سے بھی اچھا ہے، مجھے یہاں بہت اچھا لگ رہا ہے۔
اب ہم بھی رہیں گے؟“

”نہیں ست رانی! سنسار بہت بڑا ہے، یہاں بڑی نئی نئی چیزیں ہیں، میں تمہیں سنسار میں
بہت کچھ دکھاؤں گا، ہم کچھ سے بتا کر یہاں سے چلیں گے، اب تم مجھے ایک بات بتاؤ۔“
”جی، بجڑگی بابا۔“

”اس لڑکی کے شریہ میں چھٹکی ہے تمہیں کیسے پتہ چلا؟“
”میں نہیں جانتی، بجڑگی بابا۔ جب میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اس کا شریر لالہ اٹھا
کہ اسے کیا کشت ہے، پھر.... کھٹ بڑھتی کے جوتے۔ نے مجھے بتایا کہ اس کا علاج کیا ہے۔ اصل
میں بابا، بجڑگی رات کو اٹھ کر پانی پیتے سے منٹش کو یہ کچھ لینا چاہیے کہ جس برتن میں وہ پانی پی رہا ہے
وہ صاف ستھرا بھی ہے یا نہیں۔ سمرن نے بھی رات کو دیکھے بغیر ایک ایسے برتن میں پانی پی لیا جس
میں چھٹکی کا بچہ پڑا ہوا تھا۔ یہ بچہ پانی کے ساتھ اس نے شریہ میں جا کر چلتا رہا اور اس کاوش سمرن
کے خون میں شامل ہوتا رہا۔ اب ماس کر رہی ہے اس کا خون دھل کر دوش سے پاک ہو گیا اور چھٹکی
بھی اس کے شریہ سے نکل گئی۔“

”ہے بھگوان.... میری گود میں مل کر بڑی ہوئی ہے تو..... تجھے یہ ساری باتیں کس
نے بتائیں۔“

”میرے متروں نے بتائیں۔ وہ کہتے تھے کہ منٹش کو بھگوان نے سب کچھ دے کر اس
سنسار میں بھیجا ہے پر اس نے سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ منٹش، مائی کا پتلا ہے اور مائی میں وہ سب کچھ
موجود ہے جو اس کو ہر بیماری سے بچا سکتا ہے، اگر وہ اسے تلاش کر لے تو اسے ہر بیماری سے آرام
مل جائے۔“

”یہ تجھے کس نے بتایا؟“
”بہت سے پرندوں نے اور ماس خوروں نے، ہم سب یہی باتیں تو کرتے تھے۔“
”ماس کر رہی کیا چیز ہے؟“
”وہ بوٹی جو میں نے پانی میں ملا کر سمرن کو دی تھی۔“

”یہ پرندے ایسے جانور تھے، دوسری بیماریوں کی دوا بھی بتا سکتے ہیں؟“
”ہاں بابا، بجڑگی، میں نہیں جانتی کہ کسی کو کیا بیماری ہے مگر جب میں اس کی آنکھوں میں
دیکھوں گی تو اس کی بیماری خود بول اٹھے گی اور میرے مترمجھے اس کا علاج بتا دیں گے۔“
بجڑگی نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے ایک اصول میرا ل گیا تھا۔ ایسا تو اسے شیش ڈمک کو جگا

نہ بھی نہیں مل سکتا تھا۔ اب وہ بہت کچھ کر سکتا تھا، دولت بھی جمع کر سکتا تھا، اپنی بہن کو بھی تلاش کر سکتا تھا اور اپنے دشمنوں سے بدلہ بھی لے سکتا تھا۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں مہاراجا تھا۔

دوار کا ناتھ نے دوسرے ہی دن محسوس کر لیا کہ سرن بہت تیزی سے صحت یاب ہو رہی ہے۔ وہ بے حد خوش تھا اور اس کے دل میں جوئی بھر گئی اور ست رانی کے لئے بڑا احترام پیدا ہو گیا تھا۔

”آپ نے میرے گھر بیٹھی رہی تھیں، واپس دے دی بھرگئی مہاراج۔ میں آپ کا یہ احسان کیسا اتاروں؟“

”آپ کی مہربانی دوار کا ناتھ جی۔“

”ویوی ست رانی کٹکتا ہے بھگوان نے بڑا گمان دیا ہے میری ایکہ رائے ہے۔“

”کیا...؟“

”آپ کو معلوم ہے کہ تھمرامندروں کا شیر ہے۔ اسی ویوی کو کسی ایک مندر میں استھان دلا دیا اور اس کے ذریعہ ہندوستان بھر کے دیاروں کا علاج کرائیں، بہت بڑا مان ملے گا اور یہ اوتاروں کی طرح پوجی جائے گی۔ ایش و شواس ہے کہ ہندوستان بھر کا کوئی ڈاکٹر یہ پتہ نہیں چلا سکتا تھا کہ سرن کے شریر میں کوئی چھپ چکی تھی ہے۔ وہ اس کے شریر میں کیسے چلی گئی۔ بھرگئی مہاراج؟“

دوار کا ناتھ نے پوچھا اور بھرگئی نے اسے ست رانی کی سنائی ہوئی کہانی دہرا دی۔

”جے بھگوان... اس مہان ویوی کو ضرور کسی مندر کی داسی ہونا چاہئے۔ آپ کہیں تو میں ٹرو جو گیال سے بات کروں۔ ٹرو جو گیال یہاں کہہ سب سے بڑے مندر کے پجاری ہیں۔“

”ابھی نہیں دوار کا ناتھ جی... سنسار میں بہت سے کام پڑے ہیں ابھی۔ نہ جانے کہاں کہاں جائز نہیں اپنے کام کرنے ہوں گے، بس اب ہم جانا چاہتے ہیں۔“

”جنتھ سے تو بتائیں ہمیں کچھ سنا کر نہ دیں۔“ دوار کا ناتھ نے کہا۔

”بس ایک دو دن ہم آپ کے ساتھ رو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہم آپ سے آگیا پوچھ گئے۔“

دوار کا ناتھ نے دونوں میٹوں سے گردن بلادی اور پھر ایک معقول رقم جوئی بھرگئی کو دی

اکھاری سے پیش کی گئی۔

”ہمارے من کی خوشی ہے مہاراج۔ اسے کچھ اور نہ سمجھیں۔“ بھرگئی نے خاموشی سے وہ رقم اپنے لباس میں محفوظ کر لی۔

دوسری طرف عورتوں کے درمیان ست رانی کے بارے میں باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ سرن بڑی پریشانی سے کہتی۔ ”اس کی آواز اور آنکھیں اتنی سندر ہیں کہ من چاہتا ہے اس کے پاس حق چھپے رہوں۔ ویسے تو وہ بہت اچھی طرح باتیں کرتی ہے مگر پتہ نہیں اپنا من کھ کیوں چھپائے رہتی ہے۔ میں نے بابا بھرگئی سے یہ بات پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ ”بیٹی اس کے منکھ کا چھپہ رہتا ہی اچھا ہے۔“

”تم نے اس کے ہاتھ پاؤں دیکھے ہیں سرن۔ بھگوان کی سوکند اتنے سندر ہیں مانو موسم کے سینہ ہوں۔“ بھا بھی نے کہا۔

”میرا من چاہتا ہے کہ کسی سے جب دوسرے ہی ہو تو چپکے سے اس کے من سے کپڑا ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھ لوں۔“

”نہ امان جائے گی۔ اگر اسے ٹکھڑا دکھانا ہو تو خود دکھا دینی بھگوان جانے اس طرح منہ چھپانے میں کیا راز ہے۔ میرے من میں تو ایک بات آتی ہے۔“

”کون جانے وہ آکاش سے اترتی کوئی اپسرا ہو۔ کوئی ایسی مہان ویوی جسے دیوتاؤں نے غصہ چھپانے کی ہدایت کی ہو اور سرن مانو تو مجھے بابا بھرگئی بھی اس کا پتا نہیں لگتا۔“

سرن خاموش ہوئی لیکن ست رانی کا منہ دیکھنے کا خیال اس کے ذہن میں جڑ پکڑتا چلا گیا۔ دوسری طرف بھرگئی نے دوار کا ناتھ سے کہا۔ ”اب ہمیں آگے جانے کی آگیا دیتا اور دوار کا ناتھ جی۔“

”من تو نہیں چاہتا مہاراج۔ مگر آپ جیسے رشی منی کو روکا بھی تو نہیں جاسکتا، کون جانے کسے اور کہاں آپ کی ضرورت ہو۔ ویسے یہاں سے کہاں جائیں گے؟“

”سنسار بہت پھیلا ہوا ہے، جہاں بھگوان لے جائیں گے چھپ جائیں گے۔“

”کب جائیں گے مہاراج۔“

”اس کی تم چقا مست کرو، کسی بھی سے انھیں گے اور چل پڑیں گے۔“ بھرگئی نے گولی مولا جواب دیا۔ اس کا ایک مشن تھا جواب ست رانی کے ساتھ پورا ہونے کے ارکان ذات نظر آئے تھے لیکن وہ کسی کو اپنے پیچھے نہیں لکانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے دوار کا ناتھ کو کوئی صحیح جواب نہیں دیا۔ لیکن اس کے ذہن میں جگہ کا تعین موجود تھا اور اس نے آگے لے لے فیصلہ کر لئے تھے۔

دوار کا ماتھ کی دنی ہوئی رقم اس کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔ اس نے ست رانی کو بتا دیا تھا کہ کل صبح وہ خاموشی سے یہاں سے نکل جائیں گے۔

رات کو دوار کا ماتھ نے انیس جھونپیا اور پھر وہ آرام کرنے لیٹ گئے۔ ست رانی بچپن سے ہی بچرگی کے مہرے میں مرنے کی عادی تھی اس وقت بھی وہ بچرگی کے پلنگ سے کھڑوہ دوسرے پلنگ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ کمرے میں نلی مہم روشنی پھیل رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلا۔

پہلے سرن اور اس کے چچھے اس کی بھانجی سدھا اندر داخل ہو گئیں۔ دونوں نے چوروں کی طرح چاروں طرف دیکھا۔ بچرگی کی بوٹ بد لے مہری نیند سو رہا تھا۔ پھر انہوں نے ست رانی کو دیکھا۔ وہ بھی جوانی کی مٹھی مست نیند سو رہی تھی۔ سرن نے سدھا کی طرف دیکھا اور دونوں مست رانی کے پلنگ کی طرف بڑھ گئیں۔

یہ سرن کی ضد تھی کہ سدھا اس کے ساتھ آگئی تھی۔ سرن نے ضد کرتے ہوئے کہا تھا۔
"بھانجی جی! آج رات مجھے اس کا چہرہ دکھا دو۔"
"لے۔ جیسی کیسے دکھا دوں؟" سدھا نے کہا۔

"رات کو جب وہ سو جائے تو ہم اس کے کمرے میں چلیں گے اور چپ چاپ اس کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھ لیں گے۔"
"اور وہ جاگ نہ لگی تو...؟"

"تو کیا ہوگا، میں کہہ دوں گی کہ میں اس کا منہ دیکھنے آئی تھی اور پھر ہم دونوں کون سے مرد ہیں جو اعتراض کی بات ہو۔"
"تو بھی بڑی ضدی ہے سرن، بات مان لی نہیں۔" سدھا نے نرمی سے کہا۔

"مہری بھانجی نہیں ہوتی؟"
"وہ تو ہوں۔" سدھا نے ہنس کر کہا۔ اس گفتگو کے نتیجے میں وہ دونوں اس وقت اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ سرن کی معصوم ضد کوئی گل کھلانے والی تھی؟

کچھ لمحوں کے بعد وہ ست رانی کے پلنگ کے پاس پہنچ گئیں۔ کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن نہ جانے کیوں سدھا کا دل بڑی طرح دھڑک رہا تھا۔ سرن پیاد بھری نظروں سے ست رانی کو دیکھ رہی تھی پھر وہ اس کے پلنگ کی پٹی کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور اس نے بڑی آہستگی اور مہارت سے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ اس کی آنکھوں نے ست رانی کا چہرہ دیکھا اور جیسے کسی نے اس پر جادو پھونک دیا ہو۔ وہ تو تھی ہی ست رانی کی عاشق خود سدھا بھی دنگ رہ گئی تھی۔

انسانی مسن کا ایسا تولی شاہکار روئے زمین پر ہوگا سوچا نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے حسین نشوون کو کسی خوبصورت شے سے تشبیہ بھی نہیں دی جاسکتی تھی کیونکہ وہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت تھے۔

"بے شکوان۔۔۔ یہ اس دھرتی کی سب سے نہیں۔ یہ آکاش سے اتنی دلکش ہے اور دلچ اندر کے اکھار سے اتنی ہے۔ اس لئے اس کے پاس اتنے چھوہ ہیں۔" سدھا کے منہ سے نکلے لیکن سرن نے وہ بولی نہیں پار لی تھی۔ وہ بالکل بے اختیار ہو گئی تھی اور اسی بے اختیارگی کے غائب میں وہ جھلی اور اس نے مست رانی کے من کو جوم لیا۔

ست رانی اس جھلی کی لمس کی تھی لیکن اس کی آنکھیں کھلی تھیں جبکہ سرن نے آپٹ ذہن ملاحظہ ہو گیا تھا۔ وہ اوہاؤہاؤ تھیں اور اس نے پھر ست رانی کو چوم لیا۔

سدھا نے اس کو بڑا پکا تر سرفشی کے ملے میں کہاں "اب میں بھی کمرہ میں۔" بات مٹی تو ہم پورہن ج نہیں گئے۔ چلے جئے بھوہن کو واسلہ۔ چلے آ۔۔۔ اس نے ہزار پڑ کر سرن کو دروازے کی طرف متوجہ کیا اور سرن نے قدم اٹھانے کی کوشش کی لیکن یوں ٹک رہا تھا جیسے اس کے پاؤں بے جان ہو رہے ہوں۔ وہ تھکنے کے انداز میں چل رہی تھی۔

سدھا نے بیٹھنے سے پہلے اس کے کمرے سے تپائی اور بولی۔ "کیا وہ کیا ہے سرن، انکی دیوانی ہو گئی؟ اس کی سدھا بددی کوئی نہیں۔"

سرن نے ہنسنے لگا اور آنکھیں بند کر لیں۔ "چلے اب وہ جا اب تو تیریں منوہ من چوری ہو گئی۔ صبح پانچ گھنٹے کے۔" سدھا نے کہا اور سرن کے کمرے سے نکل آئی۔ وہ ہنسنے لگے۔ اس نے کہا۔ "نخیاہ ہی نہ رہے۔ میں جوئی موبدان کہ ست رانی کا پیر چاہتا ہے۔ وہ چپ چھپا کر رکھتے ہیں نہیں تو نہ جاسکے کتنے بے چارے من بار کر دیوں وارویں۔ دیا رت دیاں۔ بھوان کی سوچو۔" دھرتی کی بات تو بے بنی نہیں۔

دھرتی نے جوئی بچرگی ست رانی سے ساتھ دوار کا ماتھ کے پاس پہنچ گیا۔ دوار کا ماتھ پانچ کے لئے صبح ہی صبح اٹھ جاتے تھے، باقی نو۔ آرام سے جاتے تھے، انہوں نے بچرگی اور ست رانی کو دیکھ کر کہا۔ "پو جاسکے گئے ج، بے ہیں مہاراج؟"

"ہاں۔۔۔ ننھی بھلور دوار کا ماتھ جاتی۔۔۔ پھر وہیں سے چلے جائیں گے ہم۔"
"ارے بیوں، ماشاء نہیں کریں گے کیا؟"
"ننیں دوار کا گئی۔"

"پانچویں۔۔۔ دوسروں سے مل کر نہیں جائیں گے؟"
"نہیں۔۔۔ بڑا اچھا سے پتا ہے ان لوگوں کے ساتھ۔ ان سے چھڑتے ہوئے اچھا نہیں

جگہ چلتے ہیں۔" بجرنگی نے کہا اور ست رانی کو اشارہ کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔
 دوار کا تاحہ پھر بھی اس کے پیچھے پیچھے بڑے دروازے تک آیا تھا۔ "کچھ خفا خفا سے لگ
 رہے ہیں مہاراج۔ اسٹیشن پر جا رہے ہوں یا لاری کے اڈے پر۔۔۔ ہم سوٹر میں بھگوان ہیں۔"
 "آپ کی کراپا دوار کا تاحہ جی۔ ہماری بالکل چٹان کریں اور ہم آپ سے خفا کیوں ہونے
 لگے۔ آپ نے تو اچھی خاصی سیوا کی ہے ہماری۔ سب جگہ سے۔۔۔!" جوگی بجرنگی نے کہا اور ست
 رانی کا تاحہ پکڑے تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔
 دوار کا تاحہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد وہ نگاہوں سے اوچھل
 ہو گئے تھے۔ بہر حال دوار کا تاحہ اُن کا احسان مند تھا تاحہ سے جاتی ہوئی اپنی واپس مٹی تھی۔ وہ
 واپس پیٹ آیا۔ اس وقت اس کا بڑا بیٹا اس کے پاس آ گیا۔
 "کون تھا پتا جی۔۔۔۔۔ کون بڑے گیٹ سے باہر نکل کر گیا ہے۔"
 "بجرنگی مہاراج تھے۔"
 "کہاں گئے ہیں۔۔۔۔۔ کیا مندر۔۔۔۔۔؟"
 "ہاں، کہہ رہے تھے وہیں سے آگے چلے جائیں گے۔"
 "آگے کہاں؟"
 "ارے یہ ہمیں کیوں پتا تے وہ۔ رشی مٹی لوگ ہیں، جہاں بھگوان کا اشارہ ہوگا وہیں گئے
 ہوں گے۔"
 "یہ ماننے والی بات ہے کہ بہت بڑے سادھو تھے۔ سرن کو نیا جیون دینا انہیں کا کام تھا۔"
 "ست رانی کے بارے میں سوچتا ہوں تو بڑا عجیب لگتا ہے۔۔۔ گھر کی عورتوں تک نے اس
 کی چٹل نہیں دیکھی۔"
 "سچ کچ۔۔۔ وہ بڑی مہان تھی۔ میں نے تو اس کی آنکھیں دیکھی تھیں بھگوان کی سوگند اتنی سندر
 آنکھیں کسی نے نہ دیکھی ہوں گی۔ میں تو ایک ہی بات کہتا ہوں۔ وہ آکاش سے اترے اور
 آکاش پر ہی واپس چلے گئے ہوں گے۔"
 "دونوں باپ بیٹے اسی طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک اندر سے بھیا تک شور کی آواز
 زنجیری اور دونوں اچھل پڑے۔
 "یہ کیا ہوا۔۔۔۔۔ یہ کون چیخ رہا ہے۔" دوار کا تاحہ یہ کہتا ہوا اندر بھاگا۔ بڑا بیٹا بھی پیچھے پیچھے
 تھا۔ گھر کے سارے لوگ سرن کے کمرے کے دروازے پر جمع تھے۔ کچھ کمرے کے اندر تھے اور
 سب ایک ہی رائگ الاپ رہے تھے۔

"سرن سرن۔۔۔۔۔ سرن سرن۔"
 دوار کا تاحہ کا پورا بدن لرز گیا۔ جو آوازیں اس نے سنی تھیں، دن کے الفاظ کا قاطل فہم تھے۔
 اس کے تہ متوجہ گئے لیکن اس کا بیٹا غراب سے اندر داخل ہو گیا۔
 اندر سدھا، دوار کا تاحہ کی دھرم پتی اور کچھ لوگ موجود تھے۔ سامنے خوبصورت مسبری،
 سرن سبے سادہ پڑی تھی، اس کا چہرہ گہرا نیلا ہو رہا تھا، ہاتھ، پاؤں کا بھی وہی رنگ تھا، سانسوں کی
 آمد و رفت کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔
 "کیا ہوا۔۔۔۔۔ کیا کہو اس کر رہے ہو تم لوگ؟" دوار کا تاحہ کے بیٹے نے بدحواسی سے کہا اور
 بھاگ کر سرن کے پاس پہنچ گیا۔
 "کیا ہو گیا اے۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو گیا؟" وہ سرن پر جھک گیا۔ اس نے سرن کا بازو پکڑ
 کر جھنجھوڑا۔
 "سرن! میری بہن! یہ کیا ہو گیا؟"
 اچانک اسے محسوس ہوا کہ اس کی انگلیاں سرن کے بازو میں پھنس چکی ہیں۔ سرن کا
 بدن نرم و نازک اور ملائم ضرور تھا لیکن یہ کیفیت کچھ اور تھی۔ یہ تو گوشت کے ٹکٹے کا احساس تھا۔
 اس نے جلدی سے بازو چھوڑ دیا اور قہقہے سے اسے دیکھنے لگا۔ سرن کا نیلا چہرہ تو اس
 بات کا احساس دلا رہا تھا کہ اس پر کسی زہر کا اثر ہوا ہے لیکن یہ زہر اتنا خطرناک ہے کہ اس کا
 بدن گلا دیا تھا۔
 "بجرنگی مہاراج کو بلاؤ!"
 "وہ تو پہلے گئے۔"
 "کیا اس نے خود اپنے ہاتھوں سے زہر کھایا ہے؟"
 "ایسا زہر کہاں سے آیا جو بدن ہی گلا دے؟"
 یہ انوکھی سبت تھی، جس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا جا سکا کہ وہ کس طرح واقع
 ہوئی کیونکہ بعد میں اس کی تصدیق ہوئی کہ سرن کے پورے بدن پر کسی کے کائے کا کوئی نشان
 نہیں تھا۔
 اپنے خور پر جوئی، بجرنگی کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کی مٹی لیکن اس کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا
 جگہ جوگی بجرنگی اس وقت ایک ذین میں بیٹھا باہر کے مناظر دیکھنے میں مگن تھا۔
 ست رانی اس کے پاس بیٹھی خود بھی ان مناظر میں مگن تھی اور سامنے کی سیٹ پر بیٹھا نوجوان
 پڑھتی تھا لگا ہوں سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا اور اس کے دل میں اس وقت سب سے بڑی

ہو جاتی تھیں۔ ست رانی کا بھد سے قسم کے نقابوں میں چھپا ہوا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ بھرتی نے سوچا کہ اب اس کے چہرے سے نقاب ہٹا جائے لیکن ہر سر عام اسے بے شمار لوگوں کے سامنے بھی نہیں آنا چاہئے اس کی آنکھوں کا سحر اور اس کے حسن کا جاوید ایک عالم کو دھوکہ دے گا۔ دوست رانی کی شکل و صورت اور اس کے چلنے کے بارے میں مسلسل سوچتا رہتا تھا۔ ہوٹل میں آنکر اس نے دینر زون وغیرہ کو ہدایت کر دی تھی کہ دستک دیئے بغیر اندر نہ آئیں۔ خود ست رانی اپنا چہرہ ڈھکنے پریشان ہو چکی تھی اور اس نے بھرتی سے کہا بھی تھا۔

"بابا! یہ تم نے مجھ اس طرح چھپا کیوں دیا ہے؟ مجھے اس سے اچھٹن ہوتی ہے میرے پریشان ہو گئی ہوں، مجھے میرا چہرہ دکھانے کی آئینہ دو۔"

"تمہوڑا سارے ست رانی! بس تمہوڑا سارے، اس کے بعد میں تمہارا چہرہ دکھول دوں گا، تمہارا چہرہ مت کرو۔"

تین دن تک بھرتی اسے مختلف طریقوں سے ہوٹل اور باہر کی دنیا کے بارے میں بتاتا رہا۔ اس نے ہوٹل کی کھڑکی سے باہر چلتے پھرتے لوگ بھی دکھائے، ان میں عورتیں، مرد بھی تھے۔ اسے بتاتا رہا کہ دنیا میں رہنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔ تیسرے دن اس نے کہا۔

"میں آج باہر جاؤں گا ست رانی! تم کسی قسم کی فکر مت کرنا، کھانے پینے کی چیزیں میری پاس چھوڑ دے جا رہا ہوں، وہ تم استعمال کر سکتی ہو، آرام سے رہنا، اپنا کام کر کے میں واپس آ جاؤں گا۔"

ست رانی نے مطمئن انداز میں گریبان ہلا دی تھی۔ "ٹھیک ہے بابا!" بھرتی تیار ہو کر باہر نکل گیا۔ آج پھر اسے اپنا حلیہ تبدیل کرنا تھا اور اس کے لئے تھوڑی سی خریداری کرنی تھی اس کے بازاروں میں کرنی تھی۔

ست رانی کمرے میں تمہارا دھمکی۔ وہ کھڑکی جہاں سے باہر کے مناظر دیکھ سکتی تھی۔ کھول کر اس کے سامنے بیٹھ گئی اور سامنے سڑک اور دکانوں پر چلتی پھرتی چھوٹی کود کھینچنے لگی۔ بھرتی کو گھٹے ہوئے دو یا تین گھنٹے گزرے ہوں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس طرف سے دستک دینے والوں کو اس نے کئی بار آتے جاتے دیکھا تھا۔ وہ یہی سمجھی کہ انہی جیسا کوئی ہوگا چنانچہ وہ دروازہ کھولنے چلی گئی لیکن دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک بلکا سا شہنا سا چہرہ اپنے سامنے پایا اور ایک لمحے کے اندر اندر اسے یاد آ گیا کہ یہ وہی مرد تھا جس نے زمین میں اس کے ساتھ سفر کیا تھا اور وہ سامنے والی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت وہ چہرہ دکھولے ہوئے تھی اور اسے احساس بھی نہیں

رہ گیا تھا۔

وہ اس طرح آنکھیں پھاڑے ست رانی کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ ست رانی چنگی اور پھر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس وقت نوجوان بھی ہوش میں آ گیا، اس نے دو قدم اندر دیکھے اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ ست رانی کے انداز میں کسی طرح کا خوف نہیں تھا۔

نوجوان نے سنبھل کر کہا۔ "مجھے وحال کرنا، میں اس طرح اندر آ گیا، اصل میں وہ چاہا ہی جو تمہارا سر تھا تھے، ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے بازار میں ملے تھے، وہ کوئی چیز خرید رہے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں بلا کر لے آؤں اور ان کے پاس پہنچا دوں، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو دریل میں سفر کے وقت میں انہیں ملا تھا، میرا نام بلیمیر ہے، آؤ تم میرے ساتھ چلو، میں تمہیں ان کے پاس لے جتا ہوں۔"

ست رانی نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ بلیمیر ساتھ ایک گھڑا ہوا نوجوان تھا، ایک دولت مند باپ کا بیٹا تھا جس نے زندگی کا آغاز برائوں سے کیا تھا۔ باپ ایک ہرنس میں تھا، مہاجر تھا اس کا نام تھا۔ مہاجر تھا اس کی حرم تھی مریچی تھی اور بلیمیر اس کی اکیلا ہی جی رہا تھا۔

نئے دوستوں کی صحبت میں وہ کالی گھڑا گیا تھا۔ شراب، جو اور دوسرے ایسے ہی کام اس کی زندگی کا حصہ بن گئے تھے۔

اس وقت وہ بلند شہر گیا ہوا تھا اور وہاں سے ریل کے ذریعے واپس آ رہا تھا کہ اس نے ست رانی کو دیکھا۔ یہ لڑکی اسے بہت عجیب محسوس ہوئی اس کے چہرے کے نقوش بے شک مچھے ہوئے تھے لیکن اس کی آنکھوں میں ایسی غلغلہ تھی کہ بلیمیر سکھ رہا ہو کر رہ گیا تھا۔

دریل کے سفر کے دوران پورے راستے وہ یہ کوشش کرتا رہا کہ کسی طرح ست رانی کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے، وہ اس کی صورت دیکھ لے لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا پھر جب لرین دلی کے اسٹیشن پر رکی اور وہ سب اتر گئے تو بلیمیر نا تھا بھی یہ نچے اتر گیا اور اس کے بعد اس نے بڑی کامیابی سے ہوٹل تک ان دونوں کا تعاقب کیا۔ لڑکی اسے اس قدر پسند آئی تھی کہ اس نے اس کے لئے سارے کام چھوڑ دیئے اور اپنے ایک دو دو باش دوستوں کو ہوٹل بلا لیا۔ اس نے اپنے دوست دیرینہ سے کہا کہ اسے ایک لڑکی اس قدر پسند آئی ہے کہ وہ اس کے لئے جان دینے کو تیار ہے۔

دیرینہ دھمکی نہ بولا۔ "یار! تیری ایک جان ہے جسے تو ہر ایک کو دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔"

”میں مذاق نہیں کر رہا، تمہیں میرا کام دینا ہوگا۔“

”یوں کیا کام ہے؟“

”میں اس وقت تک دینا نہیں چاہتا جب تک کہ میں اس کے ساتھی کو اسے چھوڑ کر باہر نکلتے ہوئے نہ دیکھ لوں، اگر وہ اس کے ساتھ ہوا تب بھی میں کوشش کروں گا کہ نزدیکی کو راستے سے اغوا کر سکوں اور سب سے اچھی بات یہ ہوگی کہ وہ اسے چھوڑ کر باہر نکلتا ہوگا، میرے دوست؟ تجھے یہاں گاڑی لے کر میرے ساتھ انتظار کرنا ہوگا۔“

”اور یہ انتظار ہوگا کتنا لمبا...؟“

”کچھ نہیں کہا جاسکتا، بلیر نے کہا۔“

دیرینہ نے دوستی نہائی اور بلیر کے ساتھ غویل انتظار کیا۔ آخر کار بلیر کے دل کی مرہم پوری ہو گئی۔ اس نے جوئی بھرتی کو ہوش سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور پھر خود اس کے پیچھے چل پڑا۔ بھرتی کو ہوش سے نوٹی ایک فریاد نکلی اور چھوڑ کر وہ واپس پلٹا۔ بھرتی پیچھے پیدل جا رہا تھا لیکن اندازہ نہ کیا تھا کہ اس کی فوری واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے، چنانچہ وہ واپس پلٹا اور کار میں بیٹھے اپنے دوست دیرینہ کے پاس پہنچ گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولے، دیرینہ بول پڑا۔ ”میں دو مہاشے تھے جن کے بچے ہونے کا تم انتظار کر رہے تھے۔“

”ہاں! گاڑی کی چابی مجھے دیدی۔“ بلیر نے کہا اور دیرینہ نے نیچے اتر کر چابی اسے سونپ دی۔ ”نکسی طرح کوئی خطرہ ہو تو میں نکسی میں تمہارا پیچھا کروں؟“ دیرینہ نے پیشکش کی۔

”اول تو اس کی بات نہیں ہے اور اگر ہوئی تو تمہارا دوست کمزور نہیں ہے، تمہارا شکر یہ! بلیر نے کہا اور گاڑی لے کر آگے بڑھ گیا۔

سیدھی سادگی ست رانی کو اس نے آسانی سے دھوکا دے کر اپنی چابی میں پھنسا لیا۔ ست رانی اس کے ساتھ باہر نکل آئی اور میدان سے قدموں سے پھٹی ہوئی گاڑی کے قریب آ گئی۔ رازہ کھنرے ہوئے دیرینہ نے اسے دیکھا تو ہل میں سوچا کہ واقعی بلیر کی بڑائی سبب نہیں تھی۔ بلیر نے دروازہ کھول کر اسے پلٹنے کا اشارہ کیا تو وہ دھیرے دھیرے گریو۔

”اب یہ خود بھانگے گی؟“

”اوپر؟“ بلیر حیرت سے بولا۔

”تو کبھی کار میں نہیں بیٹھیں؟“

ست رانی نے معصومیت سے گردن ہلا دی اور بلیر حیرت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے

دش کیا

اندھ بٹھا کر خود اسٹیرنگ پر جا بیٹھا۔ ست رانی کی ایک ایک ادا پر اسے پیار آ رہا تھا۔ یہ جنگل کا پھول اس کے لئے ایک انوکھا تجربہ تھا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”ست رانی! وہ سادگی سے بولی۔

”وہ کیا خوبصورت نام ہے ست رانی... لگتا ہے خوشبودار پھولوں کا کوئی پار ہو۔“

”بابا بھرتی کہاں ہیں، وہ مجھے کیوں بلارہے ہیں؟“ ست رانی نے پوچھا۔

”تم پہلی بار دہلی آئی ہو؟“

”دہلی کیا...؟“ وہ بدستور سادگی سے بولی۔

”اوپر والی گاڑی تم یہ بھی نہیں جانتیں، تم کہاں رہتی تھیں؟“

”مندر مش۔“

”میرا مطلب ہے کون سے شہر ہیں؟“

”پتہ نہیں کیا بول رہے ہو، مجھے کچھ معلوم نہیں۔“

”میں تو تمہاری سندھ رہا ہے مگر تم نے میرے پارے میں کچھ نہیں پوچھا؟“

”تم بہت باتیں کر رہے ہو، بابا بھرتی کہاں ہیں...؟“

”وہ بھی ایسی ہی گاڑی میں بیٹھ کر گئے ہیں، ابھی یہاں سے بہت دور ہیں، تم فکر مت کرو، میں تمہیں انہی کے پاس لے جا رہا ہوں۔“ بلیر نے کہا۔

وہاں سے شہر سے دور کوئلہ نالی جگہ لے جا رہا تھا جہاں سے کچھ فاصلے پر انگریزوں کے رہائے

کا ایک ڈاک بنگلہ تھا۔ یہ ڈاک بنگلہ آسب زدہ بھلا تھا لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی، اسے بلیر جیسے

آوارہ مزاج اوباش نوجوانوں نے آسب زدہ مشہور کر رکھا تھا تا کہ عام لوگ اس سے دور رہیں۔

سفر جاری رہا۔ ست رانی باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی اس کے دل میں خوف کا

کوئی گزر نہیں تھا، اسے کبھی ایسے واقعات کا سامنا نہیں کرنا تھا جن میں خوف کا کوئی گزر ہو اس

لئے وہ اس وقت بھی خوف زدہ نہیں تھی اور یہ اس کی معصومیت تھی کہ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ بھرتی

واقعی دور نہیں گیا ہوگا کہ اس تک پہنچنے کے لیے اتنا لمبا سفر کرنا پڑے۔

آخر کار یہ سفر ختم ہوا اور ست رانی نے کار روکنے کے بعد چاروں طرف دیکھا۔

”یہ تو بڑی اچھی جگہ ہے، ایسی ہی جگہ میں رہتی تھی۔“

”تمہیں اچھی لگتی ہے جگہ...؟“

”ہاں، یہاں پر گولڈے بھی ہوں گے؟“

دش کنیا

"پڑاوت۔۔۔؟ کیا دوستہ ہیں؟" بلیر نے پوچھا لیکن ست رانی اس کی بات کا جواب دینے بلیر چاروں طرف دیکھتی رہی۔

بلیر نے اس کو بازو پکڑ کر کہا۔ "آؤ۔۔۔ اندر چلو۔"

"جو جی بابا کہاں ہیں؟" ست رانی نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہیں لے کر یہاں پہنچوں، وہ ابھی تھوڑی دیر میں یہاں

آنے والے ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گی۔" بلیر نے کہا اور ست رانی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

پھر نے اس کا بازو ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔

"میرا بازو چھوڑو" ست رانی نے سہمہ سجھ میں کہا۔

"میری بات سنو، تمہیں یہ بتا رہی ہیں، میں تمہارے ساتھ مل کر رہا تھا۔"

"میرا بازو چھوڑو، میری بات نہیں مانی تم نے؟" اس بار ست رانی کا لہجہ سخت تھا۔

"پھولوں کی رانی ست رانی۔۔۔ امیرانا بلیر ہے، جس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہوں، آسانی سے

نہیں چھوڑے گا۔ یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔" بلیر نے اس کے بازو پر اپنی گرفت سخت کرتے

ہوئے کہا اور ست رانی بازو چھڑانے کے لیے زور لگانے لگی۔

بلیر واقعی کی قوتور تھا اور اس کے ہاتھ کی گرفت سب حد سخت تھی۔ ست رانی بازو چھڑانے

کا کامیاب نہ ہو سکی تو اس نے گروہن بھگ کر بلیر کی کابلی میں دانت کاڑ دیا۔

بلیر کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی اور اس نے ست رانی کا بازو چھوڑ دیا۔ پھر وہ اس

نہایت سے دوڑے ہوئے۔ "تم جتنی ہی زندگی بڑکیوں کو۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً اس کی

کانٹائی میں ایک ٹیس اٹھی اور دھڑکنے لگی۔ یہ ٹیس اس کے پورے بازو میں پھیل گئی، پھر بازو سے

نکلنے لگی اور پھر کندھے سے سینے میں۔۔۔

"تیرا استیلا اس۔۔۔ کیا تیرے دانتوں میں سانپ کا زہر ہے، آف! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وردان قدر برق رفتاری سے اس کے پورے اندر میں پھیلتا جا رہا تھا کہ ایک لمحے کے بعد

اس کا سارا بدن پسینا ٹپکنے لگا۔ شدید ترین درد کی شدت نے اسے اپنے آپ کو قابو پانا مشکل ہو رہا

تھا۔ اس کے سینے بے جا ہلنے پھلنے لگے اور وہ کھڑا نہ رہا۔

پہلے وہ زمین پر بیٹھا پھر لیٹ گیا۔ اس کا سانس کھٹکھٹا لگا اور پتھوڑوں میں اس کے ہاتھ

جون سپ

ست رانی ایک طرف کمرے کی ٹھیکلی ٹھکڑوں سے اسے دیکھتی تھی پھر اس نے بلیر کے جسم کو

دھکا دیا۔

"چلو نہیں، جرجی بابا ابھی تک یہاں نہیں آئے۔" ست رانی کے منہ سے نکلا اور وہ پویشانی

سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر اسے سامنے بائیں دروازے کی جانب چل پڑی۔ ڈاک بنگلہ

کافی دیر ان علاقے میں تھا، اس تک آنے کے لئے سڑک نہیں تھی بلکہ سڑک کافی دور سے گزرتی

تھی اور وہاں سے ایک کچے راستے پر سفر کر کے یہاں تک آنا پڑتا تھا کیونکہ یہ جگہ کچھ لوگوں کی

کوششوں سے آسپ زور ہو رہی تھی اس لئے اسے آج اور رفت بھی مل رہی تھی۔

ست رانی ڈاک بنگلے سے باہر نکل آئی اور پویشانی ٹھکڑوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اب

بھی اس کی چھوٹی سی حلق میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جرجی نے اسے یہاں نہیں بلکہ بلیر

اسے دھکا دے کر یہاں لایا تھا۔ بلیر ان کی مخالفت سے اس کا ہاتھ نہ پکڑتا تو ست رانی شاید اس

کی کلائی میں کانٹے کی کوشش بھی نہ کرتی۔ اپنی تباہ کاریوں سے بے خبر اس نے سبب اپنا بازو

چھڑانے کے لئے بلیر کی کلائی میں کھانا تھا اور جبر زور دیتی ہے کہ وہ یہ دیکھتا تھا۔

باہر نکل کر وہ پویشانی دونوں آگے بڑھی۔ "بابا جرجی ابھی کبھی پاگل ہو جاتا ہے، مجھے یہاں

دلانے کی کیا ضرورت تھی اور اب باڈیا ہے تو خود کہاں چلا گیا۔" اس کی نظریں اس کے کمرے کی کار پر

پڑی۔ یہ جتنی اسے بہت مزے کی تھی اور اس میں بیٹھ کر تیز رفتاری سے سفر کرنا تو اسے بہت ہی

پسند آیا تھا۔

اد آگے بڑھی اور کار کے قریب پہنچ گئی پھر اس نے اپنے تجربے کی بنا پر کار کا دروازہ کھولا

اور اسٹیرنگ کے چپے چبھ گئی اور اس کے بعد وہ باہر پاراسٹیرنگ پر ہاتھ دے گئی، اپنے بدن کو

کھینچنے لگی۔ غائبانہ دایہ طرح واپسی کا سفر، پویشانی تھی جس طرح بلیر اسے ملے کر یہاں تک

لایا تھا۔ بہت دیر تک وہ اس کوشش میں مصروف رہی کہ کار پہیلنے کی طرح آگے بڑھ جائے پھر رفت

سے اسے واپسی ہونے لگی۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ وہ تھک رہا تھا کہ کار سے نیچے اتر آئی اور اس کے کھٹے ہونے کو وہ اسے

دل دور درازات پر کے اسے نہ کر دیا۔ اس کے بعد گہری مناس سے لکڑی اور ہاتھ دیکھنے لگی اور پھر

اس سے آگے بڑھ گئی۔ راستے کا کوئی تعین نہیں تھا، کدھر جا رہے ہیں، بس ایک سمت چلنی پڑی۔

بلیر سے چھوڑ کر وہ رفت چاروں طرف مھرے ہوئے تھے، زمین ٹپکنا شروع تھی۔

دش کنیا

جانی تھی خرضیکہ وہ چلتی رہی، اور سورج آسمان کی جانب بلند ہوتا رہا۔ وہ سینے سے تر ہوئی تھی۔
شکس اٹھ ہوتی چار ہی تھی اور بھوک بھی لگ رہی تھی اسے رہ کر بھرتی پر غصہ آ رہا تھا۔

چلتے چلتے دھیری طرح تھک گئی۔ اب اس سے آگے نہیں بڑھا جا رہا تھا، تھوڑے فاصلے پر
اوپر اوپر کھینچے درخت نظر آ رہے تھے جن کے نیچے چھاؤں تھی، وہ ایک درخت کی جانب بڑھ
گئی اور یہاں پہنچ کر درخت کی تنہی چھاؤں میں بیٹھ گئی۔ مزید تھکن محسوس ہوئی تو درخت کی نیچے
کی جڑ میں سر رکھ لیٹ گئی اور آنکھیں بند کئے یہ سوچ رہی تھی کہ اب بابا بھرتی کو کہاں تلاش کرے۔

اسی دوران ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ دو دیہاتی جو پیدل سفر کرتے ہوئے غالہا شہر
بارہ تھے، ادھر تہہ رہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو جن، بھوتوں کی کہانیاں سن رہے تھے۔
ایک نے دوسرے سے کہا: "بھائی! اوپر میں تمہیں معلوم ہے کہ چرباؤ لے ایسے راستوں پر
ٹھوکتے پھرتے ہیں وہ ٹرو کے ٹوکوں کی شکل میں چکر کھاتے ہوئے سفر کرتے ہیں اگر کوئی ان
کے پیچ آ جائے تو یوں سمجھ لو کہ بس وہ انہیں اڑا لے جاتے ہیں۔"

"میری راوی کہا کرتی ہیں کہ ایسی جگہوں پر بھوت اور چڑیلیں بھی ملتی ہیں بلکہ وہ میرے
دادا کا ایک قصہ سناتی ہیں کہ ایک وفد دادا جنگل میں جا رہے تھے، انہیں پیاس لگی تو ایک ایسے ہی
گھنے درخت کے نیچے رک گئے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔" دیہاتی نے اس درخت کی طرف اشارہ
کیا جہاں ست رانی بیٹھ ہوئی تھی۔ وہ دونوں درخت کے قریب پہنچے۔

دوسرے نے پوچھا: "پھر کیا ہوا؟"

"بس جی پھر انہیں ایک چڑیل نظر آ گئی اور درخت کے نیچے لیٹی ہوئی تھی، اتنی سندر، اتنی
سندر کہ دادا جی تو اس کی شکل دیکھتے ہی اس سے پریم کرنے لگے، پر...!..." دیہاتی نے اتنا ہی کہا
تھا کہ اسے ست رانی کے پاؤں نظر آئے۔ اتنے خوبصورت پاؤں اس نے کبھی خوابوں میں بھی
نہیں دیکھے تھے۔ اس کی آنکھیں پھل گئیں۔ اس نے اپنے ساتھی کا بازو پکڑ لیا اور ساتھی بولا۔
"اب کیا دادا جی کی طرح تجھے بھی چڑیل مل گئی؟"

لیکن دیہاتی کے دونوں گال پھول گئے تھے، اس کی آنکھیں گول ہو گئی تھیں۔ منہ سے قوں
قوں کی آواز نکالتے ہوئے وہ اپنے ساتھی کے بازو کو شہ کے مارنے لگا تو ساتھی نے کہا: "یار
پوری کہانی تو سنا، پھر کیا ہوا؟"

"میں گوں... گوں گوں... گوں گوں..." دیہاتی نے اپنے ساتھی کو ست رانی کے
چہروں کی طرف متوجہ کیا اور اب اس نے بھی وہ پاؤں دیکھ لئے اور تھک کر رک گیا۔

ست رانی کو ان دونوں کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دے گئی تو وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ

دش کنیا

گئی۔ اس نے سوچا کہ کوئی ادھر آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بابا بھرتی ہو۔ چنانچہ دوسرے سے کہنے دو
کھڑی ہو گئی اور پھر اس نے ان دونوں دیہاتیوں کو دیکھ لیا اور بولی۔
"سنو امیری بات سنو؟"

دونوں دیہاتیوں کے حلق سے دلخراش جھنکٹیں نکلیں اور اس کے بعد انہوں نے دوڑ لگا دی۔

"ارے بے وقوف! میری بات سنو... سنو...!..." ست رانی ان کے پیچھے بھاگنے لگی۔

ایک دیہاتی نے دوسرے سے کہا: "ابے بھائ! پیچھے آ رہی ہے، پکڑ لیا تو مجھے بڑا کام
سے!..." دونوں پوری قوت سے دوڑنے لگے۔ ست رانی تو پہلے ہی تھکن اور بھوک سے مڈ حاصل
ہو رہی تھی اس نے زیادہ ان کا پیچھا نہیں کیا اور دیہاتوں کی طرح دوڑتے ہوئے کہیں سے
کہیں نکل گئے۔

ست رانی غصیلی ٹکاہوں سے انہیں دیکھتی رہی اور اس کے بعد وہ اپنی درخت کے نیچے
آ گئی کیونکہ دھوپ بہت تیز تھی۔ اب وہ پریشان ہونے لگی تھی۔ کیا کروں اور کیا نہ کروں، یہ تو بڑی
مشکل ہو گئی، پتہ نہیں وہ پاپی مجھے دھوکا دے کر کیوں لایا تھا، اب میں بابا بھرتی کو کہاں تلاش
کروں۔ انہی سوچوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ چائیک درخت سے اسے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ یہ وہ
پرندوں کی آوازیں تھیں جو اسی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس ویرانی
میں کچھ نہیں پید ہوئی کہاں سے آ گئی ہے، کتنی دھوپ ہو رہی ہے اس وقت!

ست رانی چونک کر بیٹھ گئی پھر اس کے منہ سے ایک عجیب و غریب آواز نکل۔ کچھ ہی لمحوں
کے بعد درخت پر بیٹھے ہوئے دو پرندے پھدکتے ہوئے نیچے آئے اور ست رانی سے ہاتھ فاصلے پر
بیٹھ گئے۔ انہوں نے کچھ آوازیں منہ سے نکالیں تو ست رانی نے بھی ان کی آوازیں کا جواب دیا
اور اب اس کے چہرے پر ہلکی سی خوشی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

دونوں پرندے بھی اس سے مانوس نظر آ رہے تھے۔ ست رانی اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ ہوئی
تو پرندوں نے بھی زمین پر پاؤں دبا کر فضا میں چھلانگ لگائی اور ست رانی سے صرف چند گز آگے
آہستہ آہستہ فضا میں پرواز کرنے لگے۔ زمین کے رہنے والے اس منظر کو دیکھتے تو اسے نہ جانے کیا
قرارد پتے لیکن کچھ بھی تھا کہ پرندے ست رانی کی رہنمائی کر رہے تھے اور ست رانی انہیں دیکھ کر
سکھ گئے کا سفر کر رہی تھی۔

زیادہ دیر نہیں گزر رہی تھی کہ وہ کئی سڑک نظر آ گئی جس سے گاڑیاں گزرتی رہتی تھیں۔

پتہ نہیں یہ راستہ کہاں جاتا تھا لیکن پرندے مسلسل ست رانی کی رہنمائی کر رہے تھے وہ

کئی منہ سے آوازیں نکالتی اور ان سے باتیں کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

دش کنیا

لکشمی ہے، تو اتارے بھاگ بدل دے گی، کانتی کے سامنے تو یہی کہے گی، کانتی میری دھرم چٹی ہے، بڑی ٹکٹ ہے، دو جو بھی کہے، تو اس کی چننا مت کرنا، کیا لکھی، کیا تھا میرا پتا.....؟

”وہ... مگر مجھے یہ تو بتا دو پتا کیا ہوتا ہے۔“

”اری باؤلی! پتا ہوتا ہے، بس کافی ہے اور تو لکشمی ہے، مٹی کو ہاتھ لگاتی ہے تو سونا ہو جاتی ہے۔“

”کیا ہو جاتی ہے...؟“ ست رانی نے پوچھا۔

”ارے دیادے دیا... بڑی مشکل ہوئی یہ تو پر میں اسے چھوڑ بھی تو نہیں سکا، چلو جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔“

☆...☆...☆

اس نے ست رانی کے لئے بہت سے لباس خریدے تھے۔ جوتے خریدے تھے۔ اسے خود احساس تھا کہ جو کپڑا اس نے ست رانی کے چہرے کے گرد لپیٹ رکھا ہے وہ بڑا مشکوک سا ہے اور دیکھنے والے اسے دیکھ کر نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے۔ اب اس کا چہرہ سامنے آئے تو کم از کم اس کے لباس بھی بہتر ہونے چاہئیں۔

لینین جب وہ ہوٹل میں داخل ہو کر اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچا تو اس کا دل دھک سے رو گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا، جو ہونا نہیں چاہیے تھا کیونکہ وہ ست رانی کو انہی طرح سمجھا کر گیا تھا۔ اندر داخل ہوا تو ست رانی موجود نہیں تھی۔ پہلے کمرے میں دیکھا، غسل خانہ، وغیرہ چیک کیا پھر باہر نکل آیا۔ کچھ لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا لیکن کچھ پتہ نہیں چلا۔ واپس کمرے میں آیا اور سر پہن کر بیٹھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ست رانی کہاں گئی؟ اب کیا کروں، اسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا، غلطی ہوئی تھی۔ وہ معصوم ہی لڑکی سمجھ بھی کر سکتی تھی۔ ہوٹل سے باہر نکل آیا اور ایک ایک سے ست رانی کے بارے میں پوچھنے لگا، کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔

راویہ کا ایک بار پھر گم ہو گئی تھی۔ اب وہ دروازہ کھول کر تلاش کیا جانے سب بیکار ہو گیا تھا۔ گرو جی نے شیش ٹاگ جگانے کے لیے کہا تھا، برسوں جا پ کیا تھا مگر سنی کا سانپ شس سے سس نہیں ہوا تھا۔ ست رانی، دش کنیا تھی، اس سے کچھ آسن بندھی تھی کہ ویسپ تھا کر اور گرہن سنگھ سے بدلے لے کر، راویہ کا ٹی تلاش میں بھی ست رانی سے مدد لے گا لیکن ایک ذرا سی بھول...!

ست رانی ایک وقت کا تھیں کرتا ہوں، اُترتو نہ ملی، مگر راویہ کا پتہ نہ چلا تو پھر یہ سنسار دیکھ گھا کہ اکیلا ارجن سنگھ کس طرح ان دونوں خاندانوں کے لیے راکھشش بن جاتا ہے، ایک

لگا دوں گاں پور سے سنسار میں!

نصیر کانتی کا بھی نہیں تھا۔ اس دور میں جتنے بھی مسئلہ ظہم لیتے ہیں، مائی سائنات بہتر نہ ہونے سے لیتے ہیں۔ یہ گھرانہ بھی ان ہی بے کسی کا شکار تھا۔ کو پا چھوٹی سی غریب بستی تھی۔ غریبوں کا پتہ بہار ہونے کا حق بھی نہیں ہوتا، دینا ہوتے بھی ہیں تو خود غریب ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی کو پتہ ہو کہ وہی مشکل پیش آ جائے تو یہ جی ہو جو تھے جن کی جڑی بوٹیوں کبھی کبھی کام نہ جاتی تھیں۔ اس پاس کی بستیوں میں بندہ سے پھوڑ رکھے تھے جو خاندانی رپہ تیر تھہ رام تریدی کی جھوٹی چٹی تحریکوں کے پلہ باندھے۔ بے تھے اور اس طرح کبھی کبھی تریدی جی کو دوسری بستیوں کے تیار بھی مل جاتے تھے اس کے ہا وجود آمدنی اتنی نہیں تھی کہ بچیوں کے شادی بیاہ کے بارے میں سوچ سکتے۔

پریشان تو وہ بھی تھے ان حالات سے لیکن کانتی کی دن رات رنجش راتی تھیں۔ بیٹیاں تھیں کہ کسی بھی مشکل کو خاطر میں لائے بغیر صحت مند اور توانا تھیں، وہ دال، روٹی کھا کر بھی خوبصورت تندرست ہو رہی تھیں، ان کے چہرے بال گلابی تھے اور گلابوں سے جیسے خون نکلتا تھا حالانکہ ست رانی کی اپنی ذاتی پکانتی بریوی اور چارغ پا بولی تھی اور اکثر کبھی چٹکتی رہتی تھی۔

”تیرا ستیا مان! مسکڑی تھی رانی! یہ تیرے جمولا جمولا لئے کی عمر ہے، بھگوان کرے رسی ٹوٹ جائے اور تو نہ رے سنی بھروڑ ورجا کر، ایسی گودے کہ پھر اٹھ نہ سکے، حق بار کہہ چکی ہوں کہ اب دل چڑھا دے، تھوڑی ہی دیر میں سب کے پیٹوں میں سناک اُٹھے گی اماں! روٹی رو، ماما جی روٹی رو...! بڑا دکھوا کر پڑا ہے سنگھ میں تھوڑی دیر میں وہ دلچسپی آتے ہوں گے، جنگ دہشت کر آتے ہی بولیں گے کانتی! روٹی لگا دے، بڑی بھوک لگ رہی ہے، چلو کھا، روٹی! اسے کہاں سے لگا دوں، مارے میں کبھی ہوں اترتی ہے جمولے سے کہ اُٹھو لکڑی؟“

”یوں تو ہمیں عادت نہیں ہے زیادہ بولنے کی، پر تمہیں سمجھانے کے لئے بول رہے ہیں ماما جی! اگر ہم نچو لے سے نہ رے بھی تو میں بھروڑ کیسے جا کر کریں گے، سامنے تو دیوار ہے، اسی سے ٹکرا کر نہ پڑیں گے پھر تم پوچھو گی کہ سنٹی ٹو نے اتنی لمبی پیٹنگ کیوں کی اور ہم...! اگر کنتی نے ”سنگھ“ کی سنٹی کے ڈائلاگ اسی کی آواز میں بولے تو کانتی بریوی دوزی نکڑی اُٹھانے، سنٹی کے جمولے سے چھانٹ لگائی۔

کانتی دیوی نے سلی لکڑی اٹھائی تو پہلی زو بھٹک گئی۔

”اور یہ کڑی دیکھو، ٹٹے ہے جو پڑ سے نکال کر لائے ہیں، تمہیں آکھ بھر کر نہ دیکھا کہ جو چیز پیسے سے خریدا رہے ہیں، وہ غریب سے بھی یا نہیں۔ لوٹ ویسے تو دیدی جی، دیدی کریں جی، اپر چھانٹا لگانے سے نوٹی باز نہ آوے، اب بھگوان کی لکڑیوں سے چوب۔...! میں کنتی ہوں ان

ان کی، کہیں اور جا گھستے پڑ جائے گا لک لکے ان تریشیوں کے منہ پر جو بڑی تلاش میں میرے تھے۔
مگر آہ میرے تھے اور متیلا اس ہوا ان کا جنہوں نے آنکھیں بند کر کے انہیں میرے پلو سے باندھ کر
پھیرے کر دیئے کہ تن پر ہے تو پیٹ میں نہیں اور پیٹ میں ہے تو تن ڈھکنے کو کچھ نہیں... ارے
کہاں مرنی تو رکھیں...؟

"ما جانے اڑے سے دال نکال رہی ہوں۔"

"بے بھی پائیں...؟"

"ہے۔" تریشی نے جواب دیا اور کانتی جو لمبے کے پاس رسوئی میں جا بیٹھی۔

کنڑیاں سچ سچ گیلی تھیں۔ مگر بھر میں دھواں پھیل گیا۔ ادھر تریدی مہاراج بھی کو پا پہنچا
مئے۔ تیل گاڑی ایک دوست کی تھی۔ جب بھی بڑی بوٹیوں کی تلاش میں جاتے تھے، اس سے تیل
گاڑی لے جاتے تھے، واپس آتے تو پہلے جھاڑ جھکارا تارتے پھر تیل گاڑی واپس کرنے جاتے،
اس کے بعد گھر میں داخل ہوتے مگر آج وہ گھر آ کر پہلے گھر کے دروازے پر آ پہنچے۔ انہوں نے
اپنے گھر کے ماحول کے بارے میں سٹ رانی کو بتایا پھر گھر کا دروازہ کھولا۔ سب سے پہلی نگاہ کانتی
پر پڑی تھی جس نے کسی نہ کسی طرح چوہا چلا لیا تھا۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا اور وہ زخموں سے
گہری سرخ اور دھندلائی ہوئی تھیں پھر بھی اس نے تریدی کو دیکھ لیا۔ اس سے پہلے کہ کچھ بولتی،
کانتی کی نظر سٹ رانی پر پڑی۔ پہلے تو آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ ساڑھی کا پلو پکڑ کر آنکھوں کو پونچھا
پھر چند قدم آگے بڑھی قریب آ کر سٹ رانی کو دیکھا پھر حیرت بھرے لہجے میں بولی۔

"یہ کون ہے؟"

"دو... دیوی کشمی!" تیرتھ رام تریدی کے حلق سے ڈری ڈری سی آواز نکلی۔

☆.....☆.....☆

کانتی دیوی اپنی طنز کرنے والی عادت سے باز نہیں آئی تھیں، کہنے لگیں۔

"آ کاش سٹہ اتری ہیں کیا؟"

"جی سمجھ لے، بھنگ بد لئے والے ہیں چارے۔ تم کیا دیکھ رہی ہو لڑکیو... سٹہ رانی
کے آرام کا بندوبست کرو۔"

لڑکیاں تو اسے دیکھ کر ہی قربان ہوئی جارہی تھیں۔ پدمنی نے آگے بڑھ کر سٹ رانی کا
ہاتھ پکڑ لیا۔

"آئی... تمہارا نام کشمی دیوی ہے یا سٹہ رانی۔"

"نام کیا ہوتا ہے۔" سٹہ رانی نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ چمکی اسے
عجب سے دیکھنے لگی۔

دوسری طرف کانتی دیوی کڑی نظروں سے تریدی کو دیکھ رہی تھیں۔

"کون ہے۔ کہاں سے لائے ہو، کب تک یہاں رہے گی؟"

"کیوں؟ دھرم بدل لیا ہے کیا تو نے اپنا۔ کشمی دیوی کا نام نہیں سنا کیا؟"

"نام تو سنا ہے۔ پر ہمارے بھاگ ایسے نہیں ہیں کہ کشمی دیوی ہمارے گھر پہنچا دیں۔"

"اپنے بھاگ کی بات کر، تو ہی جالو ہی ہے۔ اب میرا دل بچ خراب مت کر، کچھ کھانے

پینے کو دے، مجھے بھی اور اسے بھی، مگر عزت آبرو کے ساتھ۔ اور ہاں جیسٹ کو ذرا قابو میں رکھو۔"

اس سے پہلے کہ کانتی دیوی جنگ کا آغاز کریں دروازے کی زنجیر زور سے جلی ہو کر کانتی

دیوی تریدی جی کو گھورتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ تریدی جی موقع غیبت پانز اندر

چل پڑے۔

ادھر کانتی جی نے دروازہ کھولا تو ٹھٹھک گئیں۔ باہر بڑی سی سونر کے سامنے دو آبی کھڑے

ہوئے تھے۔

کانتی دیوی کو دیکھ کر ان میں سے ایک نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پر نام کیا اور بولا۔

”وہ جی بہار! کب نہیں ہیں؟“

”ہاں، کوئی بات ہے کی؟“ کانٹی دیوی نے کسی قدر خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

”جسٹ شہزادہ سے آئے ہیں۔ وید جی نے شاہ دربار میں رانا بھگوان دھماٹی کی دھم دیتی تھی کہ ملاج کیا تھا۔ دھمک دیکھیں۔ کاشی جی گئی تھیں۔ ہاں سے واپس آئی ہیں اور انہوں نے وید جی کے لئے ریکھ دھنا بھیج دئی ہے۔“

”میں وید جی کو بھیجتی ہوں۔“ کانٹی دیوی نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد تردیدی جی تپسی نکالے لہے پھدے اندر آئے، بچوں کے دو ٹوٹے اور منڈی کا خوب بڑا ٹکڑا ان کے ساتھ تھا۔

آئے ہالے چلے گئے تو انہوں نے نوٹوں کی بڑی گڈی کانٹی دیوی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”شرم، دو پلو بھر پانی میں ڈوب کر دیکھا تو نے نکشی آئی یا نہیں اب بھی اسے نکشی نہیں مانتے گی۔“

کانٹی دیوی نے پوری بات بھی نہیں سنی تھی۔ وہ تو ان نوٹوں کو بار بار گن رہی تھیں اور بھول رہی تھیں۔ خوشی کے مارے ان کے کان بند ہو گئے تھے۔

اس طرح ست رانی کی تقدیر نے اسے بہت سی فضول باتوں سے بچالیا اور اس کے دن رات آرام سے گزارنے لگے۔ لڑکیاں تو اس کی دیوانی ہو گئی تھیں اور یہ ان کی خوش نصیبی تھی کہ ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جو ان کی زندگی کے لیے خطرناک ہوتا۔ البتہ اب ست رانی کو کتنا بے امنہ راجہ پاپا بھگتی یاد آئے لگا تھا۔ نئی آنی چیزیں، نئے نئے لوگ دیکھ کر اور ان کے درمیان ریکر اسے بہت اچھا لگتا تھا لیکن آدم دیوی جی بھی اور سینے میں دل بھی تھا۔ وہ دل ہی کیا جس میں پیار نہ ہو۔ اس نے بیٹوں کی بھرتی کی آغوش میں سنبھالا تھا۔ پرندے، حشرات الارض اس کے دوست تھے۔ وہ دنیا ہی الگ تھی۔ فطرت نے اسے دوسرے انسانوں کو دیکھ کر خوشی کا احساس دیا تھا اور انہیں خوش نہیں تھی لیکن بھرتی سے بڑھ کر اسے بہت دن گزر گئے تھے۔

یونکہ ان کی تردیدی کے ہاں قدم رکھتے ہی بالکل اتفاق سے ایک جڑی رقم کانٹی دیوی کے ہاتھ آ گئی تھی اس لئے انہوں نے بھی اسے نکشی دیوی تسلیم کر لیا تھا اور نہ ست رانی کو بھڑکے ہوئے مشکل بات کا سامنا کرنا پڑتا۔

ابت نہ جانے کیوں جب بھی دوست رانی پر نکلیں ذاتیں انہوں نے ایک عجیب سا احساس سرور دیکھا تھا۔ ایک دن انہوں نے گھر کی چھت پر ایک الجھکا منظر دیکھا۔ وہ کوئی بیڑا

بٹھ گیا

بٹھ گیا پھیلائے چھت پر گئی تھیں، وہاں ست رانی پہلے سے موجود تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ بہت سی ست رانی کے سر کندھوں، بازوؤں اور گھٹنوں پر چٹھی ہوئی ہیں، ست رانی ہنس رہی تھی، بکرا رہی تھی، بچوں کی مدھم پھم چھیں بھی سنائی دے رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر ان کے دل پر ایک عجیب سا اثر ہوا، یہ بات انہوں نے دل سے تسلیم کر لی کہ ست رانی انسان نہیں نکشی دیوی ہی ہے، ورثان پرندوں کا اس طرح اس کے بدن پر بیٹھ جانا اور اس کا ان سے باتیں کرنا کسی انسان کا کام نہیں تھا۔ اس دن ان کے دل میں ست رانی کی بڑی محبت پیدا ہو گئی۔ دوا لے پاؤں نیچے اتر آئیں۔

پھر ایک دن ایک اور منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آیا۔ انہوں نے اپنی بچیوں کو دیکھنے لے کرے میں جھانکا تھا۔ یہیں ست رانی بھی سوتی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک کالا ناگ ست رانی کے پیروں کے پاس اس کی چار پائی پر چڑھ رہا ہے۔ انہوں نے اچھی طرح ناگ کو دیکھا۔ تھوڑے ہی قاصطے پر رکتی اور شانتی ہو رہی تھیں۔ اگر چند منٹ کا قاصطہ اور ملے کر لیا جاتا تو یہ ان دونوں تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ ان کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ ”نکشی، شانتی۔“ اور ان کی دہشت ناک چیخ سن کر خود ست رانی بھی اٹھ اٹھی۔

لیکن دوسرا حیرت ناک منظر یہ تھا کہ چار پائی پر چڑھتا ہوا سانپ ایک دم غائب ہو گیا تھا، منہ میں نہیں آتا تھا کہ اسے زمین نگل گئی یا آسمان۔ سانپ اتنا بھیاٹک تھا کہ پھر دیر تک کانٹی دیوی کے منہ سے آواز ہی نہ نکل سکی۔ وہ بس خوفزدہ انداز میں زمین کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

پھر ان کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ خود ست رانی بھی اُنھ کے پاس آ گئی، بالکل تمام کانٹی دیوی بتا رہی تھیں کہ انہوں نے یہاں سانپ دیکھا ہے۔ لڑکیاں چھین مار کر باہر بھاگی تھیں، لیکن ست رانی کو کھڑی رہی تھی۔

”تم بھی باہر آ جاؤ ست رانی بھگوان کی سونگھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، رام بڑا ہی خوفناک تھا، بالکل کالا اور خوب لمبا۔“

”وہ کہاں گیا؟“ ست رانی کے حلق سے ایک یاس بھری آواز نکلی۔

”یہ تو پتہ نہیں چلا۔“

اس دن ست رانی نڈھال رہی تھی۔ وہ کمرے سے باہر بھی نہیں نکلتی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے کوئی تلاش کر رہی ہو۔

شام کو تردیدی جی کو یہ بات بتائی گئی تو وہ بھی تھوڑا بھگلا سا گیا۔ وید جی کو یہ بات بالکل سہی تھی کہ ست رانی کوئی بڑا سرا رکھتو ہے۔ بے شک وہ انہیں جھٹک میں ملی تھی اور اس کے

بعد سے انہوں نے لاکھ جتن کئے تھے کہ اس کے ماتا پاپا گھر مار کا پتہ چل جائے، بس ایک ہی نام لیتی تھی وہ، جڑی بھرتی۔ ویدیکی نے اپنے دماغ سے کام لے کر آس پاس کے علاقوں میں جڑی بھرتی کو تلاش بھی کرایا تھا، لیکن ایسا کوئی نام ان کے سامنے نہیں آیا تھا۔ البتہ اس پر اسرار لڑکی کی بہت سی باتوں کو انہوں نے محسوس کیا تھا۔ وہ کبھی کبھی جڑی بوٹیوں کے محلے میں بھی مداخلت کر لیا کرتی تھی۔ ایک دن بخار میں مبتلا ہوا کوپا، اسی کا ایک آدمی ان کے پاس آیا۔ یہ کپڑے کا تار تھا اور تقریباً تین مہینے سے بخار میں مبتلا تھا۔ بہت سے علاج کرائے گئے تھے اس نے، پیسے والا آدمی تھا اس لئے چھوٹے موٹے علاج کو خاطر میں نہیں لانا تھا لیکن پھر کچھ لوگوں نے جنہیں ترویدی کی کے علاج سے فائدہ پہنچ چکا تھا اسے مجبور کیا کہ انہیں بھی دکھانا دیا جائے۔

اتفاق سے اس وقت ست رانی بھی ان کے پاس موجود تھی جب اس آدمی کو کچھ لوگ لے کر ترویدی کی کے پاس آئے۔ ترویدی کی نے اس کی بخش دیکھی اور وہ سارے کام کئے جو وہ نیا کرتے تھے لیکن جب وہ جڑی بوٹیوں کے عرق کو ملانے لگے تو ست رانی نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "نہیں آپ غلط دوا بنا رہے ہیں، یہ بوٹیاں اس علاج کے لئے نہیں ہیں۔"

ترویدی کی بہر طور ست رانی کے قائل تھے۔ انہوں نے وہی دوا بنا کر دے دی اور دوسری رات اس شخص کا بخار اتر گیا۔ تین مہینے سے وہ جس اذیت میں مبتلا تھا اس سے نجات ملی اور پھر وہ صحت مند ہوتا چلا گیا۔

بس اس کے بعد تو ترویدی کی کے گرد مجمع لگ گیا۔ خود اس شخص نے کپڑوں کے کئی تھانے اور بہت سے پیسے ترویدی کی کو پہنچائے تھے اور حقیقت یہی تھی کہ جب سے ست رانی ویدیکی کے پاس آئی تھی ان کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو گیا تھا اور اسی کی وجہ سے کانتی بھی کافی مطمئن ہو گئی تھیں۔ البتہ جس دن سے انہوں نے ست رانی کے پاس ناگ دیکھا تھا اس دن سے وہ تھوڑی سی اس سے خوفزدہ بھی رہنے لگی تھیں اور اس خوف کی ایک دن تکمیل ہو گئی۔

دوپہر کا وقت تھا۔ کانتی جی کی باقی بیٹیاں دوسرے کمرے میں سو رہی تھیں۔ کانتی دیوی نے اس دن کے بعد سے ست رانی کا کمرہ الگ کر دیا تھا۔ اسے خوب صاف ستھرا کر کے بجا بھی دیا تھا۔ اس کے بعد کئی بار دوست رانی کے کمرے میں جھانک چکی تھیں۔ بس سانپ کا خوف ان کے دماغ پر سوار رہتا تھا۔

اس دن دوپہر کے وقت انہوں نے اس کے کمرے میں جھانکا تو دونوں ہاتھوں سے سینہ پکڑ لیا، آج کا منظر بھی کچھ اور تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ ست رانی زمین پر آسن جمائے بیٹھی ہے۔ ایک سیاہ رنگ کی خوفناک ناگن ست رانی کی گردن سے لپٹی ہوئی ہے اور اس کا منہ ست رانی کے

پیش کنیا ہونٹوں سے ملا ہوا ہے۔ ست رانی کی آنکھیں بند تھیں اور ناگن اس کے ہونٹوں سے اپنا چھین ملائے ہوئے تھی۔

ست رانی سے ایک گز کے فاصلے پر ایک کالا ناگ بھی پھن اٹھا ہے کندلی مارے بیٹھا نظر آیا۔ سانپوں کا یہ جو راستہ رانی سے اس طرح محبت کا اظہار کر رہا تھا جیسے ان کے درمیان کوئی بہت گہرا رشتہ ہو۔

کانتی دیوی کی آواز بند ہو گئی۔ پاؤں و جین جھمکے اور وہ بھی پھن آ نکھوں سے اس منظر کو دیکھنے لگیں۔ پھر ناگن نے ست رانی کے منہ سے منہ بٹایا اور اس کے پورے بدن کے گرد پسینے لگے۔ ناگ نے بھی اپنا چھین ست رانی کے گھٹنے پر رکھ دیا اور ست رانی کا ہاتھ ناگ کے چھین پر چاٹا۔ اس کے انداز میں بڑا پیار تھا۔

پھر اس نے بڑے ادا میں لہجے میں کہا۔ "تم ہی میری سہارا کرو گن اور رہو۔ پتہ نہیں بابا بھرتی کہاں چلا گیا۔ تم اسے تلاش کرو اور مجھے بتاؤ۔ وہ مجھے بہت یاد آتا ہے۔" سانپ نے پھن اٹھا کر اپنا چہرہ ست رانی کے چہرے کے قریب کیا۔ کوئی آواز تو نہیں ابھری تھی لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے سانپ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اس سے باتیں کر رہا ہو۔

ست رانی نے بات کرنے والے انداز میں ہی جواب دیا۔ "ہاں مادر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، بلکہ یہاں بڑا اچھا لگ رہا ہے۔"

یہ تمام آوازیں کانتی دیوی کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں اور ان پر غشی سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ گرنے سے بچنے کے لئے ایک دیوی کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئیں۔ کواڑ پر ہاتھ لگا اور کواڑ دیوار سے ٹکرایا۔ تب ہی ست رانی چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ناگن آہستہ آہستہ اس کی گردن سے اترنے لگی اور پھر ناگوں کا یہ جوڑا کمرے کے ایک گوشے میں نظر آنے والے ایک سوراخ میں داخل ہو گیا۔ یہ سوراخ نیا تھا۔ خود کانتی دیوی نے اس سوراخ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ دروازے سے لگی کھڑکی رہیں۔

ست رانی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا نشہ تیر رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور کانتی دیوی سے کچھ فاصلے پر ڈک گئی۔

"ماتا جی۔" اس کے منہ سے آواز نکلی اور کانتی دیوی نے ہی طرح چونک پائیں۔ انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ماتھے سے لگا کر بولیں۔

"پرنام سہا کٹھی... جے مہا کٹھی۔" ان کی لمبائی ہوئی آواز ابھری جو بھکار دہ انہوں نے دیکھا تو وہ کسی دیوی سے متعلق ہو سکتا تھا۔

پہلے بھی وہ ست رانی کے دیوی ہونے کی فائل ہو چکی تھیں اور آج تو وہ ہی ہوئی تھی۔
 تاہم کس طرح اس کے منہ کو چوم رہی تھی۔ کتنا والہانہ انداز تھا اس کا۔ یہ کبھی خواب میں بھی
 نہیں سوچا تھا کہ کسی تاہم کا کسی انسان سے اتنا گہرا تعلق ہو سکتا ہے۔۔۔ ویسے بھی یہ لوگ ٹائپ
 ایو کی پوجا کرتے تھے اور اب تو جو کچھ دیکھ لیا تھا اس کے بعد مزید کچھ دیکھنے کی گنجائش نہیں تھی۔
 بمشکل تمام کائناتی دیوی کے منہ سے نکلا: "وو۔۔۔ وو۔۔۔"

"ہاں وہ سنا تاہم اور رہو ہیں۔ میرے بچپن کے دوست۔ بچپن کے ساتھی۔ رہنچ نے میری
 ہر طرح سہانگائی ہے اور سنا تاہم انسان نے مجھے بہت کچھ سمجھایا ہے اس منہ کے بارے میں۔"
 "مگر مگر۔۔۔ میں نے پہلے بھی۔"

"ہاں مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں، میں نے کہا تاہم وہاں رہتے تھے
 جہاں ٹائپ مندر تھا۔ ہاں بھر گئی مجھے وہاں سے لے آیا اور خود پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔ میں نے ان
 سے کہا ہے کہ ہاں بھر گئی کو تلاش کر کے مجھے بتائیں۔"

کائناتی دیوی وہیں ٹھنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے جھک گئی تھیں۔
 اس نے کہا: "کبھی تمہیں ایسی خبر نہیں ہو جاتی ہے کہ میں یہاں رہتی ہوں۔"
 "نہیں۔ میں۔۔۔ اس کے علاوہ کائناتی دیوی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔
 ہنہ۔۔۔ ہنہ۔۔۔ ہنہ۔۔۔"

پھر ایک دن کچھ لوگ گاڑی میں بیٹھ کر آئے اور دیدی کو جواب کافی نامہ لکھتے تھے اور ان
 کی شہرت آس پاس پھیلنے لگی تھی آوازیں دیں گئیں۔ دیدی باہر گئے تو انہوں نے اس ہائی
 سی گاڑی کو دیکھا جو بہت ہی خوبصورت اور شاندار تھی۔ چار آدمی اس سے نیچے اترے۔
 "ہم تیرا تھرام تر دیدی سے ملے آئے ہیں۔"
 "ہاں ہاں بولو، میں ہی تیرا تھرام تر دیدی ہوں۔"

"تر دیدی جی آپ نے سہارن پور کا نام تو سنا ہوگا۔ سہارن پور کے سب سے بڑے
 جائیداد سہارن پور کے بچپن سنگھ جی کے سب سے چھوٹے بھائی جگن راج سنگھ تیار
 ہیں۔ ان کا مرض عجیب و غریب ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ کو اس کے بارے میں بتا دیا جائے۔ ان
 کے ٹاک اور منہ سے کتر سے نکلتے ہیں اور ان کا خون پانی ہوتا جا رہا ہے۔ بدن پر بڑے بڑے سفید
 دھبے پڑ گئے ہیں۔ یہ بیماری ہے ان کی۔ نہانے انہیں کہاں کہاں دیکھا گیا ہے لیکن کہیں سے کوئی
 فائدہ نہیں ہوا۔ تھوڑے دن پہلے کسی نے گر بچن سنگھ سہارن پور کو آپ کے بارے میں بتایا کہ آپ بڑا
 اچھا علاج کرتے ہیں اس لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ کو گر بچن سنگھ کی حوصلی چلا ہوگی۔"

وہیں کھنسا
 جتنی دولت آپ چاہیں لے لیں۔ ویسے ایک بڑی رقم ہم لے کر آتے ہیں اور بھی ہیں، وہ آپ
 لے لیں لیکن آپ کو چلنا ہوگا۔"

وہ اندر آیا اور ست رانی کو ایک الگ کمرے میں لے گیا اور بولا: "ست رانی ایک کھنسن
 وقت آنا پڑا ہے۔ کچھ لوگ آئے ہیں میرے پاس۔ گر بچن سنگھ جی سہارن پور کے بہت بڑے
 زمیندار ہیں۔ ان کے بھائی جگن راج کو ایک بیماری ہے جو بہت عرصے سے لگی ہوئی ہے اور اس کا
 کوئی علاج نہیں ہو سکا۔ بیماری یہ ہے کہ اس کی ٹاک اور منہ سے کتر سے نکلتے ہیں اور بدن پر سفید
 دھبے پڑ گئے ہیں۔ خون پانی ہو گیا ہے اور وہ کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کا علاج کرنا
 ہے تیرے ذہن میں ایسی کوئی جڑی بوٹی ہے جس سے اسے فائدہ ہے۔"

ست رانی نے سادہ سی ٹکا ہوں سے تر دیدی جی کو دیکھا اور بولی: "میرے متر مجھے وہ جڑی
 بوٹی بتا دیں گے، نہ صرف بتا دیں گے بلکہ لاکر بھی دیں گے آپ چننا مت کرو، آپ چاہو تو ان کا
 علاج کرو۔"

"کو میرے ساتھ چلے گی؟"
 "ہاں، میں چلوں گی۔" ست رانی نے جواب دیا۔
 تر دیدی جی آنکھیں بند کر کے ہاتھ جوڑ کر گردن ہلانے لگے۔ "یہ بھگوان، بھگوان سائیک
 کام کیا تھا میں نے جو مجھے یہ مہاکشملی مل گئی۔" اور اس کے بعد دو سہارن پور جانے کی تیاریاں
 کرنے لگے۔

ہنہ۔۔۔ ہنہ۔۔۔ ہنہ۔۔۔
 بھر گئی بڑھائی ہو گیا تھا۔ وہ اپنی تقدیر کو روتا تھا۔ بہن غم ہوئی تھی، اسے ہی تلاش نہ کر سکا تھا
 کہ اب ایک اور غم اس کے سینے میں سما گیا تھا۔ ست رانی جی اسے اپنی اولاد کی بھرچ پھڑکی تھی۔
 پہلے دن سے ہی اس نے اسے پالا تھا۔ اسے اپنی غلطی کی وجہ سے اپنے آپ سے نفرت ہوئی تھی۔
 پتہ نہیں کیا ہوا ہوگا اس کے ساتھ۔ وہ تو منہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔
 کئی دن گزر گئے۔ ہر کوشش کر ڈالی تھی اس کے بعد وہ مایوس ہو گیا تھا۔ اسے فیصلہ کرنا تھا۔
 یا تو آتم بھیا کر لے یا پھر اپنے انتقام کے لئے تیار ہو جائے۔ آخر کار اس نے دوسرا عمل کرنے کا
 فیصلہ کر لیا اور دہرے غم کو سینے میں سجائے آگے کی منصوبہ بندی کرنے لگا۔

سب سے پہلے اس نے ایک پستول اور گولیاں حاصل کیں۔ پھر کچھ خاص لباس خریدے،
 حلقے میں تھوڑی سی تبدیلی کی اور اس کے بعد ٹرین میں بیٹھ کر چل پڑا۔
 دہلی کے سہارن پور کے سڑک کے دوران اس کی ٹکائیں بھٹکتی رہی تھیں۔ اس کے دل میں

ہوک انٹھتی رہی تھی۔ کاش کسی اسٹیشن پر، دونوں میں سے کوئی چہرہ نظر آ جائے۔ پریشان حال، اسے تلاش کرتی ہوئی ست رانی پارادھیکا جس کی اب صورت بھی بدلی گئی ہوگی۔

سہارن پور اسٹیشن پر وہ اتر گیا۔ پلیٹ فارم پر قدم رکھتے ہی اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے گرہن سنگھ کی حویلی کے بار سے میں سوچا جسے وہ خستہ کر گیا تھا لیکن اس کے بعد اسے پتہ نہیں چل سکا کہ وہاں کیا ہوا، کتنے مرے کون کون بچا؟

وہ یادداشت کے سہارے اس علاقے میں پہنچا تھا جہاں وہ حویلی موجود تھی اور یہ دیکھ کر اسے افسوس ہوا تھا کہ حویلی اس شان و شوکت کے ساتھ اپنی جگہ موجود تھی بلکہ اس کے کچھ اور حصے بھی تعمیر ہو گئے تھے جن کی وجہ سے وہ اور خوبصورت لگنے لگی تھی۔

ہجرتی دور سے اسے دیکھتا رہا۔ بڑے پھانک پر چوکیدار لرت کھڑا ہوا تھا۔ موٹریں اور کچیاں آ جا رہی تھیں۔ ان میں اسے کوئی شناسا چہرہ نظر نہیں آیا۔ لیکن اس نے محسوس کیا کہ گرہن سنگھ کے خاندان نے کافی ترقی کر لی ہے۔ اب اسے آگے کے منصوبے پر عمل کرنا تھا۔

حویلی سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر اٹل کانیک پرانا درخت آج بھی موجود تھا۔ یہ درخت ہجرتی نے پہنچے تھے، دیکھا تھا۔ وہ اس درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ اب دلیٹ کیا تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ گیسٹ کا چوکیدار کئی بار اسے دیکھ چکا ہے۔ آخر کار وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

”باباجی۔ یہاں نہ بیٹھیں، لگ بھگ ادھر سے آتے جاتے ہیں۔ مجھے ڈانٹ پڑے گی۔“ اس نے کہا۔

ہجرتی نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ ”تھوڑی دیر اور یہاں رہنے دو بھائی۔ بس جیون کے دو سانس رو گئے ہیں۔ تھوڑی بہت دیر میں پورے ہو جائیں گے۔ یہ تو انھیں بات ہے کہ بڑے لوگ ادھر آتے جاتے ہیں گریا کر ہتھوڑا کر اسی دیں گے بھٹوان کے نام پر۔“

چوکیدار نے ہمدردی سے اسے دیکھا پھر بولا۔ ”کچھ بنا رہا ہو باباجی؟“

”ہاں بھائی۔ اکیلا ہوں اس سنسار میں۔ بس یہی بتا رہا ہے۔ چلا جاتا ہوں کہیں اور جاکر مر جائوں گا۔ تمہیں ڈانٹ پڑے یہ مجھے گوارہ نہیں۔“ ہجرتی نے دامن پارائے کی کوشش کی اور تڑپا۔

چوکیدار کے دل میں ہمدردی پیدا ہو گئی۔ یہی ہجرتی چاہتا تھا۔

”نہیں باباجی! ہم تمہیں پھینکے نہیں لے جا رہے۔ تم تارے کو اتر میں چلو۔ ہم تمہاری سیوا کریں گے۔“

رہ گیا

ہجرتی خاموش ہو گیا۔ وہ دن میں خوش تھا کہ اس کے منصوبے کا پہلا مرحلہ کامیاب ہو گیا۔ حکم از کم اسے حویلی کے اندر داخل ہونے کا موقع مل گیا تھا۔

چوکیدار بابو لال حویلی کے پیچھے حصے میں ایک کوارٹر میں رہتا تھا جہاں دوسرے نوکروں کے کوارٹر بھی تھے۔ وہ اپنی دھرم پتی اور بیٹے کے ساتھ وہاں رہتا تھا۔

ان سب نے ہجرتی کی بڑی سیوا کی۔ دوسروں کے پوچھنے پر چوکیدار نے بتایا تھا کہ اس کا بیٹا ماما گا بن سے آیا ہے اور کچھ دن اس کے ساتھ رہے گا۔ نوکروں کے عزیز و اقارب آتے رہتے تھے۔ گرہن سنگھ کی طرف سے ایسی کوئی ممانعت نہیں تھی اس لئے کوئی خاص بات نہیں ہوتی اور ہجرتی وہاں اپنے پاؤں جمانے لگا۔

اس نے چوکیدار اور اس کے گھر والوں سے ایسا رد یہ رکھا کہ وہ اس سے ہانوس ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس پاس کے دوسرے نوکروں سے بھی اس نے اچھے تعلقات پیدا کر لئے تھے۔

پھر ایک دن اس نے گرہن سنگھ کو دیکھا۔ بوز حاضر ہو کر بیٹھ گیا۔ بوز کا دل رٹک گیا۔ بکھٹ بوز سا ہونے کے بجائے جوان دور ہا تھا۔ آتے دیکھ کر ہجرتی پر ہنوں طاری ہو گیا تھا لیکن اس نے بیڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور اپنے آئندہ کالائجنڈر پر غور کرنا رہا۔

پھر اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اس نے بابو لال کے پاس گیسٹ پر بیٹھا شروع کر دیا اور چوکیداری کرنے لگا۔ بابو لال کو اس کا سہارا مل گیا تھا۔ کسی نے غور بھی نہیں کیا تھا اور وہ بڑی خوش آسوی سے دوسرے قیصر بنے دن بابو لال کو آرام کرنے کا موقع دے دیتا تھا۔ اسی دوران اس نے حویلی کے ایک دوسرے بوز سے ملازم رسک رام سے دوستی کر لی۔ رات کو رام کے بارے میں اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ اس حویلی میں ہی پیدا ہوا تھا۔

اس دن صبح سے بارش ہو رہی تھی۔ رات کو ہجرتی نے بابو لال سے کہا کہ وہ آرام کرنے دو، رات کو پہرہ سنبھال لے گا۔ بابو لال نے خوش سے اسے جگہ سے دی تھی۔ ہجرتی نے خاص طور سے رام کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔

”بھینھو رام باباجی۔ دیکھو میں تمہارے لئے کیا لایا ہوں؟“ ہجرتی نے بیڑی کا ایک ہلال رسک رام کو دیتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ یہ کہاں سے ملے آئے۔ یہ تو بڑی بڑھیا بیڑی ہے۔“ رامک رام کی باتیں سن کر ہنسیا۔

”بس میں نے سوچا آج منڈی جاکیں گے۔“ وہم بھی کتابڑھیا ہے۔“

”دو تو ہے۔ آج تم بھی بیڑی ہیں۔“ رسک رام نے کہا اور خود بھی بیڑی نکال کر نکل جانے لگا۔
 ”ایک بات، تاؤ رسک رام! تم نے سارا جیون یہاں بنا دیا۔ تمہارا من نہیں چاہا کہ سنہار دیکھو۔“ رسک رام خاموشی سے بیڑی کے کش لیتا رہا، پھر حسرت بھرے لہجے میں بولا۔ ”کس کا من نا چاہے بھیا کہ سنہار دیکھے، پر ہم اسکیے جی نہیں خود اس حویلی میں بھی ہمارے جیسے کئی اور بھی ہیں جو بڑکھوں سے گرہن سنگھ مہاراج کے پر یوار کی سیوا کرتے چلے آ رہے ہیں اور آج تک کر رہے ہیں۔ کئی ایسے بھی ہیں جو یوزھے ہو کر مر کھپ گئے، بس بھیا جی یہ بھاگوں کی بات ہوتی ہے جس کے بھاگ میں بھگوان نے جو لکھ دیا سو اسے تو پورا کرنا ہی ہوتا ہے۔ ہم کہاں جاتے یہاں سے، مگر گرہن سنگھ مہاراج کے دادا جی زمانے سے یہاں ہیں۔ ہمارے چانچا جی البتہ کہیں اور سے آئے تھے۔ بس اس کے بعد ہمیں کے زور ہے۔“

”ایک بات کہوں نہ امت مانا۔“
 ”ارے نا بھرتی تمہاری بات کا کون نہ مانا سنے گا۔“ بیڑی کا بنڈل سمجھ کر کام کر رہا تھا۔
 ”گرہن سنگھ جی کے ہارے میں سنا ہے کہ جوتی میں بہت دنگیں حراج رہے ہیں۔“
 ”جوتی ان پر سے گئی کہاں ہے بھیا بھرتی! جیسے تھے اب بھی ویسے ہیں۔ بس کیا ہتا نہیں تمک کھایا ہے ان کا، زبان نہیں کھلتی۔ بڑے بڑے زور سے دیکھے ہیں یہاں، پر حیرت بھگوان پر ہوتی ہے، ارے ہم اگر دھماکہ بھی تو زور دیں تو ہماری گردن پھنس جاوے ہے۔ پر یہ بڑے لوگ، سنہار باسیوں سے ان کا جیون چھین لیں، تب بھی بھگوان انہیں چھوڑنا چلا آتا ہے۔ واہ ارے بھگوان تیری لیلایا ہی نیاری ہے۔“
 ”بھی یہاں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا، میرا مطلب ہے کہ کسی نے گرہن سنگھ جی سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کی کوشش کی ہو۔“

”ہوا ہے، پر قح گئے گرہن سنگھ مہاراج اور ان کے پر یوار والے، کوئی ایسا تھا یہاں تو میری کرتا تھا، نام یاد نہیں رہا بہت پرانی بات ہے۔ گرہن سنگھ نے اس کی بہن کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی اس نے حویلی میں آگ ہی لگا دی، مگر مرا کون چھو کر جو پھار سے ادھر ادھر اپنا کام سرانجام دے رہے تھے۔ گرہن سنگھ جی تو اپنے پر یوار کے ساتھ صاف نکل گئے۔ حویلی کے نیچے کوئی سرنگ ہے جس کا پتہ صرف گرہن سنگھ کے پر یوار میں سے کچھ لوگوں کو ہے۔ بس وہ نکل گئے۔ حویلی خوب جل گئی تھی، بڑی لے دے رہی۔ ہاں یاد آ گیا اس کا نام جس نے آگ لگائی تھی یہ ارجن سنگھ تھا۔ ارجن سنگھ جو ہاں۔ پر تعوی راج چو ان کے پر یوار میں سے کوئی تھا۔ بس وہ آگ لگا کر صاف نکل گیا۔ برسوں پولیس اسے تلاش کرتی رہی تھی، نہ جانے کس کس کو پکڑ لیا تھا اس

کے دھوکے میں، پھر بھی اس کا پتہ نہیں چل سکا۔“
 ”اور اس کی بہن کا کیا ہوا جسے گرہن سنگھ نے اغوا کیا تھا؟“
 ”ارے سنا کی بھیت کی باتیں بھیا ہم نوکروں کو کہاں معلوم ہوتی ہیں؟“
 ”مگر تمہیں تو بہت کچھ معلوم ہے رسک رام بھیا، گرہن سنگھ آج بھی اسے ہی نہ دے ہیں؟“
 ”ہاں وہ جو کہتے ہیں چور چوری سے چا دے، میرا پھیرنے سے تب جاوے ہے، پر آج کل ذرا کشت میں ہیں۔“
 ”کیوں؟“

”بھائی ہے ان کا بھگن راج، چھوٹا بھائی ہے۔ نایت میں پڑھ رہا تھا۔ ولایت سے واپس آیا تو ایک عجیب و غریب بیماری ساتھ لگا لایا۔ بھیا وہی بات ہے منٹھ سوچے یا نہ سوچے بھگوان کہیں نہ کہیں سے کشت، پنے کے راستے نکال لیتا ہے۔ گرہن سنگھ کا ایک ہی بھائی ہے اور بہت بُری حالت میں ہے۔ ایندھن نہ کھاتا ہے۔ سنا ہے کہ کد کد اور منڈ سے کیزے نکلے ہیں۔ لے بھیا وہ بات پوری ہوگئی کہ سسرانوش میں آ جاوے نہ کیزے پڑیں گے۔ پر یہ کیزے اگر گرہن سنگھ کے شریہ میں پڑتے تو دیکھنے والوں کو زیادہ خیال آتا ہے کہ گرہن سنگھ جی نے جو کچھ کیا ہے اس کا نتیجہ انہیں مل رہا ہے۔“ رسک رام نے دوسری بیڑی سنگھاتے ہوئے کہا۔
 ”رسک رام حویلی کے اندر جو لو کر کام کرتے ہوں گے انہیں تو ضرور معلوم ہوگا کہ اس کی مہر مطلب ہے ارجن سنگھ کی بہن کا کیا ہوا؟“
 ”چہ نہیں، ویسے حویلی میں بھی ایک دو ایسے نوکر ہیں جو گرہن سنگھ کے بڑے رازداروں میں سے ایک ہیں۔“

”اچھا پھنا۔۔۔ دو کون ہیں؟“
 ”ایک تو رسیا ہے اور دوسرا سوہن۔ یہ دونوں گرہن سنگھ کے بڑے رازدار ہیں۔“
 ”بکھی ان سے معلوم کرو۔“
 ”ارے نا تم بھی کبھی ایسا مت کرنا بھرتی۔ بڑے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجے ہیں۔ اگر زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش کی تو جان جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ ارے ہمیں کیا پڑی ہے بھیا، کھوج لگانے کی۔“
 ”ہاں یہ تو ہے۔“ بھرتی خوش تھا کہ تھوڑی سی معلومات میں اضافہ ہوا تھا۔
 ”اس دن کے بعد سے وہ رسیا اور سوہن کی تاک میں لگ گیا۔ بڑے اچھے طریقے سے ان

دونوں کے ہارے میں معلوم کیا۔ رسیا اور سوئین دونوں ہی شیطان صورت تھے۔ کافی غم رسیدہ ہو گئے تھے لیکن ان کے غور سب سے زیادہ تھے کیونکہ وہ ٹریچر شلک کے منہ پر تھے۔

بڑی زبردست کوشش کے بعد ہجرتی کوان دونوں کے کوارٹروں کا پتہ لگا، پھر ایک رات وہ کافی دیر تک گیٹ پر باہوالاں کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے پاس تھا جو اس نے اپنے لباس میں چھپا رکھا تھا۔ پھر وہ باہوالاں سے یہ کہہ کر اٹھا کہ وہ آرام کرنے جا رہا ہے، لیکن اس کا رخ ان دوسرے کوارٹروں کی طرف تھا، جو حویلی کے دوسرے حصے میں تھے۔

مہندی کی بازو اور درختوں کی آڑھ لپکتا ہوا آخر کار وہ رسیا کے کوارٹر پر پہنچ گیا۔ کوارٹر کی دیواریں زیادہ اونچی نہیں تھیں اور ہجرتی اچھا خاصا نندہ مست تھا۔ بھلا ہر وہ کراہتا رہتا تھا اور اپنے آپ کو تیار نکال کر کرتا تھا لیکن جنگل کی آب و ہوا میں وقت گزار کر وہ کافی صحت مند تھا، چنانچہ وہ بارگہ کو دیکر اندر داخلے میں اسے کوئی وقت نہیں آئی۔ کوارٹر میں ایک ہی کمرہ تھا۔ برآمدہ اور پھر غمر و سر کی دہرائی تھیں۔

کمرے میں مدھم مدھم بجتی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے کو دھکیل کر دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ تب اس نے پیچھے موچنے کے بعد دروازے پر ہلکی سی دھتک دی۔ اندر سے چڑنی کی بو آ رہی تھی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور رسیا نے کہا: "کیا بات ہے، کون ہوا اس سے۔ یہ بھی کوئی آنے کا ہے؟"

ہجرتی نے اس سے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا اور ایک جھٹکے سے اسے اندر دھکیل دیا، پھر چپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ رسیا خوفزدہ انداز میں دیوار سے جالکا تھا۔

"ارے تم ہو کون؟ ارے ہم نے تمہیں باہوالاں کے پاس دیکھا ہے۔ کیا کام ہے تمہارا؟"

"میرا نام شاید تجھے میرا نام بھی معلوم ہو، میرا نام ارچن سنگھ ہے۔ یاد ہے ارچن سنگھ جس نے اس حویلی میں آگ لگائی تھی۔"

رسیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ نشے میں تھا۔ چرس کی بو کمرے میں بڑی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ وہ چرس پی رہا تھا۔ اس نے زور زور سے آنکھیں بھیجنے کر گردن بھٹکتے ہوئے کہا۔

"ارے تو ہمارے... تم کا ہے آگے بھیا اور ہمارے پاس اس طرح کیوں آئے ہو؟"

"معلومات حاصل کرنے۔ رسیا معلومات حاصل کرنے۔"

"کیسی معلومات بھیا؟ ارے دیکھو ہمارے ساتھ کوئی ایسا دیباستہ کرنا۔ ارے نوکر ہیں۔ بھیا ہم تو یہاں کے۔"

"رسیا تمہیں پتہ ہے میں نے حویلی میں آگ کیوں لگائی تھی۔ گرچہ سنگھ نے میری بہن کو

دش کنیا

کو مار کر لیا تھا۔ رادھیہ کا تھا اس کا نام اور تم ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے راستے میں رادھیہ کا پکڑا تھا اور میں نے تم لوگوں میں سے کچھ کو زخمی کر دیا تھا۔ پھر مجھے پولیس نے پکڑ لیا اور مجھے سزا دی۔"

"پر بھیا دیکھو ہمارا کیا دوش ہے۔ پالی ہیٹ کے لئے سب کچھ کرنا پڑا ہے۔ ہم تو تنکے کھاتے ہیں ٹریچر سنگھ مہاراج کا۔ جیسا ان کا حکم ہوتا ہے ہم اسی کرتے ہیں۔"

"رسیا رادھیہ کا کہاں تھی؟"

"کوئی نہ سنا ہے پوچھ رہے ہو۔ بھیا رادھیہ کا گرچہ مہاراج کے پاس آگئی اور جو ان سے اس آگے ہے وہ ان کے چہنوں میں رہتا ہے یا پھر کہیں کسی دیران جگہ پر اس کی پناہ دینی چاہتی ہے۔ یہی دو کام ہوتے ہیں پر بھگوان کی سونگند ہم اس کی پناہ جانے والوں میں سے نہیں سمجھتا، ہر وہ

رسیا تو جھوٹ بھول رہا ہے۔"

"بھیا، چرس کی سونگند جو جھوٹ بول رہے ہوں، اہم۔"

"سوئین کو یہ لکھو گا کہ رادھیہ کا کہاں تھی؟"

"سوئین... رسیا نے خوفزدہ لوگوں سے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا، تب ہی ہجرتی کی

پاس دوسری چار پالی پر پڑی جس پر کوئی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔

"یہ سوئین ہے؟"

"ہاں ہے تو، پر سسر اذر کے درے چادر اوڑھ کر لیٹ گیا ہے۔ چرس پناہ رہا تھا ہمارے

"یہ تو اچھا ہوا کہ سوئین کی تلاش میں مجھے اس کے کوارٹر تک نہیں جانا پڑا۔ اٹھا اسے۔" ہجرتی

اور سوئین خود اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"بھگوان کی سونگند، جب کوئی مہاراج کے کمرے تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی خیر مہاراج

ہوتی ہے کسی اور کوئی نہیں۔"

"ہوں تو تجھے بھی نہیں معلوم کہ رادھیہ کا کہاں تھی۔"

"بال بچے مر جائیں، ہمارے جو ہمیں کچھ معلوم ہو۔" سوئین نے بڑی ہونٹ آواز میں کہا۔

"کہاں ہیں تیرے بال بچے؟"

"ارے جھوٹا ہے سسر، اس کی شادی ہی کدھر ہوئی ہے۔" رسیا نے جواب دیا۔

"رسیا! میں تم دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بس مجھے اتنا بتا دو کہ رادھیہ کا کہاں

ہا سستی ہے؟

”بھیا بھگوان کی سوکڑ ہمیں کچھ نہیں معلوم۔“

”مترم دونوں ان لوگوں میں شامل تھے جو رادھیہ کا کو مجھ سے چھین کر یہاں لائے تھے۔“

”ہمیں تو حکم ملا تھا ہم کیا کرتے؟“

”نہیک ہے، اب تم دونوں کو اس سنسار میں رہنے کا کوئی اور کام نہیں ہے، جتنا کچھ کر چکے

اتنا ہی کافی ہے۔ باقی سب میں دیکھ لوں گا۔“

”ارے بھیا دیکھو ہم تو ویسے ہی مرے مرائے ہیں، ہمیں مار کر کیا کرو گے۔“ دونوں

رونے اور غمگین ہونے لگے، لیکن بھگوان کو اپنے انتقام کی آگ سرد کرنے کا یہ پہلا موقع تھا اور اس

پہلے موقع پر رادھیہ اور موہن دنیا سے رخصت ہو گئے، بھگوان نے انہیں گلا دبا کر مار ڈالا تھا۔

رادھیہ اور موہن گر بچن سنگھ کے پرانے ملازم ہی نہیں بلکہ ان کی ساری برائیوں کے راز دار

بھی تھے۔ گر بچن کو ان کی موت کی خبر ملی تو وہ حیران رہ گیا۔ اس نے ان دونوں کی لاشیں دیکھیں تو

الٹ کر رہ گیا۔

”انہیں تو گلا دبا کر قتل کیا گیا ہے بے شرم۔“ انہوں نے حویلی کے نگران کو ٹھوکتے ہوئے

کہا۔

”جی مہاراج مجھے اندازہ ہے۔“

”صرف اندازہ۔ یہ نہیں معلوم کہ انہیں کس نے مارا ہے۔ گر بچن نے زہر پئے لے

میں کہا۔ بے شرم نے گردن ٹھسکا لی۔

بے شرم حویلی کے سارے امور کا نگران تھا۔ اس کی عمر پچیس سال کے قریب تھی۔

انتہائی شاطر اور بے رحم تھا۔ اوباش فطرت تھا اور کسی بھی طرح گر بچن سنگھ سے کم نہیں تھا۔ یہاں

اسے زبردست تنخواہ ملتی تھی، اسی طرح اس کی ذمہ داریاں بھی سخت تھیں۔

”یہ بھی جلدی معلوم ہو جائے گا مہاراج۔“

”سچے ایہ جواب نہیں ہے۔ دو ہزار روپے خاص سیوک تھے اور تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم

حویلی میں رہنے والے ایک ایک منٹ کی خبر گیری رکھو۔ کس کی کس سے دوستی ہے۔ کس کی کس سے

دشمنی ہے۔ اس طرح تو یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں مہاراج۔“

”کب تک بناؤ گے کہ انہیں کس نے اور کیوں مارا۔“

”بہت جلد مالک۔“

”ہاں۔ ضرور ملی ہے۔ تمہارے یہاں رہنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ بات سمجھ آگئی

تھی۔“

”جی مالک۔“ بے شرم نے کہا۔

”ان کا قریا کرم کرادو۔“

دونوں نوکروں کا اتم سنسکار اسی طرح غریب سے ہو گیا جس طرح ہوتا چاہیے تھا لیکن

بے شرم حویلی پر ننگے گپا تھا۔ جب سے اس نے یہاں ذمہ داری سنبھالی تھی حویلی میں یہ پہلی

گردانت تھی۔ یہاں کون کس کا دوست ہے کون کس کا دشمن اسے سب معلوم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ

گر بچن ایک بد فطرت انسان ہے، اس کے بہت سے دشمن ہوں گے۔ اس کے علاوہ رادھیہ اور موہن

کی برائیوں کے راز دار تھے اور ان سے بھی کسی کی دشمنی ممکن تھی۔ لیکن ایسا کوئی دشمن کم از کم

حویلی میں موجود نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے بڑی دباہنتہ سے حویلی میں کسی باہر کے آدمی کی موجودگی

سبرسٹ لگانا شروع کر دیا اور بہت جلد اسے بھگوان کے بارے میں معلوم ہو گیا۔

”زیادہ سے نہیں ترما مہاراج۔ وہ بابو لائی کا ماما ہے اور ماما کے کوادر میں رہتا ہے۔“

”کیا کہتا ہے وہ یہاں؟ کیا ممر ہے؟“

”ممر تو زیادہ ہے پر تندرست ہے۔ بابو کے ساتھ گیت کی دیکھ کرتا ہے۔“ بے شرم نے

اس کی گود دیکھا اس کے تجربے سے اسے بتایا کہ وہ خطرناک آدمی ہے۔ اس نے بڑی احتیاط سے

اس کی کا پیچھا شروع کر دیا۔ کئی نوکر اس نے اپنے ساتھ لگائے تھے جو غیبی طور پر بھگوان کی نگرانی

کرتے تھے۔

تین دن کی مسلسل نگرانی کے بعد ایک رات اسے دینو نے آکر خبر دی۔ ”دو پتہ روں کی

روح اندر کی حویلی میں گھس رہی ہے مہاراج اور کونوں کھردوں کی تلاشی لیتا پھر رہا ہے۔“ دینو نے

خبر دی ہوئے کہا۔

”اس سے کہاں ہے؟“

”پچھائی پلے میں۔“

”آؤ۔“ بے شرم نے ریوانور کو آکر کے کہا اور پھر دینو کے ساتھ چل پڑا۔ راستے سے اس

کو کچھ نوکروں کو بھی لے لیا جو تندرست، توانا اور لڑائی بھڑائی کے ماہر تھے۔ دینو ہنٹائی کرتا ہوا

بے شرم کو حویلی کے عقبی حصے میں لایا گیا جہاں بھگوان کی سرنگ کی تلاش کر رہا تھا جس کے بارے

میں پتہ چلا تھا۔

بے شرم بڑی مہارت سے اس کے پیچھے پہنچ گیا اور پھر اس نے ریوانور بھگوان کی گردن پر

دش کنیا

رکھ دیا۔ بھرتگی نامک کی طرح پناہ اس نے اپنا ہسپتال نکالنے کی کوشش کی لیکن بے ثمرانے اسے کامیاب نہ ہونے دیا اور ہسپتال کے دہستے سے کئی دار اس کے سر کے پچھلے حصے میں کھینچے جس سے بھرتگی کے ہوش احواس جواب دے گئے اور وہ بے ہوش ہو کر بے ثمرانے کے آویسوں کے بازوؤں میں جھول گیا۔

ہسپتال کی موجودگی اور بھرتگی کے انداز نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ یہ شخص خطرناک ہے اور اسے خطرناک ارادے سے حویلی میں محکوم رہا تھا۔

بھرتگی کو حویلی کے ایک خاص تہ خانے میں پھنچا دیا گیا جو گرہن سنگھ کے مخافوں کا قید خانہ تھا۔ اسے پوری طرح تس دیا گیا تھا۔ بے ثمرانے اپنے طور پر یہ کام کیا تو تھا لیکن یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی تھی کہ یہی شخص رسیا اور سوہن کا قاتل ہے۔ اس کے بارے میں غوراً گرہن سنگھ کو اطلاع دینے کی بجائے پہلے کچھ معلومات ضروری تھیں۔ بھرتگی کے دشمنی سر میں پٹی کس دی گئی تھی لیکن وہ مسلسل بے ہوش تھا۔

”یہ ہوش میں آجائے تو مجھے خبر کرنا اور چند اہم باہر لال کو لے کر میرے پاس آ جاؤ۔“

گیٹ پر ہوکا ٹیٹ پر کسی اور کی ذیونٹی لگا دینا۔

”جی مہاراج!“ چند دنے کہا اور بے ثمرانے اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ کچھ دیر کے بعد باہر چند کے ساتھ بے ثمرانے کے پاس پہنچ گیا۔ رات کے اس حصے میں اس طرح اسے اپنی طلبی نے خوفزدہ کر دیا تھا۔ بے ثمرانے ان کا انچارج تھا اور نوکراس سے ڈرتے تھے۔

وہ بے ثمرانے گہری نظروں سے باہر کودیکھا اور بولا۔ ”باہر لال تمہارے کوادر میں کون کون رہتا ہے؟“

”مم۔ میں، میری دھرم بھتی، ایک بیٹا اور... اور میرا اما۔“

”تمہارا مانا کب تمہارے پاس آیا؟“

”بہت دن ہو گئے مہاراج۔ پر وہ میرا بھگاما نہیں ہے۔“

”پھر؟“

”مائی باپ، وہ ایک غریب اور بے سارا منش ہے۔ سنسار میں اس کا کوئی نہیں۔ میں مانتے والے بڑے کے نیچے.....“ چند دنے بھرتگی کے ملنے کی پوری کہانی سنائی۔ اس کے انداز سے دے کو پتہ چل گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

اس سے کچھ باتیں پوچھنے کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ وہ بے ثمرانے کے معلومات کے بعد دوبارہ تہ خانے پہنچ گیا۔

دش کنیا

بھرتگی کی نگرانی کرنے والے نوکروں میں سے ایک نے بتایا۔ ”وہ ابھی ہوش میں آیا ہے مہاراج۔ ہم آپ کو خبر کرنے جا رہے تھے۔“

”اے بے ثمرانے کوئی جواب دینے کے بجائے تہ خانے کے اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں بھرتگی کو باندھ کر بٹھایا گیا تھا۔ وہاں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے بھرتگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور دیر تک دیکھا رہا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”بھرتگی“

”یہاں آنے سے پہلے کہاں رہتے تھے؟“

”کہیں نہیں۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”سنار میں میرا کوئی نہیں ہے، جوگی ہوں۔ درو مارا پھرتا ہوں۔“ بھرتگی نے جواب دیا۔

”ہسپتال لے کر؟“

”نہیں مہاراج۔ ہسپتال مجھے کہیں پڑا ہل گیا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔“

”گولیاں بھر کر؟“ وہ بے ثمرانے کہا۔

”وہ ایسے ہی مجھے بھرا ہوا ملا تھا۔“

”حویلی میں اندر کیوں محکوم رہے تھے؟“

”چوری کرنا چاہتا تھا، کسی قیمتی چیز کی تلاش میں تھا۔ مل جاتی تو لے کر چپیت ہو جاتا۔“

”باہر تمہارے ساتھ ملا ہوا تھا؟“

”ارے نا میں مہاراج۔ وہ تو سادھو ہے۔ سیدھا سچانیک آدمی۔“

”تم چوری کے ارادے سے ہی حویلی میں داخل ہوئے تھے اور تم نے باہر کا سنسارا لیا تھا؟“

”بالکل ناہیں۔“

”پھر؟“

”ہم نے بتایا نا کہ مہاراج ہم در بدر مارے مارے پھرتے ہیں۔ حویلی کے سامنے اتفاق سے ڈیرہ جمالیا تھا، باہر لال ترس کھا کر ہمیں اپنے کوادر میں لے آیا۔ یہاں حویلی کی شان دیکھی تو میں لالچ آ گیا اور ادھر دن پڑے یہ سوچ کر اگر کچھ ہاتھ آ گیا تو سیٹ کر یہاں سے رنو چکر ہو جائیں گے۔ ہائی سائنس آرام سے گزارنا چاہتے ہیں۔“

”رسیا اور سوہن کو کیوں مار دیا؟“

”کسے؟“ بھڑکی بڑی کامیابی سے اپنا ہچاؤ کر رہا تھا۔

”رہا اور مہمان کو؟“

”کہاں کی باتیں کر رہے ہیں مہاراج۔ سارے جیون میں کبھی چڑیا کے بچے کو بھی نہیں

مارا۔ کون سا اکون مہمان؟“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں جیتا جی گرہن سنگھ مہاراج کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ دہ

تمہارے تو اگلے پچھلے بچے کو تیار ہو جاتے۔ تھوڑا انتظار کر لو پھر سب کچھ سچ بتا دو گے۔“

دوسرے دن سچے شرمائے بھڑکی کو گرہن سنگھ کے سامنے پیش کر کے اس کی گرفتاری اور اس

سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا اور گرہن سنگھ غور سے بھڑکی کو دیکھنے لگا۔ پھر یوں۔ ”اور اس

کے پاس ہسٹول بھی تھا۔“

”جی مہاراج یہ ہے۔“ سچے شرمائے ہسٹول گرہن کو دکھاتے ہوئے کہا۔ لیکن چائیک بہ

شرمائے گرہن کو چوتھتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بھڑکی کے پاس آیا اور اسے غور سے

دیکھنے لگا۔ پھر اس کی سرسرائی آواز اُبھری۔ ”سچے شرمائے ذرا اس کی داڑھی صاف کراؤ!“

سچے شرمائے کسی قدر حیرت سے گرہن کا یہ حکم سنا، لیکن اسے اس حکم کی تعمیل کرنی تھی۔ فوراً

ی انتظام کیا گیا اور نائی نے بھڑکی کا چہرہ صاف کر دیا۔

جب ہی گرہن کے منہ سے سرسرائی آواز نکلی۔ ”ارہن سنگھ چوہان!“

۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵

گرہن سنگھ غیر معمولی یادداشت کا مالک تھا، حالانکہ وقت کافی گزر چکا تھا اور بھڑکی کے

پھر اتنی تہہ ملیاں پیدا ہوئی تھیں کہ شاید اب انہیں یاد ہی نہ آئے۔ جاتی تو آسانی سے نہیں پہچان

سکتی تھی مگر کھاگ گرہن سنگھ نے اس پر عمل ہوئے چلیے کے باوجود اسے پہچان لیا تھا۔

”انکار کرنے کا اس بات سے کہ تو ارہن سنگھ چوہان ہے، کہتا ہے تو مرنا دے۔ ایک بار کسی کو

کھانوں تو جیون نہیں بھولتا اور پھر تو وہ ہے جس نے میرے پر پوار کوئی جسم کر ڈالنے کی کوشش کی

تھی۔ وہ تو بھانگ اچھے تھے کہ ہم بچ گئے۔ سچے شرمائے بہت بڑا مجرم ہے، بہت ہی بڑا اس نے پتا

لے لیا کہ وہ سنگھ کے ہاں بہت بڑی چوری کی تھی، جس کے نتیجے میں غار کو دیپ سنگھ نے اسے

گرفتار کر دیا اور اس سے حوالہ دے کر تم جھپٹا کر لی۔ یہ ہمارے پاس آیا ہمیں اس کی اصل

جسم نہیں تھی۔ ہم نے اسے نوکر رکھ لیا اور پھر اس کی بہن تم ہو گئی۔ اس نے ہم پر الزام لگایا اور

سب ہم نے انکار کیا تو اس نے ہماری حویلی پھونک دی اور بھانگ گیا۔“

”ناں گرہن سنگھ تو جھوٹ مت بول۔ تیری ساری باتیں سچ ہیں، پر یہ مت کہہ کہ راہیہ کا

کچھ نہیں تم ہو گئی تھی۔ گرہن سنگھ تیرے ساتھ جوڑتا ہوں، اب تو بتا دے مجھے کچھ میری بہن کہاں تھی،

تو تو نے اسے مار دیا، کہاں گئی وہ؟“

جواب میں گرہن سنگھ ہنس لگا پھر یوں۔ ”میرے کی بات تو یہی ہوتی ہے۔ بدلے لینے کے

لیا لگ، لگ طریقے ہوتے ہیں بھڑکی۔ ہماری حویلی کو تو کھانے لگتا تھا۔ جو حاصل ہوا، اسے

کھانے کوئی ایسی دھوٹ مارنا ہمارے سینے میں کہ ہم اس زخم کی تکلیف کو برداشت نہ کر پاتے۔ پھر

کچھ بھانگتا تھا کہ ہم تیری بات پر غور کرتے اور تجھے بتاتے کہ راہیہ کا کہاں ہے؟ پر تو نے کام ہی لیا نہ کیا

اب یہاں تو کسی ٹیک ادارے سے تو نہیں آیا ہوگا۔ سچے شرمائے کہتے ہو کہ یہ چور ہے اور چوری

کرنے کے لئے حویلی میں داخل ہوا تھا، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں سمجھتا

تھا کہ یہ میری تلاش میں یہاں آیا تھا اور موقع کا منتظر تھا۔ مجھ پر وار کرے۔“

گرہن سنگھ جو بچہ تو کہے مان لوں گا، جو سزا چاہے مجھے دے لے، بس ایک بار مجھے میری

بہن سے ملا دے، ایک بار بتا دے کہ وہ جتنی ہے یا مرگئی۔

"المباحب ہے ارجمین، مجھے فرصت مل جائے تو باتیں کرریں گے، اب اتنی جلدی تو اتنے جلد سے ہو جائے، جو جاتے، یہاں اپنی اثر لکھیک، جو جائے تب ہمارا دل اور دماغ تو بڑے میں نے مجھے۔ چارہ چکن راق دیوں اور مرین کے سچ انکا ہوا ہے۔ اب وہ محو وہ تھیں مارتان آکر لیا کہتے ہیں۔ سنا ہے کہ ڈاکٹر شوران نھر جی بد سے مہمان ہیں۔ یہ دن ملک سے آ رہے ہیں۔ پچھلے ہی والے ہوں گے، وہ آج نہیں اور چکن راق کو دیکھیں تو پھر سمجھو کہ ہمارا من بھی تو بڑے میں آئے مگر ہر سچ ہم اسے حویلی میں نہیں رکھنا چاہتے، بہت خطرناک آدمی ہے یہ بھاری مسروریت سے فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے۔"

"تو پھر سیدھا سیدھا کام کیوں نہیں کرتے مہاراج، چھٹی کر دیں اس کی۔" بے شرم نے کہا۔

"مرچیں نے اسے ٹھوکر کر دیکھا، بے شرم کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ اس نے غلط بات کہہ دی ہے۔ چھٹی نہ چکن سنگھ نے کہا۔

"ہاں تو نے غلط بات کہہ دی ہے، مار سہ دشمنی کا مزہ یہ تو نہیں ہے کہ دشمن جیسے ہی مانتے آئے اس کی گردن کاٹ دے، تھوڑا سا طر سے لپٹا بھی ہوتا ہے۔ اس سے بہت سی باتیں کرریں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اسے اس کی۔ تو اسیا نہ رہے شرمائے گا ٹک پوری کی پرانی حویلی میں لے ہاں گا ٹک پوری کی پرانی حویلی کا قید خانہ موت کا دہرا گھر ہے۔ مرنے چاہئے گا تو وہیں آرام سے مرنے کا اور اگر جینے کی تمنا ہے تو پھر ہم اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بات کریں گے۔ سناؤ نے ارجمین سنگھ۔ ہمارا تیرا خیال یہ بات، مانیں گے تجھے تیری بہن سے چٹا مت کر، جانے بے شرم اسے گا ٹک پوری لے جاؤ۔"

"جو اکیلا مہاراج۔" بے شرم بولے۔

"تیار یاں شرم، ہو نہیں اور بھرتی یا سابق ارجمین سنگھ کو ایک گاڑی میں بٹھا کر گا ٹک پوری لے جایا جائے، انکے انکے اس وقت جب اس کی گاڑی نے تھوڑا سا ٹاسلہ کھینچا تھا کہ اس نے ایک اور کھلی گاڑی کو نہر چکن سنگھ کی حویلی کی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ بالکل اتفاق سے ہی اس کی گاڑی اس گاڑی پر نہر چکن سنگھ بھی اس کا کلیجہ اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے اس گاڑی میں سست رانی کی صورت دیکھتی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سچ کر سست رانی کو آواز دیتا، دوسری گاڑی تیزی سے اور ٹکڑی تھی۔

"روکو روکو، روکو روکو، روکو روکو۔" اس نے شور مچایا لیکن اس پانس پینٹے

جس لپٹا

ہوئے لوگوں نے اسے نہی طرح ذوق کر اس کا منہ بند کر دیا تھا۔

بڑا... بڑا... بڑا...

مرچیں سنگھ اپنے بھائی چکن راج کے لئے بہت پریشان تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا اور اس نے طویل عرصے کے بعد اچھائی طور پر ہڈی ہوئی شکل کے مالک ارجمین سنگھ کو پہچان لیا تھا۔ یہ بہت بڑی بات تھی، لیکن ارجمین سنگھ نے جو کچھ کیا تھا وہ بھی بہت بڑی بات تھی۔ اس نے ارجمین کے منصوبے کو ناکام بنادیا تھا جبکہ پہلے ارجمین نے اس کی حویلی کو آگ لگائی تھی تب وہ سچ گیا تھا۔

بہرحال بھائی کی محبت اس کے دل میں بے پناہ تھی اور شمن راج کے انگلیٹھ سے واپس آنے کے بعد وہ اپنے بھائی کے لئے سخت پریشان تھا۔ جتنے جتن دوسرے تھے کرچکا تھا اور ہر قیمت پر اس بات کا خواہش مند تھا کہ چکن راج صحت مند ہو جائے لیکن ہر کوشش ناکام ہوتی تھی، ڈاکٹر شوران نھر جی جس کا تعلق ہندوستان سے ہی تھا لیکن انگلیٹھ میں اس نے اپنی دہانت کی دھوم مچا رکھی تھی اور وہ چکن راج کے لئے آٹری سہارے سے طور پر تھا۔ مرچیں نے زبردست اخراجات کر کے ڈاکٹر شوران نھر جی کو انگلیٹھ سے طلب کر لیا تھا اور اس کا انتظار کر رہا تھا۔

پچھلے کچھ عرصے سے حویلی میں کچھ لوگوں نے غیر عوامی رویداد کی باتیں کرنا شروع کر دی تھیں اور پھر کسی نے کرچکن سنگھ سے یہ بات کہی تھی کہ وہ یہ غیر کے چکن راج ہے، تیرا تھوڑا سا کچھ بھی طلبہ کر کے اسے چکن راج کو دکھا دے۔ کرچکن نے رادوی میں کہہ دیا تھا کہ اس سے پوچھو یوں دے ہو تو وہ اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ رویداد ہو جائے، چکن راج کو دکھا دیا جائے تو چاؤ اسے لے آؤ، منہ مانی رقم دے دے۔ ہو سکتا ہے اس کا علاج چکن پر کامیاب ہو جائے۔ بات اس کے منہ سے نکلتی تھی تو دن رکتی تھی، چنا چھ بے شرم ہی نے کچھ لوگوں کو متعین کر کے رویداد کے پاس بھیجا تھا لیکن حقیقی طور پر مرچیں تھوڑے ڈاکٹر شوران نھر جی کا انتظار تھا، جس کے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ اس نے واپس آئے ہیں والا ہے۔

پھر اوجھر سست رانی، رویداد کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئی اور ادھر بے شرم کو ڈاکٹر شوران جی لے جانے کی اطلاع ملی اور اس نے وہی ایئر پورٹ پر اپنے آدھے کورہ اندھ کر دیا اور انہیں ہدایت کی کہ ڈاکٹر شوران جی کو بڑے احترام کے ساتھ سہارن پور لے آجائے۔

سست رانی حویلی میں داخل ہوئی تو بے شرم کے ہرکاروں نے اسے حویلی کے ایک اچھے کمرے میں منتقل کر دیا۔ مہمان خانہ بہت وسیع تھا اور وہاں مہمان کے آرام دہ آرائش کا ہر طرح کا خیال رکھا جا چکا تھا۔ رویداد کے سست رانی کو چھپا کر نہیں رکھا تھا۔ سست رانی پر جس کی نگاہ پڑتی

اداسے دیکھتا رہا جاتا، یہاں تک کہ حویلی کی نو جوانوں نے انہیں بھی کانا پھونک کر لے گئی تھیں۔

"یہ کیا سندھ ہے، انہیں اس کا کر یا کر مہ نہ ہو جائے۔"

جے شرما چونکہ بھرتی کو لے کر گائیک پوری گیا ہوا تھا۔ خصوصی طور پر اسے ہدایت کی گئی تھی کہ ارجن سنگھ کو پوری ذمہ داری کے ساتھ قید میں رکھا جائے۔ گائیک پوری کا قید خانہ کافی مضبوط تصور کیا جاتا تھا، پرانی حویلی کا یہ قید خانہ بڑی بڑی خونی داستانوں کا امین تھا۔ بہر حال دودھ مہمان آئے تھے لیکن ایک کی حیثیت بہت زیادہ تھی اور یہ ڈاکٹر شوراج کھرچی تھا۔ انہی کی شاندار پرستاشی کا مالک، حویلی پہنچا تو خود گرجن سنگھ نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس کے آرام و آسائش کے لئے بھی معقول بندوبست کر دیا گیا تھا۔ بہت بڑے معادے پر اسے غلبہ کیا گیا تھا اور اس کے آگے کے تمام اخراجات بھی گرجن سنگھ کے ذمے تھے۔ بہر طور جے شرما بھی واپس آ گیا اس نے ارجن سنگھ پر انہی مضبوط پہرہ لگا دیا تھا۔ ابھی تک تردیدی وغیرہ سے ملاقات نہیں کی گئی تھی اور سارے کے سارے ڈاکٹر شوراج کی طرف ہی متوجہ تھے۔

ڈاکٹر شوراج نے وقت ضائع نہ کرنے بغیر جگن راج کو دیکھا، جگن راج کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو چکا تھا، وہ جب بھی کھانسا اس کے منہ اور ناک سے کٹر نہ نکل پڑتے۔ اس کی شخصیت انہی کی گھٹاؤنی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر شوراج کھرچی نے اسے دیکھا، پھر بولا۔ "میں نے آپ سے نیٹیفون پر بات کی تھی گرجن سنگھ جی اور پوچھا تھا کہ کیا اچھی لیبارریوں میں ٹیسٹ کرائے گئے ہیں، میں ان رپورٹوں کی فائلز دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جے شرما، گرجن سنگھ نے اپنے خاص آدمی کی طرف دیکھا تو جے شرما نے تمام فائلز شوراج کھرچی کے سامنے پیش کر دیں۔ شوراج کھرچی ان فائلوں میں گلی رپورٹوں کو دیکھنے لگا، پھر اس نے کہا۔ "یہ تیرے اس کے خون میں پتے ہیں، خون میں جو کالے اور سفید جڑوے ہوتے ہیں کسی خاص عمل کے تحت یہ جڑوے ان کیزوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ رہے نہیں بتاتی ہیں کہ اس کے جگر کے پاس ایک زخم سوراخ کی شکل اختیار کر گیا ہے اور اسی طرح سے یہ خون رس کے اس کے حد سے میں داخل ہو چکا ہے، یعنی وہ خون جو جڑوے کی شکل میں ہے اور جب یہ کھانسا ہے تو یہ جڑوے اس کے منہ اور ناک سے باہر نکل آتے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب عمل ہے۔ ہمیں یہ پتہ نہیں چل سکا کہ ان جڑوے کے پتے کی وجہ کیا ہے، لیکن ایک اور کام ہونا چاہیے تھا۔"

"وہ کیا ڈاکٹر؟"

"ہمیں اس کا خون بدلوانا ہوگا۔"

"یہ رپورٹیں موجود ہیں، یہاں کے بہترین ہسپتالوں میں، میں بار اس کے جسم کا

دش کنیا

سارا خون نکال کر نیا خون ڈلوایا گیا ہے مگر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد اس کے خون میں پھر وہی جڑوے پتے نکلتے ہیں، تمہیں بار اسے نیا خون دیا گیا ہے۔"

"ہوں۔" شوراج نے وہ رپورٹیں بھی دیکھیں پھر بولا۔ "کیا آپ اسے یہاں سے شہر کے ہسپتال میں منتقل کر سکتے ہیں؟"

"ڈاکٹر صاحب! بات آج کی نہیں ہے، کئی دفعہ ہم اسے شہر کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں لے جا چکے ہیں۔"

"مجھے یقین ہے آپ نے ایسا کیا ہوگا لیکن بہر حال مجھے کچھ وقت دیجئے۔" میں اس کا ہلے کر جوں گا اور اس کے نمونے انگلینڈ بھجوا دوں گا۔ اس دوران میں دہلی میں رہوں گا اور وہاں اپنے طور پر اس کے جلد پر ریسرچ کرواں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں، مجھے اپنے بھائی کا جیون چاہئے۔" گرجن سنگھ نے آرزو کی سیجھ میں کہا۔

وہ لوٹ ڈاکٹر شوراج کے آگے پیچھے پھرتے رہے۔ ڈاکٹر شوراج نے اپنی ضرورت کے مطابق جگن راج کا خون لیا اور پھر اس کے حویلی پہنچانے کا بندوبست کیا جانے لگا۔

جب دودھنی چلا گیا تو گرجن سنگھ غمزدہ انداز میں اپنے کمرے میں جا کر بیٹھا، اس کی دھرم جی نے اس سے ہمدردی کی بہت سی باتیں کیں تو گرجن سنگھ غمزدہ لہجے میں بولا۔

"میرے بھائی کا جیون بچ جائے اس سے بڑی بات میرے لئے امر کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں نے اپنا جیون بچا لیا ہے پر جگن راج! اگر وہ اس سستہ ریس نہ ہوتا تو غنیمت ان کی سونگہ میرا جیون بھی بیکار ہو جاتا۔ یہ جے شرما کہاں گیا؟"

باز میں نے فوراً ہی جے شرما کو گرجن سنگھ کے سامنے پیش کر دیا، گرجن سنگھ میں ڈوہا ہوا تھا اس نے جے شرما کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ارجن سنگھ کو تم نے کہاں پہنچا دیا؟"

"مہاراج! اسے گائیک پوری کے قید خانے میں بند کر دیا گیا ہے۔"

"بہت خطرناک ہے وہ۔ یہ پتہ ہے جس سے ہماری حویلی میں آگ لگائی تھی۔ ابھی ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کریں گے۔ ڈاکٹر شوراج کی طرف سے پتہ چل جائے کہ وہ کیا کریں گے۔ اگر وہ جگن راج کو انگلینڈ لے جانے کے لئے کیس کے تو ہم خود بھی جگن راج کے ساتھ

یورپ جائیں گے۔"

"جی مہاراج۔" جے شرما نے کہا۔

"تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر پوری نظر رکھنا دو بھائی نہ پائے۔"

"آپ بالکل چٹان کریں، دوسری بات یہ ہے کہ وہ ترویدی بھی آگیا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ آج کل اس کی بڑی اہمیت ہے۔"

"نہیں، کبھی بالکل بچوں جیسی باتیں کرتے ہو جے شرماء، ہندوستان کے بڑے سے بڑے ڈاکٹروں نے سارے جتن کر لئے پر وہ ٹھیک نہیں ہو سکا، پھر پچھلے مونسے ویڈ حکیم، نزلہ زکام کا علاج بھی ٹھیک سے نہیں کر پاتے، اتنے پیچیدہ معاملے میں وہ کیا کر سکتے ہیں۔"

"بڑی تعریفیں سن رہی ہیں ان کی۔ آگیا ہیں تو دکھائیں انہیں بھی، ورنہ چٹا کریں، کیا حکم ہے؟"

"کہاں ہے وہ؟"

"مہمان خانے میں ہے۔"

"آگیا ہے تو دکھا لو، دیکھو کیا کہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔"

"اور ایک بات سنو، ڈاکٹر شوراج کو ان بے وقوفوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہونا چاہئے۔ یہ لوگ ایسی حماقتوں کو نہیں مانتے۔"

"جی مہاراج۔"

جے شرماء نے ترویدی کو اپنے پاس بلا لیا اور پھر اس نے جگن راج کی بیماری کے بارے میں اسے تفصیل بتائی۔

"آپ کے آدمیوں نے مجھے بتا دیا تھا، مگر میں نے ابھی تک جگن راج جی کو نہیں دیکھا ہے۔ سنا ہے ولایت سے کوئی بڑے ڈاکٹر صاحب آئے ہیں۔ آپ ہمیں بتا دیجئے کہ ہماری باری کب آئے گی۔"

"بس ترویدی جی... یہ پیسے والے لوگ بیماریاں خریدتے ہیں اور پھر ان کے علاج پر خوب پیسہ بہاتے ہیں مگر میں آپ سے بڑی عقیدت رکھتا ہوں۔ آپ بتائیے کب دیکھیں گے جگن راج کو۔"

"جب آپ آگیا دیں۔"

"تب تیار ہو جائیں۔ ابھی چلیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ترویدی نے کہا۔ پھر اس نے اندر جا کر ست رانی کو بھی تیار ہونے کے لیے کہا۔

جے شرماء ان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ پھر جب ست رانی اندر سے آئی تو جے شرماء نے

پہلی بار اسے دیکھا اور پتھر اکر رو گیا۔
جگن کے حسن کو دیکھ کر کچھ لمحوں کے لئے اس کے حواس جواب دے گئے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑے فستے دیکھ رہا تھا۔

"چلیں مہاراج۔" ترویدی نے اسے مخاطب کیا۔

"ایم باں... یہ... یہ کون...؟"

"میرنی بنی ست رانی ہے۔"

"جی... کیا یہ بھی ساتھ جائیں گی؟"

"ہاں... میں نے اپنے سارے جیون کی مکھٹا اسے دے دی ہے۔ بوزخا ہو گیا ہوں۔ یادداشت بھی خراب ہو گئی ہے۔ یہ میرے سارے گمن یاد رکھتی ہے اور بیماری کا علاج بتاتی ہے۔ اس لئے یہ میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔"

"تب تو یہ بڑی مہمان ہیں، آئیے۔" جے شرماء نے کہا اور پھر وہ ان دونوں کو لے کر چل پڑا۔ وہ مسلسل ست رانی کو دیکھتے جا رہا تھا۔ پھر نہ جانے کس خیال کے تحت اس کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔

"ایک بات کہوں ترویدی مہاراج۔ برا تو نہیں مانیں گے۔"

"جی مائی باپ، کیا بات ہے۔"

"آپ کی بنی بہت سندر ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ ان حویلیوں میں رہنے والوں کی نظریں کدی ہوتی ہیں۔ اگر آپ ست رانی جی کے چہرے کو نقاب سے ڈھک دیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔"

"اور... اچھا۔ مگر میں نقاب کہاں سے لاؤں؟" ترویدی نے پریشانی سے کہا۔

"ابھی یہ اپنی اوزمٹی سے ہی کام چلائیں۔ بعد میں اس کا انتظام میں کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ترویدی نے کہا، پھر جگن راج کی رہائش گاہ میں داخل ہو کر ترویدی کے پرست رانی نے اپنا چہرہ اپنی اوزمٹی میں چھپا لیا۔ اس کے بعد وہ جگن راج کے پاس پہنچ

جگن راج اس وقت ہوش میں تھا اور اپنی بیماری سے بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔

"اب کیا بات ہے جے... یہ کون کون ہیں؟" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"یہ بہت بڑے وید ہیں جگن جی۔ آپ کو دیکھنے آئے ہیں۔"

"اور یہ...؟" جگن نے ست رانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ان کے ساتھ ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ دیکھیں تماشا۔" جگن نے افسردہی سے کہا۔

"من ہلکا نہ کریں مہاراج۔ جگوان آپ کو ٹھیک کر دے گا۔"

"اچھی طرح ٹھیک کر دیا ہے جگوان نے۔" جگن نے جھکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

اسی وقت ست رانی بولی۔

"ہماری آپ دونوں پر ہر چل جائیں۔"

اس بات پر بے شرمانے چہک کر ست رانی کو دیکھا۔ پھر شانے بلا کر بولا۔

"یہ دیکھیں گی جگن جی کو؟"

"آئیے۔" تردیدی نے کہا اور بے شرمانہ کسی قدر ناخوشوار انداز میں ترویدی کے ساتھ

باہر نکل آیا۔

باہر نکل کر اس نے کہا۔ "آپ نے تو واقعی اپنا سب کچھ اپنی بیٹی کو دے دیا ترویدی جی!"

بچھا اپنے پاس بھی رکھتے تو اچھا تھا۔" ترویدی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

دوسری طرف ست رانی جگن کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

"آپ انھیں کرمینہ جانے مہاراج۔"

"سہارا آپ کو دینا ہو گا دیوی جی! اس بغیر سہارے کے انھیں نہیں سکتا۔"

ست رانی نے جگن کو بازو سے پکڑ کر سہارا دیا اور جگن ایک کراہ کے ساتھ اٹھ گیا۔ ایک بار

اس کا تیلنس خراب ہوا تو اس نے بے اختیار ست رانی کا سہارا لیا۔ وہ ایسا کرتے ہوئے ست رانی

کے چہرے سے پزراہٹ گیا۔

جب جگن نے ست رانی کا چہرہ دیکھا اور وہ یکساں رہ گیا۔ ست رانی نے اس بات کا کوئی

احساس نہیں کیا تھا۔ اس نے جگن کی آنکھوں میں دیکھا اور جگن کو یوں لگا جیسے اس کی چوری جان تھک

رہی ہو۔ پہلے وہ ست رانی کے حسن کے حیر کا شکار ہوا تھا اور اب اس کی آنکھوں کے سمندر میں

ذوب کیا تھا۔

ست رانی اپنے قدرتی ظلم سے اسے اندر سے پڑھ رہی تھی اور اس کی بیماری سے واقف

ہو رہی تھی۔

پھر اس نے آنکھیں جگن راج کے چہرے سے بنائیں اور غلام اسے اپنے چہرے سے

کھلے ہوئے کا احساس ہوا، چونکہ اسے تردیدی نے چہرہ ڈھکنے کے لئے کہا تھا اس لئے اس نے

اور حسنی اپنے چہرے پر بڑا کر لی۔

"یہ نہ کریں دیوی۔ آپ کی صورت تو جیون کا پتہ دیتی ہے، اگر آپ تھوڑی دیر کسی کے

سامنے چہرہ کھول کر بیٹھ جائیں تو اس کی بیماری بھاریاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ جگوان کی سوانہ

آپ کو بچھنے کے بعد تو جیون کو من چاہئے لگا ہے۔"

ست رانی سنہ کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اٹھ کر دروازہ کی طرف چلی تو اسی وقت

دروازے سے ٹرچن سگواندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے تردیدی اور بے شرمانہ بھی تھے۔

ٹرچن نے ایک سرسری ٹکا دست رانی پر ڈالی۔ ست رانی کا چہرہ اسے نظر نہیں آیا تھا۔ اس

نے فوراً اپنے بھائی کو دیکھ اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تم چھتا مت نرم جگن۔ میں تمہیں جگوان کے گھر سے بھی دانیں لے آؤں گا۔ یہ سب

بے چارے تمہارا جیون چاہتے ہیں اس لئے اپنے اپنے جیون کر رہے ہیں۔ مگر تمہارا مت کر۔" اتر

ڈاکٹر شراج نے مشورہ دیا تو میں تمہیں دلا دیتا۔ جاؤں گا اور وہاں تمہارا علاج کرادیں گا۔"

"یہ دیوی جی! دن میں بھائی مہاراج!" جگن نے پوچھا۔

"پتہ نہیں دن ہے۔ سبے شرجا۔" اتر چرچن نے بے شرمانہ کو آواز دی اور بے شرمانہ ہاتھ

جوڑ کر سامنے آ گیا۔

"یہ لڑکی کون ہے؟"

"دیدی کی بیٹی سبب ایہ جی نے اسے اپنا گھانا دل دے دیا ہے اور اب میں ان کے سر پہلوں

کو بچھتی ہے۔"

"یہ تماشا کھ دیکھا ہے تم لوگوں نے۔" نیا کر رہا تھا۔ وہم سبے شرجا نے اس کے لہجوں پر اپنے

خروج کر کے یورپ کے اتنے بڑے ڈاکٹر کو بلایا ہے اور تم لوگ یہ نوے لوگوں کے چاند ہیں پڑے۔

ہوئے ہو۔"

"کیا دیکھا ہے آپ نے اسے لڑکی؟" ٹرچن نے تھکے لہجے میں پوچھا۔

"جڑن مڑی ہوئی کھائی ہے انہوں نے۔ اس میں بس کچھ کھڑے کاوش ہوتا ہے جس میں نیچے

نچھے کڑے ہوتے ہیں۔ یہ کڑے ان کے خون میں بھر گئے ہیں اور وہی ان کے شریروں سے نکل کر

آتے ہیں۔"

"کی بکو اس کر رہی ہے یہ۔" ٹرچن بولا۔

"یہ جڑن کا لڑکی کیا ہوتی ہے۔"

"ایک منٹ بھی جی۔" کچھ سے پہلے کی بات ہے۔ ہم لوگ ایک پلنگ پر گئے تھے۔

پروفیسر اتر رہے۔ اسے بھی ہمارے ساتھ تھے۔ وہ جڑی بوٹیوں پر کام کرتے ہیں۔ باقی لوگ اپنی

اپنی پسند کے نکل کر رہے تھے اور پروفیسر جڑی بوٹیاں تلاش کر رہے تھے۔ میں ایسے ہی شوق میں

اپنے روپ سے دوسرے لوگوں سے ذرا نکل گیا۔ وہاں پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں ایک پہاڑی کے رخنے میں ایک چوڑا ٹکا ہوا تھا۔ اس چوڑے میں چٹنی کے برابر پھل لگے ہوئے تھے۔ یہ پھل بہت خوبصورت تھے۔ میں نے بے ہوشی میں ایک پھل چکھ کر دیکھا بے حد لذت تھا۔ میں نے پانچ پھل کھائے اور تھوڑے سے پھل توڑ کر دوسروں کو دکھانے کے لیے رکھ لئے۔ پروفیسر ہارو نے یہ پھل دیکھے تو اچھل پڑے اور انہوں نے بڑی بدحواسی سے مجھ سے یہ پھل چھین لئے پھر مجھ سے پوچھا کہ ان پھلوں کا پودا کہاں ہے؟ میں نے سمت اور جگہ بتائی تو وہ پانگوں کی طرح دوڑے اور اس پودے کے سارے پھل توڑ لئے۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیسا پھل ہے تو انہوں نے کوئی خاص جواب نہیں دیا، ہاں اس کا نام ضرور بتایا تھا جواب تک مجھے یاد ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس پودے سے "تریاقی" بنایا جاتا ہے اور اس کا نام جرن کڑی ہے۔ کسی کی دلچسپی کی بات نہیں تھی اس لئے زیادہ کرید بھی نہیں کی تھی۔

"جرن کڑی۔" مرنہٹ نے زیر لب کہا۔ پھر بولا۔

"اس کا کوئی علاج ہے تو دیدہ جی؟"

"ہے" است رانی نے کہا اور اس میز سے پانی کا جگ اٹھا لیا جو جگن راج کے سر ہانے موجود تھی۔ جگ سے اس نے گلاس میں پانی اُتار دیا اور اس میں سے آدھا پانی پی لیا۔ اس کام میں اس نے کچھ زیادہ وقت لگایا تھا اور دوسرے لوگ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر اس نے باقی پانی جگن کی طرف بڑھا دیا۔ اور بولی۔

"لی لو۔"

جگن جو اس کے حسن میں کھویا ہوا تھا اور اب بھی اسے دیکھے جا رہا تھا چونک پڑا گلاس است رانی کے ہاتھ سے لے لیا۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ۔ زکو جگن رک جاؤ۔" لیکن اتنی دیر میں جگن نے پورا پانی پی لیا تھا۔

"تم نے اسے اپنا جھوٹا پانی پلایا ہے۔ تم جانتی ہو یہ کون ہے؟"

نہ جانے بہت رانی کو کیا ہوا۔ اس نے گرچن کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اور تم جانتے ہو میں کون ہوں؟"

جو بھی است رانی نے گرچن کی آنکھوں میں دیکھا گرچن کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے سورج اُتر آیا ہو۔ اتنی تیز چہل قدمی کہ کچھ دیر کے لئے وہ اندھا ہو گیا۔

اس کے بعد وہ کچھ نہیں بول سکا، تھوڑی دیر سر جھٹک رہا اور اس کے بعد دروازے کی جانب مڑ گیا۔

وہ شام تھا
بے شرم خاموشی سے تردیدی اور ست رانی کو دیکھ رہا تھا، کچھ لمحوں کے بعد تردیدی نے کہا۔

"ست رانی تجھے کچھ اور سے چاہیے کیا؟"

"نہیں بابا واپس چلو۔" ست رانی نے جواب دیا۔

تردیدی نے بھی کھل ہار ست رانی کو اس اعتماد کے ساتھ بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ سمجھا کہ گرچن سنگھ بہت بڑا آدمی ہے اور اس کی شان و شوکت کی کہانیاں ذور زور تک پہنچی ہوئی ہیں۔ ست رانی نے جس طرح اس سے کہا تھا کہ وہ ہمہ نہیں جانتا یہ بات گرچن سنگھ کے لئے کوئی نقصان پہنچانے والی بات ہو، اس نے بے شرمی کی طرف بکھا تو سچے نے کہا۔

"اگر یہاں آپ کا کام پورا ہو چکا ہے تو واپس مہمان خانے چلیے۔" بے شرمالان کے پیچھے مہمان خانے تک آیا۔ ست رانی اندر چلی گئی۔ بے شرمالان نے تردیدی سے کہا۔

"ان کا نام ست رانی ہے؟"

"ہاں۔"

"مجھے کی بہت تیز معلوم ہوتی ہیں، گرچن مہاراج سے انہوں نے جس لہجے میں بات کی ہے نقصان وہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"اب میں کیا کروں مہاراج؟" تردیدی نے پریشانی سے کہا۔

"نہیں، فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں ہوں آپ کے پیچھے، اگر کوئی نقصان اہل ہوئی تو میں آپ کو یہاں سے لال دوں گا، چتا نہ کریں۔"

"بے جگوان، یہ تو لینے کے دینے پڑ گئے۔"

"میں آؤں گا آپ کے پاس، آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔" بے شرمالانی رنگ میں تھا۔

تردیدی ست رانی کے پاس اندر پہنچ گیا اور بولا۔ "یہ تو نے کیا کیا بیٹیا؟"

"کیوں بابا کیا ہو گیا؟" ست رانی نے معمول کے مطابق مصحوم لہجے میں کہا۔

"ارے بیٹیا کیا بتاؤں، کیا ہو گیا، میرا خیال ہے کہ اترتھ ہو گیا ہے۔"

"میرری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا بات تردیدی۔"

"نہی تو دکھ کی بات ہے، اپنی مصمص۔ میں بول گئی تو، پردہ۔ یہ تو ہے جو جگوان نے اب میں لکھ دیا، اچھا ایک بات بتاؤں نے دہنا جھوٹا پانی کیوں پلایا ہے؟"

"میں نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا بابا مجھ سے اس بارے میں اس طرح نہ پوچھو، میں نہیں

کیا مطلب مجھے تفصیل بتائیے؟

”مہاراج، جنگل میں ملی تھی مجھے، میں اسے اپنے ساتھ لے آیا، بہت سے سے یہ — ساتھ ہے، کوئی اسکی بات ہے اس کے اندر جو میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی، جڑی بوٹیوں کے بارے میں اتنا جانتی ہے کہ میرے ہند کے نجی نہیں جانتے ہوں، جس کا علاج کرتی ہے مہاراج، بھگوان کی دیا سے دھنک ہو جاتا ہے۔“

”اوہ... یہی میرے دل میں تھا کہ وہ تمہاری بیٹی نہیں ہے، میں تمہیں بتاؤں، بڑے بھگوان ہوتے... بھگوان نے تم پر بڑی دیا کی ہے۔ وہ لڑکی نہیں دیوی ہے۔ تمہارے کوئی اچھے کرم ہوں گے جن کی وجہ سے وہ دیوی تمہارے پاس پہنچی تھی، خیر میں اور کچھ نہیں کہوں گا اس کی قدر کرو۔“

”ہمارے تو دن پھر مجھے مہاراج، جب سے وہ آئی ہے بھگوان کی دیا سے ہماری طاقتوں بھری زندگی سندھرنی، اب بھگوان کی دیا ہے، نئی چیزیں ہیں ان کے رشتوں کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ گھر بھی تھوڑا تھوڑا ایسا لیا ہے اور بھی بنائوں گا۔“

”سنو ترویدی، اگر میرا بھائی تھیک ہو گیا تو میں تمہیں تمہاری بہتی میں شادی کر دیتا کروں گا۔ میرا بھائی راج مجھے جیون ستہ یاد دہا رہا ہے، کیا سمجھے؟“

”جی مہاراج۔“

”میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا بھائی تھیک ہو رہا ہے، اسے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کھانسی آتی تھی اور اس کی ناک اور منہ سے کینے جھڑکتے تھے لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ اب اسے کھانسی نہیں آرہی، بہت سے کے بعد اس نے کھانا بھی کھا ہے اور کھانا ہے کہ اسے بھوک لگ رہی ہے جبکہ اس کی بھوک تو از گئی تھی، وہ یہی یہ علامت بتاتی ہیں کہ وہ تھیک ہو رہا ہے پر یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی کہ اس لڑکی نے اسے اپنا بھونا پانی کیوں پلایا؟“

”دیویوں کی باتیں دیویاں ہی جانتی ہیں مہاراج، وہ ایسے ہی کام کرتی ہے، پر مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔“

”میں کسی سے اس کے درشن کے لئے خود تمہارے پاس آؤں گا، اب تم جاؤ اور اس بات کو دل میں رکھنا کہ اگر جیلن راج کی حالت اچھی ہوگی تو میں تمہیں بڑا انعام دوں گا۔“

ترویدی نے وہ دنوں ہاتھ جوڑے اور پرنام کر کے واپسی کے لئے مڑ گیا۔ نوکر اسے مہمان خانے تک چھوڑنے آئے تھے، وہ اندر داخل ہو گیا۔ ست رانی نے دروازہ کھولا تھا جب ترویدی نے اسے بتایا کہ وہ ہے، اندر پہنچ کر وہ ایک چنگ پر بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

دش دنیا

جانتی کہ میں نے اسے اپنا بھونا پانی کیوں پلایا ہے، پر آپ یہ سمجھ لو کہ میں اس کا علاج بہت دیکھتا ہوں۔“

”بھگوان کی لیا بھگوان ہی جانتے، منس کی سمجھ میں کبھی کچھ آتا ہے جواب آئے مجھے۔“

ترویدی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا اور عجیب سی نگاہوں سے ست رانی کو دیکھ کر بڑبڑاتے والے انداز میں کہا۔

”پتہ نہیں تو کون ہے، پر میرے لئے تو سچ سچ... لکشی ہی ہے، بھگوان تجھے نہ سے سے زور دے۔“

دن ندر دنیا، رات بھی مڑ مڑی، دوسرے دن شام کو پانچ بجے کے قریب مہمان خانے پہنچے اور انہوں نے ترویدی سے کہا۔

”مہاراج مہاراج، جی آپ دوبارہ ہیں، دیکھتی۔“

”اچھا اب کیا کر رہی ہیں؟“

”ہمارے ساتھ چل، کوئی پانی کی بات تو نہیں ہے۔“

”ہاں... اسیے مجھے ہی بلایا ہے۔“

”یہی کہا ہے کہ وہ کو باا...“

”چستانوں میں ابھی ذرا تم رکو۔“

”مہاراج...“

”منہ دیکھنا اپنا، دروازہ اندر سے بند کر لے، کوئی آئے تو اپنا دیدہ ہی کر چکیں گے مہاراج کے پاس گئے ہوئے ہیں اور جب وہ ملے تو کہیں ہوتے تو کسی سے نہیں ملتی۔“

”تھیک ہے۔“ ست رانی نے کہا اور ترویدی تو کروں کے ساتھ چل پڑا۔ اسے یہی ٹک رہا تھا جیسے اسے تھک گیا وہ لے جایا جا رہا ہے اور اب اسے ست رانی کے جرم کی سزا ملے گی تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر کو نکلتا کر پچھلے کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ مسلح سپرے وار دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، وہ اندر داخل ہو گیا، مڑ مڑ کر ایک شاندار کرسی پر پہنچا، وہ اس کا انتظار کر رہا تھا، ترویدی تو دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”بہن! یہ اتنی نیکی ہیں آپ؟“

”نہ پتا ہے مہاراج کی۔“

”ترویدی جی، وہ لڑکی جس کا نام آپ نے اس وقت ست رانی لیا تھا آپ کی بیٹی ہے۔“

”نہیں مہاراج، جی نہیں ہے، جی نہیں ہے۔“

"بھٹوان جانے کیا ہے ایک بات بتا دو گی ست رانی تو مجھے؟"

"جی بابا پوچھیں۔" ست رانی نے کہا۔

"بیٹاؤ نے اسے اپنا جھوٹا پانی کیوں پلایا تھا؟"

ست رانی کسی قدر غصے سے ترویدی کو دیکھنے لگی، پھر بولی۔

"آپ نئی نئی باتیں کر رہے ہیں ترویدی مہاراج، پہلے آپ کبھی مجھ سے نہیں پوچھتے تھے۔ فلاں کام میں نے کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا، لیکن اب آپ یہ سب پوچھنے جا رہے ہیں؟"

"نا، نا بیٹا، میں نہیں پوچھ رہا، پر ایسے ہی سب لوگ حیران ہیں۔"

"اُمس نے کہا تھا میں کچھ نہیں جانتی، اُس جو ہو رہا ہے، یہی جانتی ہے سب ٹھیک ہی ہو جاتا ہے۔"

مزید پوچھیں گئے مگر اور جتن راج کی حالت کافی بہتر نظر آنے لگی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ ست رانی کا جھوٹا پانی جو چاشنیا اس میں یقیناً جگن راج کے اس مرض کا علاج تھا لیکن ایک اور علاج بھی جگن راج کا ہوا تھا وہ تھا ست رانی کے درشن۔

جب سے اس نے ست رانی کو دیکھا تھا، اپنی زندگی کے ایک نئے دور سے گزر رہا تھا۔ یورپ میں رہا تھا، کوئی شریف زادہ نہیں تھا یا اس نے وہاں شرافت سے زندگی گزاری تھی، لیکن ست رانی نے اس کے دل پر جو اثر کیا تھا ایسا اثر اس کے جیون میں کبھی نہیں ہوا تھا اور وہ اس وقت سے اب تک ست رانی ہی کو یاد کر رہا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اپنے اندر ایک مضبوطی کی محسوس کر رہا تھا جبکہ پہلے اس کا دل ہر لمحے ہلکا سا ہوتا رہتا تھا۔

یہ کیفیت تو جگن راج کی تھی۔ لیکن ست رانی کا دوسرا کھانل بے شرم تھا۔ بچہ شرم ایک سرکش اور باغی ذہن کا مالک، نوجوان تھا، اس کی زندگی کی کہانی کچھ بھی ہو لیکن گریچن سنگھ کی اس حویلی میں اسے بہت بڑا مقام حاصل تھا۔ اس نے ست رانی کو دیکھ لیا تھا اور اس کی دن رات کی نیندیں اور چھین حرام ہو گیا تھا، اتنی حسین لڑکی اس دیکھ ہی جی، لیکن وہ جو کچھ بھی تھی بے شرم ہر قیمت پر اس کے قریب آنا چاہتا تھا۔ وہ دیوانہ سا ہو گیا تھا۔ جب اور کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی تو اس نے اپنے خاص دوست دھرم سے اس بارے میں مشورہ کیا، دھرم اس کا اسٹنٹ بھی تھا اور راز دار بھی۔

"کیا بات ہے شرم، کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔"

"پھر دھرم تجھے ایک من کی بات بتانا چاہتا ہوں۔"

"جی، کہیں کیا بات ہے؟"

وش کینا

"وہ تو دیکھ یہاں آیا ہے، وہ اپنی بیٹی کو ساتھ لایا ہے، اب اسے شیب وغریب لڑکی ہے، بالکل یوں جھوٹا پانی مان ہے، کچھ ایسی انوکھی خوبیاں ہیں اس کے اندر جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی خاص حیثیت رکھتی ہے، اب دھرم میں اُس پر مر رہا ہوں۔"

"اگر بے مہاراج کیا جی بول رہے ہیں، آپ نے بارے میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ کے سینے میں دل کی جگہ پتھر کا کوئی ٹکڑا رکھا ہوا ہے، کیا اس پتھر میں جو تک لگ گئی ہے؟"

"ہاں، یہی سمجھو کہ پتھر میں جو تک لگ گئی ہے۔" بے شرم نے گرومن جھٹکتے ہوئے کہا۔

دھرم اسے تشویش نگرئی دیکھوں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"تو اب کیا ہو کا مہاراج...؟"

"دھرم، مجھے وہ لڑکی درکار ہے۔"

"تو یہ جی سے بات کروں...؟"

"نیا بکواس کر رہا ہے، وہ یہ جی سے کیا بات کرے گا؟" بے شرم نے غصے سے کہا۔

"آپ اس سے دو اونٹیں لڑیں گے؟" دھرم نے حیران لہجے میں کہا۔

"پاکل ہوا ہے۔" دواہ میں جیون بھر نہیں کڑوں گا۔ میں ایسی بے وقوفیوں کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ گریچن جی جیسے کاموں کا قائل ہوں میں۔ اور آپ اور خطرناک بات ہے۔ ابھی تک گریچن سنگھ جی نے اسے نہیں دیکھا ہے۔ اگر ان کی نظریں اس پر پڑیں تو ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔"

"آپ تو کس معلوم کہ گریچن نے اسے نہیں دیکھا۔"

"انہیں مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ دیکھ لیتے تو مجھے علم مل جاتا کہ بے شرم اسے تو تہہ پور پہنچا رہا۔"

پہنچا رہا۔

"وہ جگن راج کا علاج کر رہی ہے۔ ممکن ہے گریچن جی نے اس لئے اسے چھوٹ دے دی ہو۔"

دی ہو۔

"تو کیوں کیوں گئے جا رہا ہے، بجائے اس کے کہ میری سہاغا کرے۔"

"نہیں مہاراج۔ آپ کا سبک بول آپ سے پریم کرتا ہوں، اس لئے اتنی ساری باتیں کر رہا ہوں۔ شیر کے دانتوں سے گوشت بھانا جان جو کھم کا کام ہے۔ جو کچھ کریں سوچ سمجھ کر کریں۔"

دھرم نے کہا اور جے شرم اس وقت میں ڈوب گیا۔

"اُس کے علاوہ مہاراج! وہ جگن راج کا علاج کر رہی ہے اور آپ بتا رہے ہیں کہ اس کے علاج سے ان کو فائدہ بھی ہو رہا ہے۔ اگر کوئی اونچے نیچے ہوئی تو گریچن جی دھرتی آکاں ایک کر دیں۔"

کر دیں۔

"ہوں... یہ بات تو ہے۔ میں پیشک جلد بازی نہ کروں، پر حضور یہ ہے کہ دو ٹوٹ گئی نظر دوں میں نہ آجائے۔" بچے شرماتے ٹکڑے مندی سے کہا۔

"دوسری بات ہے مہاراج۔ آپ بتاتے ہیں کہ اس نے بس جگن مہاراج کو اپنا جھوٹا پانی پلایا اور جگن مہاراج کے اندر صحت مندی کے آثار نظر آنے لگے۔"

"تو پھر...؟ ہے شرماتے پوچھا۔

"اگر وہ مکیاں دھیان والی لگی تو..."

"تو کی... رہنا بھی گلیاں ہو جائے گا۔" بچے شرماتے مسکراتے ہوئے کہا پھر بولا۔

"میں جلد بازی نہیں کروں گا دھرم، دیکھتے ہیں جگن جی کا کیا ہوتا ہے۔"

"یہ بات ہے عقل والی۔ آپ اپنے میوک کو جو حکم دیں گے وہ اس کی تعمیل کرے گا۔"

دھرم نے کہا۔

☆...☆...☆

شوراج مگر جی اچانک وانس آ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ آٹھ افراد اور تھے۔ جن میں تین ماہر ڈاکٹر اور باقی مختلف پیشہ شہس تھے، ساتھ میں کئی بڑی اور چھوٹی مشینیں اور ادویات کے کادین تھے۔ شوراج مگر جی کو چونکہ بڑے اہتمام سے لندن سے بلایا گیا تھا اس لئے اس کی بڑی عزت و تکریم تھی۔ اس وقت بھی خود مگر جی بنگلہ نے اس کا استقبال کیا تھا۔ بچے شرماتے کو ہدایت کی گئی تھی۔ معزز مہمانوں کے قیام کا بندوبست ان کے شانہ و شان کیا جائے۔ پھر ڈاکٹر شوراج نے مگر جی سے ملاقات کی۔

"میں نے زبردست محنت کی ہے۔ اس وقت میرے ساتھ جو ڈاکٹر آئے ہیں وہ دہلی کے سب سے بڑے ہسپتال کے ماہر ڈاکٹر ہیں۔ ہم نے تمام رپورٹوں کا تجزیہ کیا ہے اور بہت سے نتائج اخذ کئے ہیں۔"

"جی ڈاکٹر"

"یوں سمجھ لیں میں پوری لیبارٹری ساتھ لے آیا ہوں۔ ایک بڑا کمرہ خالی کمرہ میں دینا وہاں ہم اپنی نیبا، مری قائم کریں گے اور جیسے جیسے مسٹر جگن راج کا علاج کریں گے دیے دیے ان کے خون کا اور دوسری کیفیت کا تجزیہ کرتے جائیں گے اور دیکھیں گے کہ ہمارے علاج کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔"

"آپ نے بہت مہربانی کی ہے ہم پر ڈاکٹر شوراج۔ ہم آپ کے اس تعاون کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ ایک فنی ہے آپ سے۔"

"جی فرمائیے؟" ڈاکٹر شوراج نے کہا۔

"ہم نے لندن میں آپ سے رابطہ کیا اور ہمارے چاہنے والے دوسری بہت سی کوششیں بھی کر رہے ہیں یہاں ہندوستان میں بڑے بڑے نمونے ہوتے ہیں یہ بات آپ کو بھی معلوم ہوگی۔"

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی سر۔" ڈاکٹر شوراج نے اُلجھ کر کہا۔

"آپ نے دہلی جاتے ہوئے جگن راج کی حالت دیکھی تھی۔"

"ہاں بہت شراب حالت تھی، اب کیا حال ہے؟"

"وہی میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں۔"

"میں خود اسے دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔" ڈاکٹر شوراج نے کہا۔

"آئیے؟" وہ بولا اور دونوں کچھ دیر کے بعد جگن راج کے پاس پہنچ گئے۔ وہ اس وقت ایک آرام کرسی پر بیٹھا ایک میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا، شوراج اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

"مائی گاڈ! یہ کیا ہوا۔ میرے انداز سے کے مطابق تو یہ دو تین مہینے اپنی جگہ سے خود اٹھ بھی نہیں سکتے تھے لیکن ایک نگاہ میں ہی یہ انداز بد ہو جاتا ہے کہ... کہ... وہ اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔"

جگن نے آگے بڑھ کر جگن کا معائنہ کیا اور اس سے کچھ سوالات کئے جن کے جگن نے بڑی قہلی سے جوابات دیئے تھے۔

"آئیے... باہر چل کر بات کریں گے۔"

باہر آ کر شوراج مگر جی گہری سانس لیتا ہوا ایک جگہ بیٹھ گیا۔

"یہ میری زندگی کا ایسا واقعہ ہے جس نے میرے دماغ کی چولیسن بلا دی ہیں۔ مسٹر جگن کا یہ نقصانی معائنہ کیا تھا اور ان کے لئے پریشان ہو گیا تھا لیکن اس وقت میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے لئے میرا سارا تجربہ ٹھل ہو جاتا ہے۔"

"آپ بھی ہندوستانی ہیں ڈاکٹر شوراج۔ آپ کو ہندوستان کی پر اسرار داستانیں یاد نہیں آتی کیا۔ یہاں تو بڑے بڑے چھٹکارے ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں تو بچپن ہی میں انگلینڈ چلا گیا تھا، لیکن پھر بھی ہندوستان میرے پُرکھوں کی نگاہ سے اس سے متعلق ضرور رہا ہوں۔"

"میرا تو نے نوٹس لگے بھی ہوتے ہیں، جڑی بوٹیوں کا علاج بھی ہوتا ہے۔ جو کی دمنسیا ہی، جگمگ، پوکائی اور آجودینہ ک علاج بھی کرتے ہیں۔ ایک انوکھے علاج نے جگن راج کی حالت بہتر کیا ہے۔"

"براہ کرم مجھے اس انوکھے علاج کے بارے میں بتائیے۔"

”آپ مجھے ایک بار پھر بتائیں کہ جگن راج کی حالت کیسی ہے؟“

”بہت اچھی۔ جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس پر یقین کرنے میں مجھے بہت مشکل پیش

آ رہی ہے۔ وہ بہترین حالت میں ہے۔“

”میرے آدمیوں نے ایک مشہور وید کو بلایا تھا وہ اپنی بیٹی کے ساتھ آیا ہے۔ آپ کے

ہونے کے بعد اس وید اور اس کی بیٹی نے جگن کو دیکھا اور پھر اس کی بیٹی نے جگن کو اپنا جھونا پانی پلا دیا

اور بس۔ جگن کی حالت ٹھیک ہوئی چلی گئی۔“

”جھونا پانی پلایا۔“ ڈاکٹر حیرت سے بولا۔

”ہمارے ہاں کے اکثر مندروں میں ایسی مہمان دیویاں موجود ہیں جنہوں نے اپنا جیون

مہادیو کے چہنوں میں دیو راسی بن کر بتایا ہے۔ ان کی قہیڑ نے انہیں بڑے بڑے چٹکار دیئے

ہیں۔ وہ بھی کوئی دیوی ہے۔“

”دیوی۔“ ڈاکٹر بڑبڑایا۔ پھر بولا۔

”وید یہاں موجود ہے؟“

”ہاں۔ نہیں ہے۔“

”اور اس کی بیٹی؟“

”وہ بھی ہے۔“ گرچن نے بتایا۔

”گرچن شک گئی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جگن کا ایک ہنڈ میسٹ کرنا چاہتا ہوں۔“

”ضرور ڈاکٹر۔ وہ آپ کا مریض ہے۔ آپ اس پر پورا کام کریں۔“ گرچن نے کہا۔

اور ڈاکٹر شورا ج نے اپنے ماتحتوں کو طلب کر کے انہیں ضروری ہدایات دیں۔ پھر اس نے

گرچن سے کہا۔

”ہمیں جگن راج کی زندگی اور صحت چاہئے وہ کیسے ٹھیک ہوا اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔

میں اس بات کو بالکل محسوس نہیں کروں گا کہ اس کا علاج میں نے نہیں کیا، بہر حال میرے سامنے

ایکہ انوکھا کیس آیا ہے۔ اب میں اس میسٹ کی رپورٹ کے بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔ اسی شام

ڈاکٹر شورا ج نے دوبارہ گرچن سے ملاقات کی۔ وہ بدستور حیران نظر آ رہا تھا۔

”جی ڈاکٹر۔“ گرچن نے سوال کیا۔

”میری طرف سے مبارکباد قبول کریں گرچن جی۔ آپ کے بھائی کے خون میں ان

زہریلے کیزوں کی تعدد کو صرف سات فیصد رہ گئی ہے اور وہ بھی تیزی سے ہلاک ہو رہے ہیں۔

میرے خیال میں اب جگن کو کھانسی بھی نہیں آتی ہوگی۔“

”ہاں۔ ایسا ہی ہے۔“

”اب میں آپ سے دوسری درخواست کروں گا۔“

”ضرور ڈاکٹر۔“

”میں اس لڑکی اور اس کے ساتھ وید سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“

”جسب آپ چاہیں۔“

”ابھی ممکن ہے۔“

”کیوں نہیں۔“ گرچن نے کہا اور بے شرما کو طلب کر لیا، لیکن ملازم نے کہا کہ شرجی کسی

کام سے حویلی سے باہر گئے ہیں۔

”کوئی بات نہیں۔ تم لوگ مہمان خانے جا کر وید ترویجی اور اس کی بیٹی کو یہیں لے آؤ۔“

”جوا گیا مہاراج۔“ لڑکوں نے کہا اور مہمان خانے کی طرف چل پڑے۔

.....

دشمن

تریدی نے ست رانی سے ملنے کی پوری تفصیل بتائی تو شوراج نے مسکراتے ہوئے کرچن کی طرف دیکھا۔

”کرچن جی، میرا قصور بہت اندازہ ٹھیک نکلا۔ مہمان انویٹ میں آپ سے آپ کے بارے میں کچھ پوچھتا ہوں؟“

”مم۔ میں مجھے تو کچھ نہیں معلوم۔ دیش میں رہتی تھی، بھرتی بابا میری دیکھ بھال کرتے تھے اور پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ سنہار بہت بڑا ہے اور سنہار میں ہمارے جیسے بہت سے لوگ رہتے ہیں۔ وہ مجھے سنہار میں لے آئے پھر بھرتی بابا انہیں بچھڑنے کے لئے اور تریدی جی مجھے اپنے گھر لے آئے وہ جہاں چار دیواریاں اور بھی ہیں۔ وہ مجھے ان کے بچے لے آئے۔ وہ سب بہت اچھی ہیں اور بابا تریدی مجھے بڑا یاد دلا رہے ہیں۔ بھرتی بابا پتہ نہیں کہاں چلے گئے ان کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔“

”ہوں۔“ شوراج نے گریزون بتلا دیا ہے ہوئے کہا۔ پھر وہ بولا۔

”دپونی جی میں آپ کا ہاتھ دیکھ سکتا ہوں۔“ ست رانی نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور پھر دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے۔

ڈاکٹر شوراج نے ان ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر سونگھا اور یہ تک سونگھتا رہا۔ کرچن بدستور ست رانی کو کھورے جا رہا تھا۔ پھر کرچن نے کہا۔

”ڈاکٹر شوراج راج قبیلہ سے ملائی سے نچک ہو گیا ہے، تمہارا سارے دورے ساتھ اور بچاؤ۔ اس کے بعد جیسا کہ ہم نے تم سے وعدہ کیا تریدی کہ تمہارے گاؤں کو پانی تمہارے لئے ایک بہت خوب صورت مکان بنا دیں گے۔ ہم اس کی بدایت ایک دو دن میں کر دیں گے اور تمہیں اتنا انعام دیں گے کہ تم یاد رکھو گے، لیکن تمہارا ہم سے واسطہ ہے گا۔ جب بھی ہم چاہیں گے تمہیں بلا لیں گے۔ کیا سمجھتے؟“

”میں تو اس ہونے مہاراج۔ آپ جب حکم دیں گے میں آپ کے چہلوں میں پہنچ جاؤں گا۔ پانی نہ پانی ہے آپ نے ہم پر۔“

”سانے اس دیوی نے اپنا بھوتا پانی پلا کر چکن راج کو ٹھیک کر دیا ہے، یہ اس کا مہمان چھتر ہے۔ میں اس کا پناہ دوا آدھا پانی اپنے پانی رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ وائٹراش تو نہیں بوجھا تریدی جی؟“ ڈاکٹر شوراج نے کہا۔

”نہیں مہاراج۔ آپ بہت بڑے لوگ ہیں۔ آپ کی کسی بات پر اعتراض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

ملازم نے کرچن شگھ کو پیغام تریدی کو دیا، تریدی کی کیا مجال تھی جو بلی کے اس حکم کو نظر انداز کرتا۔ ست رانی کو تیار کرنے کے بعد وہ ملازم کے ساتھ کرچن کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ ڈاکٹر شوراج اور کرچن شگھ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ تریدی جب ست رانی کے ساتھ اندر داخل ہوا تو کرچن شگھ نے ست رانی کو دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے کھیل گئیں۔ فطریہ انداز میں تھا، حالانکہ عمر کی اس منزل میں تو جب انسان کی برائیوں میں ٹھہراؤ آ جاتا ہے، لیکن وہ آج تک نہ انسان تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سب کچھ بھول گیا۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ وہ یہاں کس مقصد کے تحت آیا ہے، ڈاکٹر شوراج بھی ست رانی کو دیکھ رہا تھا اور اسے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ وہ بر حقیقت اپنے حکم کا ماہر تھا اس کے لئے یہ کیس ہی حیرت انگیز تھا۔ ہر حال دونوں نے سنبھالا لیا۔

کرچن شگھ نے تریدی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”آئیے دیکھتی، یہ ولایت کے بہت بڑے ڈاکٹر ہیں، چکن راج کا علاج کرنے کے لئے یہاں آئے تھے، لیکن اب اس بات پر حیران ہیں کہ چکن راج ٹھیک کیسے ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ ایک دیوی نے یہ چکارہ دکھایا ہے تو انہیں یقین نہیں آیا۔ کیا نام ہے تمہاری اس بیٹی کا؟“

”ست رانی“ تریدی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

”آؤ بیٹھو۔ میں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں، اصل میں ہندوستان چھوڑے ہوئے مجھے بہت لمبا عرصہ گزر گیا ہے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ ہندوستان میں بڑی بڑی مہمان آتھیں رتی ہیں، دہر کی دنیا میں بھی ہندوستان کی کہانیاں بڑی پر اسرار حقیقت رکھتی ہیں۔ میں تم سے تمہاری بیٹی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں تریدی جی۔“

”ست رانی کے بارے میں تم صحیح صحیح جواب دو گے۔“ کرچن نے بھی اس گفتگو میں حصہ لیا۔

”میری کیا مہمانی مہاراج کہ آپ کے سامنے جھوٹ بول سکوں۔“

”ست رانی تمہاری بیٹی ہے؟“

”نہیں مہاراج یہ مجھے عجیب و غریب حالات میں ملتی تھی، میری اپنی چار بیٹیاں ہیں۔“

ڈاکٹر شوراج کے کہنے پر پانی کا ایک گلاس لایا گیا۔ ست رانی نے اس میں سے آدھا پانی پیا اور باقی ڈاکٹر شوراج نے محفوظ کر لیا۔ تھوڑی دیر تک ترویدی اور ست رانی گرہن کے سناٹے رہے۔ گرہن بمشکل تمام اپنے ذہن پر قابو پائے ہوئے تھا۔ حسین لڑکی اس کی بہت بڑی کمزوری تھی، لیکن ڈاکٹر شوراج ہر کا ایک آدمی تھا۔ اس کے علاوہ گرہن آج تک اپنی عزت کو بٹانے ہوئے تھا۔ اس کے کالے کارناموں کا راز دار بچے شرمابھی تھا اور کچھ اور نوکر بھی۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جان دے دیتے لیکن گرہن کے کالے کارناموں کو منظر عام پر نہ لاتے تھے۔ گرہن کو ان پر مکمل اعتماد تھا۔ پھر اس نے ترویدی اور ست رانی کو جانے کی اجازت دے دی۔

ڈاکٹر شوراج نے کہا: "گرہن شکہ جی مجھے اس لڑکی کے وجود میں زہر کی بو آتی ہے۔"
"زہر کی۔" گرہن شکہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں تفصیل میں آپ کو کچھ ٹھنڈوں کے بعد بتاؤں گا۔" ڈاکٹر شوراج اس طرف چلا گیا جہاں اس کی اپنی رہائش گاہ تھی۔

پھر اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس جھونے پانی کا تجزیہ کیا تو کچھ ہی لمحوں میں اسے پتہ چل گیا کہ پانی انتہائی زہریلا ہے۔ ڈاکٹر شوراج اپنے ساتھی ڈاکٹروں سے مشورے کر رہا اور پھر اصل بات کی تہ تک پہنچ گیا۔ یہ بات اسے بھی پتہ چل چکی تھی کہ جگن راج کا یہ حشر ایک انتہائی زہریلا پھل کھانے کی وجہ سے ہوا تھا۔ شاید یہ وہی پھل تھا جسے کھا کر دیوا مچھو اور اس کا گھوڑا آن کی آن میں موت کا شکار ہو گئے تھے۔ دیوا مچھو نے یہ پھل زیادہ مقدار میں کھایا تھا چونکہ وہ بھوکا تھا اور جگن راج نے اسے بس پکھائی تھا کہ اس کے خون میں زہر پھیل گیا تھا اور اس کے خون کے سرخ اور سفید ذرات کیڑوں کی شکل اختیار کر گئے تھے۔ کافی تحقیق کے بعد شوراج گرہن شکہ سے ملا۔ گرہن خود بھی انہی کیفیات سے گزر رہا تھا، ست رانی اس کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی، لیکن ڈاکٹر شوراج کے انکشاف نے اسے سشدد کر دیا تھا اور وہ دیوانگی میں کوئی غلط قدم اٹھا کر اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔

ڈاکٹر شوراج نے کہا تھا: "آپ یقین کریں مہاراج، میں نے اپنی زندگی میں بہت سے انوکھے کیس دیکھے ہیں۔ ہندوستان سے دوری بے شک ہے، لیکن میں ان مہمان دیویوں کے بارے میں سنتا رہا ہوں جو گیان دھیان کر کے بڑے چٹکار دکھاتی ہیں، لیکن اس لڑکی کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے اندر کوئی روحانیت ہے۔ اس سے باتیں کر کے پتہ چلا کہ اس نے کسی ایسی جگہ پرورش پائی ہے جہاں وہ انسانوں سے دور رہی، لیکن اس کے اندر ایک دش کنیا کی کیفیت کیسے پیدا ہو گئی۔ یہ ایک تحقیق طلب بات ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے اس کے

دش کنیا
ہاں سے زہر کی بو آتی ہے، دوخت زہریلی لڑکی ہے اور یہ بات بھی میرے علم میں آئی ہے کہ جگن راج نے کہیں کسی جگہ ایک ایسا زہریلا پھل کھایا تھا جس کے بعد اس کی یہ کیفیت ہوئی۔ اس زہریلی لڑکی کے جھونے پانی نے جگن راج کے خون میں ان زہریلے ذرات کو ختم کر دیا جو اس پھل کے کھانے سے پیدا ہوئے تھے اور زہر کو زہر نے مار دیا۔ یہ لڑکی سخت زہریلی ہے اور قلعے کہانیوں کی دس کنیاؤں میں سے ایک ہے۔ اس جدید دنیا اور جدید ماحول میں دس کنیا کا ہونا ان سارے قلعے کہانیوں کی تصدیق کرتا ہے، لیکن یہ بات بھی قابل تصدیق ہے کہ یہ دس کنیا کیسے ظہور میں آئی۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت آپ کی اس حویلی میں ایک انتہائی زہریلی داکن موجود ہے۔ اس کی نرس نرس میں زہر خور ہے اور جو کسی کو کوئی بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ میں چاہتا ہوں گرہن شکہ جی کہ یہ لڑکی کچھ عرصے میرے ساتھ رہے اور میں اس پر تحقیق کروں۔"

گرہن شکہ سوچ میں ڈوب گیا۔ ست رانی نے اس کو ٹوٹ لیا تھا، لیکن ڈاکٹر شوراج کی بتائی ہوئی تفصیل بھی قابل غور تھی۔ کسی زہریلی داکن کی قربت موت کے سوا اور کیا دے سکتی تھی۔ اسی وقت ڈاکٹر شوراج نے کہا۔

"لایا آپ اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کریں گے۔ اس لڑکی کو کچھ عرصے کے لئے میرے ساتھ رہنے پر رضامند کر سکتے ہیں۔"

"یہ بات تو ترویدی ہی قاسکتا ہے۔ میں آپ سے کیسے وعدہ کر سکتا ہوں۔"
"وہ تیار ہو سکے گا؟"

"یہ بھی میں نہیں کہہ سکتا۔"

"مجھے بر قیمت پر یہ لڑکی چاہئے۔ میں اس پر کچھ خامی تجربات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا آپ اسے انگلیٹڈ لے جائیں گے؟"

"ہاں۔"
"کوشش کر لیجئے۔"

"آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"اعتراض..... نہیں، لیکن ویہ ترویدی میرا مہمان ہے۔ یہاں سے وہ عزت آبرو کے ساتھ نکل جائے، اس کے بعد آپ کوشش کر لیجئے اس کے گاؤں کا نام کو پائے۔"

ڈاکٹر شوراج خاموش ہو گیا تھا، لیکن اس کے چہرے پر حیرت کے سائے لہرا رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

جگن راج بالکل ٹھیک ہو گیا تھا حالانکہ بہت کم وقت گزرا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے اس نے

امرت جل پئی نیا ہو۔ مدت رانی کے جانے کے بعد سے اب تک ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا تھا۔ سب دو اس کے قصور سے ذور وازد۔ اس کی حسین ہیورت اس کے دل میں بس ٹپی تھی اور وہ مسلسل رہے جیسا تھا۔

"اٹو اس طرح میرے من میں آئی ہے کہ میں لاکھ ہشش کروڑ اپنے آپ کو اس سنبھال سکتا۔ دیوانہ اپنا تھوڑا پانی تو نے امرت جل بنا کر مجھے پلا دیا تو ایسا دیوانہ ہی رہا۔۔۔

تیرے بنا دیوانہ بنانا مشکل ہے۔ کیا کہوں کچھ مجھ میں نہیں آتا۔ خود اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا تھا اور ان وقت بھی اسی ضرب کے الفاظ اس کے من سے نکل رہے تھے۔ اس کا ایک بہت ہی خاص ملازم جس کا نام خادو تھا، کسی کمرے سے اس کے پاس آیا تھا اور اس کے پیچھے ہی کھڑا ہوا تھا۔

جس راج کو اجا تک احساس ہوا کہ پیچھے کوئی موجود ہے اور وہ چونک کر پلٹا۔ مادیو کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ٹیسب کی کیفیت پیدا ہوئی تو اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ٹٹا اتے ہوئے کہا۔

”بھگوان کی سونڈ مہاراج بہم کام سے آئے تھے آپ کے پاس۔ ہم بھوت نہیں
بولیں گے۔ جو پنچہ آپ کہہ رہے تھے ہم نے سن لیا ہے۔ پر بھگوان کی سونڈ کوئی جان بھی نکالے
کا ہماری تو ہر آپ کی کوئی بات کسی نہیں بتائیں گے۔ آپ کا ٹکٹ تھا یا بت ہم نے۔ ٹکٹ: دی
تبھی نہیں کہہ رہے مہاراج اٹھ حوائی کبھی نہیں کہیں گے۔“

جس رات اسے دیکھا، باختر اس نے کہا: ”مجھے چاہیے یا کروں؟“

”آپ ہمیں حکم کریں مہاراج! بھنگوان کی سونگھ پاتال میں سے بھی آپ کی پرہیزگار نکالائیں گے۔ بتائیے تو آئی، ہے کون مہاراج! مادھو بڑو بار اپنی جان آپ پر نچاؤں رہتا ہے۔ آپ بس ماشاؤ کر دیجئے پھر آپ دیکھئے کہ مادھو آپ کے لئے کیا کرتا ہے۔“

مکین راج نے آنسو بھری آنکھوں سے مایوس ہو کر کہا اور بولا۔ "مادھو وہ لوگوں جتنے ہم دینی
شک دیتی ہیں، جس نے اپنا جیونا پانی پلا کر ہمیں یہ چٹکا دکھایا ہے، ہمارے سن میں
آگئی ہے۔ اس کے بچہ ہمارا جیوان بیکار ہے۔ بھائی نے ہمارا علاج تو کرنا ہی نہیں ہمارے اس راز
کا کوئی علاج کرے، بات تبتی ہے۔"

”لیجئے مہاراج یہ کون سی بڑی بات ہے جسے نادھولال کو قلم دیتے اور پھر ہمارا چٹا روکتے۔“

”دوبانہیں ہیں۔ پہنچے تو ہم است آپ کے پاس بلا کر لاتے ہیں، بالکل اکیلے آپ ان کی چٹائی نہ کریں کہ کوئی اور بھی اس کے ساتھ آئے گا۔ یہ بات آپ مادموہ چھوڑ دیجئے۔“

"اوش مہر راج اوش، مہر صاحب بس تھوڑی دیر میں آئے آپ کے پاس پہنچے گا۔"

”تو یہ کام کروے مابعد موت میں؟.....“

شماره ۱۲۱

”مبارک راج، بہت بڑا ذمہ لے لیا ہے ہم نے، پورا کر کے دکھائیں گے آپ کو۔“ ماہو نے کہا۔

جبلین راج نے اہلخانہ بھرتی کیا ہوں ہے اسے دیکھا اور پھر ہولا۔ "تو پھر جو بی بی، جیسے بھی ہیں
 پڑنے سے یہ کہہ رہی۔"

ماجر چلا گیا تو جگن رات نے کہا۔ "دو یوی تو مہربان ہے اور میں جانتا ہوں کہ دوی کی دیت کبھی کسی کی چٹا نہیں کرتے تیرا تانہ کام ہی بیماروں کو شفا دیتا ہے۔ پر میں کتنے معنوں میں راسخا ہوں۔ دوی یہ جیون ہن کیا ہے تو اس جیون کی رکھ شا بھی تو سی کر اور نہ تیرا جگن مر جائے گا۔"

☆...☆

جے ٹرے نے پھر اتنی بات کر لئے۔ وہ دیرِ دن سے ٹھہرے ناغیب تھا اور اپنے کاموں میں ملس رہا تھا۔ اس نے ایک گاڑی تیار کر لی تھی جس میں ست رانی کوا خواہ کر کے لے لیا تھا۔ ٹھہر پور چھوٹی سی آبادی تھی۔ یہاں کی ساری زمینیں ٹرے کی ملکیت تھیں اور ہستی اسے ٹرے کی ملکیت کی رہا یا جیسی حیثیت رکھتے تھے۔

آبادی سے ہتھ فاصلے پر ایک پرانی عمارت تھی جو خالی پڑی رہا کرتی تھی۔ اس ایک نوکیدار ویاں رہتا تھا۔ حیاتم پور کے آس پاس جنگلی پھیلے ہوئے تھے اور یہاں کبھی کبھی گرہن منظر دکھائی دیتا تھا۔ جب وہ دکھائی دیتا تھا تو اسی عمارت میں قیام کرتا تھا۔

جے شربانے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی تھی مگر بہت رانی کو بے کراہی و رت میں آیا
ہائے۔ ست رانی کو لانے میں سب سے زیادہ پیش پیش جے شربانے کا خاص کام رہا تھا۔
لحوظ ہے کہ تحت رہنمائی نے جب رات کا کھانا تر ویدی اور ست رانی کو پہنچایا تو اس میں ایک
دوب آہر وادی کافی مقدار شامل تھی۔

گھما گھماتے ہی دونوں ابھر فوہر ٹڑھک کھینچے اور بے ہوش ہو گئے۔ رنگبیر اپنے آدھینوں کے ساتھ تیار تھا۔ ترویدی کو تودہ جس لانا دیا تھا۔ بے ہوش سب روٹی کو اٹھ کر پچھلے راستے سے باہر لے گیا اور پھر ایک گاڑی اسے لے کر چل پڑی۔

ست رانی کو جیت کر پور کے اس پرانے دکان کے ایک خاص کمرے میں پہنچا: بائیں جانب

قصیدہ میں دیکھ کے بعد سب شرمابھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے سست رانی کو مسیری کے پاس
 طرے سے جو کمر غور سے دیکھا۔ بلاشبہ وہ کوئی دیوبند ہی نظر آتی تھی۔ رنجبیر سب شرمائے کے پاس موجود
 تھا۔ وہ اس سے چند قدم پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ سب شرمائے نے جب اس کی طرف دیکھا تو وہ دونوں ماضی

جوز کر جھک گئے۔
 "ابھر آ رہی ہے زار دیکھ اسے۔ ہمیں بتا کہ یہ زمین کی مخلوق ہے یا آکاش کی۔ ہم دل سے
 ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اسے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں اور ان
 ہمیں ہی نقصان پہنچ جائے۔"

رگھیر نے بدستور ہاتھ جوڑے جوڑے کہا۔ "مہاراج! آپ ہم سے کہیں زیادہ سمجھ دار
 ہیں۔ ہم بھلا آپ کو کیا بتانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ پر ایک بات کہیں اگر یہ کوئی دیوی ہوتی تو
 ہماری دیوی ہوتی مہولی ہی دواس ہے ہوش نہ ہوتی۔ ایسا تو منٹش کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔"
 "ہاں یہ بھی تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اچھا رگھیر جو بے ہوش کرنے والی دوا ہم نے اسے دنی
 ہے اسے کھانے کے بعد کتنی دیر میں ہوش آ جاتا ہے؟"

"سے تو گئے گا مہاراج آج کی رات تو شاید ہی اسے ہوش آئے۔"
 "کوئی چٹا نہیں ہے اب یوں کرتے ہیں کہ ہم چلتے ہیں، پر ہم حویلی نہیں جائیں گے۔
 ایک کام مہاراج نے ہمارے سپرد کیا تھا اور اس کام سے ہمیں رام پور جانا تھا۔ ہم نے اپنے جانے
 والوں سے یہی کہا ہے کہ ہم رام پور گئے ہوئے ہیں۔ ہم کہیں اور جا رہے ہیں۔ اگر ہم حویلی پہنچ
 گئے تو پھر اس کی تشدد کی کا سوال ہم سے ہی کیا جائے گا۔"
 "خیر رگھیر تجھے یہیں رہنا ہے اور اس کی حفاظت کرنی ہے۔ ضرورت کی تمام چیزیں اسے
 دے دی جائیں۔ دن میں سوال تو کرے گی یہ کہ وہ کہاں آگئی۔ کوئی بات بتالینا۔"
 "آپ بالکل چٹا نہ کریں مہاراج۔" رگھیر نے جواب دیا۔

اور یہی ہوا سست رانی کو دوسرے دن صبح ہی ہوش آیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے
 اپنے چکراتے ہوئے ذہن پر قابو پایا اور پھر ایک دم چونک چکی اسے احساس ہو گیا کہ یہ وہ جگہ
 نہیں ہے جہاں وہ سوئی تھی بلکہ سوئی کہاں تھی وہ تو ترویدی کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی۔
 "یہ کیا ہوا اب سے یہاں کوئی ہے کوئی ہے تو اندر آئے مجھے بتائے کہ میں کہاں ہوں۔"
 رگھیر اس کی آواز سن کر اندر آ گیا۔ یہ جگہ کون سی ہے۔ میں یہاں کیسے آگئی؟"
 "یہ مہاراج ہی آپ کو آ کر بتائیں گے کہ آپ کہاں آگئی ہیں۔ آپ کو کسی چیز کی
 ضرورت ہو تو بتادیں۔" رگھیر نے کہا۔

"کون مہاراج۔ میں انہیں نہیں جانتی۔ ترویدی بابا کو بلاؤ۔"
 "وہ تو یہاں نہیں ہیں۔ یہ دوسری جگہ ہے۔" رگھیر نے کہا اور سست رانی کے چہرے پر غصے
 کے آثار پھیل گئے۔

دش کنیا
 "کیسے ہو تم اس سنسار کے باہر! میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ بھگتی بابا نے کبھی میرا
 ساتھ نہیں چھوڑا مگر پھر وہ کھو گئے۔ اور اب بابا ترویدی بھی کھو گئے۔ کیا اس سنسار میں سب ایسے
 ہی کھو جاتے ہیں۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی اور رگھیر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کون سے نئے سنسار کی بات کر رہی ہیں دیوی جی۔ آپ کا سنسار کون سا ہے؟"
 "جہاں بابا بھگتی تھے، میں بھی اسی اور سارے "کوساڑے" تھے۔"
 "کون کوساڑے؟"

"تھے..... تمہیں کیا یاد؟" سست رانی فکر غدی سے بولی۔

تب رگھیر کے ذہن میں اچانک ایک نام آ گیا تھا۔ وہ تھا بھگتی۔ تھوڑے دن پہلے ایک
 بھگتی نامی آدمی کو بے شرمانے گانگ پوری کی جوتی میں پہنچایا تھا۔ بھگتی کے بارے میں رگھیر کو
 اتنا معلوم تھا کہ وہ بالاول چوکیدار کے پاس رہتا تھا۔ زیادہ تفصیل اسے نہیں معلوم تھی۔
 "بھگتی تمہارا کون تھا دیوی جی؟"

"بابا بھگتی تھا۔ تم مجھے ترویدی بابا کے پاس پہنچا دو۔" سست رانی نے کہا۔ رگھیر نے ابھی
 اپنی عمر بات کی تھی کہ بے شرما آ گیا اور رگھیر ادب سے پیچھے ہٹ گیا۔
 بے شرمانے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا حال ہیں ہماری مہارانی، سست رانی کے۔"
 "تم کون ہو؟" سست رانی نے تمکنت سے پوچھا۔

"ہاں میں مہارانی کے۔ رگھیر تم باہر جاؤ۔" بے شرمانے پیچھے ہٹے ہیں کہنا اور رگھیر باہر نکل گیا۔
 سست رانی ہنسند یہ لگا ہوں سے بے شرما کو کچھ ہی تھی۔ بے شرمانے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔
 "سست رانی جی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی یہاں؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ میں یہاں کیسے پہنچ گئی۔ میں تو بابا کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی۔"
 "اچھا..... حیرت کی بات ہے۔ ویسے مہمان دیوی کو تو ساری باتیں معلوم ہونی چاہئیں۔
 سرے من کی بات بھی معلوم ہونی چاہئے۔"

"مجھے بابا ترویدی کے پاس پہنچا دو، کہیں وہ بھی کھوند جائیں۔"
 "نہیں وہ کھو گئے نہیں۔ ہم تو یہاں آپ کو سیر کرانے کے لئے آئے ہیں۔ من کی
 بات کہنے کے لئے لائے ہیں آپ کو یہاں۔"

سست رانی نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔
 "کون سی من کی بات؟"
 "من ہار گئے ہیں آپ سے دیوی جی۔ آپ نے جگن راج کو جیون دان دیا، میں بھی آپ

10-3

سے بیویوں کا سکہ چاہتا ہوں۔ مرعٹا ہوں آپ پر۔ آپ مجھے میرے من کا سکہ دے دیجئے۔ اس کے بعد آپ مجھ سے جو چاہیں گی وہ میں نہروں گا۔

”دیکھو سنا رکے بارے میں ہمیں بہت کم معلوم ہے۔ ہم تمہاری بات نہیں سمجھ رہے۔ اگر تم ہمیں تریدی جی کے پاس پہنچاؤ ہم ان سے کہیں گے کہ وہ تمہاری بات سن کر تمہیں بتائیں گے۔ تم تمہارے لئے کیا کریں۔ لیکن کہو جو بیوی ملا وہ ایک الگ بات تھی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مانتا کرے تو آؤ ہم سے سامنے بیٹھو۔ ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈالو۔“

”دیوٹی جی، ایسا ہی کر دے گا میں۔ میں آپ کو بھلا لیا دے سوں گا۔ یہ آپ سے ہر چیز مانگوں گا اسی میں میرا بیوی ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں آپ کے چہنوں میں بیویاں بنا رہا ہوں۔ مجھے بھی سکہ، مرے پلاؤں، میری دانت جائیں۔“

”یہ ساری باتیں اگر تم تریدی جی سے کہتے تو وہ ہمیں سمجھا دیتے۔ ہمارے بچہ بچا تو ہمارے کہاں کہو گئے ہیں۔ کیا چاہتے ہو تم؟“

”بھائی، ہمیں بھی بیویاں مرے پلاؤں۔ ہمیں بھی اپنا جھونپلی یا آنہ ہمارے من کو شانت کر دے۔“

”جس میں منی کی شانتی چاہئے۔“

"U"

”تو نابھ پانی لاؤ۔ ہم تمہیں بیماری خواتین کے ملائی اپنا بھونا پانی پلائے : یہ تو عمر شرط یہ ہے کہ اس کے بعد تم ہمیں باہر دینا کے پاس پہنچاؤ۔“

”ہاں کیوں تمہیں۔ پریسن کی شادی کے ساتھ ساتھ تیری شادی بھی چاہیے ہوگی۔ ہمارا پناہ لئے پانی لاتے ہیں۔ تمہیں بارے اور تمہیں۔“

رنجبیر کے اندر آنے کے بعد بے شمار لڑائیوں سے آئیں گے اس پانی مانگا۔
 رنجبیر پانی کا گلاب لے آیا اور بے شمار لڑائیوں سے وہ گلاب سے رقیق کھینچ کر
 رنجبیر پر لگا دیا۔ سب رانی نے اس سے اس آدھ پانی پیا اور پھر پانی پانی بے شمار کی طرف
 آیا۔ بے شمار رانی کو پوری طرح سے بے حال میں پہانے کی کوششوں میں منہ و فک
 نے چلنے پہاڑ سے وہ پانی دینی تمنائوں میں غرق ہو گیا اس آئینہ طرف رنجبیر

”مہربانی امرت جمل تو پا رہا ہے آپ نے۔ میرے لئے تو یہ امرت جمل بہت قیمتی
 حیثیت رکھتا ہے۔ جو آپ کے ہنود کے جھوٹے میرے پاس آیا ہے۔ پرست و رانی میں یہ شہ
 کے بعد ”جے شرمائے اتھان ہر تھانہ اپنا تک است اپنے سینے میں ایک تیش کا اندر میں ہوا
 اسے بول لگا جیسے اس کا سینہ اندر سے جھٹکے گا۔ اور ایک دم اسی لئے چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا

ہاں سہی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن رکھیر کے انداز پر انہیں شبہ ضرور ہو گیا تھا کہ بے شرما کو کچھ ہو گیا ہے۔ ادھر سست رانی تیران پریشان حویلی کے دوسرے دروازے سے نکل کر حویلی میں پھرانے لگی۔ نئی بار اس نے ترویجی کو بھی آواز دی تھی۔

دوسری طرف بے شرما کے ساتھی اندر داخل ہو گئے اور بے شرما کی کیفیت دیکھ کر وہ سب کے سب دنگ رہ گئے۔

"ہر بدمام۔ لگتا ہے کسی بہت سی زہریلے ٹانگ نے ڈس لیا ہے۔ سارا بدن پانی اوجھا رہا ہے۔ اب کیا کریں؟"

"انہیں اٹھانے کی کوشش تو بالکل بے کار ہے۔ سارا گوشت پانی بن کر پیچھے گر پڑے گا۔ مگر اس جگہ کوئی اتنا زبردست ٹانگ کیسے آسکتا ہے۔ پہلے تو سمجھی....."

"چوکیدار کو بلاؤ۔" چوکیدار ہر پتھوڑی سی دیر میں یہاں پہنچ گیا۔

"بر دیو، بے شرما کو کسی زہریلے ٹانگ نے ڈس لیا۔"

"ہیں۔" بر دیو نے آنکھیں بھی حیرت سے کھلیں تھیں۔ اس نے بے شرما کی لاش کو دیکھا۔

"تعجب ہے مہاراج پہلے تو کبھی کسی ٹانگ کو یہاں نہیں دیکھا تھا۔"

"ارے وہ لڑکی کہاں لگی اسے دیکھو۔ ہمیں حویلی سے باہر نہ نکل جانے۔ ہماری تو جان ہی معیت میں آ جائے گی۔ بے شرما اسے چوری چھپے اٹھا کر یہاں تک لائے تھے۔"

باہر نکل کر سست رانی کو تلاش کیا گیا اور تھوڑی سی دیر میں وہ ترویجی کو آواز دی جاتی ہوئی مل گئی۔

"رانی جی ترویجی مہاراج یہاں نہیں ہیں۔ ہم ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ان کے پاس لے چلیں گے۔ آپ آجائے۔"

"مجھے جلدی یہاں سے لے جاؤ۔ یہ جلد مجھے اچھی نہیں لگ رہی۔ جلدی چلو یہاں سے۔ تم لوگ مجھے یہاں لائے ہی کیوں تھے۔"

"آپ آئیے ہم آپ کو تھوڑی دیر میں لے چلیں گے۔" رکھیر نے کہا اور سست رانی اس کے ساتھ آگئی۔ رکھیر اسے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا۔ ایک اور شخص بھی رکھیر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا:

"مہارانی جی آپ کو معلوم ہے بے شرما کو ٹانگ نے ڈس لیا؟"

"ٹانگ نے۔" پر یہاں تو کوئی ٹانگ نہیں ہے۔ کیا یہاں ٹانگ ہوتے ہیں؟"

"مم... معلوم نہیں۔ آپ کے سامنے کیا ہوا تھا؟"

"تھوڑا دیر یہاں ٹانگ ہوتے ہیں تو میں ان کو بلاتی ہوں۔" سست رانی نے بھونکی سی

بھونکی کے ساتھ کہا اور پھر وہ ایک جگہ بیٹھ گئی اور اس کے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکلنے لگیں۔ کوئی ددمنت تک وہ یہ آوازیں منہ سے نکالتی رہی اور اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی رہیں لیکن کوئی ٹانگ نہیں آیا تھا۔ سست رانی نے مایوسی سے کہا:

"نہیں۔ یہاں ٹانگ نہیں ہوتے۔ ٹانگ ہوتے تو میرے پاس آ جاتے۔"

"آپ تھوڑی دیر آرام سے بیٹھیں۔ ہم ابھی آپ کو لے کر چٹے ہیں۔ یہاں سے تین چائے گا نہیں۔"

"میں کہاں جاؤں گی۔ مجھے تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے اس منسار کے بارے میں۔" سست رانی نے مایوسی سے کہا۔

رکھیر اور اس کا ساتھی باہر نکل آئے۔

"دیکھو بھائیو! بات ضرورت سے زیادہ بگڑ گئی ہے۔ بے شرما مہاراج نے ہمیں جو بھی حکم دیا ہم نے اس کی تعمیل کی۔ ہمارا تو کوئی دوش نہیں ہے۔"

"ہمارا کچھ دوش نہیں ہے۔"

"تو پھر سیدھے سیدھے چلتے ہیں اور گزرتے ہیں مہاراج کو اس بارے میں خبر کرتے ہیں کہ ایسا ایک واقعہ ہو گیا ہے۔"

"اور کیا دیوی جی کو لے چلیں ساتھ۔"

"ظاہر ہے اسے یہاں چھوڑنے کا مطالبہ ہے، دوسری مسیبت میں پھنسیں۔ پتہ نہیں یہ کیا کرنا اور کہاں جانے؟"

"مگر یہ ہوا کیا ہے؟"

"اب یہ سوچتے رہو گے کہ ہوا کیا ہے یا اپنی جاں بچانے کی فکر کرو گے۔"

"شرما جی کی لاش کو ہمیں چھوڑا جائے۔"

"تو اور کیا اپنے سر پر لا کر لے چلو گے۔" رکھیر نے غصیلے لہجے میں کہا اور سب واپس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

۱۵۰ . . . ۱۵۱

مادھو بانپا کا پتا چلن راج نے پاس پہنچا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

راج نے اسے دیکھا تو بولا۔

"کیا ہوا۔ کیا بات ہے مادھو؟"

"ان رتھو ہو گیا ہے مہاراج۔ سست رانی حویلی میں موجود نہیں۔"

نیا۔ ویدجی واپس چلے گئے؟

نہیں مہاراج۔ بیچارہ وہ تو دیہی تو دبا کیاں دیتا پھر رہا ہے کہ اس کی بیٹی حویلی سے نہ رہی۔ دو گھنٹے تک رہا ہے کہ اس کی بیٹی کو اغوا کر لیا گیا۔ رات کو اسے کھانے میں بے ہوشی کی دوا دی گئی اور وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ پھر بے ہوشی کے عالم میں ست رانی کو اغوا کر لیا گیا۔

کیا؟ جگن راج غصے سے کھڑا ہو گیا۔

کس نے ایسا کیا ہے؟

مہاراج! آپ کا یہ داس ہر جگہ سے معلوم حاصل کرتا پھرا ہے۔ باہو مال کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ حویلی کا چوکیدار ہے۔ اس نے بتایا کہ رات کو دھشت کرنے نکلا تو اس نے حویلی کے پیچھے دروازے پر کوئی سرگرمی دیکھی۔ کچھ لوگ وہاں موجود تھے اور کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد بازو نے دیکھا کہ کچھ لوگ کسی کو اٹھانے ہوئے پچھلے دروازے پر آئے اور دروازے سے باہر نکل گئے۔ سارے کے سارے چلے گئے تو وہ تیزی سے دوڑ کر پچھلے دروازے پر پہنچا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ کھول کر باہر دیکھا تو ایک موٹر کار کی کھلی جہاں نظر آئیں۔ موٹر کار حویلی سے اغوا ہوئے باشندہ لے کر جا رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کس کو اس کی اطلاع دے۔ شرماتی بھی نہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ مہاراج سونے کے لئے لیٹ گئے تھے۔ بازو نے سوچا کہ صبح کو بتائے مجھ۔

ایسا آخر کون ہو سکتا ہے۔ کون ہو سکتا ہے ایسا۔ آؤ میرے ساتھ۔ گرچہ مہاراج کہاں ہیں؟ جگن راج غصے سے لہجے میں بولا اور مادھو کے ساتھ باہر نکل آیا۔ وہ غصے سے پاگل ہو جا رہا تھا۔ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا وہ گرچہ سنگھ کی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا۔ گرچہ سنگھ اپنے کمرہ خاص میں اپنی احرم چٹائی کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ جگن راج کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا تو خوشی سے اس کی باجھیں ٹھل گئیں۔ وہ دھرم ٹائی سے بولا۔

بھگوان کی کرپا ہے کہ میرا بھائی اپنے قدموں سے چلتا ہوا یہاں تک آیا ہے۔ آؤ جگن راج! آج کیا بات ہے۔ ارے تو تو غصے میں ملوم ہوتا ہے؟

اتر تھو ہو گیا ہے بھائی جی۔ ڈوب مرنا چاہیے نہیں۔ ڈوب مرنا چاہئے۔

کیوں نہیں خیر تو ہے۔ کیا ہو گیا؟ گرچہ نے چائے کی پیالہ ہاتھ سے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

وہ مہاراج وید ترویدی کے ساتھ جولا کی آگنی تھی اور جس نے ہمارے جگن راج کا علاقہ کیا تھا اسے رات کو اغوا کر لیا گیا۔

دش نیا

گرچہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے غرق بیوی آواز میں کہا۔

ڈاکٹر شوری نے یہ اچھا نہیں کیا۔ ہم اسے نرم مزاج نہیں ہیں۔ مہمان کی عزت بھی

لے ہیں اور کسی کے احسان میں بھولتے۔ لیکن ڈاکٹر شوری نے ہمارے دوپ کوئی احسان نہیں کیا۔ اس نے جگن راج کا کوئی علاقہ نہیں کیا بلکہ یہ علاقہ اس سے رانی نے کیا۔ ہمیں ساری سال معلوم ہو چکی ہے۔ یہ اچھا نہیں ہوا شوری جی۔ تم بہت بڑے ڈاکٹر ہو۔ انٹیلینڈ سے

بھاگ کر آئے ہو۔ پھر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم گرچہ سنگھ کی حویلی سے کسی لڑکی کو اغوا

کر لے۔ یہ جاتی عزت اور آبرو کا معاملہ ہے۔ جبر نے پہلی ہی تمہارے چہرے پر غم کے سائے

لگائے تھے لیکن ناٹ پڑتے تھے۔ یہ خبر کیا ہے۔ تو چتا کیوں کرتا ہے جگن راج۔ وہ جہاں بھی ست

کر لے گیا ہے وہاں سے اسے خود واپس لائے گا۔ ہم اس کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔ بچے کا تو

وہ ہمارے ہاتھوں سے۔ یہ سب شرمناک آخر کہاں سرگیا ہے۔ اسے دن کے لئے تو دیکھی نہیں

دیکھو جا کر بے شرم آیا ہے یہ نہیں؟

ابھی تک نہیں آئے ہیں راج! یہیں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔

ٹھیک ہے۔ مادھو، میری راسنوں بلوں اس نے کہو کہ جا کر معلوم کرے۔ ڈاکٹر شوری اور

کے ساتھی یہاں موجود ہیں یا غائب ہو گئے ہیں۔ اگر وہ ست رانی کو لے کر مہاراج پور سے

گیاں گئے ہیں تو مزید دو دو گھنٹے جا کریں گے۔ ہم چاروں طرف پیریت لگا دیتے ہیں جاؤ بہرہ

بلا کر آؤ۔

مادھو تیزی سے باہر نکل گیا۔ گرچہ سنگھ نے غصے کے عالم میں یہ بھی نہیں سوچا کہ جگن راج

رانی کے لئے کتابے بھیجے کیوں ہے۔ وہ بس غصے سے کھولے لگا تھا، جگن راج نے کہا۔

حویلی سے ناراض بھائی جی۔ ایسا دھمکیاں چاہیے تھا۔ ہم اپنے پہرے والوں کو بھی سزا دیں گے۔

وہ جیتا نہیں جائے گا۔ تم چتا مت کرو جگن راج وہ جیتا نہیں جائے گا۔ پتہ نہیں یہ ہے

میں سرگیا۔ گرچہ نے کہا اور میری راسنوں کا انتظار کرنے لگا جو گرچہ کے اچھائی خاص

تھا جس سے تمہارا اچھائی خطرہ تھا۔

باتیں اس سے سوچیں۔ لیکن فیصلہ یہی کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ست رانی کو دہلی پہنچا دیا جائے۔

ست رانی خوش خوش گاڑی میں آ بیٹھی۔ اس نے سب شرما کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اہتہ راستے میں وہ خوش ہوتی رہی تھی کہ اتنی اچھی جگہ یہ کر رہی ہے۔ یہاں تو وہ بے ہوش سے عالم میں آئی تھی لیکن اب ہوش کے عالم میں سفر کر رہی تھی۔ پھر وہ حویلی میں داخل ہو گئی۔ تریدی کی اپنی رہائش گاہ میں تھا۔ یہی منہ سب سمجھا گیا کہ ست رانی کو مہمان خانے میں تریدی کے پاس پہنچا دیا جائے۔ تریدی جو رو کر نہ حال ہو گیا تھا، ست رانی کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔

”کہاں چلی گئی تھی؟ ست رانی؟“

”پتہ نہیں بابا یہ لوگ مجھے میرا سنا کے لئے گئے تھے۔ پر جگہ بڑی اچھی تھی۔ بہت مزہ آ رہا تھا۔“ ست رانی نے محسوسیت سے کہا۔

”کہاں لے گئے تھے تم اسے اور ہوا کیا تھا۔ مجھے تم لوگوں نے بے ہوش کیا تھا کیا؟“

”برسے رام آپ کیا کہہ رہے ہیں ویدہ جی مہاراج۔ ہم ایسی کوئی حرکت کرتے۔ ہم دروہ کے نوکر ہیں۔ مالکوں کے قسم پر چلتے ہیں۔“

”میں سب کچھ بتا دوں گا گرچہ سنگھ کو۔ سب کچھ بتا دوں گا۔“

”مہاراج! ہم تو آپ کے واس ہیں۔ ہم نے خود کچھ نہیں کیا، وہ تو بس بے شرماتی نے کہا کہ ایسا کرو تو ایسا کر ڈالا۔“

”دیکھ لوں گا تمہیں سب کو دیکھ لوں گا۔“ اور پھر گھیر منسوبہ کے مطابق سیدھا گھر بھی سنگھ کے پاس پہنچا۔ گرچہ سنگھ کو ساری تفصیل بتانا بہت ضروری تھی۔ بس۔ بس۔ سے گھیر کی نقد بیک فیصلہ بھی ہوتا تھا۔ لیکن راج اس وقت بھی گرچہ کے پاس موجود تھا۔ گھیر نے اندر آنے کی آگیا مانگی اور پھر گرچہ سنگھ کے سامنے پہنچ گیا۔

”کیا بات ہے؟“ گرچہ سنگھ غصیلے لہجے میں بولا۔

”کچھ بتانے آئے ہیں مہاراج؟“

”کیا؟“ گرچہ نے پوچھا اور گھیر نے وہاں سے کہانی شروع کی جہاں سے بے شرماتے ست رانی کو انخواہ کر کے قہقہہ پورے جانے کے لئے کہا تھا۔ وہاں بھائی چونک پڑے اور بڑی توجہ سے اس کی کہانی سننے لگے۔

پھر گھیر نے کہا۔ ”اور مہاراج، بے شرماتی لاش قہقہہ پور حویلی کے اندر پڑی ہے۔ ان کا سارا اثر پانی کی طرح پھیل رہا ہے۔“

گرچہ نے ذی خیر خوش ہو گیا۔ لیکن راج بھی حیران لگا ہوں سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ گھیر خاموش ہوا تو گرچہ نے کہا۔ ”بے بھگون۔ تم نے سنا۔ کیا کہہ رہا تھا؟ اتنے شور مچا۔ وہ یہی کہتا تھا کہ ست رانی وہاں ہے۔ زہریلی عورت اور تمہارے بدن میں جو زہر داخل ہو گیا تھا وہ اس کے زہری سے ختم ہوا۔ تم سوچو کتنی خونخوار ہے وہ۔ گھیر کیا تم نے اسے تریدی کے پاس پہنچا دیا؟“

”جی مہاراج۔“

”یہ تو اچھا ہوا کہ ہم نے شور مچا کر گھر لہا کر لیتے اور اس سے ست رانی کے بارے میں پوچھتے تو یہ خطرناک بات ہو جاتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا جائے۔ تم مجھے مشورہ دو میرے بھائی۔ جو ہوا ہے وہ ایک الگ بات ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ وہ ایک دس کیا ہے۔ کیا سمجھے؟“ گرچہ سنگھ نے کہا۔

”جی بھائی جی۔ میں خود بھی سوچ میں پڑ گیا ہوں۔“ لیکن راج سفید خیال لہجے میں کہا۔ بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھی پھر وہ کہنے لگا۔ ”لیکن یہ سبے شرماتے کسی نہ سے ارادے ہی سے قہقہہ پور لے گیا ہو گا۔“

”صاف سی بات ہے۔“

”مارا گیا کتا درہ میں اسے مزا دیتا۔“

”اب کیا کرنا ہے؟“

”میرا خیال ہے بے شرماتی اور قہقہہ خاموشی سے وہیں جلا دی جائے۔ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اتنا بتا دیا جائے کہ بے شرماتا چانک غائب ہو گیا ہے اور ہمیں تریدی کو جو انعام دینا ہے وہ دے کر یہاں سے روانہ کر دیں۔ ڈاکٹر شوراج سے یہی کہیں کہ اگر وہ اس لڑکی میں دلچسپی رکھتا ہے تو تریدی کے ساتھ کو پا چلا جائے اور وہاں جا کر بات کر لے۔“

”ہاں ایسا ہی کیا جاسکتا ہے۔“ اور پھر گھیر کو گرچہ نے حکم دیا کہ وہ خاموشی سے سارے کام کر ڈالے۔

”ٹھیک ہے مہاراج۔“

”ایک بات بتاؤ لیکن راج کہ ڈاکٹر شوراج کو ہم اس بارے میں کیا بتائیں؟“

”ہمیں اب اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ صاف بتا دیا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔“

گرچہ نے ایک آدمی کے ہاتھوں ڈاکٹر شوراج کو بلا بھیجا۔

شوراج کے ذہن پر، ست رانی سوار تھی اور وہ اس وقت بھی اپنے ساتھیوں سے اس

”جس وقت ہجرتی کو بے شرماتی اپنے ساتھ کھڑائی میں لے جا رہے تھے اُن سے یہ بڑی

★ ★ ★

وہ ہوتا تھا کہ درحقیقت وہ گرہن سنگھ کے ان خاص لوگوں میں سے ہے جن کے ذریعے گرہن سنگھ نے دشمنوں کو ٹھیک رکھتا ہے۔ گرہن سنگھ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو ہری رام جو ہاتھ جوڑ سے بٹھا، اس کے اثر سے پاؤں ایک جگہ بیٹھ گیا۔

”ہری رام۔ جس کام کے لئے ہم نے تجھے پہلے بلایا تھا اس کی نوعیت بدل چکی ہے اب کام کر، گانگ پارٹی کے قید خانے میں اگر جن سنگھ قید ہے اسے لئے کر یہاں آ جا، وہ اب آپ کو بچرہنگی کہتا ہے اور جوئی مٹا دیا ہے، میں تجھے خاص طور سے ہدایت کرتا ہوں کہ وہ معمولی سے نہیں ہے، اسے احتیاط سے لانا ہے اور اس پر نظر بھی رکھنا ہے، اب حال ہمیں اس سے بہت اہم ہیں، سمجھ گیا یا نہیں؟“

”بالکل مہاراج، میں سمجھ گیا ہوں۔“

”اور خاص طور سے میں نے تجھے یہ کام اس لئے دیا ہے کہ ٹھ چاروں طرف سے چوکس والوں میں سے ہے، رنجیہ اور جوہنہ سے تیرے ساتھ جانا چاہیں یا تو انہیں اپنے ساتھ لے چاہیے، انہیں لے جا۔“

”جو آگیا مہاراج!“ ہری رام نے کہا اور بچرہنگی اور ہاتھس بھی ہوئیں۔ اس کے بعد اس نے ان کی اجازت مانگ لی۔

گرہن سنگھ چلن راج کے صحت مند ہو جانے سے بے پروا خوش تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ کھانا کھا اور اس کے بعد چلن راج کے پاس پہنچ گیا۔

جب دو چلن راج کے کمرے میں داخل ہوئے تو اس نے دیکھا کہ چلن راج السرورہ سا ایک لے پر بیٹھا ہوا ہے۔ بولی کو کچھ کہہ کر فوراً سنبھل گیا۔ اس نے پیشگی ہی مسکراہٹ کے ساتھ استقبال کیا اور بولا۔

”آئیے بھائی جی! میں یہ سوچ رہا تھا کہ آپ سے بھی کہیں کہ مجھے اگلی تہہ کھواڑیں، میرا من نہیں لگتا۔“

گرہن سنگھ نے گہری ہنسی کے ساتھ بھائی کو دیکھا اور بولا۔ ”نھیک ہے، میں تمہیں منع نہیں کرتا، چلن راج! تھوڑے سے تو میرے ساتھ ہوا، میرے من میں بھی تہہ باری ہوتا ہے، کھانا کھاتا ہوں کہ تم اس نرکی کی وجہ سے یہاں سے جانا چاہتے ہو۔“

”آپ سے تھوڑے نہیں بولوں گا بھائی جی! میں اسے بار بار دیکھتا ہوں، دست دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ وہ سرد ہونا ہے کہ وہ سرد ہونا گلوں کے قیدی کی کوئی انتہائی خوبصورت حالت ہے، میں نے یہ سنا ہے کہ وہ ہمارے ناک ہزار سال کے بعد اپنی جون بدل لیتا ہے لیکن کوئی جیتا جاگتا انسان اٹھ کھڑا

بہت دیر تک وہ وہی حیرت کے عالم میں ڈوبا رہا۔ وہ ان واقعات پر غور کر رہا تھا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ جب ڈاکٹر شوری نے قیدیوں اور سست رانی کو بلا کر ان سے ان کے بارے میں پوچھا تھا تو سست رانی نے بھی بچرہنگی کا نام لیا تھا لیکن گرہن سنگھ کے ذہن میں اگر جن سنگھ کا نام نہیں آیا تھا۔ اب یہ سننی خیر انکشاف ہوا تھا کہ سست رانی کا تعلق اگر جن سنگھ سے بھی ہے۔ یہ تعلق بالکل کچھ میں نہیں تھا۔ سست رانی دیر تو یہی کے ساتھ آئی تھی یہ وہ اگر جن سنگھ پہلے سے باواں کے پاس موجود تھا۔ یہ نیا عنصر تھا، ان باتوں کا آپس میں کیا تعلق تھا، کیا دیر تو یہی بھی کسی منصوبے کے تحت یہاں آیا تھا لیکن یہ بات بھی عقل سے عادی تھی کیونکہ دیر تو یہی کو بے شرمی سے دریافت کیا تھا اور خود چلن راج کے ماتحت کے لئے اسے جوایا تھا۔ سارے معاملات اچھ بونے تھے۔ اور رنجیہ اس کے سامنے کھڑا ہوا اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا تو اس نے کہا۔

”رنجیہ! پہلی بات تمہیں یہ بتاؤں کہ بچرہنگی کا اصل نام اگر جن سنگھ تھا اور یہ وہی شخص تھا جس نے ہماری حویلی میں آگ لگا کر ہم سب کو ہیم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بنگالوں نے ہمیں چھوڑ دیا تھا، یہ اب بھی ہمارا دشمن ہے مگر اس لڑکی سے کیا تعلق ہے؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا، اچھا خیر تو جا اور ایک کام کر دو اب ہری رام کو ہمارے پاس بھیج دے اور ہاں ایک بات اور بتاؤں تجھے۔ تیری یہ ذمہ داری ہے کہ جو جو بھی سست رانی کو یہاں سے انوار کے لئے جانے والوں میں شامل تھا، ان کو بتا دینا کہ کسی کی زبان اس مسئلے پر کسی مور سے سامنے نہ کھلے پائے ورنہ پھر وہ اس زبان سے کچھ کہنے کے قابل نہیں رہے گا۔“

”جی مہاراج! میں کہہ دوں گا سب سے!“

”جی! ہری رام! ان سارے معاملات کو سنبھالنے کا انہوں نے جو انکشاف کئے ہیں، اس کے لئے میں تجھے انعام دہوں گا، بس اب جا ہری رام کو بلا کر لے آ۔“

رنجیہ تھوڑی دیر کے بعد ہری رام کو لے کر گرہن سنگھ کے پاس آ گیا۔ ہری رام کا قد تقریباً چوٹ دو انچ تھا، پہلو انہوں جیسا چوڑا چکلا جسم اور آنکھیں اتنی ہی عظیم تھیں، جس سے یہ

من ہائے یہ میری کچھ نہیں آ رہا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ انسان ہے یا کوئی دھن؟

”اسی بار سے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔۔ بہت عرصے پہلے کی بات ہے کہ ایک آدمی ہمارے پاس نوکری کے لئے آیا تھا۔ ارجن سنگھ نام تھا اس کا۔۔۔ ہمیں ارجن سنگھ کی بہن راوہی کا پسند آ گیا پھر پتہ چلا کہ اسے حالات ہوئے کہ ارجن سنگھ ہمارا دشمن بن گیا، وہ لڑکی ہمارے پاس نہیں رہی لیکن ارجن سنگھ نے ہمارے قافلہ حملہ کیا اور ہم نے اسے جیل بھجوا دیا وہ جیل سے نکلا اور اس نے ہماری جان لینے کی کوشش کی، جب اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تو ہماری حویلی میں آگ لگا دی، وہ تو ہمارے بھائی اچھے تھے کہ ہم بچ گئے، ارجن سنگھ غائب ہو گیا اور کافی عرصے تک ہماری تلاش ہوں گے سامنے سے غائب رہا لیکن ایک بار پھر ارجن سنگھ ہمارے سامنے آ گیا ہے، اس نے ہماری حویلی میں گھسنے کی کوشش کی اور کامیاب ہو گیا، اس نے ہمارے چوکیدار باجوہ والی کو پھانسا اور اس کا رشتے دار بن کر اس کے ساتھ رہنے لگا، ہمیں یقین ہے کہ وہ ہماری تاک میں ہی ہوگا، بہر حال ہمیں اس کا پتہ چل گیا ہے اور ہم نے اسے گرفتار کر لیا، اس کے بعد ہم نے اسے گانگ پور کی قید خانے میں بھجوا دیا لیکن اب ایک عجیب انکشاف ہوا ہے وہ یہ کہ ارجن سنگھ جو اب اپنا نام بھرتی بتاتا ہے، ست رانی کا واقف کاد ہے اور ان دونوں کے بیچ پراسرار سمبندھ ہے، یہ بات ارجن سنگھ ہی بتا سکے گا کہ ست رانی نامن ہے یا انسان اور انسان ہے تو وہ کتنا کیسے مہی؟“

گر بچن خاموش ہوا تو بچن راج کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے کہا: ”بھرتی! آپ کی قید میں ہے مہاراج؟“

”ہاں، گانگ پور کی قید خانہ بہت مضبوط قید خانہ ہے، وہاں سے نکلنے والے یا وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرنے والے زندہ نہیں رہتے بہر حال ہم نے اسے بلایا ہے، رات تک وہ یہاں پہنچ جائے گا، خطرناک آدمی ہے اس بات کا اعتراف ہم بھی کرتے ہیں۔“ گر بچن نے ہنسی خیز لہجہ میں کہا۔

بچن راج اس کی صورت دیکھتا رہا پھر بولا: ”جب آپ اس سے بات کریں بھائی جی تو مجھے بھی بتا دیجئے۔“

”ہاں ضرور!“ گر بچن نے جواب دیا۔

ہرینی رام اور رنجیہ، بھرتی کو لے آئے۔ بھرتی کے انداز میں اب بھی وہ قہر و غضب بھریاں کو مدتی تھیں۔ گر بچن کے سامنے اسے اچھی طرح ہاندھ کر لایا گیا تھا، بڑی احتیاط رکھی تھی، جس جگہ ارجن کو گر بچن سنگھ کے سامنے پیش کیا گیا، وہ ایک تہہ خانہ تھی اور یہ تہہ خانہ اس روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

بھرتی کو گر بچن سنگھ کے سامنے پہنچا دیا گیا تو بھرتی نے کہا۔

”تو اب بھی جوان ہے گر بچن کچھ تو تیری برائیوں کی جوانی ہوئی کی، بہت پرانا رشتہ ہے ہمارا، پہلے بھی تو اپنی دولت کی حالت پر بیخ گویا تھا اور اب بھی میری نقد پر نے میرا ساتھ نہیں دیا، چلی پھوڑان باتوں کو تجھے کل کرانا چاہتا ہے، تو ٹھیک ہے، مجھے اعتراض نہیں ہے تو خود سوچی ایک ایسا انسان جی کر کیا کرے گا جس پر زندگی نے مصیبتیں ہی مصیبتیں ڈالی ہوں، یقین کر گر بچن مجھے جیون سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں بس ایک بات میرے من میں ہے، تیرے من میں آگ لگا آجائے تو مجھے میرے کچھ سوالوں کے جوابات دے دو۔“

”بول ارجن سنگھ بول، کیا سوال ہے تیرا؟“

”راوہی کا میری بہن کہاں ہے؟“ ارجن سنگھ نے غم آلود لہجے میں پوچھا۔

”گر بچن کے دونوں ہر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ کچھ لمحے سوچنے کے بعد اس نے کہا: ”بتا دوں گا ارجن سنگھ، بتا دوں گا مگر میں تجھ سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں، بول کیا تو لیا کوئی سودا کرے گا مجھ سے؟“

”کیسا سودا۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔“

”میں تجھے راوہی کا کے بارے میں بتا دوں گا اور تو مجھے اس لڑکی کے بارے میں بتائے گا جس کا؟ بہت رانی ہے۔“ گر بچن سنگھ نے بھرتی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

بھرتی بڑی طرح اچھل پڑا۔ اس کے بدن میں ایک اگلیا ہنسی دوڑ گئی۔ اس نے دہشت بھرے انداز میں کہا۔

”ست۔۔۔۔۔ ست رانی!“

”یہ مت کہنا کہ تو اسے نہیں جانتا، مجھے معلوم ہے کہ تم دونوں کے درمیان گہر سمبندھ ہے۔“

”ست رانی کہاں ہے، بتا گر بچن سنگھ ست رانی کہا ہے؟“

”یہاں اسی حویلی میں، میرے پاس بڑے آرام سے رو رہی ہے۔“

”گر بچن سنگھ نے اسے۔۔۔۔۔“ بھرتی کوشش کے باوجود منہ سے وہ الفاظ ادا نہ کر سکا جو اس کے ذہن میں خدشہ بن کر ابھرتے تھے۔

”میں ارجن تو جو سوچ رہا ہے، مجھے اس پر حیرت ہے، کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ وہ وہی کیا ہے؟“

بھرتی سر ہٹا ہوں سے گر بچن کو دیکھنے لگا۔ اس کے ذہن میں ایک چرخی سی چل پڑی تھی۔

کر پٹن عجم بونا۔ اور میں تجھ سے ہی لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس کے نتیجے میں اس کے بچے رادھیکا کے بارے میں بتاؤں گا تو مجھے بتائے گا کہ وہ وہاں کیا جگہ کہیں سے ملی اور تجھ سے اس کا کیا سہندہ ہے؟

میں ضرور تجھے اس کے بارے میں بتاؤں گا مگر اس کے بارے میں میں یہاں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

ایک بات پر اس نے احتجاج کرنا چاہتا ہوں بھائی جان یہ بھڑکی ہو پارہن سنگھ یہ آپ سے جس بچے میں بات کر رہا ہے، وہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا، آپ میرے پاس نہ بھولی ہیں، ایک سہندہ آپ کی عزت کرتا ہے اور بڑے احترام سے آپ کا نام پھانتا ہے، یہ آپ سے تو تراش سے بات کر رہا ہے۔ بعد راق نے غصیلہ لہجے میں کہا اور بھڑکی، نس پڑا۔

یہ تیرا چھوٹا بھائی ہے، یہ ایک بات بتا جتنا تو ہے، کیا یہ بھی اتنا ہی نہ اسے یا پھر اس کے اندر شرافت کے کچھ جزائیر موجود ہیں کہ یہ اپنے بھائی کے لئے میرے اور شہت لہجہ پر داشت نہیں کر پا رہا، کیا اسے تیرے لئے تو تو اس کے بارے میں معلوم نہیں، کیا یہ نہیں جانتا کہ ڈاکٹر بد انسان ہے، تیری دلی عزت کیسے کر سکتا ہے، کیا نام سے رے تیرا۔ مجھے اچھا لگتا ہے؟ بھڑکی نے بے خوفی سے غلن راق سے پوچھا اور غلن راق کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

میں اپنا نام تجھے ایسے بتاؤں گا کہ تیری یہ زبان کاٹ کر تیرے ہاتھ پر رکھ دوں گا جو نہ۔ بھائی کے ساتھ اتنی استغنی سے پیش آ رہا ہے۔

میں نے کہا تھا تیرا بھائی! اور جن سنگھ نے کہا تھا چاہا نہیں دیکھنے کے اور میاں میں برا حالت ہو رہی۔

میں نے جس سنگھ کو ذات کو ملتا راست پر موزر بات، تو میرا قیدی ہے اور میں تیرے کمزور اور دانا ہوں، وہ تو یہ بھی جانتا ہے کہ میرے اور تیرے درمیان جو دشمنی ہے وہ اسانی سے ختم نہیں ہوگی۔

تجھ سے اسے اس پانگل بڑے کو بھی سمجھنا چاہتا ہوں، اسے بھی یہ بات سمجھا دے کہ مگر بھائی اس سے کہہ دے کہ جو ان خون سے زیادہ جوش نہ لے۔ بھڑکی سب خوفی سے بولا۔

اس کو سغلاب ہے کہ وہ معلومات کا جواز کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

مگر بھائی جب تیرے آؤں مجھے یہاں سے باہر لے جا رہے تھے میں نے ست راقی د آتے ہوئے دیکھا تھا، وہ ہاتھ لوگوں کے ساتھ ابھرا آ رہی تھی، ہر حال وہ کون لوگ تھے اور کیا تھے۔

مجھے نہیں معلوم۔ اگر تو مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے تو بتا کہ تجھے کیسے اندازہ ہوا کہ وہ وہاں کیا ہے؟

اندازہ ہو گیا ہے ارہن سنگھ! اس نے ہر ملی لڑکی نے جس کی نس میں زہر بھرا ہوا ہے، اس کے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا ہے۔ مگر بھائی سنگھ نے کہا اور بھڑکی کے چہرے پر حیرت کے نشوونما ہوا ہو گئے۔ وہ کچھ عجیب سے انداز میں سوچ رہا تھا اور شاید کچھ فیصلے بھی کر رہا تھا کیونکہ اس کے دل میں وہ دن تو اس کے لیے کسی نئی تھی۔

اس نے کہا۔ اس کا سغلاب ہے کہ جو کام مجھے نہایت دور سے، اپنی شہر میں رہا، خیر ہے۔ بات تیرے اور میرے بیچ اس شرط کی ہے کہ تو مجھے، اس کا کچھ بارے میں بتائے گا۔

تجھے ست راقی کے بارے میں... تو میں تیار ہوں، کیا سمجھا!

پھر میں بھی تیار ہوں۔ مگر بھائی سنگھ نے جواب دیا۔

بھائی راج بدستور غصیلی لگا ہوں ہے بھڑکی کو کھور ہا تھا۔ وہ اپنے بھائی کی ہمت عزت کر رہا اور اس سے بھڑکی کا یہ انداز بدداشت نہیں ہو رہا تھا۔

بھڑکی نے کہا۔ تیری حویلی کو آگ لگا کر میں یہاں سے بھاگ گیا میرے دل میں آگ آگ تھی، میں کوئی ایسی حکمت حاصل کرنا چاہتا تھا جس سے میں ہمارے لئے

میں نے خود اکھروں جنہوں نے انسانوں پر ظلم کے پیراؤں کو رکھے ہیں، میں اور میرا چھوٹا سا بھائی بڑے ظلم کا شکار ہوا، ہمارے اوپر حسیتوں کے پہاڑ سب سے پہلے ٹپک کر دلیپ سنگھ نے

دے۔ بھڑکی نے اپنی کہانی کر بھائی کو سنائی تو بھائی سنگھ چونک پڑا۔

تجھ کو دلیپ سنگھ... وہ چندوی والا...؟

ہاں! تم اسے جانتے ہو؟ ضرور جانتے ہو گے، رکھشش کو رکھشش نہیں جانے گا کہ کون جانے گا۔

آپ اسے روک نہیں سکتے تو مجھے یہاں سے جانے کی آگیاں بھائی جی! بھائی راقی

۱۰۰

نہ بچن شگد بے حد چا اناک تھا، ایک ایک بات تول تول کر کر رہا تھا۔ یہی اس کے من میں
 میری سازش ختم ہے یہی تھی۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

”مست رافقی بھیجیں ہے، ایک دید کے ساتھ میری حویلی میں آئی ہے اور اس نے میرے
 جتن راق کا علاج کیا ہے، جس سے شہریرے کیڑے نکلتے تھے اور اب یہ بالکل ٹھیک ہو چکا
 ہے۔“ شہرچند سنگھ نے یہ ساری کہانی خاص طور سے اس لئے جتن راق کے مانتے مٹائی تھی کہ جتن
 کے دل سے مست رافقی کا پریم انگلیس جانے دو دوا پئے آپ بہشت انت کر لے اور سو پئے کہ دوا ایک
 سے پیدا کر سنے الخ تھا دوا اس کے لئے سوت بھی موت بھی اور دس کا یہ کام پورا ہو گیا تھا۔ جتن
 حیرانی سے یہ ساری کہانی سن رہا تھا۔

اور اب میں تمہیں رادھیکا کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ میں اپنے بعد پورا نوے باروں،
 بڑے حیران: دو گئے تم یہ سن کر کہ ٹھا کر دیپ سنگھ اس وقت اپنے کسی کام سے یہاں سے چلا گیا
 تھا جب رادھیکا کو میں نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا، تو دیپ سنگھ نے اسے دیکھا اور بہت دیر
 دیکھ کر ہانچے اس نے مجھ سے کہا کہ یہ بچہ سنگھ میں اس لڑکی کو جانتا ہوں، یہ میرے ایک ملازم
 بنی تھی، وہ دیپ سنگھ کے جیسا کہ ایسے تعلقات تھے مجھ سے کہ جب اس نے رادھیکا کو دیکھا تو مجھے
 گرتے ہوئے نہ بن پڑی اور دیپ سنگھ رادھیکا کو اپنے ساتھ لے گیا، اسی دن رادھیکا اسے ہتھ
 لگائی، رادھیکا کا شیوہ ٹھا کر دیپ سنگھ سے ہی مل سکتا ہے۔"

یگرچہ جی کی آنکھوں میں فون اتر آیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”تو میرا دشمن میری بہن کو اپنے قیدی بنائے ہوئے ہے۔“

”میں نے جنہیں دیا ننداری سے راہجو کا کئے بارے میں بتا دیا ہے اور اب تم ست راقی کو ساتھ لے جا سکتے ہو، وید تر ویدی اسے روک نہیں سکتے گا۔“

ہجرت کی نے سردنکا یوں سے نہ چن اور دشمن راج کو ایک کا ٹھہرا ہستہ سے ہوتا۔

”آٹھویں سید جس قسم نے میری اوپر میری بہن کا چلتا ہوا کراہنا کر ڈالا ہے۔ اس کا رشتہ اب رکتہ بہار ہے سچ بھائی قسم بدلتی۔“

"مجھے بتاؤ بھرتی! میں تمہاری اور کیا مدد کر سکتا ہوں، روپے پیسے کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لو۔ بہن! راجہ کا کسی ملازم میں کوئی بہت چیش آئے یا ٹھکانا کر لو۔ پتہ تمہارے خلاف کوئی اکڑنا چاہے تو مجھ سے بات کر سکتے ہو۔"

”ٹھیک ہے مگر بچن منگو! اب میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔“

”میں اپنے نوکر کو بلاتا ہوں، یہ تمہیں تو ویدی اور ست رانی کے پاس پہنچا دے گا۔“

10

گھر بوجھ میں تھی۔ بوجھ بڑے اور چونکہ مجھ سے تعاون کر رہے ہیں۔ اس لئے میں تمہارے بارے میں نہیں ذمہ ہونا چاہتا ہوں۔ پہلی خبر میں تمہیں یہ دے رہا ہوں کہ تمہاری بہن راجہ کا زندہ ہے اور کہاں ہے۔ یہ میرا تمہیں اس سے بتاؤں گا جب تم مجھے مستعد رانی کے بارے میں سب کچھ بتا دو گے۔

ہجر کی کے انداز میں نمایاں تبدیلی ہوئی تھی۔ یہ اس کے لئے بڑی خوشخبری تھی کہ اس کی بہن جیسی سب اس نے تمہیں آنکھوں سے گھر پہنچا دیا اور بولا۔

”حق کہہ رہے ہو تم مگر بچپن! میری بہن بیٹی ہے۔“

”ہاں اور یہ بھی دیکھ کر کہ ہوں میں تجھ سے کہ تمہیں اس تک پہنچا دوں گا لیکن تم ذرا اپنا زبان پر قابو رکھو، یہ ابھائی ایسی پیاری سے اٹھا ہے وہ میرے بارے میں تمہاری ہوا اس نہ اٹھت نہیں سہارا رہا۔“

”تم ٹھیک ہے مگر بچن سٹلہ! میں نجانے کتنے عرصے مگر مگر مار مارا پھرا، مجھے شکست کی باتیں تھیں اور پھر مجھے ایک مہمان کر دل گئے، انہوں نے مجھے بتایا کہ اگر میں شیش ٹاگ کو دیکھا لوں تو مجھے وہ شیش مل جائے گی جس سے میں ان راکمیشنوں کو بچاؤں گا۔ سکول جو سنسار میں اپنے آپ کو بھگوان سمجھتے ہیں شیش ٹاگ کو دیکھنے کے لیے انہوں نے مجھے ایک منتر بتایا اور میں نے یہ کچھ بھرا سنسار پھوڑ دیا اور ایک ویرانے میں تو نے مندر میں پناہ لی، یہاں میں سنہ شش کا ایک شیش ٹاگ چننا اور اس کے چرنوں میں بیٹھ کر وہ منتر پڑھنے لگا، میں وہ منتر پڑھتا رہا کہ ایک دن جب میں بستی سے واپس آیا تو شیش ٹاگ کے چرنوں میں ایک عریب و غریب منظر دیکھا۔ ایک عورت وہاں مردہ پڑی ہوئی تھی اور اس کے پاس ہی ایک بچی تھی جسے سنسار میں آئے ہوئے کچھ ہی لمحے ضرور تھے اس بچی کا رنگ نیلا تھا، عورت سانپوں کے کاسے سے گل گئی تھی، بہر حال میں نے اس کی چٹا جلائی اور اس کی بچی کو اپنی گود میں لے لیا، پھر وہ بچی میرے ہی ہاتھوں میں چلی، میں نے ہی اس کا نام بہت رکھا، یہ وہی ست رانی ہے، رانگوں کے بچہ کھیلتی رہی ہے اور میں تمہیں بتا دوں مگر بچن سٹلہ! کالے ٹاگ اس کے منہ سے منٹا کر اسے ہوا دیتے رہے ہیں، یہ اندازہ تو مجھے ہو گیا ہے کہ وہ اس کی نفس میں بھی بھرا ہوا ہے اور وہ خود معصوم ہے، جان بوجھ کر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔“

”اوہ... ایڑی عجیب کہانی ہے، اس سے یہ تو پتہ نہیں چل سکا کہ ست رانی اصل میں کون ہے، وہ عورت کون تھی جس نے اسے جنم دیا، کہیں دو کوئی تاگمن تو نہیں تھی، کوئی بیٹھا دھارنی۔ جس نے انسان کا روپ دھار لیا ہو اور پھر ایک تاگمن ہی کی جنم دیا ہو۔ ست رانی کے بارے میں تمہیں کچھ بھی سمجھ معلوم ہے؟“

”کوئی خاص بات نہیں ہے، اب تم مجھے یہ بتا دو کہ مت رانی کہاں ہے؟“

گرچہ نے کہا۔

پھر رنجیر کے پیر و پیر سے داری لڑی گئی، چنانچہ بھرتی دھڑکتے دل کے ساتھ ست رانی سے ملنے کے لئے چل پڑا۔ اس کے باہر نکلتے ہی گرچہ کے ہونٹوں پر ایک مکارانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

لیکن راج حیران نکلا ہوں سے گرچہ کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”بات میری سمجھ میں نہیں آئی بھائی جی!“

”گھرنا پڑتا ہے لیکن راج ایسا، تم خوش نصیب ہو کہ اپنے بڑے بھائی کے کندھوں کا سہارا لے کر ایک صاف ستھرا جیون بنا رہے ہو، تم اگر ست رانی سے عشق میں ناکام ہو کر انگلیں دوانچس جا چاہتے ہو تو میں تمہیں بے شک منع نہیں کروں گا لیکن میری دلی خواہش ہے کہ اب تم لندن چھوڑ کر یہیں سہاراں پور میں اپنا جیون بناؤ، بھگوان کا دیا ہمارے پاس بہت کچھ ہے، راجاؤں کی طرح جیون بناؤ گے، من کی رانی جسے من چاہے عا لیا، یہ تو جیون کے ٹھیل ہوتے ہیں، ست رانی کے بارے میں تمہیں پتہ چل گیا کہ وہ ایسی خطرناک عورت ہے۔“

”وہ ساری باتیں بعد میں سوچا جائیں گی بھائی جی! آپ مجھے صرف یہ بتائیے کہ آپ نے اپنے دشمن کو اس طرح آزاد کیوں چھوڑ دیا؟“

”کہاں آزاد چھوڑ دیا ہے میں نے، میں یوں سمجھ لو کہ میں نے اپنے دو دشمنوں کو آپس میں لڑا دیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ لیکن راج حیرت سے ہوا۔

گرچہ سنگھ سوچ میں ڈوب گیا، پھر کچھ لمحوں کے بعد کہنے لگا۔ ”زندگی میں اونچے نیچے ہوتی ہے، یہ تھا کہ روپ سنگھ میرا پرانا دشمن ہے، میری اس کی دشمنی کی بنیاد اس وقت چڑی تھی جب چندویں کے نواتی علاقے میں، میں نے آسموں کے کچھ باغ خریدے تھے، بہت بڑی رقم خرچ کی تھی میں نے ان باغوں کو خریدنے میں، لیکن تھا کہ روپ سنگھ نے ان باغوں پر میرا قبضہ نہ رہنے دیا، اس نے مجھ سے کہا کہ یہ اس کا علاقہ ہے اور یہاں کسی اور کی زمینیں برداشت نہیں کی جاسکتیں، وہ باغ ادنے پونے اس کے ہاتھ لچک دیئے جائیں، ورنہ وہ ان پر قبضہ کر لے گا، خیر مختصر یہ کہ باغ اس کے قبضے میں چلے گئے، ہم نے مقدمہ بھی کیا لیکن ہم وہ مقدمہ ہار گئے کیونکہ وہاں تھا کہ روپ سنگھ ہاں اور جن سنگھ کا باپ نوکر کی کرنا رہا ہے اور تھا کہ روپ نے اس پر کچھ الزامات لگائے اور اسے گرفتار کرادیا، جس پر ارجن سنگھ کے باپ نے خودکشی کر لی، ارجن سنگھ کے دل میں روپ سنگھ سے انتقام کی بھادنا بھی ہے اور اب ہم نے اسے یہ بتایا ہے کہ اس کی بہن روپ سنگھ کے قبضے میں ہے تو

شکست

یوں سمجھو نشہ دو آتھ ہو گیا ہے، بدلے کا نشہ بھی مزے کا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ایک خطرناک لڑکی بھی ہے، کیا سمجھو۔۔۔ روپ سنگھ کے تو مزے ہی مزے ہو گئے۔ ”گرچہ سنگھ جیسے لگا۔

لیکن راج حیران نکلا ہوں سے بڑے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ ”یہ جاگیر داری بھی عجیب و غریب چیز ہے، انسان بننے کا کچھ کر ڈالتا ہے، کمال کی بات ہے۔“

”تھوڑے دن کے بعد من لینا کر تھا کہ روپ سنگھ کا کیا ہوا؟ ہر سے بندہ وہاں موجود ہیں جو ہمیں وہاں کے بارے میں اطلاع دیتے رہتے ہیں۔“ گرچہ نے کہا اور لیکن راج بھی مسکراتے ہوئے۔

.....

رنجیر نے بھرتی کو وہاں پہنچا دیا، جہاں ترویدی موجود تھا۔ ست رانی خود بھی ہوئی تھی۔ بھرتی اندر داخل آوا ترویدی اور ست رانی نے بیک وقت چونک کر اسے دیکھا۔ دوسرے لمحے ست رانی کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

”بھائی بھرتی!...“ اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ پھیلائے ہوئے بھرتی کی جانب بڑھی اور اس نے بھرتی کے اپنے دونوں بازوؤں میں بھر لیا۔

اور بھرتی بھی اس کا سر سینے سے لگا کر ہونے اسے سمجھا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں رواں تھے۔ درحقیقت اس بھرتی کو اس نے ماں اور باپ بن کر پالا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا ماضی آج تک بھرتی کو معلوم نہیں تھا اور پتہ نہیں اس کے ماضی پر کب تک یہ پردہ ہونا چاہئے تھا، البتہ ترویدی نے سب کی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

بھرتی اور ست رانی دیر تک ایک دوسرے سے لپٹے رہے، پھر ست رانی نے کہا۔ ”کہاں چلے گئے تھے تم باہر بھرتی! اکتایا کرتی رہی تھی میں تمہیں، وہ تو ترویدی انجی نے تمہاری جگہ سنبھال لی تھی، ورنہ پتہ نہیں میرا کیا ہوتا۔“

”تو مائیں کہاں ہوئی تھی ست رانی!...“

”نوعامب میں ہوئی تھی یا تم۔۔۔ میں تو تمہارا انتظار کرتی رہی تھی، جہاں تم مجھے چھوڑ گئے تھے، پر تم ہی نہ آئے اور پھر مجھے یہ جی مہاراج مل گئے، یہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور انہوں نے مجھے اپنے گھر میں ہر طرح کی عزت دی، یہ بہت اچھے انسان ہیں۔“

بھرتی نے ترویدی کی طرف دیکھا اور دلا۔ ”آپ ویہ ہیں؟“

”ہیں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ابوں۔“ ترویدی رام ترویدی کھوئے کھوئے منہ میں ہوا۔

”یہ میری بیٹی ہے، مجھ سے چھڑ گئی تھی، میں اسے چھوڑ کر کسی چیز کی تلاش میں نکلا تھا اور

دش کنیا

ہاں جہتی واپس نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کیا تھا، اس ہمدردوں جدا ہو گئے، پھر آپ نے جو احسان کیا ہے، اس کے لئے آپ کو ممنون ہوں۔"

"احسان تو اس نے کئے ہیں میری آجوں کی بدلہ دینا، بڑا اچھا کام ہے، مجھے افسوس ہے، اپنی منہاں کی شہرت سے میری کچھ دھنیاں ہیں اور میں نے اسے اپنی پانچویں بیٹی بنا لیا ہے، پر میں اس کے بارے میں آپ سے پوچھ رہی ہوں، کیا وہ چاہتا ہے؟ اگر یہ آپ کی بیٹی ہے تو کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ یہ دش کنیا کیسے بنی تھی اور اس کے اندر وہ عجیب و غریب خوبیاں کیسے پیدا ہوئیں جو کسی عورت میں نہیں ہوتیں؟" ترویدی نے پوچھا۔

بجڑی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے مختصر الفاظ میں ترویدی کو سب رازوں کے بارے میں بتا دیے اور اسے یہ فیصلہ دیا کہ وہ ان جانے لگا۔

"نہیں، یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب بھگوان کی لپلا ہے، وہ کسی کے ذریعے نہیں کو کیا دینا چاہتا ہے، یہ وہی بات ہے۔"

"میں اسے سن رہی ہوں اس لئے لایا ہوں کہ منشی کے بیویوں کا کیا بھروسہ ہے۔ کب نہیں غور جائے اور ہائی روہا کے مندر میں اس کی کوئی جگہ تو ہو اور یہ جگہ آپ سنہ بنا دی ہے ترویدی جی۔۔۔ ایسے بہت شرمناک آتی ہے۔"

"ایک بات اور بتائیے، بجڑی مبارک! یہ کسی بیمار نے سامنے بیٹھ جاتی ہے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں آتی ہیں اور پھر اس کا علاج دیکھ لیتی ہے، میں نے کئی بار یہ بات محسوس کی ہے، اگر یہ دش کنیا ہے تو پھر اس نے اندر یہ قوتیں کہاں سے پیدا ہوئی کہ آنکھوں میں دیکھ کر اندر کی یہ قوت کا پتہ چلائے۔"

بجڑی کو یہ دیکھ کر وہ ہلکی سی ہنسی سے اس نے چھٹکی نکالی تھی، اسی طرح اس کے سامنے بیٹھتی تھی اور اس نے اس کا علاج دیکھ لیا تھا، اس کی بیجڑی بھی نہیں جانتا تھا۔ یہی بات اس نے ترویدی سے کہی۔

"میں آپ کو بتا رہی ہوں ترویدی جی! اس طرح تو یہ سب سامنے آتی اور کیسے بڑی ہوئی، اب سے زیادہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"اب آپ کی کیا آگیا ہے مبارک!۔۔۔" ترویدی نے سوال کیا۔

"وہ نہیں ترویدی جی! میں خود بخود نہیں چاہتا ہوں کہ اسے بیویوں میں اس کے پسند کی جگہ ملے، یہ جو چھوٹا بیٹا ہے، اسے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم، میں اسے یہ بھی سمجھاؤں گا، مجھے اس سے کچھ کام ہیں، میں اسے لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا اور پھر جب میرے کام پورے ہوں،

دش کنیا

چاہیں گے تو میں آپ کے پاس آپ کی بستی میں آ جاؤں گا اور اس کے بعد آپ سے یہ بیٹی کروں گا کہ مبارک! مجھے اور اسے اپنے چہنوں میں ہی رکھ لیں، ہم دونوں کبھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"اورے رام رام! کیسی باتیں کرتے ہیں آپ، بجڑی جی! آپ اگر میرے گھر چہ چاروں بیویوں سمیت لیجئے کہ میرا بیویوں ہی سہل ہو جائے گا، میں تو اپنی بیٹیوں کے ساتھ فالتو کہتا تھا، جب سے یہ لکھتی میرے گھر آئی، آپ یوں سمجھ لیجئے میرے بھانجے جگمگ گئے، آپ جب بھی میرے گھر آئیں، یہ سوچ کر آئیں کہ آپ اپنے گھر جا رہے ہیں۔" ترویدی نے خوش سے کہا اور بجڑی گہری سوچ میں ادب کیا۔

اب اسے صرف گرجن کے حلقے میں سوچنا تھا اور وہ سوچنا رہا۔ ست رانی، بجڑی کے مل جانے سے بہت خوش تھی اور بڑے پیار بھرے انداز میں اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"بابا، بجڑی! یہ سن رہی ہیں، اچھا ہے، پر یہاں کے رہنے والے الگ الگ طرح کے لوگ ہیں، کوئی بہت اچھا، کوئی بہت بُرا۔۔۔ ترویدی جی کہتی تھیں، انہوں نے مجھے اپنے گھر میں بڑے مان دیئے، یہاں آئی کچھ نئے لوگوں کو دیکھا، سن رہی ہیں طرح طرح کے لوگ ہیں، میں نہیں جانتی کہ ان کے ساتھ کیسے رہا جاسکتا ہے، جو اچھے ہیں، ان کے ساتھ کیا کیا جائے اور جو بُرے ہیں، ان کے ساتھ کیا کریں۔"

بجڑی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں سب کچھ تو میں تجھے دکھانے لایا ہوں، میں بتاؤں گا، تجھے سمجھاؤں گا، تجھے اتنا اگلا دے دوں گا میں، اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔"

"میں وہ سب کچھ کروں گی، جو آپ مجھ سے کہیں گے، ترویدی جی کے ساتھ بھی جیے، اب اچھا ہے، جیسا ہے، وہ بیماروں کا علاج کرتے تھے، میں انہیں جڑی بونیوں سے بارے میں بتاتی تھی، اب میں آپ کے کہنے سے وہ سارے کام کروں گی، جو مجھے اچھے لگتے ہیں۔"

"ہاں بیوی نہیں، ایک بات کہوں تجھ سے، میرے ساتھ بڑا اچھا ہے، ست رانی! کچھ دشمنیوں نے مجھ سے میرے بیویوں کی ساری خوشیاں چھین لی ہیں، انہوں نے میرے ساتھ بڑی بُرائیاں کی ہیں اور میں ان سے بدلے کی بھانڈا من میں رکھتا ہوں، اب اگر تو میرا ساتھ دے گی تو میں اپنے دشمنوں سے بدلہ لے سکوں گا۔"

"میں تمہارا ساتھ دوں گی بابا، بجڑی، مجھے بتاؤ تمہارا دشمن کون ہے؟"

"بتاؤں گا، کیوں نہیں بتاؤں گا۔" بھرتی نے خوشی سے کہا اور اس کی آنکھوں میں سب سے پہلے ایک شکل نمودار ہوئی۔ یہ گریٹنگ سٹوڈی کی صورت تھی جو کہتا تھا کہ راجہ کا کوئی ایسا شکار نہیں ہے۔ ایسا شکار بھی دیکھا جائے گا لیکن گریٹنگ مہاراجہ کے پاس سے جانے کا سے آگیا ہے۔" بھرتی نے دل میں سوچا اور اس کے چہرے پر غم کی کئی لہریں چلی گئیں۔

www.paksociety.com

بھرتی کو مہمان خانے میں ایک معزز مہمان کا درجہ دیا گیا تھا۔ مگر بچن بہر حال ایک چالاک زمیندار تھا، ہر طرح سے حالات سے نشت چکا تھا، اس نے بھرتی پر پوری طرح نگاہ رکھی تھی۔ اندازہ بھی لگا چکا تھا کہ رانی، ترویدی سے زیادہ بھرتی سے چار گزنی ہے اور اس کی وجہ بھی تھی۔ دیکھ کر اپنی پیدائش کے پہلے دن سے بھرتی کے ساتھ رہی تھی لیکن یہ اس کا مسئلہ نہیں تھا، اس نے بھرتی کو ایک راستے پر لگا دیا تھا اور گہری چال چلی تھی لیکن اس کے باوجود دشمن سے ہوشیار رہتا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ بھرتی سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جلدی سے جانے اور ویسے شکار کے پاس راجہ کا کوئی شکار نہیں ہے۔ اس کے ذہن میں اور بہت سے مشورے تھے۔ اس نے جی راجہ کو ہوشیار کر دیا تھا کہ بھرتی جب تک یہاں ہے اس کی ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھی جائے اور اب وہ اس کے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔

اس مسئلے میں اس نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ ترویدی کو فارغ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سب ترویدی اپنے گھر واپس چلا جانے کا تو بھرتی بھی یقیناً یہاں سے جانے کے بارے میں سوچے گا۔ اسے تھوڑا سا تردد و ہموار تھا کہ راجہ کی خبر سننے کے باوجود بھرتی سنہ خورانی یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کیوں نہیں کیا لیکن وہ جلد بازی نہیں کرتا چاہتا تھا۔ اصل میں بھرتی کے ذہن میں وہ ویسے شکار کو شکار کرتا چاہتا تھا۔ اور نہ اس کوئی میں بھرتی کا خاتمہ اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

پھر اس نے ترویدی کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔ "جی ترویدی، میں نے آپ سے جو وعدہ کیا تھا، اُن کو پورا کرنے کے لیے تیار ہوں، اگر آپ چاہیں تو میں اپنے آؤلی بھیج کر آپ کی بیٹی کو پاؤں آپ کے لئے گھر کی تیاری کا بندوبست کروں کیونکہ میں نے آپ سے اس کا وعدہ کر رکھا ہے اور اگر آپ خود یہ کام کرنا چاہیں تو میں آپ کو کچیس لکھ دوں دے سکتا ہوں۔ آپ اپنے گھر تیار کر لیں، اگر رقم کم ہونے لگے تو میرے پاس آجائے یا اپنے کسی آدمی کو یہاں بھیج دیجئے، تو آپ کو ہر رقم مل جائے گی۔"

راجہ جیسی معمولی بستی میں جہاں اب بھی گھر بزاروں میں بن جایا کرتے تھے، کچیس لاکھ روپے کی رقم کا تہہ وری ترویدی کی تھی۔ اس نے بے ہوشی کے لئے دیکھا تو کافی تھی۔

وہ بھرتی بھٹی آنکھوں سے گریٹنگ کو دیکھتے رہے۔ کئی بار دل چاہا کہ ان سے کہیں کہ راجہ ایسا مذاق اچھا نہیں دیتا، دل کی حرکت بھی بند ہو سکتی ہے لیکن گریٹنگ سٹوڈی جیسے ہے۔ راجہ کے سامنے یہ الفاظ نہ کہ پائے۔ گریٹنگ نے پھر کہا۔ "گریٹنگ ترویدی نے سوچا کہ لاکھ روپے میں آپ کو اوراد دے گا، ہاں کا جو آپ کا انجام ہوگا، میرے بھائی کا دیوں ان تھوڑی سی سے کہیں زیادہ ہے۔"

ترویدی نے سب کے بدن میں ہلکی آن کی اندوہ کی کیفیت کا سناں اٹھایا۔ گریٹنگ بھی اسے دیکھ کر بچن سٹوڈی کے ہاتھوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے، ایک بار زمیندار کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں آپ یہ بتائیے آپ یہاں سے جانا چاہتے ہیں؟"

"مہاراجہ! آج ہی۔" ترویدی نے جی بے کھلیاقتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں آج نہیں آپ کل چلے جائے، میں غلطی سے ساتھ رقم سمیت آپ کو گاؤں لے کر بندوبست کروں گا۔"

ترویدی جی اپنی جگہ سے اٹھا، گریٹنگ کے قدموں میں گر پڑا۔ "مہاراجہ! آپ نے میرا سارا دیون سنبھال کر لیا، میں اپنی بیٹیوں کی شادی بھی کروں گا اور آرام سے اپنی باقی زندگی گزار سکوں گا۔"

"نھیک سے۔" جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ کل آج جائے گا۔" ابھی گریٹنگ سٹوڈی اور ترویدی یہ باتیں کر رہے تھے کہ راجہ شوران ان کے پاس پہنچ گیا۔ "مہاراجہ! چاہتا ہوں کہ بھرتی جی! کچھ سب تو بھی محسوس نہ ہاؤں میں آپ کی آپ بے شک جان بستی پاب ہو چکے ہیں، میں صرف اس لئے زک نہیں تھا کہ ان کا معاملہ کرنا نہیں چاہتا۔ انہیں کرنے کی ہوشیاری کہ ان کی یہ نعمت غرضی ہے یا پھر وہ مستقل طور پر ٹھیک ہو گئے۔ مجھے یہ ہو گیا ہے کہ وہ مکمل صحت یاب ہو گئے ہیں چنانچہ اب میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

"ارے نہیں! راجہ شوران! آپ ہمارے ہاؤں پر انگلیں سے یہاں آئے ہیں، ہم کو آپ کے وقت اور ان کوششوں کا پھر پورا معاوضہ دینا ہے۔ معاوضے کے علاوہ آپ کے معزز مہمان ہیں، اصل میں آپ کو پتہ ہے کہ ہم کبھی انہیں جوتوں میں پائے گئے تھے، اب ہمیں انہیں سے چھٹکارا مل گیا ہے، ہمارے کام ہو گئے ان لئے اب ہمارا آپ کا کچھ کرنا ہے۔"

راجہ جیسی معمولی بستی میں جہاں اب بھی گھر بزاروں میں بن جایا کرتے تھے، کچیس لاکھ روپے کی رقم کا تہہ وری ترویدی کی تھی۔ اس نے بے ہوشی کے لئے دیکھا تو کافی تھی۔

کے باوجود آپ نے بیٹے بھرپور عزت دی ہے اور میرے اخراجات بھی پورے کئے ہیں۔ وہاں اٹلینڈ میں، میں بہت سے لوگوں کا معالج ہوں اور ان کا ہاتھ چیک اپ کرتا ہوں، یہاں آئے ہوئے مجھے کافی دن گزار گئے، میں جھکن راج کا آخری چیک اپ کرنے کے بعد یہاں سے روانگی چاہتا ہوں۔ ویسے میں ان کی طرف سے مطمئن ہوں۔“

”یہ بھٹوان کی دیا ہے، میں اپنے بھائی کو اپنے میون سے زیادہ چاہتا ہوں۔ بہر حال آپ جب بھی تمکین گئے، میں آپ کی واپسی کا بندوبست کر دوں گا۔“

”میں ایک بات میرے دل میں رہ گئی ہے جس میں آپ سے ذرا سی شکایت ہے۔“ ڈاکٹر شوراج نے کہا اور ٹریچن چومک کر اسے دیکھنے لگا۔

”بتائیے کیا بات ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”اس وقت اتفاق سے تیرے دام تر ویدی جی بھی یہاں موجود ہیں اس لئے میں آٹھن بات ان سے کر لیا چاہتا ہوں اور آپ کی سفارش بھی چاہتا ہوں۔“

”سب رانی کے بارے میں۔۔۔۔۔“ ٹریچن شکوے نے معنی خیز انداز میں ڈاکٹر شوراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں آپ مجھے جو کچھ بتانا چاہتے ہیں، وہ میرے بھائی تر ویدی جی کو دے دیجئے اور ان سے میں یہ کہہ دیجئے گا کہ کچھ عرصے کے لیے سب رانی کو میرے حوالے کر دیا جائے، میں ان کا ان سے زیادہ حفاظت کروں گا، میں اسے اپنے ساتھ اٹلینڈ لے جاؤں گا، میں ان کے بارے میں ایسے بیماروں کا علاج کرواؤں گا جن کی بیماری اعصابی ہے اور دوسرے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں، تر ویدی جی! آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس سے بڑا نیک کام اور کوئی نہیں ہوگا بلکہ میں آپ کو بھی یہ پیشکش کرتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو میرے ساتھ اٹلینڈ چلیں، میں آپ دونوں کے اٹلینڈ جانے کا بندوبست کر لوں گا، میں پنچھ عرصہ میرے ساتھ گزار لیجئے، میں وہاں کی دنیا میں ایک تباہی بچا دینا چاہتا ہوں، اس سے میں نام بھی کمادوں گا اور دولت بھی۔۔۔ میں صاف صاف بات کر رہا ہوں تر ویدی جی! آپ کو اس دولت کا دس فیصد حصہ دیوں گا اور آپ یقین کریں کہ جب آپ اٹلینڈ سے لوٹیں گے تو کراڑی ہوتی ہوں گے۔“

تر ویدی حیرت سے آنکھیں اور منہ پھاڑ کر کبھی ٹریچن شکوے کی صورت دیکھ رہا تھا، کبھی ڈاکٹر شوراج کی۔ اس کے دماغ میں بھانے یا یا خیالات آرہے تھے لیکن ٹریچن شکوے نے دودھ کا دودھ اور پانی کا نمہ دیا۔

”سب سے زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ڈاکٹر شوراج کہ اب تر ویدی جی کا سب

کی تعلق نہیں رہا۔“

”کیا۔۔۔؟“ ڈاکٹر شوراج حیرت سے بولا۔

”تر ویدی جی کل اپنے گاؤں واپس جا رہے ہیں دست رانی کا اصل سرپرست اس کے پاس کیا ہے اور اس کا دامہ امرجن سنگو بھگتی ہے اور اب وہ بھگتی جی کے پاس ہے، یہ ایک چھوٹی سی گلی ہے، بھگتی سنگو رازاؤل سے سب رانی کی پرورش کی ہے، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اپنی گلی کے پہلے ہی دن سے وہ بھگتی کے ساتھ تھی، بھگتی اس کی دیرانوں میں پرورش کرتا رہا ہے، اس کے بعد وہ اسے لے کر باہر دیا گیا تھا تو اتفاق سے دونوں جدا ہو گئے اور سب رانی، تر ویدی جی کے ہاتھ لگ گئی لیکن اب بھگتی، سب رانی کو واپس لے گیا ہے اور یہیں اسی جگہ موجود ہے سب رانی اسے اپنے باپ کا درجہ دیتی ہے۔“

شوراج کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ یہ تو ابراہیمی بات ہوئی تھی، اب سب رانی کا صحیح طور پر پتہ مل جانے لگا کہ وہ نہ ہر گلی عورت کیوں ہے۔

”کہاں یہ بھگتی۔۔۔ اگر ایسی بات ہے تو میں اس سے بات کر لوں گا؟“

”دھیرج، تمہیں، آپ چننا کیوں کرتے ہیں، ابھی دو تین دن انہیں ساتھ رہنے دیجئے اس کے بعد آپ چاہیں گے تو میں بھگتی سے آپ کی بات کرادوں گا۔“

”اور۔۔۔ دو تین دن کیوں؟“

”ڈاکٹر شوراج! یہ میری حویلی سب، یہاں سب کچھ تو زمین میں اور رانی کچھ ضرور تمہیں ہیں، سب براہ کرم ان میں مداخلت نہ کیجئے، ویسے تو میں آپ کو یہ پیشکش کر چکا ہوں کہ آپ کی یہاں آمد کے کل اخراجات اور آپ کی طلب کردہ رقم آپ کے حوالے کر دی جائے گی اور اس کے بعد آپ کو ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھنا ہوگا، سب رانی میری ملکیت نہیں ہے کہ میں اس کا ہاتھ پاز کر آپ کے حوالے کر دوں، بھگتی کے لئے جو وہ تین دن کا وقفہ میں نے متعین کیا تھا اس کی کچھ بنیادیں ہیں، آپ براہ کرم ان کے بارے میں تفصیل نہ پوچھئے گا۔“

ڈاکٹر شوراج کو ایک دم احساس ہو گیا تھا کہ ٹریچن شکوے کا لہجہ خشک ہو گیا ہے، چنانچہ اس نے شوخی اختیار کی۔ کچھ لمحے کے بعد وہ وہاں سے واپسی کے لئے تیار ہو گیا اور بولا۔

”ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں یوں سمجھ لیجئے کہ وہ میری ایک اہم ضرورت ہے، یہاں ہو جائے تو آپ میری مدد کیجئے گا، میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔“

”ہاں کیوں نہیں، میں بھگتی سے بات کر لوں گا، ٹھیک ہے تر ویدی جی! کل صبح آپ کی گلی کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر شوراج! آپ آرام سے رہیں، دو چار دن اور سہی، اگر اس

دوران آپ چاہیں تو اپنی دانتیاں تیار کیا کر سکتے ہیں۔"

"میں دہلی چلا جاتا لیکن بھرتی ست بات کرنے کے بعد ہی میں کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے آپ آرام سے رہیں۔"

"اجازت دیجئے۔" ڈاکٹر شوراج نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ترویدی بھی پر نام کر کے باہر

چلا گیا تھا۔

کمرچن ہیرتک سوچتا رہا پھر اس نے جمن کو طلب کر لیا اور اسے تمام صورتحال بتاتے ہوئے بولا۔

"بھرتی نوڈا آکر شوراج کے ساتھ نہیں جاتا چاہئے، ظاہر ہے میں نے اسے اپنے کام کے لئے استعمال کیا ہے، اگر وہ ایپ سنگھ کو اس کے ہاتھوں کوئی یہ انتہا نہ پہنچا تو پھر میں تم ان بھرتی کو ضرور قسم کروں گا اور اس کے لئے میں بری رام کو ہدایت جاری کروں گا کہ جب بھرتی نوڈا کر ایپ سنگھ کے گھر میں داخل ہو تو بری رام کو اس سے دور نہیں ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک فیصلہ کیا ہے آپ نے بھائی جی!"

"جہاں تک ڈاکٹر شوراج کا تعلق ہے تو بھرتی کو کسی طور اس کے ہاتھ نہیں لگنا چاہئے۔ تاکہ اس طرح وہ ڈاکٹر شوراج کی حفاظت میں پہنچ جائے گا اور ڈاکٹر شوراج خود بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہے، یہ نہیں بھرتی یہاں کیوں بگا ہوا ہے، میری خواہش ہے کہ جلدی سے یہاں سے نکل جائے، مگر میں اس سے خود کہتا ہوں کہ وہ یہاں سے چلا جائے تو یہ ذرا غیر مناسب بات ہوگی۔"

"نئی بھائی جی! آپ کی سوچ بالکل ٹھیک ہے، بھرتی سے ہم اپنا کام لے رہے ہیں تو پھر اسے ڈاکٹر شوراج کے حوالے کیوں کیا جائے؟"

"کوئی ایسی چال چلی جائے جس کی وجہ سے بھرتی یہاں سے فوراً روانہ ہو جائے، میں اس بارے میں غور کرتا ہوں، کوئی ایسی کہانی سنائی جائے اسے مثلاً یہ کہنا جائے کہ جب اُن نے جلدی حویلی میں آکر اگلی تھی تو کچھ لوگ ہلاک ہو گئے تھے اور جو لوگ ہلاک ہو گئے تھے ان کے عزیز و رشتے داروں کو یہ چل گیا ہے کہ حویلی میں آکر لگانے والا بھرتی اس وقت حویلی میں نہیں ہے، چتا پھر وہ اُن کی جان کے درپے ہو گئے ہیں، کیا کہتے ہو جگن راج...؟"

جگن راج مسکراتی ہوئی نگاہوں سے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "بھائی جی! آپ کو اس ملک کا ایسی بہت جتنی راجدھالی کا حکمران ہونا چاہیے، جو سیاست آپ کے من میں چلتی ہے، اس کا توڑ مشکل ہے، بڑی اچھی کہانی گھڑی ہے آپ نے!"

"میں بری رام سے کہہ کر کچھ لوگوں کو رات کی تاریکی میں بھرتی کے آس پاس منڈکانے

کے لئے چھوڑ دیے ہوں جو یہ ظاہر کریں کہ بھرتی کی تاک میں ہیں، بلکہ کوئی چھوٹی موٹی کارروائی بھی کر لی جائے کیا کہتے ہو؟"

"واہ بھائی جی! ہمارا راج واہ! بالکل ایسا کرنا ہے۔" جگن راج نے تعریفی نگاہوں سے بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

کمرچن سنگھ مسکراتے نکلا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا: "اُس سلسلے میں پہلی کارروائی میں کل کروں گا، بری رام کے ساتھ مل کر منصوبہ بنانا ہے لیکن ترویدی کو پہلا رونا کر دینا بہت ضروری ہے، جو وہ وہاں سے اس سے کیا ہے اسے پورا کروں گا کیونکہ میں اس کے ساتھ کوئی بے ایمانی نہیں کرنا چاہتا، جو کچھ اسے دوں گا، وہ تمہاری جان کا صدقہ ہوگا۔"

پھر اس نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے دن اس نے ترویدی کو وعدے کے مطابق تیس لاکھ روپے کی رقم ادا کی اور بری رام سے کہا کہ اسے کچھ محافظوں کے ساتھ اس کے گھر کو پا پہنچا دیا جائے۔

ترویدی دست رانی کے پاس پہنچا اور دیر تک اُن کے سر کو سینے سے لگائے روتا رہا۔

"بھائی جی! یہاں پر تم ہو گیا ہے نہیں تم سے وہی کہہ کر مجھے اپنے گھر لے گئے تھے دست رانی کے ہنگو ان سے پانچویں جینی بھی اسے دی ہے، بھرتی موت کے لئے تک ہم اسے نہیں بھول سکیں گے، جگن ان جیسے تمہارے کاموں میں کامیاب کروئے تو اسے لے کر ہمارے پاس ضرور آنا۔"

"میں آؤں گی بابا ترویدی! میں ضرور آؤں گی، آپ بالکل چٹا نہ رہیں۔" دست رانی نے کہا اور اس کے بعد ترویدی ان سے رخصت ہو گیا۔

بھرتی نے کہا: "دست رانی! کیا سنسار تمہیں ایسا لگا؟"

دست رانی خالی نگاہوں سے بھرتی کو دیکھنے لگی تو بھرتی پھر بولا۔

"دست رانی! اگر ہم وہاں اس کوئے مندر میں پاتے رہتے جہاں تم نے جنم لیا، اور جہاں تمہاری ماں کی چٹا جلائی گئی تو تمہیں اس سنسار کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہو، مگر دست رانی! منٹس کے لئے سنسار باسیوں سے دور رہنا لیکن نہیں ہے، یہاں تمہیں طبعاً طبع کے لوگ ملیں گے، دست رانی! تم عام سنسار باسیوں سے تھوڑی سی الگ ہو لیکن نہیں نہ تمہارا انت ہوگا، البتہ میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تم سندھ ہو اور جہوں کا ایک کھیل یہ بھی ہے کہ لوگ مندر ماسکے پجاری ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سب کچھ ان کے قبضے میں آ جائے، اسے شرمائے کے بارے میں تم نے جو

کچھ بتایا ابہ بھی یہی تھا ست رانی۔ اب میں تمہیں ایک اور بات بتاؤں، تم نے کہا تھا کہ میرے دشمن تمہارے بھی دشمن ہوں گے، ست رانی! میں دشمنی کا یہ کھیل شروع کرنا چاہتا ہوں اور تم اس میں میری مدد کرو گی۔"

"موٹش کرو بھرتی مبارک! مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟" ست رانی نے سادگی سے کہا۔
"کیا تم جانتی ہو ست رانی کہ تمہارے شہر میں موٹش بھرا ہے؟"

ست رانی کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔

"ہاں میں جانتی ہوں۔"

ست رانی نے اس جواب نے بھرتی کو خیر مان کر دیا تھا۔ اس نے کہا۔

"اور تمہارے موٹش سے سنسار دہاسی جیسے نہیں رہ سکتے۔"

"جانتی ہوں۔"

"تمہیں میرے دشمن پر یہ موٹش آنا دانا ہے اور یہاں اس حویلی میں میرے دو دشمن ہیں

ست رانی... اور دشمن!"

☆ ☆

ست رانی پوری توجہ سے بھرتی کی باتیں سن رہی تھی۔ بھرتی نے کہا۔

"میرا دشمن نمبر ایک گر بچن ہے، بہت پرانی بات ہے۔ میں نے حالات کا شکار ہو کر گر بچن شکار کے ہاں نوکری کرنے آیا، میری جوان بہن رادھیکا میرے ساتھ تھی، اپنی گر بچن نے میری بہن کو اپنے قبضے میں کیا اور جب میں نے اپنی بہن کو اس کے قبضے سے نکالنے کی کوشش کی تو اس نے مجھے قید کر دیا، میری بہن کے ساتھ نہ جانے اس نے کیا سلوک کیا، اچھے نہیں وہ جیتی بھی ہے یا مر گئی، میرے پوچھنے پر اس نے مجھے ایک کہانی سنائی ہے، وہ سچ ہے یا جھوٹ... میں نہیں جانتا لیکن ست رانی؟ میرے جیون کا مقصد اپنی بہن کی تلاش ہے، میں نے تمہیں نہ صرف گرد و لکھ تمہارے چاک کی طرح پالا ہے، میری تم سے تھی، یہ کہ میرا ساتھ دو، پہلے میں اپنے دشمنوں سے بدلہ لوں گا، اس کے بعد اس سنسار کے بایوں سے، جو غمش کے روپ میں راکھشش ہیں اور میرے اور رادھیکا کی بے بس لڑکیوں پر ستم توڑ رہے ہیں۔"

ست رانی نے آگے بڑھ کر بھرتی کے سینے پر سر رکھ دیا اور بولی۔ "آپ مجھ سے یہ کیوں کہتے ہیں بابا بھرتی کہ یہ آپ کی بنتی ہے؟ آپ مجھے حکم دیں بابا بھرتی! آپ جو کہیں گے، میں موٹش سے کروں گی۔"

بھرتی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ کچھ دیر وہ خاموش رہا۔ پھر بولا۔

"میرے گرو نے مجھے کہا تھا کہ میں چاپ کر کے شیش ٹاگ، جگاؤں، سادھو سنتوں کے دھن دھناتے ہوتے ہیں، لیکن ہے اس مندر میں انہوں نے مجھے تمہارے لئے بھیجا ہوا اس طرح مجھے شیش شنتی بھی مل گئی اور ایک جٹی بھی!"

"آپ کے ہر حکم پر شیش ٹاگ کا دینا میرا کرتویہ ہے بابا بھرتی!" ست رانی نے کہا۔

"جاسے بیت کیا مجھے اپنی رادھیکا سے بچھڑنے ہوئے، پر میرے من کی آگ جوں کی توں ہے، گر بچن نے مجھ سے میری رادھیکا چھٹی ہے، میں بھی اس کے کلیجے میں ایسا چھرا گھونپنا چاہتا ہوں کہ وہ موت کے بعد بھی یاد رکھے۔"

ڈب سنا

کی خصوصیات کا اس نے بہت گہری نگاہوں سے جائزہ لیا تھا اور اسے ایک زبردستی لڑکی کے علاوہ ایک انجانی پر اسرار کردار کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ یہ قوف نہیں تھا۔ نہ بچن سنگھ کی عدم دلچسپی کو محسوس کر رہا تھا بلکہ گریچن سے آخری ملاقات کے بعد تو اسے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ گریچن، ست رانی کو اس کے ہاتھ نہیں لے سکتا۔

اپنے آدمیوں سے مشورہ کرنے کے اس نے فیصلہ کیا کہ بچرگی سے فوراً مل لیا جائے۔ گریچن سنگھ انرا اس بات کو پسندیدہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے کہ اسے طے شدہ اخراجات نہ ادا کرے۔ اس کی زیادہ پروا نہیں تھی۔ ست رانی ہاتھ لگ جائے تو وہ کروڑوں کماتا سکتا تھا، چنانچہ اس نے حویلی کے دوسرے ملازموں سے مدد لے کر مہمان خانے میں بچرگی کی رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور چھپتا چھپاتا بچرگی کے پاس پہنچ گیا۔

”آپ مجھے نہیں جانتے ہوں کہ بچرگی مہاراج! میں ڈاکٹر شوراج بول، یورپ سے آیا ہوں اور وہاں بہت بڑی حیثیت رکھتا ہوں، گریچن سنگھ نے مجھے یہاں جتن راج کے علاج کے لئے بلا دیا تھا، میں نے اپنا کام شروع کیا اور دلی میں اس کا تجزیہ کرنے گیا تھا کہ یہاں ست رانی بھی آگئی اور اس نے اپنی پراسرار قوتوں اور زبردستی طاقتوں سے کام لے کر جتن راج کا علاج کر ڈالا، بچرگی مہاراج! آپ کو بدعنوانی دیتا ہوں کہ آپ کے پاس ایک ایسا انمول ہیرا موجود ہے جو اگر تمام نگاہوں میں آجائے تو اس کی قیمت نو سو روپے سے بھی زیادہ ہو جائے گی، میں نے اسے انہی نگاہوں سے دیکھا ہے، گریچن نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تو ویدی کی بیٹی نہیں آپ کی بیٹی ہے، میں آپ کو پیش کرتا ہوں کہ اگر آپ اور آپ کی بیٹی میرے ساتھ یورپ چلیں تو میں اسے ایک شہزادی کی حیثیت دے سکتا ہوں، آپ میری یہ پیشکش قبول کر لیجئے میں آپ کو دلی لے کے جاؤں گا، دلی میں میرا پرچار موجود ہے، میں ان کے ساتھ آپ کو رکھوں گا اور پھر تیار یاں کر کے ہم لوگ یورپ نکل چلیں گے، آپ میری باتوں کو بالکل غلط سمجھیں، ست رانی کو میں اپنی بیٹی ہی کی طرح رکھوں گا، بس اس کی پراسرار قوتوں سے کام لے کر میں وحید ہتھیاریوں کا علاج کروں گا، اس سے زیادہ میرے ذہن میں اور کوئی بات نہیں ہے، آپ براہ کرم مجھے متاثر نہ کریں کہ کیا آپ میری اس پیشکش کو قبول کر لیں گے؟“

بچرگی بہت دیر تک حیرانی سے ڈاکٹر شوراج کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”ڈاکٹر شوراج! میں ابھی آپ کو اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا، آپ کب تک ہندوستان

میں ہیں؟“

”جب تک آپ چاہیں!“

”میں کیا کرتا ہے بابا۔۔۔“ ست رانی نے پوچھا۔

بچرگی کسی خیال میں ڈوب گیا۔ ”گھوڑے سوچتا رہا پھر بولا۔“

”جتن راج! گریچن کا بھائی ہے، جس طرح سنا ہے کہ کسی جادوگر کی جان اس کے حویلی میں ہوتی تھی، اسی طرح گریچن کی جان اس کے بھائی میں ہے، گریچن کو اپنے بھائی کا مردہ شہرہ دیکھنا ہوگا، باں جو میرے دل پر بیٹھ ہے، اسے بھی اس سے مر رہا ہوگا، پھر میں اس سے پوچھوں گا کہ کیوں گریچن! بھائی کو کھو کر کیسا ٹنگ رہا ہے؟“ بچرگی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ سب کچھ بڑے قہر و غصہ کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

”ست رانی نے اپنے پیٹ سے اس کے آنسو صاف کئے اور بولی۔“

”تمہاری ست رانی ایک ایک سے تمہارا بدلہ لے گی، یہ میرا کڑوا ہے، تم میرے پارٹی پار بھی ہو بابا اور گرو بھی مجھ پر دبر فرض ہے کہ ایک بیٹی کا فرض بھی پورا کروں اور گرو دچمن بھی۔“

بچرگی کی آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔ وہ بولا۔ ”بھگوان نے مجھے سہارا دیا ہے، تم مجھ سے چھڑتی تھیں پھر دوبارہ دل لگیں، سنسار بہت بڑا ہے، کسی کا ٹھکانہ کرل جانا یہ بتاتا ہے کہ بھگوان نے تمہیں میری مدد کے لئے اس سنسار میں بھیجا ہے۔“

”میں ابھی اس سنسار کے سارے کرم نہیں جانتی بابا بچرگی! بہت کچھ سکھانا ہوگا تمہیں۔“

”سب کچھ سکھاؤں گا۔۔۔ اب تم یہ سناؤ کہ آگے تمہیں کیا کرنا ہے۔“ بچرگی نے کہا اور

سرگوشی کے انداز میں ست رانی کو اپنا منسوہہ بتانے لگا۔

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر شوراج! بہت بڑا ڈاکٹر تھا۔ انگلینڈ میں اس کے نام کا ڈاکٹر تھا، بڑے بڑے وحیدہ علاج کر چکا تھا۔ گریچن سنگھ کو کسی نے اس کے بارے میں بتایا تھا اور گریچن نے زبردست اخراجات کر کے اسے طلب کیا تھا۔ ڈاکٹر شوراج نے ایک تو اپنے وطن کا خیال کیا، خود بھی اس کا دل بہت عرصے سے وطن آئے کو چاہ رہا تھا، اس نے یہ موقع نصیب سمجھا اور ہندوستان چلا آیا۔ اس کے عزیز و اقارب دلی میں رہتے تھے، ان سے ملا اور اس کے بعد سبارن پور گریچن سنگھ کے پاس آ گیا۔

یہاں جو کچھ ہوا، وہ اس کے لئے کوئی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا، لیکن ست رانی اس کی زبردست طلب بن گئی تھی۔ وہ ہر قیمت پر ست رانی کو حاصل کرنا چاہتا تھا، اگر ست رانی اس کے قبضے میں آجائے تو ایک طرح سے لندن میں دو ایک مہاتما کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔ ست رانی

وٹس کنیا

"تو پھر میری بات سنئے، میرا ایک کام ہے جو مجھے نہیں روک کر رہا ہے، آپ اگر انگلیٹنڈ جانا چاہتے ہیں تو واپس چلے جائیں، مجھے اپنا پتہ دے جائیں، اپنا کام کرنے کے بعد میں آپ سے کہوں گا مجھے اور ست رانی کو انگلیٹنڈ بلوالیں، ابھی مجھے یہاں کچھ کام کرنے ہیں، وہ کئے بغیر میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔"

"آپ کے یہ کام کتنے دن میں مکمل ہو جائیں گے؟"

"سب سے کم گیارہ دن، شوریج اور اس سے کے بارے میں، میں پچھلیس جا سکتا۔"

شوریج سوٹ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچتا رہا پھر بولا۔ "ایک نئی کرتا ہوں آپ سے بھرپور مٹی مہاراج۔۔۔؟"

"ہاں، ہاں بتائیے! "

"آپ اس مہاراج کے بارے میں کسی کو نہ بتائیے گا، میں نہیں چاہتا کہ نہ بچن شنگھ میرے خلاف ہو جائیں، خود پتہ نہیں ان کے سن میں کیا ہے، میں نے ان سے بھی بات کی تھی لیکن انہوں نے ایسا رد یہ اختیار کیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ ست رانی اور آپ میرے ساتھ رہیں جائیں۔"

"میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا ڈاکٹر شوریج! آپ چھاند کریں۔"

ڈاکٹر شوریج خاموشی سے واپس آ گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے ایک بار پھر مشورہ کیا۔

"بھرتی کی کہانی بالکل ہی الگ ہے، وہ کہتا ہے کہ یہاں اس کا کوئی کام ہے، وہ سبوتاژ بھی نہیں کر رہا ہے، وہ کچھ نہ ہو سکا تو میں ست رانی کو اغوا کر لوں گا، بے شک ایسا بڑا بچن شنگھ کی حوصلہ سے نہ ہو کیونکہ وہ بہت بڑا جاگیردار ہے اور میں اس کی دشمنی نہیں چاہتا لیکن جو بھی بھرتی یہاں سے نکلے گا، ہم کوشش کر کے ست رانی کو اغوا کر لیں گے اور پلا خر، ہم بھرتی کو بھی اپنے ساتھ تعاون پر آمادہ کر لیں گے بلکہ اگر اس کا ہندوستان میں کوئی کام بھی ہے تو ہم اس کے ساتھ تعاون کریں گے۔"

"ٹھیک ہے جیسا اس کے لئے تیار یاں شروع کر دیتے ہیں۔" شوریج کے ساتھیوں نے کہا۔

☆.....☆.....☆

بڑے بنگلے پر رہتے تھے۔ ست رانی کی وجہ سے بھرتی رانی کا دل خون ہو گیا تھا۔ وہ ست رانی پر اپنی طرح سربمنا تھا۔ بھرتی کے سامنے تو اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کرتا تھا جیسے اسے ست

وٹس کنیا

رانی سے اس کوئی دھچک نہیں نہ رہ گئی ہو اور بات کا فی حد تک ٹھیک بھی تھی۔ ست رانی ایک زبردستی نامی تھی اور کبھی بھی یہ احساس بھی بچن شنگھ کے دل میں پیدا ہو جاتا تھا کہ میں ست رانی سے کچھ بھی کہوں، اتحاد عداوتی، تن میں نہ ہو مگر جو فی دہائی ایسے ہی مشہور نہیں ہے۔ بھرتی میں بچن راج جب بھی ست رانی کی صورت ذہن میں لاتا، اس کا دل بڑے بڑے لگتا تھا۔ ست رانی اگر ایک عام شخصیت ہوتی تو چاہے بیون ران کرنا پڑتا، وہ اسے حاصل کرنے کے لئے جان کی بازی لگا دیتا۔ اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ست رانی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس کے ذہن میں ڈاکٹر شوریج کا خیال آیا۔ اس نے بہت سی باتیں سوچیں اور پھر وہ کھڑے شوریج کی طرف چل پڑا۔

ڈاکٹر شوریج اپنی رہائش گاہ میں موجود تھا۔ بچن راج کی آمد کو اس نے حیرت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

"آئیے بچن جی! بڑا عجیب سا لگ رہا ہے آپ کو یہاں دیکھ کر ہمیں تو آپ کی سیوا کا موقع ہی نہیں مل رہا، چلیں ٹھیک ہے بھگوان نے آپ کو صحت دے دی، ہم بھی یہی چاہتے تھے، ہم سے نہ تھی ست رانی سے آپ کو صحت مل گئی۔"

"ڈاکٹر شوریج! میں بھرتی میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں، ہاں کیجیے۔"

"بالکل بھرتی میں! " بچن راج نے ڈاکٹر شوریج کے آدمیوں کو دیکھے ہوئے کہا اور ڈاکٹر شوریج نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا۔ وہ سب باہر نکل گئے تھے۔ بچن راج نے کہا۔

"آپ میرے بڑے ہیں ڈاکٹر شوریج، اور میرے علاج کے لئے آئے تھے، آپ کے دل میں میرے لئے بہترین ضرور ہوگی، ڈاکٹر! ذرا بے پاکی سے کام لے رہا ہوں، ست رانی میرے من میں بس گئی ہے اور میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں، مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ وٹس کنیا ہے، ایک زبردستی، تو اس کی مالک ہے، آپ بہت بڑے ڈاکٹر ہیں، اگر وہ انسان ہے اور بھرتی عداوتی نامی نہیں ہے تو کیا وہ اس زبردستی سے آزاد ہو سکتی ہے، کیا آپ کا کوئی علاج اس کے اندر بیسے ہوئے زہر کو ختم کر سکتا ہے، کیا وہ پھر سے انسان بن سکتی ہے، اگر وہ انسان بن جائے ڈاکٹر شوریج تو میرے جیون کے معمول اسے اپنانا چاہتا ہوں۔"

بچن راج کے چہرے پر ایک عجیب سی مظلومیت طاری تھی، لیکن اس کے ان الفاظ نے ڈاکٹر شوریج کے ذہن کو کھینچ لیا۔ ہندوستان ہی کا رہنے والا تھا لیکن بہت عرصے سے ہندوستان سے دور ہو چکا تھا، وہی میں اس کا خاندان بے شک موجود تھا لیکن وہ سب کے سب شریف لوگ تھے اور کسی طرح کی جرائم پیشہ زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ ست رانی کو

وہی کیا

ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سست رانی اور بھڑائی کا انکار کرنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا لیکن راج ان کے منصوبے میں شریک ہو پائے تو وہ اسی روپے پر ہو پائے۔

اس نے فوراً ہی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جی جی جی سے جتنی راج کو دیکھ پھر یوں۔
 "اس میں کوئی شک نہیں جگن راج جی کہ وہ بچی اچھا لگتی ہے، بھگوان نے اسے ایسی ہی رنگ دار پہنایا ہے کہ وہ کسی کا بھی ہون اچھا لگتا کر سکتی ہے۔ خاص طور سے تم جیسے لڑکوں کا۔
 شاید تمہیں اس بات کا غم ہو کہ میں نے کرپشن بہار راج سے یہ فرمائش کی ہے کہ جس طرح بھی راج سے سست رانی کو دیکھ کر مجھے اس کے لئے میرے حواسے کر دیا جائے، میں اس پر چھوڑتا ہوں کہ وہ چاہتا ہو اور کیسا اتفاق ہے کہ یہ تجربہ راج ہے جو تم چاہتے ہو میں بہت عجیب و امیر لڑکا کا باپ ہوں۔
 تم جی جی کو کہ ایک طرح سے ایک سائنس دان ہوں، ہندوستان کی پڑا اور داستانیں، اپنا شمار کی انہوں کا نہیں، وہ سنیاؤں کی کہانیاں پیش کرتے ہندوستان سے باہر تک لگی ہوئی ہیں۔
 لیکن ہمارے راج کے رشتہ داروں نے اس کے اچھے پس منظر کی بدولت بڑا کام کیا ہے، ہمارے ہاتھوں میں انہیں ملے، میں ان رہائی لڑکی کا تجربہ کر کے اس کو جان کر چاہتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ میں اس علاقے میں کامیاب ہو جاؤں گا لیکن جگن راج میرے دوست ہندوستان میں رہنا نہیں کیا سمجھتا؟"

"تو پھر...؟" جگن راج نے پوچھا۔

"اس کا یہ راج صرف اور صرف انڈین میں ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے اسے انڈین بنانا ہوگا۔"

جگن راج شیب سی جگہوں سے ڈاکٹر شوری کو دیکھنے لگا۔ سست رانی کے حصول سے مایوس ہو کر اس نے راج سے کہا کہ اسے راج کو انڈین بنانا چاہئے۔ یہ شیب سی صورت حال میں رہی تھی، ان کے دوستوں کے ذریعے انڈین بنائی جائے اور شوری سست رانی کو لے کر وہاں آ جائے، اس کا راج کرے اور سست رانی لکھیک ہو جائے تو اس کی زندگی میں تو پھول ہی پھول نکل جائیں گے۔
 لیکن سست رانی کو انڈین بنانے کا ایک مشکل مرحلہ تھا، ظاہر ہے کہ راج اس کی مخالفت کرے گا کیونکہ اس کی بھڑائی سے شیب سی بھی اس نے ڈاکٹر شوری سے کہا۔ "ڈاکٹر! اس مسئلے میں مجھے فیصلہ لینا ہے۔"

"جگن راج! اگر تمہاری سست رانی سے محبت کرنے لگے ہو اور اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں نوے فیصد یہ یقین دلاؤں کہ میں سست رانی کا علاج کر کے اسے لکھیک کر دوں گا لیکن

وہی کیا

ڈاکٹر! اس کے لئے تمہیں میری مدد کرنا ہوگی اور کوئی ایسا منصوبہ بنانا ہوگا جس سے سست رانی بچتی جائے۔ یہ بات ڈاکٹر شوری نے نہیں چاہی تھی کہ راج کی سست رانی سے کیا چاہتا ہے۔ لیکن راج کو یہ بات معلوم تھی، اور جانتا تھا کہ راج کی سست رانی کو چند دنوں کیوں نہیں بچتی۔
 راج کی گود میں آ کر نہ چاہتا تھا اور یہ دیکھتا تھا کہ راج کی سست رانی دلیپ سنگھ سے پڑا، لیکن وہ بچپن میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں... ان کی کامیابی یا ناکامی کی شکل میں راج کی سست رانی پر جگن راج کو غم نہ ہوتا تھا۔ یہ شک سست رانی کے لئے اس کے دل میں کوئی خاص جگہ نہیں تھی لیکن اسے سست رانی سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ اب کیا کرنا چاہئے، بہت سے منصوبے بنائے جا چکے تھے، تاہم اس سے ڈاکٹر شوری سے کہا۔

"ڈاکٹر شوری! آپ کو ابھی یہاں سے جانے کی جلدی تو نہیں ہے؟"

"میرا ایک ایک دن لاکھوں روپے کا ہے جگن راج لیکن سست رانی تو دلوں روپیہ کی ہے میرا مطلب ہے کہ میں اس کے علاج سے بہت دلچسپی رکھتا ہوں، تم سوچ لو ان لوگوں کو تو تمہیں کراتا ہے، میں تمہارا ساتھ دوں گا، جب تک تم چاہو گے وہاں رہاؤں گا، سہاراں پور میں نہ سکیں گی میں۔"

جگن راج وہاں سے اٹھ گیا۔ ڈاکٹر شوری کے پاس بہت دیر تک رہنا خلاف مصالحت تھا۔ اپنے بھائی سے بہت محبت کرتا تھا اور اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن سست رانی اس کے دل کو کچھ اس طرح بھڑائی تھی کہ وہ ایسے کام بھی کرنے پر راضی ہو گیا تھا جن سے راج کی خواہش نہ ہو۔

اپنی رہائش گاہ میں آ کر دو سوچ میں ڈوب گیا۔ کیا تا کیب ہو کہ سست رانی اس کے ساتھ رہنے جائے پر تیار ہو جائے۔ جلد ہی وہاں لگتا تھا کہ وہ کسی بھی طرح بھڑائی و تھوڑے سے آواز ہوگی۔ اگر راج کی سست رانی کی جائے اور کہا جائے کہ وہ سست رانی کو انڈین بنائے جائے چاہتا ہے۔
 اس غلط ہو جائے گا کیونکہ راج کی سست رانی اور سست رانی دونوں ہی کو اپنے ان دلیپ سنگھ کے لئے آواز چاہتا تھا۔ اگر وہ بھائی کو اپنی محبت کا واسطہ بھی دے تو راج کی سست رانی کی طرح پڑا نہیں ہوگا۔
 سست رانی کی بہت سے بے شمار ماموت کے گھات اتر چکا تھا۔ کوئی ترتیب سمجھ نہیں آ رہی تھی۔
 ڈاکٹر شوری سے بات تو کر لی تھی لیکن سست رانی کو انڈین بنانے کے لئے اسے ایک بہت ہی مشکل نظر آ رہا تھا۔

کافی وقت گزر گیا۔ رات کا پہلا پہر تھا، چوٹی والے سارے معمولات سے غرضت پا کر راج آرام گاہوں میں چلے گئے تھے، کچھ سوچنے لگے، کچھ جاگ رہے تھے۔ جگن راج بھی اپنے

دش

کمرے میں تھا لیکن نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی تھی۔ وہ اس وقت بھی اسی تختے میں پھنسا ہوا تھا کہ اسے اپنے کمرے کے دروازے پر دستک سنائی دی اور وہ چونک کر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کوئی سوال کئے بغیر اس نے دروازہ کھولا لیکن دستک دینے والے کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔

اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ست رانی خود چل کر اس طرح اس کے پاس آ سکتی ہے۔ کچھ لمحوں کے لئے وہ سناکت رہ گیا۔

"میں اندر آنا چاہتی ہوں۔" ست رانی کی مسرخم آواز ابھری اور وہ چونک پڑا۔ کچھ لمبے بطور وہ دروازے کے سامنے سے بہت گیا اور ست رانی اندر آ گئی۔

لیکن راج نے ہی طرح مسکرا ہوا گیا تھا۔ ست رانی اس وقت اور زیادہ حسین نظر آ رہی تھی اور زہر یلا حسن تھا اس کا!

الغرض لیکن راج بوٹھ میں آیا اور اپنی جگہ سے بہت کراہیک صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ "آپ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوئے ہیں مہاراج۔" "ست رانی العزیز سے دوسرے صوفے پر بیٹھ کر بولی۔

"ہاں ست رانی! بہت۔۔۔ تم اس طرح میرے پاس چلی آؤ گی، میں نے ابھی نہیں سنا تھا۔"

"نرا لگا میرا آنا۔۔۔؟"

"کبھی لگ سکتا ہے، انسان کے چہنچاہے حقیقت نہیں بن سکتے جیسے اس وقت۔۔۔!" "اس وقت۔۔۔؟" ست رانی نے سوال کیا۔

"ہاں اس وقت میں تمہارا ہی پناہ دیکھ رہا تھا۔"

"جانتی آنکھوں سے۔۔۔ تمہاری آنکھوں میں نیند تو دور دور تک نہیں ہے۔" ست رانی نے دلکش ہنسی کے ساتھ کہا اور لیکن راج اس کی سحر آلود ہنسی میں کھو گیا۔

"پھر سو مجھے۔۔۔؟" ست رانی ٹھکھٹا کر ہنس پڑی۔ "جانتی آنکھوں کے سپنے تو دکھ دیتے ہیں ست رانی! مگر اس سے تو بہت عجیب ہوا ہے۔"

"کیوں۔۔۔؟" "تم اس طرح جو آ گئی ہو مجھے بتاؤ کوئی کام تھے مجھ سے؟" لیکن راج نے بے

ت کہا۔ "تمہیں دیکھنے کو من چاہا تھا، سونے کے لئے لیٹی تھی کہ نہ جانے کیوں تمہاری صورت

میں آگئی، سہجی رہی کہ پہلے تو نہیں اس طرح تم سے نہیں ملی، اب تمہارے پاس جاؤ گی تو پہلے میں کیا سوچے گا۔"

"نہیں۔۔۔ لیکن راج خود فراموشی کے عالم میں ہوا۔"

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ست رانی!" لیکن راج بے اختیار ہو کر بولا۔ "میں نے

سب سے تمہیں دیکھا ہے، اس کے ساتھ تم سے پریم کرنے لگا ہوں، سچ کہہ رہا ہوں ست رانی! اُدھر سے پانی کا تو بس بہانا ہے، وہ پانی میرے لئے امرت اس لئے بنا کہ اسے تمہارے

لہجے نے چھوٹا کر دیا تھا، مجھے لگتا ہے میں تمہارے ہنسی میں سکون پاؤں گا۔"

"تو میں کیا کروں۔۔۔؟" ست رانی نے مصحوبیت سے کہا۔ "پہلے مجھے ایک بات بتا دو کیا تمہارے من میں بھی میرے لئے کوئی جگہ ہے؟"

"من میں جگہ۔۔۔؟" من میں کہاں جگہ ہوتی ہے، میں نہیں جانتی۔"

"اچھا یہ بتا دو میرے صورت تمہارے من میں کیوں آئی؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی۔"

"میں جانتا ہوں۔" لیکن نے بدستور بے خوفی سے کہا اور ست رانی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ لیکن بولا۔

"جس طرح میں سے من میں تمہارا پریم جاگا ہے، اسی طرح تمہارے من کے کسی گوشے میں تمہارا پریم بھی ہے اور یہی پریم تمہیں میرے پاس لے آیا ست رانی! تمہارے بارے میں مجھے

کچھ معلوم ہوا ہے، وہ یہی ہے کہ تم جنگل کا پھول ہو، جنگل میں ڈھکی ہو اور اس منسار کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

ست رانی کی نظریں جھکن پڑی ہوئی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا جیسے لیکن کی آواز کہیں فہرست

ہی ہو۔ جو کچھ لیکن کہہ رہا تھا، وہ اسے بہت اچھا لگ رہا تھا، ان الفاظ نے اس کے اندر کے

سوال کو نکال دیا تھا، اسے اپنا حلق خشک لگ رہا تھا، اس کے اندر پیاس جاگ رہی تھی اور وہ پانی کی تلاش میں تھا۔

ان کے لئے مختار ہو جائے۔

”کیا بات ہے ہمارے بھائی! اس کے؟“

”مجھ کو کہتا چاہتا جوں مہاراج“۔ ”ہجر مئی کے لہجے میں مغللویت تھی۔“

— 102 —

”ہاں ارہمیں شکر! پورا کھانا ہے؟“

ہے، ہمیں جلد رات کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

”تمہاری کوئی بات میری جھم میں نہیں آئی اور جن سٹک!“

مست رانی سے نہیں جھگڑیں مہاراج کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

شکوے سوچا اور اس کے بعد وہ تجزیہ سے باہر نکلا۔

آؤ میرے ساتھ! ان نے کہا اور جتنی راج کی رہائش گاہوں کی جانب چل پڑا۔

بچے تھا۔ جیسے بچہ بچہ شکار مار رہا تھا، بچہ بچہ نے دروازہ وا کر سے بند کر دیا۔

لیکن رات کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے باؤں سے تکی سے چٹکوں رات کا۔ اور پڑا۔

جنگیں جنوں لیکن دوسرے سے ایک عجیب سا امتیاز ہوا۔

بھڑکے بھڑکے جھگڑے ہوئے۔ ایک ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔

”ست ست رانی...“ کہتے ہوئے وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا

ہاں ہے۔"

☆.....☆ ☆

میریجین ٹھونے پر "تھمار" "وہاں سے کہا بات ہے؟"

علاج ہے۔

مگر بچن ایک دم چونک پڑا اور پھر روخوہی کمرے کے دروازے پر آٹھیا۔ بھڑکی مظلوم

انہیں رات کی ٹھوڑی کے گوشت میں ٹھس ٹھس اور ہاں سے زور دینے کا پانی بہا۔ جلن
راتیہ ہونی ملے چھل رہا تھا۔

نورجین کے صحت سے بھرپور ایک رہشت بھری آواز نکلی۔ "ارجن! تھو! یہ تو کیا ہو گیا۔ نہ خود، نہ
شکوہ کیا ہو گیا؟" اس نے ارجن شکوہ کے چہرے کی طرف دیکھا تو اسے ارجن شکوہ کے چہرے پر
ایک شیطانی مسکراہٹ نظر آئی۔ تب اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی تھیں۔

"سس سس سس۔۔۔" اسی کہانی تھی؟

"جنگ کی بہ مہاراج! اپنا کام کرنے کے بعد وہ چلی تھی یہاں سے۔"

"میرے خلیفہ کو کیا ہو گیا؟"

"پانچ لوگ سدھارے گئے جس رات! اس وقت سوڑے میں بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے۔"

"کیا کھانا کھا رہا ہے تو ارجن شکوہ؟" نورجین روستے ہوئے ایک دیوار سے جا بٹھا اور

ارجن شکوہ خود پھینٹے لگا۔

"کیسا لگ رہا ہے مہاراج! آپ کے سامنے تو آپ سے بھائی کی لاش موجود ہے، مجھے تو

آج تک رادھیکا کا نشان تک نہیں ملا، کتنے سال، کتنے برسوں ریت گئے ہیں نے اپنی رادھیکا کا

نہیں دیکھا، میں نے برسوں سے اپنی رادھیکا کو نہیں دیکھا۔"

"ارجن شکوہ! تو کیا بکواس کر رہا ہے، میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا، یہ کیا ہو گیا، ارے میرا

بھائی بیٹا ہے یا مر گیا، ارجن شکوہ بتا دیا ہو گیا میرے چلن کو؟" نورجین شکوہ تھر تھر کاٹھ پڑ رہا تھا۔

"آپ سے ڈر چلا گیا، میری رادھیکا کو بھی تو آپ نے مجھ سے ڈر کر دیا تھا اور جب میں

نے آپ سے اس کو دلوں مانگا تو آپ نے مجھے نکل میں پھینکا، یہ تو آپ کا سہ تھا اور یہ میرا سہ

ہے، غم ہو گیا آپ کا بھائی، میں چاہتا تو آپ کو بھی قتل کر سکتا تھا پر مزدی کیا رہتا، جتنے برس میں

نے اپنی بہن کی یاد میں بتائے ہیں، اب سارا جیون آپ بھی اپنے بھائی کو یاد کرتے رہے، یہ میں

نے بدل لیا ہے آپ سے مہاراج اور اب اس کے بعد واپس شکوہ کی باری ہے، سنت رانی کو بھنگوان

سنے دینا کتنا اسی لئے بنایا ہے کہ وہ تو آپ جیسے لوگوں کو مسند سے مٹا دے مہاراج! مزے لیتے اب

اپنے بھائی کی موت کے غم کے، میں نے اپنا کام کر دیا ہے، اب آپ رو رہے ہیں اسے اپنے بھائی

کے لئے، میں ایک منٹ میں آپ کا بھی کریم ترستا ہوں کیونکہ اب سے میرے ہاتھ میں ہے

پہرہ خراب ہو جائے گا، آپ مجھ سے تو مجھے کیا ہے؟"

"ایک بات میں بھی تجھ سے کہوں ارجن شکوہ! تو نے میرا بھائی تو مجھ سے ڈر کر ہی رہا ہے،

پر رادھیکا تجھے کبھی نہیں ملے گی، وہ واپس شکوہ کے پاس نہیں ہے، میں جانتا ہوں وہ کہاں ہے، یہ

میں تجھے نہیں بتاؤں گا، میرا بھائی تو تو نے مجھ سے چھپا ہی لیا، پر بھنگوان کی سوگند تیری بہن بھی تجھے
کبھی نہیں ملے گی، چاہو تو مجھ کو نے کر لیا ہے، اب اس کے بعد میرے اور تیرے بیچ بھائی کیا رہ گیا
ہے، بھنگوان تیرا ستیا مان کر رہے، ہائے میرا بھائی اور وہ کہاں گئی تھیں ارجن شکوہ! کچھ لپٹا تیرا بچھا
خونس چھوڑ دوں گا، میں اپنے بھائی کا بدلہ لوں گا تجھ سے اور اس تاگرن سے، انھوں نے کہہ دیا کہ وہ اس
تم دونوں کو اسے میرا بھائی، میرا بھائی!"

نورجین اپنی جگہ سے اٹھا اور بھنگوان راج کے پاس پہنچ گیا، لیکن وہ قلموں کے بل بیٹھ کر بھنگوان
راج پر تھکا ہوا تھا کہ بھنگوان نے ایک وزنی ڈیکوریشن میں اٹھا کر اس کے سر کی پشت پر است دار اور
نورجین شکوہ ایک چچ کے ساتھ پھینٹے ہوئے جسم والے بھنگوان راج پر جا پڑا۔

نورجین اسے ہوش میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ نورجین شکوہ کو دیکھتا رہا اور پھر اس کے بعد مسکرا کر

باہر نکل آیا۔ تھوڑے کاٹھ پر پھر یہ ارکھڑا اس دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جس سے نورجین

اور نورجین شکوہ اندر داخل ہوئے تھے۔

"نورجین مہاراج نے کہا ہے کہ تجھ کو اور ان کے کہے کے سامنے بیٹھو، وہ اپنے بھائی

سے ضرور کہیں گے کہ میں یہ ہیں۔"

"جی مہاراج!" پھر یہ ار نے کہا اور نورجین وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پورا منصوبہ قلمی تھا،

بہن آستہ یہاں سے بھنگوان تھا اور اس کے لئے بھی اس نے ایک کہانی تیار کی تھی۔ باہر وال سے اس

کی پرانی شہسائی تھی اور باہو یہ یکے چکا تھا کہ اب نورجین کی یہاں اچھی خاصی چلتی ہے اس لئے نورجین

اس سے جو کچھ کہا، اس نے مان لیا تھا۔

نورجین نے سنت رانی کے لئے ایک ایسے لباس کا بندہ بست کیا تھا جو سنت رانی کو پوری طرح

حک لیتا تھا۔ یہاں سنت رانی تیار نہیں تھی، اپنا کام کرنے کے بعد دو نورجین کے پاس واپس

گئے۔ نورجین نے غصوں نہیں کیا تھا کہ سنت رانی کچھ کھوٹی کھوٹی ہے۔ اس نے سنت رانی کو ساتھ

لے کر اشارہ کیا اور حویلی کے تاریک گوشوں سے نڈرتا ہوا ایک تک پہنچ گیا۔

باہر وال چوکیدار اپنی ذہنی سرانجام دے رہا تھا۔ نورجین کو دیکھ کر بولا۔ "کہیں جا رہے ہو؟"

نورجین! کب تک! اب آ جاؤ گے، میں تمہیں جاگتا ہی ملوں گا۔"

"جاسمے رہنا باطل، ایسے میں بہت زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

نورجین نے کہا اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ وہ

پورے ڈور نکل جانا چاہتا تھا۔ یہ بات جانتا تھا کہ تھوڑی بہت دیر کے بعد نورجین شکوہ ہوش

جائے گا اور پھر اس کے شکاری کتے اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔

مردہ کی طرح چھل گیا تھا تجربہ رشتہ کی دلدہانہ چیخوں نے پوری حویلی کو جگا دیا اور جگن کی موت کی خبر حویلی میں پھیل گئی۔

نور پٹن کی حالت تھوڑی سی بہتر ہوئی تو وہ چٹھا۔

"ارے اے دیکھو... اے پترو... ار جن سنگھ کو... بھرتی کو پکڑو... اس بات کو بھرتو... بھرتی وار کر گیا۔... اہری رام کہاں ہے وہ... اسے پاؤ۔"

ہری رام نے پہلے بھرتی کو تلاش کیا پھر یہ معلوم کر کے کہ بھرتی ست رانی کے ساتھ کبھی کاہر نکل گیا ہے انہیں کو اطلاع دی کہ وہ نکل گیا تو گر پٹن دھاڑا۔

"ہری رام! تیرے پاس جتنے آدمی ہیں، سب کو لے کر نکل جا، سہارن پور کے کوہے کوہے میں پھیلا دے انہیں، نکلے۔ پائے وہ سہارن پور سے باہر... تیرا جیون اتنی میں ہے ہری رام... اے پترو لے جلدی کر... نکلے نہ پائے وہ پانی!"

نور پٹن غم سے نہ حال تھا۔ جگن کی لاش کی طرح بگڑ گئی تھی۔ ڈاکٹر شوراج کو بھی پوری کہانی معلوم ہو چکی تھی، وہ بڑے افسوس کا اظہار کر رہا تھا، اس نے گر پٹن سے اجازت لی کہ وہ جگن رات کا آخری دیدار کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑا غم زدہ چہرہ بنا رکھا تھا۔ گر پٹن نے اسے اجازت دے دی۔

ڈاکٹر شوراج اپنے وہ ساتھیوں کے ہمراہ اندر داخل ہو گیا۔ وہ کچھ چیزیں خفیہ طور پر اپنے ساتھ لایا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے پھرتی سے کچھ پوچھا اور کس نکالے اور پھر بلینڈ کی۔ اسے جگن کا تھوڑا سا گوشت کا تہ کر پٹن میں رکھا اور پکھلا ہوا سیال مادہ نیوٹوں میں منتقل کیا اور ان چیزوں کو محفوظ کر لیا، اس کے بعد وہ مصنوعی آنسو پونچھتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔

گر پٹن کے بھائی کی موت معمولی واقعہ نہیں تھا۔ ذرا دور تک خبریں پھیل گئیں اور لوگ نہ جانے کہاں کہاں سے آ کر حویلی کے آس پاس جمع ہونے لگے۔ حویلی کے کارندوں نے اتر سنکے رکی تیار ہیں شروع کر دیں، آنے والوں کے لئے ٹامپاٹے لگا دیے گئے، گر پٹن نے ابھی کر یا کر مکی اجازت نہیں دی تھی۔

کسی نے آ کر کہا۔ "گر پٹن! کس کا انتظار ہے تمہیں، لاش پہنچے ہی ٹکڑی ہوئی ہے، جتنی جلدی ہو جائے اچھا ہے۔"

"ہاں چا چا! مجھے انتظار ہے، بھگوان کی سوگند مجھے انتظار ہے ہری رام کا کہ وہ ار جن سنگھ اور اس سفید ناگن کو پکڑ کر لائے، بھگوان کی سوگند ایسا تمنا دیکھاؤں گا آنے والوں کو کہ وہ جیون بھر نہ بھول سکیں گے، ار جن سنگھ اور ست رانی کو جیتا جگن کی چٹامیں چٹا پڑے گا، اس چٹامیں جگن اکیلا

جگن جٹ کا چاچا...! وہ زندہ شری بھی اس میں جلیں گے۔"

لوگ کاتب کر رہے تھے۔ دوسری طرف ڈاکٹر شوراج نے جگن کے سگے بوائے گوشت کا کیمیائی تجزیہ کر کے تجسس بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"پانی گاڑ سائیں...! پانی گاڑ... اس کا زہر سا نکالنے سے زیادہ خطرناک ہے، اگر وہ میرے ہاتھ آ جائے تو ساری دنیا میں میری دھوم مچ جائے گی، زہروں کی دنیا میں ایک ایسی تحقیق خوش کروں گا میں کہ لوگوں کے دماغ پھٹ جائیں، میں ہاتھوں کا انہیں نہ انسان کے اندر خود ایسی صلاحیتیں موجود ہیں کہ اگر وہ اپنے اندر زہر پیدا کر...! تو دنیا میں اس سے زیادہ خطرناک زہر کہیں نہ پایا جائے۔"

☆...☆...☆

بھرتی دہلی پہنچ گیا۔ وہ بے وقوف نہیں تھا کہ بدھا چندوی پہنچ جاتا۔ ممکن ہے راہ حیک کی آگ میں وہ برخطر سے کو نظر انداز کر کے چندوی چلا ہی جاتا لیکن گر پٹن نے یہ بتا کر راہ حیک کی کہانی اس نے غلط سنائی تھی، اسے ایک بار پھر صبر دیا تھا۔ ابھی اسے راہ حیک کی تلاش کے لئے اور بہت کچھ کرنا تھا۔ جہاں تک دلیپ سنگھ کا معاملہ تھا تو وہ تو اسے کرتا ہی تھا۔

دہلی پہنچ کر اس نے ایک درمیانے درجے کا ہوٹل منتخب کیا۔ اخراجات کا حصول بھرتی کے لیے مشکل نہیں تھا، اس وقت بھی اس کے پاس کافی رقم تھی، یہ رقم ترویدی، ست رانی کو جاتے ہوئے دے گیا تھا جو بعد میں ست رانی نے اسے دے دی تھی۔

ہوٹل کے کمرے میں آ کر اس نے ست رانی کو سمجھایا۔

"یہ جگہ ہوٹل کہلاتی ہے، ہم یہاں کچھ دن رہیں گے، تمہیں ان کپڑوں میں الجھن تو نہیں پڑے گی؟"

"بالکل نہیں۔"

"اول تو تمہیں کسی کے سامنے آنے کی ضرورت نہیں، کوئی تمہارے پاس آ بھی جائے تو تم تھوڑی سی گونج دیکھاؤ گی، یہ ضرور ہے دوسری بات یہ کہ مجھے کبھی واہسی میں دیر ہو جائے تو تم رام سے یہاں رہو گی، کبھی باہر جانے کی ضرورت نہیں، میں دانس آ جاؤں گا، اگر اس بار ہم سو گئے تو پھر شاید میں تمہیں وہ بارہ کبھی نہ ملوں۔"

"نیک ہے ہاپا بھرتی!" ست رانی نے کہا اور بھرتی ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ بے شک اس سادہ زندگی گزاری تھی اس کے علاوہ عمر کے بہت سے سال اس نے دیرائے میں گزار دیے تھے، گزرتی عمر بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔ دنیا اور ماحول کا بدلا ہوا رنگ اس سے چھپا ہوا نہیں تھا۔

وہی کیا

وہی کیا

کر پٹن سے ہل پر جو چڑکا اچھا کر آیا تھا اور اونچے کا کی گشتہ کی کا بھر پور ہوا تھا لیکن ابھی رات کو کئی کتب باقی تھی۔ کر پٹن کو بھگن کا کر یا کر مہاپے ہاتھوں سے کر لے گا لیکن رات کو اسی منہار میں موجود تھی، بس اس کی آنکھوں سے ڈور تھی۔ اسے نہ صرف رات کو کٹاؤں کو کٹاؤں کرنا تھا بلکہ اپنے ان بھد کی تکمیل بھی کرنی تھی جو اس نے کر چکن جیسے راکششوں کے لئے کیا تھی۔

یاد میں آ کر اس نے سب سے پہلے اپنے لیے طے ہال تر شاہے، بھار بھکاڑ دار تھی۔ روٹھیں سناٹے راتیں اور روٹی کے روپ سے بھل آ یا، پھر اس نے اپنے لئے نہ تر شاہ نے تیرے قریب۔ اس نے زندگی میں اپنے جد یہ لباس بھی نہیں پہنے تھے لیکن لوگوں کو اچھا نہ در تھا۔ ایک حمام میں غسل کر کے اس نے نیا لباس پہنا اور خود کو بچی یاد دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہی نیا انسان بھرا اور وہ مسکرا دیا اور اس نے خود سے کہا۔ جیسا دیکھ دیا جیسے وہی اور وہی نہیں ہے بھرنی اچھا اس نے ست رانی کے لئے بھی اتنی شائد خریداری کی جس کی توقع نہیں کی جاتی تھی۔

وہی وہی آ یا تو ست رانی پہ سون تھی۔ بھگنی کا خیال تھا کہ وہ اسے بچپن میں سے ہی لیاں وہ اسے دلچسپ نہ ہو رہی تھی۔

”اوتھاؤں کی سوگند بابا۔۔۔ بہت سند لگ رہے ہو۔“

بھگنی دنگ روٹھا۔ اس نے پہلی بار ست رانی کے منہ سے کوئی سہانہ سی تھی۔ دوسرے ست رانی نے اسے خود پہچان لیا تھا۔ اس کے وہی مطلب ہو سکتے تھے ایک تو یہ کہ اس کو سناٹا نہیں ہوا تھا کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے۔ یہ بات تشویشناک تھی کیونکہ وہ کر پٹن سے چھٹا چاہتا تھا وہ پتہ یہ کہ ست رانی پہ آ رہا تو تیس رکتی تھی اور صرف وہی تھی جو ظاہر ہوئی تھی لیکن اس کی پرکھ نہ ف تجرب سے ہی ہو سکتی تھی۔ وقت سے پہلے اسے جانتے کا کوئی اور بعد نہیں تھا۔ وہی نہ خیال نظر وہی سے ست رانی کو دیکھ لیا۔

ست رانی کے چہرے پر شوقی بھری تھی اور بھگنی کو لگ رہا تھا جیسے یہ وہی کی ہی نہ ہو جیسے اس نے ویران مندر میں چہان چہا تھا۔ بھگنی جانتا تھا کہ اظہر سے انسان کی رہنمائی کرتی ہے اور بے شمار باتیں فوہ ہو، علم میں آ جاتی ہیں۔ اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی ان باتوں کو سکھائے۔ ست رانی اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی بھری ہوئی۔

”کیا رکھ، بے زور بھگنی بابا۔“

”ہاں نہیں ست رانی! تم سے ہی بارے میں باقی رہا ہوں، آبادیوں میں آ کر کافی شوق ہوتی ہے۔ پہلے تو چپ چاپ ہی رہتی تھی اور لگتا تھا جیسے کوئی کا پتہ ہو۔“

ست رانی ہنس پڑی بھری ہوئی۔ ”بابا اتم تو سیکھ رہے ہیں ابھی بچہ نہیں جانتے ہر امت محسوس اور کئی سیکھ رہے ہو وہاں موش نہ رہتی ہے پرانی اور وہ نہیں ہوتی بھگنی تو بھگتے ہو وہی سنسار کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے، اثرات جاتی ہوئی تو بھگتے ہیں تو کچھ اپنے اپنے کو پیا۔ یوں کرتی، اسے وہی کہتے ہیں بھگنی سے مر کھنی لیا بھی اپنے بچے کو سیکھ نہیں دیتی۔“

”باپ رہے۔۔۔ یہ ساری باتیں تجھے کیسے آئیں ست رانی۔“ بھگنی جیسے بہت سے بولا۔

ست رانی بٹنے کی تھی بھرا اس نے کہا۔ ”بھگنی جیسے دیر سے میت ہیں پھر مجھے تو تشویشی ہو۔ سون ملے بھی سنسار کی باتیں بتاتے ہیں۔“

”مٹی جانتا ہوں کہ تیر کی ان سے بڑی دوستی ہے، پر اب تو یہ تجھے ستے بھی نہیں ہیں۔“

”کو بابا کی باتیں۔۔۔ ابھی نہیں دلگاتی ہوں۔“ ست رانی نے کہا اور اپنی اور تھنی کے اندر سے ایک ذبیہ نکالی۔ یہ ذبیہ کال کر وہ بھگنی کے سامنے آٹھنی اور پھر اس نے ذبیہ کھول کر اس میں سے کوئی چیز نیچے ڈالنا پڑا۔ ذبیہ۔ یہ ایک چمکدار ہاتھ تھی بڑے میں پڑے ہی تو پی اور ایک چمکدار تیکہ ہائی ہوئی کر رہے کے ایک گوشہ میں چلی گئی اور دیوار میں اس طرف قابو ہوئی جیسے سارا رخ بنا کر اندر داخل ہوئی۔ بھگنی نے اتنی سے دیکھ رہا۔ ست رانی ہنس پڑی تھی۔ پھر

اس نے کہا: "دیکھو گے بابا بھرگی؟"

بھرگی آٹھ بیلا تو ست رانی نے کھڑکی کی طرف ہاتھ اٹھ کر چٹکی بجا سنے اور پیٹے اور ہر اوزان دھب کی ایک دھبائی خوبصورت کھنکھنی کی، اسے اندر آئی اور ست رانی کے ہاتھ پر بیٹھ گئی۔

"میرا سونا ہے۔ میت دسوا... یہ ہنوکھ پھیر دیکھو سارے جہان کی باتیں جانتے ہیں۔" بھرگی نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور خاصی دیر تک اسی طرح آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا:

"ست رانی! انیری طرف سے مجھے کافی اطمینان ہو گیا ہے، پر اب بھی اسکی بہت سی باتیں ہیں جو تجھے یہ ہنوکھ پھیر نہیں بتا سکتے کیونکہ منش ان سے مختلف ہوتا ہے، اس کے اندر کیا کچھ چیزیں چلتی ہیں، یہ ہنوکھ پھیر نہیں جانتے، تبھی تو منش کا شکار ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔"

"کہا تو جانتی ہے کہ پریم کے روپ ایک نوستے ہیں؟"

"یہ بھی جانتی ہوں میں بابا بھرگی! ست رانی نے کہا، ہر شے پڑی۔ آج دو پہلے سے کافی مختلف نظر آ رہی تھی۔"

"ارے تو تو ساری باتیں جانتی ہے تو پھر میں تجھے کیا بتاؤں۔"

"مجھے بہت سی سنسار باتیاں آچکی ہیں بابا بھرگی اور اب میں پہلی جیسی بیوقوف ست رانی نہیں رہی ہوں۔"

"اس کا اندازہ تو مجھے ہو رہا ہے، اچھا کیا تو یہ جانتی ہے کہ میں نے تجھے سنسار کی آنکھوں سے اس طرح پھپھایا ہوا کیوں ہے؟"

"وہ بھی میں جانتی ہوں۔" ست رانی نے بدستور شوخی سے کہا۔

"اچھا بتا تو سکی؟"

"اس لئے بابا کہ منش مجھے دیکھ کر میرے ہارے میں سوچنے نہ لگے جیسے اس باڈے نے سوچا تھا۔"

"کس نے؟"

"جنگن راج نے!"

"ہوں مگر جنگن راج کے لئے تو تو بھی دیکھی نظر آتی تھی۔"

"اس سے ہوئی تھی بابا بھرگی! کیونکہ میں نے پہلی بار اس کے منہ سے دوسری باتیں سنی

دش کنیا

تھیں جن سے میرا من ڈول گیا تھا لیکن وہ اپنی تو تعادی کرنے کے لئے، میرا جھوٹا پانی نہ پینا تو میں اسے کانٹ لیتی اور وہ مر جاتا۔"

"تو پھر ٹوٹے اپنے من کو ثنات کیسے کیا؟"

"تھو میرے من میں بھی رہنے، وہ بابا بھرگی! تھوڑا سا میرے من میں بھی رہے دو۔ بس یہ مجھ کو کہ تمہاری ست رانی اب آسانی سے کسی کے پھیر میں آنے والی نہیں ہے۔"

"جگے اچھا لگا ست رانی! چل گئے ہاتھوں ایک بات اور بھی بتاؤ!"

"ہاں پوچھو بابا! ست رانی آرام سے بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں تیرے لئے کبھی مشکل تو نہیں بناؤ، میرا مطلب ہے کہ میں تجھے اپنے ساتھ یہاں تک لے آیا ہوں کہ تیرے من میں اور کچھ ہو۔"

ست رانی سوچ میں ڈوب گئی۔ کچھ لمبے سوچتی رہی پھر بولی۔

"ایک بات سن! بابا! میں تمہاری موجودگی پر وہاں چڑھی ہوں اور تم سے اسی طرح پریم کرتی ہوں جتنا لوگ اپنے ماما، پتاؤں سے تم سے بھی بھلا میں کیسے بھائوں گی، میں جیوان کی آخری سانس شب تمہارے ساتھ رہوں گی اور تم پھر کہیں گے تو مجھیں تلاش کروں گی تروید ہی ہے مجھ میں میرے ساتھ بہت اچھا برہنہ رکھا تھا، پر بابا اس سے بھی جس ہمیشہ تمہیں ہی یاد کیا کرتی تھی کیونکہ میں نے بوشنی آنکھوں کو تو تمہیں ہی اپنے پائے یاد۔"

بھرگی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ وہ بیٹھ ہوئے بول: "اپنی ہی ایک اور بھی تھی جسے ماما اپنا ہونے کے باوجود میں نے اپنے گلے سے لگا کر پالا، اس کا نام راہوہ کا تھا۔"

"ہاں تم نے مجھے اس کے بارے میں بھی بتایا تھا، مجھے اس کے بارے میں کچھ اور بتاؤ بابا بھرگی؟" ست رانی نے دلچسپی سے کہا۔

بھرگی کے چہرے پر غم کے آثار پھیل گئے۔

"لیکن تھی میری، بڑا پریم تھا مجھے اس سے... چھوٹا سا سنسار تھا، ماما، میرے بابا تھے، میں تھا اور راہوہ کا تھی، ہاں نہیں تھی، ہم دونوں کی ماں اور راہوہ کا کے بچپن میں ہی مر گئی تھی۔ میرے بابا اٹھا کر دلپ سنگھ کے ہاں نوکری کرتے تھے پھر بھائو کے بھائی نے ایک بیوی رتنہ سب کی اور دلپ سنگھ نے اس کا احترام میرے بابا پر لگا کر انہیں گرفتار کر لیا، بابا نے سارا بیون نیکیوں میں گزارا تھا، یہ بدنامی، بدداشت نہ کر سکے اور چلے گئے اس سنسار سے، میرے من میں بدلے کی شہید بھانجی تھی، پر میں کی دیکھ بھال بھی فرض تھی مجھ پر، میں اسے لے کر بھاگ کر گھر پہنچ سکے تھے ہاں میں نے چل پڑا۔" بھرگی نے پھر ست رانی کو پوری کہانی سنائی۔

مست رانی پر غور سے یہ بھائی سن رہی تھی۔ بڑی خاموشی، دوا تو ہوئی۔
 "تم نے پہلے بھی مجھے یہ باتیں بتائی تھیں بابا! پر اب جب میں نے سنا، تو اتنے قریب
 سے دیکھا ہے تب یہ باتیں اب انہی طرح میری سمجھ میں آ رہی ہیں، میں تم سے ایک بات کہوں
 بابا... اگر میری کوئی تصویر نہیں مل جائے گی کہیں سے؟"

"تم تصویروں کے بارے میں بھی جانتی ہو؟" ان کے تعجب سے کہا۔
 "مت، انہی نے آنکھیں بند کر کے لوہے کی جلائی پھر دی۔" تم سے نہ بچتی ہوں بابا! اب جب
 تم نے مجھے یہ سنا، راجہ دیانت نویر نے بھی تو کچھ کام ہیں کہ اس کے بارے میں جاتوں، تصویر
 نہیں ملے گی؟"

"کہاں ست رانی؟ ہوں، ہوں، ان سے پگھلے ہوئے اگر جیتی ہے تو پتہ نہیں نہیں
 ہوئی ہوگی۔"

"میں جو کچھ کہوں گی بابا! اس پر جہاں ان سے ہونا تمہارے من میں تو اس کی تصویر ہوگی؟"
 "اے پھلی! بھلا اسے بھول جاؤں گا؟"

"تو میں تمہاری آنکھوں سے وہ تصویر حاصل کروں گی اور پھر میں بھی راجہ کا وہ پیش
 کروں گی، چنگو پھیر، میری مدد کریں۔"

"آنکھوں سے راجہ کی تصویر حاصل کر سہی؟" بڑی بچی کچھ نہ سمجھنے والے انداز
 میں بولا۔

مست رانی نے اسرار دار انداز میں دستکرا دی۔ "ہاں تمہارے من میں تو اس کی تصویر ہوگی ان کی
 صورت تمہارے من میں رہی ہوگی میں دو صورت تمہارے من سے چراہوں کی بالکل اسی طرح بابا
 جیسے میں یادوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کی نیاری کار باز معلوم کر لیتی ہوں بابا! اس
 بارے میں مجھ سے ابھی اور کچھ مت پوچھنا کیونکہ میں خود بھی کچھ نہیں جانتی، جان جاؤں گی تو
 تمہیں خبر ہو جاتا ہوں گی۔"

"بھگوان کی لیا بھگوان ہی جانے، بھگوان نے تجھے یہ حق کہاں سے دی ہے یہ تو بھگوان
 ہی جان سکتا ہے۔" انہی نے میری گود میں نہ ہلی نہ جھکی ہوئی تو میں کہتا کہ دشمن نے تجھے اپنے ہاتھوں
 سے اس سنا، میں سمجھتا ہوں، بہت کچھ دے گا۔"

مست رانی نے قہقہے سے ہنسی، بڑی بڑی سوجھا بوجھا ان کے کہا۔ "یوں ہی سب بات بتائی ہے تو
 نے مجھے ست رانی! اب تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے تجھے کچھ ملنے کے بجائے اب مجھے خود کچھ
 سے کچھ ملنے لگا، اب ایک بات تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تو میرے من تک کا سر

کرتے گی پھر اس کے بعد کیا ہوگا! مرثیہ نے راجہ کی تصویر میری آنکھوں میں دیکھ لی اور اسے
 اپنے من میں اتار لیا تو اسے اسے کیسے تلاش کرے گی؟"
 "میں نہیں تلاش کروں گی، بڑی بابا!"
 "تو پھر...؟"

"بھگوان پھر وہ میرے وہ متر جو بڑھ بھاگے بھاگے پھرتے ہیں، یہ پرستے یہ کپڑے
 کھڑے یہ سارے کے سارے راجہ کا کو تلاش کریں گے، میں اپنی آنکھوں سے یہ تصویر ان کے
 من میں اتار دوں گی اور انہیں ہدایت کروں گی کہ وہ راجہ کا کو تلاش کریں۔"

"ہے بھگوان؟" بڑی شہید خیرانی کے عالم میں بولا پھر من کر کہنے لگا۔ "اچھا اب یہ بتا
 کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"ابھی بتا دوں گی، میں خود بھی سوچ رہی ہوں کہ کس طرح سے یہ کام کیا جائے، اس کے
 بعد ہم دلیپ سنگھ سے ملیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ وہ کس طرح ہمارے ہتھے چڑھتا ہے۔"

"دلیپ سنگھ ایک خطرناک آدمی ہے ہم سیدھے اس کے پاس نہیں چلے جائیں گے۔
 مگر بچن نے مجھے ان کا نام بتایا ہے اور کہا ہے کہ وہ راجہ کا کو لے گیا تھا بعد میں گرجن نے کہا کہ
 اس نے مجھے دھوکا دیا تھا لیکن ایک بات میں جانتا ہوں کہ دلیپ سنگھ کے پاس جاتا ہوں بائیس
 ... وہ اپنے بھائی کی موت کے بعد دھرویر میرا چچا کرے گا، میں چاہتا ہوں کہ اسے میری تلاش
 میں کامیابی نہ ہو سکے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں پھر کیسے ہم وہاں چلیں گے؟"
 "کوئی ناکہ کرنا پڑے گا کوئی ناکہ کر کے ہم اس تک پہنچنے کی کوشش کریں گے، جلد تو ہم
 نے ہل ہی لیا ہے تو نے بے شک اپنے من کی آنکھ سے مجھے دیکھا اور پہچان لیا لیکن مجھے یقین
 ہے کہ دوسرے مجھ اس بدلے ہوئے روپ میں آسانی سے نہیں پہچان سکیں گے۔"

"میں نے تو اپنے دیون کا پہلا دن آپ کی گود میں بتایا ہے بابا! آپ کسی بھی روپ میں
 آ جائیں میں آپ کو پہچان لوں گی، دوسرے کچھ آپ کو نہیں پہچان سکیں گے، آپ میں جڑی
 تبدیلی آئی ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے، یہ تبدیلی میں تیرے اندر بھی چاہتا ہوں، دیکھ یہ کپڑے لایا ہوں
 تیرے لئے، ان میں سے کوئی ایک لباس مجھے پہن کر دکھا۔"

"پکارا آپ بھی تو کریں بابا!" ست رانی نے پیار سے کہا۔
 بڑی ہنسنے لگا۔ "چل تو اس جگہ چلی جا جہاں اشان کیا جاتا ہے، میں دروازہ باہر سے بند

میں آ کر ذرا سی بے وقوفی کر ڈالی تھی، میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ رادھیکا کے بارے میں، میں نے اس سے جھوٹ بولا ہے، رادھیکا کہاں ہے، یہ صرف میں جانتا ہوں لیکن پھر بھی اسے چندوی تو پہنچنا ہی ہے کیونکہ سے دیپ سنگھ سے بدلہ لینا ہے۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں مہاراج! وہ چندوی ضرور پہنچے گا، اب اس کے پاس طاقت ہے، وہ سب رانی کے ذریعے یا اپنے طور پر دیپ سنگھ سے بدلہ لینے کی کوشش ضرور کرے گا لیکن اگر وہ بے وقوف نہیں ہے تو سیدھا چندوی نہیں جائے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ آپ اس کا پیچھا کریں گے۔ ہاں اگر وہ بے وقوف ہے تو ہو سکتا ہے جوش میں آ کر وہ وہاں پہنچ جائے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو گووند راج! تمہاری بات میں وزن ہے پھر ہم کیا کریں گے؟“

”مہاراج! اب تو آپ چندوی چل پڑے ہیں اب ایسا کرتے ہیں کہ چندوی میں اسے دیکھ لیتے ہیں انھوں نے دن انتظار کر لیں گے، ہو سکتا ہے وہ بے وقوفی کر ہی ڈالے، اگر وہ یہ ہے تو پھر یہ راکم من جائے گا، ہم یوں کریں گے کہ چندوی پہنچ کر کسی بوٹی میں ٹھہریں گے، بری رام! دیپ سنگھ کی حویلی کے چکر لگائے گا اور وہاں سے معلومات حاصل کرے گا۔“

ٹھیک ہے میرے جیون کا تو اب ایک ہی معتقد رو گیا ہے گووند راج کہ اس پانی کو تلاش کروں یا وہ کتنے کی موت مار دوں، اس ناگن کو اپنا من رٹا کر ماروں کہ مرنے کے بعد بھی وہ یاد رکھے، بائے میرا جتن راج! میرا بھائی! اگرچہ سنگھ روٹنے لگا اور اس کے ساتھی اسے دلا سے دے دے۔

آخر کار وہ چندوی پہنچ گئے۔ ایک ہوٹل میں گرچہ سنگھ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے کمرے حاصل کئے اور ان میں مقیم ہو گیا۔

بری رام اور گووند راج کو دیپ سنگھ کی حویلی کا جائزہ لینے کے لئے مقرر کیا گیا۔ بری رام طاقت تھا اور گووند راج داغ۔ گرچہ سنگھ کو ان دونوں پر بھروسہ تھا۔

بری رام اور گووند راج نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ مختلف طریقوں سے حویلی میں آنے جانے والوں کا جائزہ لینے لگے۔ یہ خیال بھی ان کے دل میں تھا کہ کسی طرح حویلی کے کسی ملازم کو قہرے میں لیا جائے اور اس سے دوستی کر کے معلوم کیا جائے کہ حویلی میں کوئی نیا مہمان تو نہیں آیا۔

یہ لوگ اپنے کام میں مصروف رہے، پھر ایک دن ایک ایسے آدمی نے جو گرچہ سنگھ کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور اسے یہ بات بھی معلوم تھی کہ گرچہ سنگھ اور دیپ سنگھ کے درمیان اچھی خاصی دشمنی چل رہی ہے۔ گرچہ کو ہوٹل میں دیکھ لیا، چنانچہ فوراً ہی بھاگا دیپ سنگھ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اس کو بتایا کہ گرچہ یہاں ایک ہوٹل میں مقیم ہے۔

”خاکر گرچہ سنگھ۔“

”جی مہاراج دی۔“

”ہو نہیں سکتا، کون سے ہوٹل میں ہے وہ؟“ اس شخص نے ہوٹل کا نام بتایا تو دیپ سنگھ نے اس شخص سے ہلاکت ہوئے کہا۔ ”نہیں اب گرچہ سنگھ ہاتھ بڑا وقت بھی نہیں آیا کہ وہ ایسے معمولی سے ہوٹل میں قیام کرے۔“

”نہیں مہاراج! میں نے اسے اچھی طرح دیکھا ہے۔“

”بات سمجھ میں نہیں آتی، چلو ٹھیک ہے، چلتے ہیں، اگر گرچہ سنگھ یہاں اپنے کسی کام سے آیا ہے تب بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے، میں اسے ہندوی میں فوٹس آمدید کیوں گا، چندوی میں میسنداروں اور جاگیرداروں کے درمیان جنگ ہے شک ہوتی ہے لیکن قانون اور جوت توڑ کی جنگ۔ ہم لوگ براہ راست ایک دوسرے پر وار نہیں کرتے، آؤ دیکھتے ہیں۔“ اور دیپ سنگھ تیار ہو کر ہوٹل پہنچ گیا۔

خاکر گرچہ سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کی تو فوراً پہچان گیا اور وہ کس کمرے میں مقیم ہے۔ دروازے پر دستک دی تو گرچہ سنگھ کی آواز سنائی دی۔

”کیوں ہے؟ اندر آ جاؤ۔“

خاکر دیپ سنگھ اندر داخل ہو گیا۔ گرچہ سنگھ نے اس پر ایک نگہ ڈالی اور دوسرے لمحے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”سے رام جی کی تھا کر صاحب! اپنے دوست کو آپ پہچان گئے ہوں گے؟“

گرچہ سنگھ نے گہری سانس لی اور طنزیہ لہجے میں بولا۔ ”تو تمہیں یہاں میری آمد کا پتہ چل گیا تھا، کر دیپ سنگھ۔“

”خاکر کو خاکر کے بارے میں نہیں معلوم ہو گا کیا۔۔۔؟ پرنے کہ ہوا تھوڑا سا کہ یہ زمین اور عیداد کا چکر تو ہمارے کھیل ہوتے ہیں، چلتے ہی رہتے ہیں، پر خاکر، خاکر کا سواگت کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں، بھگوان کی سوگند میرے من میں یہ بات ہے کہ اگرچہ سبھا ان پورا نا ہوا تو خاکر مہاراج کی حویلی پہنچوں گا اور کیوں گا کہ خاکر جی! تمہارا مہمان بن گیا ہوں، اسی طرح سے آپ چندوی میں آئے تو آپ نے میرا پہچان کیا ہے، یہاں اس ہوٹل میں ٹھہر کر اور آج میں اس چندوی میں آپ کا سواگت کرتا ہوں اور ہاتھ جوڑ کر ہمتی کرتا ہوں کہ میرے گھر چلے، سب خانہ آپ کے سواگت کے لئے ہے جسٹن ہے، اتفاق سے مجھے پتہ چل گیا کہ آپ آئے ہیں مہاراج! بھگوان کی سوگند میں نے آپ کو دوست کہا ہے تو دوست بنا کر ہی اپنے گھر

لے جانا چاہتا ہوں، آپ میری دوستی کو سیکار کریں، آپ کے چہنوں کی سونگھ میرے چھوٹے سے گھر میں آپ کے پاؤں کے ناخن کو بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ یہ غما کر کا قول ہے۔"

گرچہ سنگھ نے چند لمبے سوچا۔ غما کر دلیپ سنگھ کو بھرگی کے بارے میں اطلاع دینا ضروری تھا۔ جو دشمنی اس کی بھرگی سے تھی، دلیپ سنگھ سے نہیں تھی، بھرگی تو اس کے بھائی کا قاتل تھا، دلیپ سنگھ سے تو بس ایک مقدمے میں بار ہوئی تھی لیکن بار جیت تو جیتی ہی رہتی ہے۔

"میں ایک بار پھر جیتی کرتا ہوں مہاراج! میرے ساتھ چلئے، جس کام سے بھی آپ یہاں آئے ہیں، میں بھگوان کی سونگھ کھا کر کھتا ہوں کہ آپ کا وہ کام کر کے مجھے بہت خوشی ہوگی۔"

کچھ اس عاجزی سے ہاتھ دلیپ سنگھ نے کہ گرچہ سنگھ کو تیار ہوتے ہی بن چڑی۔ اس نے کہا: "ٹھیک ہے غما کر دلیپ سنگھ! آپ کو حیرت ہوں گی کہ میں آپ ہی کے پاس آیا تھا اور بہت جلد آپ کو ایک ایسی خبر دینے والا تھا جو آپ کے لئے بڑی کارآمد ہوگی۔"

"آپ چلئے میرے ساتھ!"

غما کر گرچہ سنگھ تیار ہو گیا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آیا۔

"آپ کا سامان میرے ملازم آ کر لے جائیں گے۔"

"میرے ساتھ میرے دو آدمی اور بھی ہیں، کسی کام سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔"

"چتا کی بات نہیں، ہم ہوٹل کے منیجر سے کہہ دیتے ہیں کہ جب وہ وہاں آئیں اور آپ کا پوچھیں تو انہیں بتا دیا جائے کہ وہ غما کر دلیپ سنگھ کی حویلی پر گئے ہوئے ہیں، وہ وہیں آجائیں۔"

اس طرح دلیپ سنگھ بڑی عزت و احترام کے ساتھ گرچہ سنگھ کو اپنی حویلی پر لے گیا۔ حویلی کے ایک انتہائی خوبصورت گوشے میں گرچہ سنگھ کی رہائش کا انتظام کیا گیا۔ گرچہ سنگھ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح بری دام اور گوند اس کو اس بار سے ہٹا دیا جائے۔ اسے مہم تھا کہ وہ لوگ اس پاس ہی ہلکے رہے ہوں گے۔

دلیپ سنگھ نے گرچہ سنگھ کی خاطر مدارات کا بندوبست کیا اور پھر بولا: "پچھنے دنوں میں نے سنا تھا کہ آپ کے بھائی جو انگلینڈ سے آئے ہوئے تھے، کچھ بیمار تھے، اب ان کا کیا حال ہے؟"

گرچہ سنگھ نے ایک مختصر سانس لی اور پھر آہستہ سے کہا: "اس کا ویرہانت ہو گیا، اب وہ اس ہسپتال میں نہیں ہے۔"

"جی... کب؟"

"دلیپ سنگھ کو واقعی اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔"

"تفصیل سے بتاؤں گا آپ کو دلیپ سنگھ جی! میرے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

ارے... کس نے؟"

جواب میں گرچہ سنگھ نے دلیپ سنگھ کو پوری تفصیل بتائی اور پھر اس نے کہا: "بھرگی کا اصل نام ارجن سنگھ ہے اور ارجن سنگھ آپ کے بھنداری رام سنگھ کا بیٹا ہے۔"

"کیا؟"

"دلیپ سنگھ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔"

"یاد ہے نا آپ کو رام سنگھ جس نے آپ کو دھوکا دے کر آپ کی رقم ہضم کی تھی اور آپ نے اسے پولیس کے حوالے کر دیا تھا بعد میں سنا ہے اس نے آتم ہتھیا کر لی تھی۔"

"ہاں یاد ہے، ابھی طرح یاد ہے مگر آپ نے یہ عجیب بات بتائی کہ ارجن سنگھ نے اپنا نام بھرگی رکھ لیا، شاید ایک بہن جی تھی، اس کی باپ کی موت کے بعد وہ اسے لے کر نکل گیا تھا۔"

"اسی کے بارے میں، میں نے آپ کو ابھی بتایا ہے۔ اس نے میرے ہاں نوکری کی، بہن بد چلن تھی، انہیں بھارت لے گیا تھا، میں نے اسے غائب کیا ہے، میری حویلی کو آگ لگائی تھی اس نے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے، غما کر آپ کے پانچ چھ آدمی مر گئے تھے، اوہ تو یہ وہ ہے مگر آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ مجھ سے بھی بدلہ لینا چاہتا ہے؟"

"مجھے یاد ہے، باقی خبریں سننے سے اس بات کا ختم ہو گا، اب وہ آپ کی طرف رخ کر رہا ہے، ایک آدمی اس نے ساتھ لیا، اس آدمی کی تلاش میں آج تھا اور بھگوان کی سونگھ میں نے یہاں آتے ہوئے دل میں یہ فیصلہ لیا تھا کہ سب سے پہلے میں آپ کو اس خطرے سے آزاد کروں گا۔"

دلیپ سنگھ کا شک انہیں تھا لیکن اس نے خود کو سنبھال کر کہا: "اب ہم بھی انتہا ترنواں نہیں ہیں گرچہ سنگھ! اچھا ہوا آپ نے ہمیں دل بارے میں تفصیل بتائی لیکن اگر وہ آجھی جاتا تو شاید اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہ ہو پاتا۔"

"پھر بھی دشمنی سے دو شہرہ درمیان بہت ضروری ہے۔"

"آپ کا بہت بہت شکر، یہاں یہ واقعی ایک خطرہ ہے اور آپ نے ہمیں ہوشیار کر دیا، یہ ابھر بھی دیکھی بات ہے، یہاں ایک بات ہوں کہ مہاراج! اس نے ہم پر ایک احسان بھی کیا ہے۔"

"غما کر دلیپ سنگھ نے اس کا کیا کیا؟"

"احسان۔"

"ہاں ہمارے بچے ایک بھائی کی غلطی بھی مقدمے کے سلسلے میں اور ہم ایک دوسرے سے کچھ بہت گئے تھے مگر اس نے ہمیں پھر ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔"

ہوں گے۔"

"ست رانی! بیمار پہلا دشمن اب تھا کر دیپ سنگھ ہے، سب سے پہلے ہم اس کا خاتمہ کریں گے اور اس کے بعد کچھ اور سوچیں گے لیکن تم نے جو انوکھی باتیں مجھے بتائی ہیں، میں ان سے پرہیز کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کی بیٹی ہوں مہاراج! آپ کی راسی ہوں، آپ نے مجھے جیون دان دیا ہے اور نہ میں تو وہیں اس کھنڈر میں پیدا ہوئی اور وہیں مر جاتی، یہ آپ تھے مہاراج جنہوں نے مجھے کچھ سے کچھ یاد دلائی آپ مجھے جو حکم دیں گے، میں وہ کروں گی۔"

"ست رانی! میں نے تم سے کہا تھا کہ بات کسی ایک کی نہیں ہے، اس سنسار میں راکھشش ہی راکھشش مہرے پڑے ہیں، ہم ان میں سے جتنوں کا بھی صفایا کر سکیں، سنسار باسیوں کی سیوا ہوگی، بھگوان نے تمہیں دش کنیا بنا دیا ہے تمہارا یہ دش راکھششوں کے شر میں اتر کر انہیں ان کے بُرے لمباؤں سمیت نگارے گا، میں یہی چاہتا ہوں، پر ایک بڑی آرزو میرے من میں یہی ہے کہ اگر میری بہن رادھی کا جیتی ہے تو مجھے مل جائے۔"

"میں جلد ہی اپنا کام شروع کروں گی، آپ دیکھئے میرے کچھ پتھر رادھی کا کس طرح پتہ چلاتے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی اس خیریت انگیز غلا حیت سے کام لے کر رادھی کا ایک تصویر بنوادو۔"

"مجھے بتائیے بابا کہ میں یہ کام کب کروں؟"

"میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا ہے، کچھ انتظام کرنا چاہتا ہوں میں۔"

"کس طرح کا انتظام...؟"

"میں کسی مصور کو تلاش کرتا ہوں، میری آنکھوں سے وہ تصویر تم اپنی آنکھوں میں منتقل کرلو اور پھر وہ تصویر اس مصور کے من میں اتار دو، وہ رادھی کا کی تصویر بنادے گا۔"

"آپ کی بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی بابا، بھرتی؟"

"او... تم مصور کے بارے میں نہیں جانتی؟"

"نہیں...! ست رانی نے مصویت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔"

"مصور وہ ہوتا ہے جو کسی منٹ کی تصویر کاغذ پر اتار لیتا ہے، پھر ہم اس کا غدت اور بھی بہت سی تصویریں بنوا سکتے ہیں، کیا سمجھیں، اس طرح میرے پاس رادھی کا کچھ تصویریں ہو جائیں گی اور میں اس کے لئے دوسرے ذرائع بھی اختیار کروں گا۔"

"ہے آپ یہ سن گھا کر دیپ سنگھ آپ خود چل کر میرے ہونٹ آئے اور آپ نے میرے ساتھ بہت اچھا رویہ اختیار کیا۔"

"خیر...! اب اس بات کو جانے دیجئے اب یہ بتائیے کہ آگے ہم کیا کریں؟"

"بھرتی بیمار امشتر کہ دشمن ہے، اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، صرف مجھے ذمہ دینے کے لئے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی بہن رادھی کا کو میں نے غائب کیا تھا، پر ایسی بات نہیں تھی، بے شک نہیں چلے گا لیکن ملے گا ہے کہ وہ ہماری حویلی کے کسی آدمی کے ساتھ اس کا ناکا ہو گیا اور وہ بھائی کو دھوکہ دے کر نکل گئی، پر وہ پاپی سمجھتا ہے کہ یہ کام ہمارا تھا، اس نے غلط فہمی میں میرے بھائی کا جیون لے لیا۔"

"مجھے بہت دکھ ہوا ہے آپ کے بھائی کی موت کا!"

"وہ بیمار امشتر کہ دشمن ہے، بہت چالاک ہے، اگر چالاک نہ ہوتا تو سیدھا ادھر آتا لیکن خیر یہ اچھی بات ہے کہ آپ پہلے سے اس سے ہوشیار ہو گئے۔"

"اچھی نہیں بلکہ بہت اچھی بات ہے، ویسے تھوڑا سا حلیہ بتادیں آپ اس کا!"

"گرچہ مجھے بھرتی کا جو حلیہ بتایا وہ پرانی بات تھی۔ اب تو شاید گرچہ بھی بھرتی کو نہ پہچان سکتا تھا۔ گھا کر دیپ سنگھ نے کچھ زیادہ ہی اچھا رویہ اختیار کیا تھا۔ اس نے گرچہ سے کہا۔" آپ کچھ دن میرے مہمان رہیں مہاراج! من بھی بیل جائے گا آپ کا۔"

"وہ ابھی یہاں نہیں آئے گا، سے لگائے گا تھوڑا سا، مجھے اندازہ ہے، ہر حال میں چلتا ہوں۔"

"برائی خوشی ہوئی کہ آپ کچھ سے یہاں رہتے، ویسے ٹھیک ہے، آپ چھانہ کریں، آپ نے مجھے ہوشیار کیا ہے، میں ہوشیار رہوں گا اور جیسے ہی وہ مجھے ملا، اسے کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے میں آپ کو خبر کروں گا کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ آپ کا محرم ہوگا، بھگوان آپ کے بھائی کی آتما کو شانتی دے۔"

پھر بھی گرچہ نے روتن گھا کر دیپ سنگھ کے ہاں قیام کیا تھا۔ ہری رام اور گووند اس کو بھی بلالیا گیا تھا اور دونوں سنگھ کے مہمان خانے میں مقیم تھے۔

☆...☆...☆

ادھر بھرتی جیت انگیز طور پر ذہانت کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس نے ست رانی کی صلاحیتوں سے واقف ہونے کے باوجود سنسار کے بارے میں اسے ایسی اہم باتیں بتائی تھیں کہ ست رانی دنگ رہ گئی تھی۔ اس نے تعجب بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"عجیب ہے یہ سنسار مہاراج! میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سنسار کے کھیل اتنے پیارے

"مہر تیس تو سن سے ہی نہیں ہیں اور یہی بہن میرے کسی میں اسی طرح جیتی ہے جس طرح پہلے دن میں نے ان کا منہ دیکھا تھا۔" بھرگئی "سرت بھر۔ بچے میں بولا۔

"بچہ ٹھیک ہے بابا! آپ یہ کام کر لیں۔"

"میں نے قبر سے یہی کہا کہ بہت رانی ابھی تم اپنے آپ کو محفوظ رکھو دنیا کے سناٹے آنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ تمہارے پیچھے لگ جائیں، یہ سب اٹھنے لگے نہیں ہو سکتے رانی اور اب تو قبر ان لوگوں کی بھڑکانا ہے کہ سمجھتی ہو ان میں سے جو کوئی بھی تمہاری غلامی نہ کرے گا، نہ ہے اور نہ ست۔ جسے ناکاہت کم ایسے ہوں گے جن کے ان میں اچھا ہی ہوئی نہیں ست، رانی کسی نے من میں اثر برانی بھی نہ تو وہ تم سے کیا حاصل کرے گا تمہاری قبر سے نہ ات بہت ہی ملے گی۔"

بھرگئی کی ذہن بات سن کر رانی کے دل کو ایک ہچک کا سا لگا۔ ایک بار پھر اس کی فطرت میں انسانی احساسات ابھر آئے تھے۔ وہ جوان ہو چکی تھی اور بہت سی آرزو میں اس کے من میں جا گئے تھے۔ تب ان کے لئے کچھ نئے اس کا دل دھڑکا تھا، یہ الگ بات ہے کہ ان جذبات اور احساسات کو پوری طرح ان کے وجود میں گھرا کر ان کے کام میں نہیں لایا تھا لیکن بھرگئی کے ان الفاظ نے اسے آرا سا ڈھکی کر دیا تھا۔

بہت رانی نے سنا، لگے بارہ میں بہت کچھ جان لیا تھا لیکن کچھ باتیں رانی نہیں سنی تھیں ان سے ابھی اس کا دہکا وہ بھر نہیں پڑا تھا۔ بھرگئی اسے مختلف ہدایات دینے کے بعد ایک بار پھر وہ نکلا آیا اور اس نے اپنی سوچ و بوجھ کے مطابق اس طرح سے اسٹوڈیو تلاش کئے تھے جن کے بارے میں اسے معلوم نہ تھا کہ یہاں فن مصوری سے متعلق کام ہوتا ہے۔ اس نے لئے ایک مثال کو سمجھا، بڑی چھان جن نے بعد اس نے وہ بین انرا بہت رابطہ کیا یہ ہے شک "صور تھے لیکن بھرگئی نے جو کہانی انہیں سنائی تھی، وہ سمجھ میں نہیں آئی تھی، آنکھوں سے دماغ میں کسی طرح تصویر بنائی جائے اور پھر اسے وہ تصویر بنائی ہو۔

"بابا! کیا تو یہ نہ لگتی کہ یہ میرا بھر ہم سے خوف ہیں۔" وہ تمہیں جگہ سے ہلکی کو ایک ہی جواب دیا تھا نہیں سن تھا، ہوا ایک نو جوان مصور تھا، فن مصوری میں آہستہ آہستہ آنے والا تھا، وہ بھرگئی کی کہانی سن کر چونکا تھا۔

"آپ کا مطلب ہے کہ میرے ذہن میں کوئی تصویر بنائی جائے اور پھر اس تصویر کو اپنے ذہن میں بنا کر میں اسے فخر پر منظر کر دوں؟"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ جو ان!"

"مگر وہ تصویر میرے ذہن میں کیسے بن جائے گی، اس کا کوئی مشینی ذریعہ ہوگا یا کوئی اور جالی ذریعہ۔" "حسن شاہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"تم جبران رو جاؤ گے، جو کچھ تمہارے دماغ میں اُتار رہا ہے گا، اس سے تمہیں ذرا مزہ ملے گا کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

"میں آپ سے عرض کر دوں میرے بزرگ اب اس نے زندگی بھر ایسے ہی اتنے تجربے کر لئے ہیں اور مجھے ان سے بہت دلچسپی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آپ مجھے کسی جال میں پھانسنے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ بہت سے واقعات اس طرح کے بھی ہوتے ہیں کہ بات سی اور طریقے سے کہی جائے اور ان کا پس منظر کچھ اور ہو۔"

"تم نو جوان ہو اور میں کمزور سا شخص ہوں، مگر تم اس بات پر اطمینان محسوس کرو تو میرے لئے کام کرنا، وہ نہ ظاہر ہے میں تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔"

"سن شاد کچھ۔ یہ سوچتا رہا پھر نہیں کر پولا۔" "چلو ٹھیک ہے بابا! لڑو جو تمہیں کہتا ہے میرے ساتھ، جتنا ذرا سب چھنا ہے اور کہاں چھنا ہے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصویر کو میرے ذہن تک پہنچانے والی شخصیت کو تم میرے اسٹوڈیو لے آؤ۔"

"مگر تمہاری شرط سونے۔"

"ہاں تم میرے اسٹوڈیو دیکھ رہے ہو، اس میں کچھ ٹپک اور بڑا کمروہ ہے جہاں میں تصویر سازی کرنا ہوں، وہ تمہیں دکھاؤں۔"

جو کمروہ حسن شاہ نے اسے دکھایا، وہ بہت ہی پرسکون اور کشادہ تھا اور وہاں اس طرح کے انکشافات تھے کہ ست رانی اپنا کام کر سکے۔

"ٹھیک ہے، اس طرح تمہاری یہ آنکھیں بھی دور ہو جائے گی کہ کہیں انہیں نہیں دیکھی نظر ہو کہ تو نہیں نے جا رہا۔"

"میں مطمئن ہوں، کب لاؤ گے تم ان بابا کی کو جو وہ تصویر میرے دماغ میں اُتار رہے گے۔" حسن شاہ نے سوال کیا۔

"کل شام کو پانچ بجے کے قریب۔"

"ٹھیک ہے، میں انتظار کر رہا ہوں گا۔"

"بھرگئی جہاں ست دماغ آ گیا۔ یہ ایک دلچسپ مرحلہ تھا اور وہ اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ لیکن یہ تھا کہ ست رانی تصویر اس کی آنکھوں سے کیسے حاصل کرتی ہے۔ ست رانی اسے مطمئن اور خوش تھی۔ یہ بھی اس کا شغل تھا کہ آنکھوں کوئی بھی ہو، حتیٰ کہ وہی

کیوں نہ ہو، وہ اپنے طور پر مطمئن اور پرسکون نظر آتی تھی۔ بھرتی نے کہا۔
 "ست رانی بلکس نے مصور تلاش کر لیا ہے جس کے ذہن میں تم میرے ذہن سے حاصل
 کی ہوئی رادھیکا کی تصویر تیار ہوگی۔"

"ٹھیک ہے، اب آپ یہ بتائیے کہ آپ یہ تصویر مجھے کب دے رہے ہیں؟"
 "جب تم پسند کرو۔"

ایک وقت متعین کر لیا گیا اور بھرتی خود ایک دلچسپ تجربے کے لئے تیار ہو گیا۔ ست رانی
 اس کی آغوش میں پروان چڑھی تھی لیکن کبھی کبھی بھگوان ایسے ایسے نیارے کھیل دکھاتا ہے کہ
 انسان کچھ سوچ بھی نہ سکے۔ ست رانی کہاں سے چلی تھی، کہاں پہنچی تھی اور اب نئے نئے واقعات
 اور مناظر پیش آ رہے تھے۔

مقررہ وقت پر ہونٹ کے کمرے کو اندر سے بند کر لیا گیا۔ بھرتی، ست رانی کے ساتھ بیٹھ گیا
 اور ست رانی اپنے کام کے لیے تیار ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"بابا بھرتی! تم اپنے من میں اپنی رادھیکا کو لے کر آؤ، اس کی صورت کو من میں بساؤ، اس
 سے متعلق واقعات یاد کرو، اس طرح کہ تمہارے من میں اُداسی آ جائے اور بس میری آنکھوں میں
 دیکھتے رہو۔"

بھرتی نے گردن ہلائی اور پھر واپسی بہن کے ہارے میں سوچنے لگا۔ رادھیکا کی ایک ایک
 بات اُسے یاد آ رہی تھی۔ رادھیکا اپنے بچا اور اس کی خوب خدمت کرتی تھی، ان کی ہر چیز صاف
 ستھری کر کے رکھتی تھی، ان کے لئے کھانا پکاتی تھی اور پھر جب وہ کھانا پڑے پریم سے ان کے
 سامنے سجاتی تو دونوں ہی پیار سے اُسے کہتے کہ رادھیکا! آؤ تم بھی ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ تو وہ
 کہتی۔ "بابا! تم کھانا کھاؤ، میں تمہیں چیزیں نکالا کروں گی، مجھے اس میں جو مزہ آتا ہے وہ کھا
 اور کام میں نہیں۔"

باپ، بیٹے منس کر کھانا شروع کر دیتے اور پھر بھرتی کو وہ منظر یاد آ یا جب اس کے باپ نے
 آتم ہتھپا کر لی تھی اور رادھیکا کو بران نکال ہوں سے اپنے باپ کو دیکھتی رہ گئی تھی۔ اس وقت وہ کتنی
 عجیب لگ رہی تھی۔ بھرتی کی آنکھیں ڈبڈبائیں، آنسو ٹپٹپنے لگے، اس کے ذہن میں رادھیکا کی
 بے شمار یادیں آگئی تھیں اور کچھ دیر کے لئے وہ بھول گیا تھا کہ وہ کیا عمل کر رہا ہے۔

ست رانی کی نظریں اس کی آنکھوں پر تھیں اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا ہراساں
 طلسم نظر آ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہی تھی۔ اچانک ہی بھرتی کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اسے یوں
 لگا جیسے کوئی ظلم چلتے چلتے رک گئی ہو۔ پہلے اس نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر ست رانی

کے چہرے کو دیکھنے لگا جو مسکرا رہی تھی۔

بھرتی نے اپنی آنکھیں خشک کیں اور بولا۔ "کیا تمہارا کام ہو گیا ست رانی؟"
 "ہاں بڑی سندر تھی رادھیکا، سچ کچھ اُسے تو جیون بھریا دیکھا جاسکتا ہے لیکن تم چننا مت کرو
 بابا! وہ تمہیں مل جائے گی۔"

"تو نے اُس کی تصویر اپنی آنکھوں میں اتار لی؟"
 "ہاں بابا!.....!"

"کیا اب تو اس کی تصویر کو اس مصور سے، میں اتار سکتی ہے؟"
 "آرام سے! ست رانی نے جواب دیا۔"

بھرتی گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔ "اس سنسار میں کوئی بھی منس اپنے آپ کو
 مکمل نہیں کہہ سکتا، تیرا یہ فن اگر منظر عام پر آ جائے تو پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے، ٹھیک ہے کل
 ست رانی ہم لوگ چلیں گے اس مصور کے ہاں اور پھر وہ تصویر اس کے من میں اتار دینا۔"
 "ٹھیک ہے۔"

دوسرے دن پانچ بجے کے قریب بھرتی اور ست رانی تیار ہو کر چل پڑے۔ ست رانی نے
 ایک عمدہ لباس پہنا تھا لیکن اس لباس کے اوپر اس نے لپٹا دینی خاص لباس پہن لیا تھا جو پر فتنہ نما
 تھا اور جو اس کے چہرے کو ڈھک لیا کرتا تھا۔

بھرتی، ست رانی کے حسن سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ اسے کھلے عام نہیں لے جانا چاہتا
 تھا کیونکہ ابھی وہ اسے دنیا کے سامنے اس طرح نہیں پیش کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی اُسے اس کی کوئی
 ضرورت پیش آئی تھی۔ ست رانی اس سے پورا پورا تعاون کر رہی تھی۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ حسن شاد بھی بے چینی سے ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے
 بھرتی کو دور سے ہی دیکھ لیا اور اس کے ساتھ کسی برقعہ پوش کو بھی۔

وہ اسنو یوں دیکھ کر چکا تھا۔ جب یہ دونوں اندر داخل ہوئے تو اس نے ان
 کا پُر جوش خیر مقدم کیا اور بولا۔

"آپ نے اپنا نام بھرتی بتایا تھا نا.....؟"

"بابا بھرتی! میں نے تمام لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ مجھے اس وقت تک مخاطب نہ کیا جائے
 جب تک میں خود کسی کو مخاطب نہ کروں، میں نے سارا انتظام کر لیا ہے، یہ کون ہیں؟"

"آؤ اندر چلو۔" بھرتی نے کہا اور ست رانی کے ساتھ اندر داخل ہو گیا اور بولا۔

یہ میری بیٹی ہے اور یہ وہ تصویر تباری آنکھوں میں منتقل کرنے لگی۔ چلوست رانی! یہ ہمارا تارو۔"

ست رانی نے خاموشی سے بجزگی سے کہنے پر عمل کیا۔ حسن شاہ کی پڑشوقی جگہیں اس شخصیت کا جائزہ لینے کے لئے تیار تھیں جو ایک انوکھا کام کرنے والی تھی لیکن جب اس نے اس کا چہرہ دیکھا تو وہ ایک لمحے کے لئے مبہوت ہو گیا۔

وہ خود اتنی پڑشوق اور پڑا سرارتھی کہ اسے دیکھ کر ہنسا اور دیکھنے کو جی ہی نہ چاہے۔ بجزگی نے ایک لمحے کے اندر محسوس کر لیا کہ وہ جو ان مصور کی آنکھوں میں ست رانی کے لیے انتہائی پسندیدہ کی چند بات تھی۔ کچھ لمحے تک وہ خاموش رہا پھر حسن شاہ کو مخاطب کر کے بولا۔

"ہمیں بیٹھنے کے لیے نہیں کہتے مگر! حسن شاہ جو تک پڑا پھر اس نے کہا۔
"معافی چاہتا ہوں، آئیے بیٹھیں۔ بجزگی اور ست رانی دونوں پر بیٹھ گئے۔
حسن شاہ بار بار کھوجا کرتا تھا اور بجزگی اس کی کیفیت کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ اس سے اسے مستقبل کے لئے بھی بہت ست اٹھا رہے تھے۔ آخر کار اس نے حسن شاہ کو مخاطب کیا۔

"اپنا کام شروع نہیں کر دے۔ اور"
اور حسن شاہ ویسے کسی خواب سے جھٹک پڑا۔
"ہاں... ہاں... یہ کبہ کر دیتے تھے انہیں سامنے بیٹھ گیا۔

☆ ☆ ☆

تھوڑی دیر تک حسن شاہ کی یہی کیفیت رہی پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔
"میرے ذہن میں جی بات ہے کہ کسی روحانی بزرگ کا تصور تھا یا پھر ٹیلی۔ تھیں یا پھر انوکھے جیسے کسی عمل کے عامل کا خیال، لیکن آپ نے جن خاتون کو میرے سامنے پیش کیا ہے اگر یہ وہی کوئی عمل کرتی ہیں تو مجھے یقین ہے کہ یہ بڑی آسانی سے ایسا کر سکتی ہیں کیونکہ انہیں دیکھ کر ہی انسان اپنی سہل سہل ہڈی ہٹاتا ہے۔" پھر حسن شاہ بدراست ست رانی سے مخاطب ہوا۔
"جی محترمہ! بتائیے کہ آپ اپنے ذہن میں محفوظ کوئی تصویر میرے ذہن میں کیسے اُتار سکتی ہیں۔"

ست رانی نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور مصور کو یوں لگا جیسے اچانک ہی اس کے دماغ پر ٹھک سے کوئی چیز لگی ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک گونڈا سا لپکا اور اس نے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے۔ کچھ لمحے وہ اسی کیفیت میں رہا اور اس کے بعد اس نے حیرانی سے آنکھیں کھول کر کہا۔

"یہ سب کیا تھا بجزگی بابا! کیا آپ مجھے ان محترمہ کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔"
"میں نے کہا تا میری بیٹی ہے اور اسے آنکھوں کے راستے ذہن تک پہنچنے کا فن آتا ہے۔
"میں نے اپنے ذہن سے وہ تصویر تیار کی ہے کہ میں منتقل کر رہی ہوں جیسا کہ میں نے تم سے کہا۔"
"انہیں تو آنکھوں کے راستے صرف دماغ ہی نہیں بلکہ دل میں اترنے کا فن بھی آتا ہے۔
"معافی چاہتا ہوں، ضرورت سے زیادہ بولی رہا ہوں، آپ یقین کیجئے میں نے جیسا کہ آپ سے کہا کیا تھا کہ میری زندگی دلچسپ تجربات میں گزری ہے، لیکن یہ تجربہ میری زندگی کا سب سے اہم کن تجربہ ہو گا۔ محترمہ معاف کیجئے گا، آپ کی سندھ رانا اور آپ کا یہ فن سمجھ میں نہ آنے والا ہے۔ بجزگی بابا میں تو آپ کو کچھ اور پیشکشیں بھی کروں گا۔ ایسا انمول خزانہ یونہی لئے پھر رہے ہیں پتہ نہیں جو تصویر آپ مجھ سے ہوانا چاہتے ہیں وہ کس کی ہے اور کیسی ہے، لیکن یہ آپ کی ہجڑا دی، کیا آپ مجھے ان کا نام بتا سکتے ہیں گے؟"

”خدا کی پندہ نام بھی انوکھا اور بڑا سرار ہے۔ میں آپ سے کچھ باتیں کروں گا، بھرتی بابا۔ آپ کا یہ کام میں بڑے غلبہ میں سے کروں گا، لیکن مجھے بھی آپ سے کچھ کام ہوں گے۔ ایسے کام جو آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“

”میں تمہاری ضرورت نہ کروں گا، نہ جو ان ذکاوت کا اب تم اپنا شروع کرو۔“

”ہاں میں تیار ہوں۔ میں اپنی زندگی کے سب سے اچھے تجربے کے لئے تیار ہوں۔ نیا کروں میں، مجھے بتائیے اور آپ ست رانی جی آپ تو بولتی ہی نہیں ہیں۔“

ست رانی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک انتہائی بڑا غم، مسکراہٹ تھی۔ یہ بات درست تھی کہ ایک بار بھگن راج کو دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر اس نے دن میں ایک نئے کے لئے ایک تاثر سا بھرا تھا، لیکن اب وہ اسی طرح کے ہر تاثر سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ مصور اور فنون گرافر کی باتوں نے اسے بالکل متاثر نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حیرت ناک تجربے کا آغاز ہو گیا۔

اچانک ہی یوں محسوس ہوا تھا جیسے ست رانی کی ساری معصومیت رخصت ہو گئی ہو۔ اس کے چہرے پر غمی نظر آنے لگی تھی۔ اس نے حسن شاد کی طرف دیکھا اور حسن شاد کے دماغ کو بھر ایک جھونکا۔ پہلے بھی ایسا ہوا تھا، لیکن اس وقت ست رانی نے حسن شاد کے چہرے سے نکالیں بنائی تھیں اور حسن شاد نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے تھے لیکن اس بار حسن شاد ایسا نہ کر سکا۔ ست رانی اس کی آنکھوں میں دیکھتے جا رہی تھی اور حسن شاد کے بدن کی جان نکلتی جا رہی تھی۔ وہ بے بس ہو گیا تھا۔

ست رانی نے بہت مختصر وقت میں اپنا عمل کر لیا۔ اور پھر اس نے حسن شاد کو اس عمل سے آزاد کر دیا۔ حسن شاد کی موت تک نہ ہر دھکونے رہا تھا۔ پھر وہ نہ اور ڈار سے گردن جھٹکتے لٹا تھا اور پھر اس کی نکاح ست رانی پر پڑی تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر وہ حیرت زدہ سے انداز میں مسکراتے لگا اور بھرتی کی طرف رخ کر کے بولا۔

”میں نے آپ سے کہا تھا نا، بھرتی بابا کہ میری مختصر سی زندگی میں بہت سے انوکھے واقعات کا دخل ہے، لیکن یہ سب کچھ جو میرے ساتھ ہوا ہے میں اسے اپنی زندگی کی آخری سانس تک نہیں بھلا سکوں گا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے جتنا غم کے بارے میں بھی سنا ہے، نیلی بیٹی کے بارے میں بھی پڑھا ہے، لیکن یہ عمل ان سب سے مختلف ہے۔“

”مجھے ایک بات یاد مصور۔ کیا کوئی تصویر تمہارے من میں اتری ہے؟“

حسن شاد نے آنکھیں بند کر لیں، تھوڑی دیر تک سوچوں میں گم رہا پھر بولا۔

”ہاں۔ ایک تصویر میرے من میں اتری ہے۔ روشن اور کشادہ پیشانی، کالے سر یا لے بال، ستواں ناک، اوپر کے ہونٹوں پر ایک ننھا سا گہرا تل، لمبی گردن، شرمیلی آنکھیں، سی سند رانی کی تصویر اتری ہے میرے دماغ میں۔“

”کیا تم ان تصویر کو کاغذ پر منتقل کر سکتے ہو؟“

”بڑی آسانی سے۔ ہمارا تو کام یہی ہے۔ ہماری ماڈلز ہمارے سامنے آتی ہیں۔ کمرے سے تو ہم ان کے ذوق و فہم بناتے ہی ہیں، لیکن کبھی کبھی ہم انہیں سامنے بیٹھا کر یا پھر ان کی کسی ہر سے ان کے نقوش کاغذ پر منتقل کرتے ہیں۔ بات وہی ہے کہ آنکھوں کے راستے دماغ میں دماغ کی ہدایت کے مطابق نظم یا برش کے ذریعے کیوں یا کاغذ۔ تصویر میرے دماغ میں ہے۔ اسے با آسانی کاغذ پر منتقل کر سکتا ہوں، لیکن یہ میری زندگی کا حیرت انگیز واقعہ ہوگا۔“

”مجھے کب تک یہ تصویر دے دو گے؟“ بھرتی کے لہجے میں ایک حسرت تھی۔

”دو تین دن لگ جائیں گے۔ میں آپ کو یہ تصویر پیش کروں گا، لیکن آپ سے ایک خواہش کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں ہاں، بد حسن شاد۔“ بھرتی بولا۔

”آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ اور ست رانی جی سے ملتا رہوں۔ میرے دل میں ان کے لئے کوئی نوا جد نہیں ہے۔ مزید یہ کہ بھرتی بابا آپ ظاہر ہے ان کے بزرگ ہیں، ان کے لئے میں۔ مجھ سے ہزاروں درجے زیادہ مناسب اور بہتر سمجھتے ہیں، لیکن اگر آپ انہیں چھٹا کر لیں تو یہ بہت بہتر ہوگا۔ آپ کا قیام کہاں ہے؟ آپ نے اس کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل دی ہے۔ میں کسی بھی وقت آپ کے پاس آنا چاہوں تو کہاں آ سکتا ہوں؟“

”میرا قیام ہوٹل میں ہے۔“

”آپ کہیں باہر سے آئے ہیں؟“

”ہاں۔“

”خیر اس سے زیادہ تفصیل پر چھنا مناسب نہیں ہے کیونکہ آپ نوک مجھے بہت پر اسرار ہیں، لیکن ایک چٹکس کرنا چاہتا ہوں میں۔“

”کیا؟“ بھرتی نے سوال کیا۔

”اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لئے قیام کا بہترین بندوبست کر سکتا ہوں۔“

”حسن شاد، مجھے وقت دوتا کہ میں کوئی مناسب فیصلہ کر سکوں۔ تم بہت اچھے انسان ہو اور

میں نے کہا کہ میں نے اسے

”تجربہ فرما پ کے ساتھ کروں گا۔“

”یہ سب سے اچھا ہے۔ دس بجے اسن پینچ بازار میری سیٹ کے بارے میں کہیں

"او کے میز پر او کے۔" حسن شاد نے کہا۔ اس کے بعد بدکاری دیر تک آنکھیں بند رہیں۔
 ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اتفاقی کی بات یہ کہ کوئی ملاقات بھی نہیں آیا تھا۔
 اس نے اپنے ذہن میں اس تصور پر غور کیا، جو حیرت انگیز طور پر اس کے دماغ میں آجیسی تھی۔ بڑے
 واضح فتوش اور ایک مکمل وجود تھا جو اس کی نگاہوں میں آچکا تھا۔

حسن شاہ دیرنگ سو چہار بار اور اس کے بعد اس کا ریل چاہا کہ ان نقوش کو دیکھ کر سے جو اس کے دیباغ میں لکھے تھے وہ دتیار یاں کہہ گئے ایک جلد آ بیٹھا۔

وہ اس تصور کا رخ سچ بنا چاہتا تھا۔ اس کے ماہر ان ہاتھ ہینسل کے ساتھ کاغذ پر چل پڑے اور اس کے بعد اسے وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ کاغذ پر ایک چہرہ ابھرتا چلا آ رہا تھا۔ بچے نے کتنے وقت گزر گیا تب وہ چونکا۔ اب اس چہرے کی آؤٹ لائن اس کے سامنے آ چکی تھی۔

اس نے اپنے دماغ میں ایسی تصویر سے ان لائنوں کا موازنہ کیا تو اسے یوں لگا جیسے اس نے ایک کامیاب عمل کیا ہو اور ایک تصویر مکمل ہو گئی ہو۔ دیر تک وہ اس تصویر کو دیکھتا رہا پھر اس کی نگاہ گھڑی کی طرف اٹھ گئی۔ ٹونج کرتیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ نئی طرح چونک پڑا۔ اسے یہ کہ بسن پہنچا تھا جو میدان کیرولین کا مخصوص ہوٹل تھا اور وہاں ہمیشہ اس کی سیٹ، ریزرو رہتی تھی۔

میں نے ہم کیمو لین کوئی معمولی عورت نہیں تھی۔ ایک بہت بڑی اینڈورٹائزنگ۔ انجینیئر کی مالک تھی۔ اس کے علاوہ اس کا ایک بہت شاندار بیوٹی پارلر بھی تھا۔ فیشن شو کرائی رہتی تھی۔ ان تمام قوس کے باوجود ان کی قدر و ان تھی اور حسنِ شاد کے فن کو وہ دل سے مانتی تھی۔ حتیٰ ہی بار اس نے اس کی تھی کہ حسنِ شاد اُن پر پسند کرتا تو اس کی اینڈورٹائزنگ انجینیئر جو ان کرنے۔ اُسے مزہ تھا۔

اور نہ پایا جائے گا لیکن حسن شاد بھی فطرباؤر مختلف آدمی تھا۔ آزاد منش اور کسی کی برتری نہ قبول کرنے والا۔ جس چیز سے بھی متاثر ہو جاتا اس کے لئے مہم کی طرح پھل جاتا تھا اور جہاں راج اور فطرت کے خلاف کوئی عمل ہو تو پھر کی طرح سخت بن جاتا۔ کیہو لیکن اس کی اس شخصیت بے غناہ پسند کرتی تھی اور اس نے یہ بات تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ حسن شاہ درحقیقت تم سے

ایک چارونگر بھی قیدی نہیں بن سکتا۔ میں تمہاری شخصیت کو اسی انداز میں زندہ رکھنا چاہتی
 جس طرح تم چاہتے ہو لیکن تمہاریوں سمجھ لو کہ میری انجنی کے لئے تم جائز ہو۔

129

میں اب تمہیں ایک اچھے دوست کا درجہ بخش دیتا ہوں۔ اگر مجھے ایسی کسی شے کی ضرورت ہو تو میں تم سے ضرور فرمائش کروں گا کہ میرے لئے کوئی اچھا بندہ بست کر دو۔"

”بھرتی بابا میں دو کچھ کروں گا آپ کے لئے کہ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

"ٹھیک ہے بہت بہت شکریہ۔ اب ہمیں اجازت دو۔" بجرنگی نے کہا اور اس کے بعد وہ حسن شاہ سے رخصت ہو کر چل پڑا۔ ست رانی کے ہونٹوں پر ایک بڑھمبھی مسکراہٹ تھی۔ وہاں آنے کے بعد بجرنگی نے اس سے پوچھا۔

”تمہیں کوئی الجھن تو نہیں ہے۔“

”نہیں بابا۔ اتنی کمی وجہ یہ ہے کہ میں اب بچھنوں کے بارے میں جانتی ہی نہیں۔ ابھی تو میں آپ کے سفار سے واقفیت حاصل کر رہی ہوں۔ یہ اب بچھنیں تو اس سے پیدا ہوتی ہیں جب منش ساری باتیں حاصلے۔“

”ہم لوگ جب اس کھنڈر میں تھے تو کسی مشکل کا ذکر نہیں تھے، وہاں سے اٹھے ہیں تو بہت سی الجھنیں ہمارے ساتھ آئی ہیں۔“

"باب ایسا تو ہے لیکن اس سنسار کی اچھائی ہے بابا کہ یہاں نئی نئی اُجھڑوں میں اُلجھ کر منہمک آسانی سے جیتا ہے، اگر کوئی اُلجھن ہی نہ ہو تو پھر بچنے میں حرا نہیں رہتا۔" یہ دواؤں باتیں کرتے رہے۔

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں، ادھر حسن شاہ اپنی زندگی کی سب سے حیرت انگیز کیفیت کا حصار
 تھا۔ اُسے سب سے راقی یاد آ رہی تھی جس کی آنکھوں میں جادو تھا، لیکن یہ جادو تو اُس کے پورے نقوش
 میں تھا۔ وہ صرف نیک چہرے یا پٹائز ہم یا کسی اور قوت کی مالک ہی نہیں تھی بلکہ ایک حسین منہ والی
 تھی۔ حسن شاہ کے بہت سے ایسے کوئٹہ ریکٹ تھے جو اس وقت کیش ہو سکتے تھے۔ بہر حال وہ وہاں
 ذہین اور دلدار آدمی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ٹیلی فون پر کسی کافر زبانی کہا اور وہ بسبرنگان
 سے لگا لیا۔

”ہاں میڈم کیروالین سے بات کر اپنے۔“ اس نے دوسری طرف سے کوئی آواز سن کر کہا۔
”انہیں چاہئے جس میں حسن مذاہول رہا ہوں۔“

چتر لکھوں کے بعد ایک پاٹ دار آواز سنائی دی۔

”ہاں محسن شاد بولو غیرت.....“

”میدم ملاقات کے۔ تاہم بتا ہوں کہ آج ہاؤس؟“

”الحسن! شواہر پارہ سوال کرتے ہو کہ کب آؤں۔ کون سا ایسا وقت ہے جو تم سے ملاقات

حسن شاہ میڈیم کیرولین کے بارے میں سوچتا ہوا آخر کار بحسن پہنچ گیا اور اس کا اندازہ درست نکلا۔ پارکنگ اسٹاپ پر کیرولین کی شاندار کارکھڑی ہوئی تھی۔ حسن شاہ نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس بجے میں ایک منٹ تھا۔ اس ایک منٹ کے اندر اندر وہ کیرولین کے سامنے پہنچ گیا۔

کیرولین اسے دیکھ کر پتہ چاک انداز میں مسکرائی اور بولی۔ "میں تمہیں سچا ڈکارنا نہیں کہتی۔ اس کے اندر اندر کی پاسداری بھی ہوتی ہے۔ تم وقت کے بہت پابند ہو۔ یہ تمہاری بہت بڑی خوبی ہے جس کی میں دل سے قدر کرتی ہوں۔"

"شکر۔ یہ میڈیم۔ آج میں آپ کے لئے ایسی خوشخبر دے رہا ہوں جسے سن کر آپ دُکھ رو جائیں گی۔"

"جھڑی سے مجھے ڈنک کرو۔" کیرولین نے ویز کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ویز کے آنے پر اس نے آواز دیا، پھر بولی۔ "ہاں ایسی کیا خاص بات ہے؟"

"ایک کام ہے۔ سب رانی کیسا ہے۔"

"وٹش اور پڑ اسرار۔ ہم اسے کبھی بھی استعمال کر سکتے ہیں۔"

"صرف نام کو یا اس نام کی بلانی کو بھی۔"

"ایسی کوئی لڑکی ہے؟" میڈیم نے سوال کیا اور حسن شاہ نے اسے سب رانی اور بھڑکی کی پوری کہانی سنائی۔

میڈیم کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اور تم مجھ سے مذاق میں بھی مہوسہ نہیں بولتے۔"

"میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ سچ ہے۔"

"مافی گا؟ اور تمہاری اس لڑکی تک رسائی ہے۔"

"پوری طرح۔ ابھی تو مجھے اس دوسری لڑکی کی تصویر بھی ملانی ہے۔" جسے میرے ذہن میں اتارا گیا ہے۔

ویز نے آواز نہ دیکھی تھی۔ دونوں بہت دیر تک خیالات میں ڈوبے رہے۔ پھر میڈیم بولی۔

"اس جدید دور میں بھی اس طرح کی کہانیاں بڑھ رہی ہیں؟"

"یہ کہانیاں تو اس کائنات کا حسن ہیں میڈیم کیونکہ ایسی کہانیوں سے ہمیں اپنی اصلیت کا سراغ ملتا رہتا ہے۔ قدرت نے اس کائنات کو بہت سے رازوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ ہم اپنے آپ کو اس جدید دنیا کا باہی کہہ کر دھوکا دیتے ہیں اور اس سب کچھ کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو اس

میں ہے۔ میڈیم یہ تو سمجھ بھی نہیں ہے۔ کائنات میں ایسی ایسی چیزیں چھپی ہوئی ہیں کہ سچے سمجھ عام پر آجائیں تو انسانی ذہن پھٹ کر رہ جائے۔ بہر حال

"تم نے مجھے واقعی حیران کر کے رکھ دیا۔ سچا در تم کہتے ہو کہ وہ انتہائی ضرورت بھی ہے۔"

"میڈیم میں نے اسے ایک فوٹو گرافر اور ایک مصور کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ آپ اسے

اہل آتش آگ سے دیکھیں گی تو دنگ رہ جائیں گی۔ وہ صرف اپنے علم میں ہی پڑا سرور نہیں ہے

اس کی شخصیت میں ایک ایسا انوکھا پن ہے کہ انسان اس کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہ

کرسکے۔"

"تم مجھے اس کے لئے پاگل کر رہے ہو حسن شاہ۔ یہ بتاؤ میں اس سے کب مل سکی؟" کیرولین نے کہا۔

حسن شاہ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "وہ مجھ سے ملاقات کرتے رہیں گے، میں بہت جلد

اس سے ملاؤں گا۔ ویسے مجھے یوں لگتا ہے کہ جو تصویر وہ مجھ سے ڈالنا چاہتے ہیں اس کے

کوئی بہت سی دلچسپ کہانی ہے۔ میں دو کہانی بھی ضرور معلوم کر لوں گا۔ ذرا تصویر کھلی

دیکھو۔"

"میری بات سنو۔ وہ تصویر تم انجی ڈیویس کے نہیں دیکھا۔ یہ انجیل ہے وہ تصویر بہت

مکمل وری ہے ان لوگوں کی اور وہ اس کے حصول کے لیے ہم سے بہت خطرناک تعاون کر رہی گے۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے۔" حسن شاہ نے کہا۔

"انہیں تصویر کے بدلے میں الجھائے رکھو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم ان سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"یقیناً، سریشینا۔"

بہت دیر تک حسن شاہ اور کیرولین بات چیت کرتے رہے۔ کیرولین سب رانی اور بھڑکی

بھڑکیاؤں کا متاثر ہوئی تھی اور جلد سے جلد ان لوگوں سے مل لینا چاہتی تھی۔

دو دن تک حسن شاہ کا انتظار نہ کرنا پڑا۔ تیسرے دن سب رانی اور بھڑکی حسن شاہ کے اسٹوڈیو

گئے۔ حسن شاہ نے ان کا پتہ ٹپا کر استقبال کیا۔ وہ اس تصویر کی کافی حد تک تیاری کر چکا تھا۔

اسے پتہ چلا کہ بھڑکی اور سب رانی آئے ہیں تو اس نے اس تصویر پر پردہ ڈال دیا جو اس نے

بنائی تھی۔ اب تک کی بنائی ہوئی تصویر سے راجہ کا کے فہم و خیال انہما آئے تھے اور یہ حسن

الک تھا کہ راجہ کی اصلی شکل میں اور اس تصویر میں مرموز فرق نہیں تھا۔ اس نے ایک بار

سب رانی کو دیکھا جو ایک پڑا سرور مسٹر اہل کے ساتھ اس کو دیکھ رہی تھی اور حسن شاہ کو اس کے

سے باتیں بنانی پڑی تھیں کیونکہ سب رانی کا محرکیز حسن انسان کے ذہن پر براہ راست

اثر انداز ہوتا تھا۔ دو چاند لکھتے سوچتا رہا پھر بولا۔

"بجڑگی بابا! پتہ نہیں آپ لوگوں کی شخصیت میں کیا حرکت کہ میں ہر لمحہ ہر گھڑی آپ ہی کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کے مسائل کیا ہیں، لیکن میں آپ کو کچھ پیشکشیں کرنا چاہتا ہوں۔"

بجڑگی نے سوالیہ انداز میں حسن شاہ کو دیکھا تو حسن شاہ دوبارہ گویا ہوا۔

"اگر آپ کے پاس زندگی گزارنے کے بہت اچھے وسائل موجود ہیں تو میں آپ کو ہانگل کچھ نہیں کہوں گا لیکن میرا ایک فن ہے۔ ایک پیشہ ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں، میں تصویر بنا رہا ہوں اور یہ تصویریں دنیا بھر میں مقبول ہیں۔ میں فوٹو گرافی بھی کرتا ہوں۔ ایک بہت بڑی فہم کی مالک خاتون ہیں جن کی ٹرم کا نام کیرولین ہے۔ میڈم کیرولین بہت ہی خوش مزاج اور ہمدردی انگیزی دوست ہیں۔ وہ صاحب حیثیت بھی ہیں اور ملک کے بڑے بڑے لوگوں سے ان کے تعلقات ہیں۔ دنیا کی کوئی بھی انہیں ہوا اگر آپ ان سے کہہ دیں تو وہ اسے آسانی سے سلجھا لیتی ہیں۔ لڑکیاں ان کی مال کی ترقی بہت دولت کا چکی ہیں۔ ست رانی کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال ابھرا ہے کہ کیوں نہ میں انہیں میڈم کیرولین سے ملا دوں۔ یہ ان کی ماضی جن کرائیکول نمائیں گی۔ آپ میڈم کیرولین سے ملنا پسند کریں گے؟"

بجڑگی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "اس کا فیصلہ میں بعد میں کروں گا۔ تم ایک بہت اچھے اور سچے انسان ہو۔ ہمارے ساتھ تم نے جس طرح تعاون کیا ہے۔ ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ تمہارا وقت دہم میں کہ ہم سوچ کر تمہیں بتا سکیں۔"

"کتنا وقت؟"

"جلدی چاہتے ہو یہ سب کچھ؟"

"ہاں۔"

"اس میں تمہارا کوئی مفاد ہے؟" بجڑگی نے سوال کیا۔

"ہاں ہے۔"

"مالی مفاد؟"

"مالی نہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ میں ایک ایسی لڑکی کو جو اپنے اندر بے پناہ حسن اور بے پناہ صلاحیتیں رکھتی ہے، اس طرح گمنامی کی حالت میں نہیں رہنے دینا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کام میں ملے۔"

"فحیک ہے مگر سوچنے کے لیے تمہارا وقت تو دور کے؟"

پوش کیا

"کیوں نہیں۔" حسن شاہ نے جواب دیا پھر بولا۔ "آئیے، میں آپ کو اپنی اب تک کی پوش دکھاؤں۔"

یہ کہہ کر وہ ان دونوں کو اپنے اسٹوڈیو کے اندرونی حصے میں لیا گیا، جہاں اس نے کیوس زادہ ہر کا کی تصویر کے نقوش آدھے سے زیادہ نکال لئے تھے۔ اسٹوڈیو میں تیز روشنی کرنے کے لئے اس نے تصویر سے پردہ ہٹا دیا اور بجڑگی اور ست رانی کی نگاہیں پورے پرانی ہوئی تصویر پر جم گئیں۔

بجڑگی بے اختیار ہو کر چند قدم آگے چڑھا اور نگاہوں کے بل تصویر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی ہچکیاں بندھ رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ تصویر یوں ہو رہی تھی کہ اس کے منہ سے نکلا۔

"بہ نصیب بھائی ہوں میں تیرا۔ راجہ کاش تیرا نقشہ بے پناہی ہوں کہ تیری حفاظت نہیں کر سکا۔ کہاں سے تیرے بی بی کی کیا کہیں ہے تو راجہ کا۔ حسن شاہ تجھے تو میرا کلیجہ نکال کر کاغذ پر رکھ دیا ہے۔ یہ تصویر ہو تو میری اکبر کی ہے۔ تم نے غضب ڈھایا ہے۔ کاش تم اس تصویر کو زندہ کر سکتے۔ طوٹے ہوئے کے بعد تم نے میری رائیخہ کا مجھ سے اندر زندہ کر دی ہے۔ یہ بھی بتا دو وہ کہاں ہے؟"

"اگر وہ ہو تو مگر یہ تو ہم ساری دنیا میں ان کی چھٹی نہیں ملے۔ ہم ان کے گوتے کوٹے میں سے تلاش کریں گے، وہ وہاں چھپنے کی جگہ بجڑگی بابا اب تو ہمارے ساتھ تھا ان کے آپ کو یہ قاعدہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کی راجہ کا کی تلاش میں آپ کی نچ پوندہ کریں۔ یہ تصویر کھارات میں جس شائع ہوئی اور ہر طرح سے اسے تلاش کیا جائے گا۔ آپ نے بتاتے یہ تعاون ہم کیرولین کریں گی جن کی دنیا بھر میں واقفیت ہے۔"

"فحیک ہے مجھے میڈم کیرولین سے ملا دو۔" بجڑگی جذبات سے کہہ رہا تھا۔

"تو پھر آج رات آپ ہمارے ست رانی ہمارے ساتھ کھانا کھا نہیں گئے۔"

"فحیک ہے مجھے وقت بتاؤ، میں پہنچ جاؤں گا۔"

"نہیں آپ مجھے، وہاں کی مکمل تفصیل بتا دیں۔ میں خود آپ کو وہاں سے لے لوں گا۔"

بجڑگی نے اسے اپنے ہوٹل کے بارے میں بتا دیا۔

"تم یہ تصویر کب تک مکمل کر لو گے؟" بجڑگی نے پوچھا۔

"مجھے تمہارا وقت چاہئے۔ آپ براہ کرم انتظار کریں لیکن آپ یوں سمجھیں کہ میں اس

رات محنت نروں گا اور چند سے جلد اسے تیار کر لوں گا۔" حسن شاہ نے کہا۔

یہ بات ملے ہوئی تھی کہ حسن شاہ بجڑگی کو وقت مقرر ہو اس کے ہوٹل سے لے لے گا۔

بجرتگی وہاں سے واپس اپنے ہوگے آگیا۔ رادھیکا کی تصویر دیکھ کر وہ نہی طرح بے حواس ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بار بار آنسو نکل آتے تھے۔ ست رانی نے کہا۔

”بابا! آپ کو آپ کی بہن کے مل جانے کی امید ہوگئی ہوگی۔“

”ہاں ست رانی! مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے شاید میری رادھیکا مجھے وہاں ملے والی ہے۔ حالات کچھ ایسی طرح کے ہو گئے ہیں۔ دیکھو بھٹوان کیا کرتا ہے، مگر مجھے ایک بات بتاؤ، حسن شاہ جو کبہر ہاتھ کہ وہ عورت جس کا اس نے کچھ عجیب سا نام لیا تھا، انہیں ماؤل بنا کر دنیا کے سارے گوشے گھرے گا۔ اس سے ایک خط پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خطرہ یہ ہے کہ گرچہ سنگھ کی نگاہوں سے بھی تمہاری تصویر گزر سکتی ہے۔ اس طرح وہ ہم تک پہنچ جائے گا۔ یہ بات ذرا خطرناک ہو جانے کی۔ اس سے پہلے کہ ہم ولیپ سنگھ کو سزا دے سکیں، کہیں گرچہ سنگھ ہمارے سامنے نہ آ جائے۔“

”تو پھر کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میڈم کیرولین کی پیشکش کو قبول نہ کریں۔“

بجرتگی جھکی ہی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”تمہیں اس کا نام یاد رہ گیا جبکہ یہ بیڑ حائضہ عام مجھے یاد نہیں ہو سکا تھا۔“

”میں آپ سے ایک بات کہوں بابا۔ آپ کے منہ میں جو کچھ میں دیکھ رہی ہوں اس کا سب سے بڑا پہلو یہ ہے کہ یہاں طاقت کی حکمرانی ہے۔ جس کے پاس طاقت ہے دوسرے کام وہی مرضی کے مطابق کر لیتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں مصور کی بات مان لینی چاہئے۔ اب تک ہم دونوں اکیلے ہی رہے ہیں۔ ہمارے پیچھے کوئی ایسی طاقت ہونی چاہیے جو ہماری کسی مشک میں ہمارا ساتھ دے۔ گرچہ سنگھ بے شک ایک غلامتے کا جائیداد ہے۔ اس کے پاس طاقت ہے لیکن وہ سب سے زیادہ طاقتور تو نہیں ہے۔ ذرا ہم دیکھتے ہیں کہ کیرولین کیا چیز ہے؟ اگر وہ ہمارے کام آسکی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم اپنا کام مختلف طریقوں سے جاری رکھیں گے۔“

”گو یا تم یہ سمجھتی ہو کہ ہمیں میڈم کیرولین کی بات مان لینی چاہئے۔“

”ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔“

”مگر تم کبھی ہونو ٹھیک ہے۔“ بجرتگی تیار ہو گیا۔

ادھر حسن شاہ نے جلدی جلدی کیرولین سے رابطہ قائم کر کے ساری تفصیل اسے بتا دی تھی۔ کیرولین نے کہا۔ ”ہم اس بڑے اسرار لڑکی سے کسی ہونٹ میں نہیں اپنے گھر میں ملاقات کر لیں گے۔ اگر لڑکی کا راز ہوگی تو ہم آگے کے بارے میں کچھ فیصلے کر لیں گے۔“

”ٹھیک ہے میڈم۔“ حسن شاہ نے جواب دیا۔

رات کو تقریباً آٹھ بجے حسن شاہ میڈم کیرولین کی گاڑی میں لے کر ان لوگوں کو اپنے

روان ہو گیا۔ بجرتگی بیوقوفی سے کوئی کام نہیں لیتا۔ اس نے آج بھی ست رانی کو پروے میں رکھا تھا۔ ست رانی نے بجرتگی کے لئے ہوئے سامان سے میک اپ کیا تھا۔ بجرتگی کو خود تو ایسی چیزوں سے کبھی واسطہ پڑا تھا اس کا شوق تھا، لیکن ست رانی کو دیکھ کر اس کی نظریں جھک گئی تھیں۔ ایک دن کی وہ بچی جس کا رنگ نیلا تھا اور جو سانپوں کے زہر میں ڈوبی ہوئی تھی، آج جو کچھ نظر آ رہی تھی اسے وہ بھرپور دکھا ہوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

حسن شاہ انہیں تلاش کرتا ہوا ان کے کمرے تک پہنچ گیا اور پھر اس نے ست رانی کو دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گیا۔ ست رانی نے اچھائی خوبصورت لباس پہنا: دا تھا اور وہ کسی حسین پھول کی طرح نظر آ رہی تھی۔ میک اپ بھی بہت سلیقے سے کیا گیا تھا۔ حسن شاہ حیران رہ گیا۔

”یہ میک اپ انہوں نے خود کیا ہے؟“

”ہاں حسن شاہ تم ایک مصور ہو۔ ہر بات کو سلیقے سے دیکھنے اور سلیقے سے پرکھنے کے عادی۔ مجھے بتاؤ یہ کیسی نگہ رہی ہے؟“

”میری رائے مجھ ہی تک رہے وہ مجھے بجرتگی بابا۔ آئیے۔“

ست رانی نے اپنا وہ بے شکا جھول نما لبادہ اپنے سر سے پاؤں تک ڈال لیا اور بجرتگی کے ساتھ باہر نکل آئی۔ وہ خود بھی ذرا شوخ مزاج تھی اور اب جبکہ اسے ان سارے معاملات میں داخل ہونے کا موقع ملا تھا تو وہ اور بھی زیادہ خوش ہوگئی تھی۔ اپنے اس لباس کو دیکھ کر وہ خوب ہنستی تھی اور پھر بڑے شوق سے اسے ہمکن کر باہر نکلتی تھی۔

حسن شاہ نے انہیں شاندار کار میں بٹھایا اور اس کے بعد خود کار رانہ نروا ہوا چل پڑا۔ ست رانی کار کی کنزکیوں سے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھی۔ پھر کار اس خوبصورت غمات میں داخل ہوگئی جس کے دونوں طرف حسین لان بنا ہوا تھا۔ رات ہوگئی تھی، اس لئے لان پر روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ کار بجرتگی کی چھوٹی سی روٹ پر چل کر آخر کار پورچ میں جاؤکی۔

ایک ملازم نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ست رانی اور بجرتگی کچھ سیٹوں سے نیچے اتر آئے۔ حسن شاہ ان دونوں کو لے کر اندر چل پڑا تھا۔ کیرولین شاندار ڈرائنگ روم میں ان کی منتظر تھی۔ اس نے ہڈ تپاک انداز میں ان کا خیر مقدم کیا۔ بجرتگی خود بھی ایک خوبصورت سوٹ میں ملیں تھا۔ اس کی اصل شخصیت کہیں گم ہوگئی تھی۔

کیرولین نے مسکرا کر اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر بولی۔ ”حسن شاہ! ذرا اپنے اس شاہکار سے پردہ تو ہٹاؤ۔“

حسن شاہ نے مسکرا کر ست رانی کو دیکھا اور ست رانی نے اپنا غلاف اٹار دیا۔ کیرولین نے

جنس دکا ہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ست رانی کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کا منہ کھلا پھر بند ہو گیا اور اس کے بعد وہ دیر تک ست رانی کو دیکھتی رہتا، پھر صلیبوں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔
 "میں نے حسن شاد دیکھا۔" اس کے بعد اس نے حسن شاد کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 "حسن شاد! بلاشبہ جو چوتھے نے کہا تھا وہ سچ تھا لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ اس سارے نے اندر کوئی اور شخصیت بھی چھپی ہوئی ہے۔ ست رانی بے تہہ رانام۔"
 "کی میڈم"

"ست رانی! حسن شاد نے تمہارے اور بزرگی جاناکے ہاٹ میں بہت کچھ بتا دیا ہے مجھے۔
 براہ راست آپ دونوں سے کچھ سوالات کرنا چاہتی ہوں۔"
 بزرگی نے آنکھیں بند کر کے گردن تھکائی اور بولا۔ "کی میڈم"

"بزرگی! آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں رہتے تھے پہلے؟ یہ سوال توئی ابھی نہیں رکھتے میرے لئے۔ میں صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ کی زندگی کا کوئی خاص مشن ہے۔ فوری طور پر تمہیں جاننا چاہئے کہ آپ کے لئے آپ کے دل میں کوئی خاص جذبہ ہے۔ یہ کچھ سوالات ایسے ہیں جن کے جواب میرے لئے ضروری ہیں۔ مزید یہ کہ کیا آپ تین سال تک مستقل میرے پاس رہ سکتے ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے میں تین سال تک آپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں اور اس کے بعد بھی اگر آپ میرے پاس رہنا پسند کریں تو آپ جب تک میں اپنا یہ کام جاری رکھتی ہوں اور اس ملک میں ہوں اس وقت تک آپ میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ جہاں تک اس کے بعد کے معاملات کا تعلق ہے تو فوری طور پر میں آپ کو ایک خوبصورت رہائش گاہ، کم از کم چار ملازم، ایک ڈرائیور کے ساتھ اور وہ اکثر دسپے مائور معاوضہ پیش کر سکتی ہوں۔ مزید یہ کہ تین مہینے کے بعد اگر میں یہ دیکھوں گی کہ آپ کی وجہ سے میرے کاموں میں اضافہ ہوا ہے تو جو میری کمائی آپ کے ذریعے ہوگی اس کا پندرہ فیصد میں آپ کو پیش کر دوں گی۔ آپ کی ہر طرح کی مخالفت اور تمام ضرورتوں کا ذمہ میرا ہوگا۔ آپ لوگوں کو کوئی ایسا کام نہیں دے گا جو آپ کی مرضی اور عزت کے مطابق نہ ہو۔"

"میڈم۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے لئے بہت اچھا اور میری ضرورت کے مطابق ہے۔ میں نے حسن شاد سے ایک تصویر خواہی ہے۔ یہ تصویر میری بہن کی ہے جو طویل عرصے پہلے گم ہو گئی تھی۔ اسے تلاش کرنا میری ذمہ داری ہے۔ جب تک وہ مجھے نہیں مل جاتی، میں اپنی اور ست رانی کی زندگی میں کوئی بہت اہم تبدیلی نہیں چاہوں گا۔ تین سال تک میں بے شک آپ کے ساتھ رہوں گا۔ لیکن اگر آپ سے مجھے یہ پتہ چلا کہ فلاں جگہ میری بہن کے ملنے کے امکانات

ہیں تو میں۔"

بزرگی نے جملہ پورا نہیں کیا تھا کہ کیرو لیسن بولی اٹھی۔

"ہاں! آپ ان کی تلاش اس کے پاس جانے کے لئے آزاد ہوں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ صرف میں سمجھ لیجئے کہ میں آپ کو ہر طرح کی سہولت فراہم کروں گی اور خود بھی اس کی تلاش کے لیے بھرپور جدوجہد کروں گی۔ جو تصور آپ نے انتہائی پراسرار ذریعے سے حسن شاد سے خواہی ہے اسے میں پورے ہندوستان میں پھیلادوں گی اور ایک اچھی رقم انعام کی بھی دیکھوں گی، جس کی خوب پہچانی ہوگی کہ جو شخص اس لڑکی کو تلاش کرے گا اور اس کا پتہ دے گا اسے پانچ لاکھ روپے کا انعام دیا جائے گا اور میں یہ انعام اپنی جیب سے دوں گی۔ اس کا آپ کے حساب سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ کیا آپ مجھے جواب دینا پسند کریں گے؟"

"اس سے کچھ پیشکش میرے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔ میں تیار ہوں۔" بزرگی نے کہا۔

میڈم نے متنبہ رہتی نگاہوں سے ست رانی کو دیکھا، پھر بولی۔
 "کدوں ست رانی کیا تمہیں بھی پتہ ہے؟"

"ہاں بزرگی میرا باپ ہے، میری ماں سے اور مل جائے گا کوئی بات کسی سے کرتے ہیں تو وہ خالی ماں باپ کی نہیں ہوتی۔"

"اور سے! اور آواز دیکھ رہے ہو حسن شاد کی زبردستی؟ وہ تو ہے مجازاً نصب و حادے کی یہ لڑکی تو۔ ست رانی تمہیں ہر وہ چیز دی جائے گی جو تمہارے دل میں ہوگی اور اچھا اب یہ بتاؤ تمہارے اندر اور کیا کیا خوبیاں ہیں؟"

"کوئی خوبی نہیں، جو کچھ میرے باپ نے بتا دیا اس سے زیادہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور کوئی جان سکتا ہے۔"

"تمہارے جواب بڑے نئے نئے ہوتے ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ تم چھ ہی خوبیوں میں میری آنکھوں کے راستے دل میں اتر گئی ہو۔ ہمارے درمیان یہ معاہدہ طے ہے۔ اس کی کاغذی کارروائی بھی ہو جائے گی۔ بزرگی بابا آپ کی اگر کوئی اور خواہش ہو تو ہمیں بتائیے۔"

"تھوڑا سا کام ہے میرا اور اس کے لئے چند دن چاہنا ہوگا۔"

"ضرور جائیے۔ کیا ست رانی بھی پاسے گی؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب آپ یوں کریں کہ ہونٹ سے میرے حکیت میں منتقل ہو جائیں۔ وہ کچھ خالی ہے اور آپ کو یقیناً پسند آئے گا۔ وہاں آپ کی ضرورت کی تمام چیزیں ملیں گی۔ اب تو

رات ہو چکی ہے۔ آپ چاہیں تو رات میرے گھر پہنچ سکتے ہیں۔ اولیٰ واپس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں آرام سے رہیں۔ کل دن میں آپ کو قیامت میں منتقل کر دیا جائے گا۔ چندویں آپ کب جانا چاہتے ہیں؟

”اس کے لئے ہمیں بہت زیادہ جلدی نہیں ہے۔“

”آپ اپنے کام ضرور کر لیں۔ یوں کچھ لیں کہ اب آپ ہمارے ہیں۔ ہمارے وہ بھانڈے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گے۔ چندویں میں آپ کے کچھ عزیز واقارب ہیں؟“

”نہیں ایسا کوئی نہیں ہے۔“

”کوئی بات نہیں۔ میں وہاں اپنے ہاتھ کمرشل شوٹ کر چکی ہوں۔ چندویں بہت خوبصورت ہو گیا ہے۔ آپ کب سے وہاں نہیں گئے؟“

”طلویں مریض ہو گیا۔“

”پراسنے اور سنے چندویں میں بہت فرق ہے۔ وہاں ہونٹ پام روز کسی فائیو اسٹار ہوٹل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بڑے بڑے امراء اور رؤسا اسی ہوٹل میں قیام کرتے ہیں۔ آپ جب بھی وہاں جانا چاہیں میں آپ کے لئے کمرے بک کر ادوں کی اور قیام ہے؟“

”نہیں بس۔“

”ٹھیک۔ سست رانی کھانے میں کیا پسند کرتی ہو؟“

سست رانی خاموش رہی تو بھرگی نے کہا: ”وہ سب کچھ جو محبت سے نکالایا جائے۔“

”اوکے۔ چلیے پھر ہم اپنی محبت کیش کریں۔“ کیرولین ڈرائنگ روم سے اٹھ گئی۔

پُر تکلف ڈنر کیا گیا۔ سست رانی اتنی لذت اور سلیقے کا ثبوت دے رہی تھی کہ خود بھرگی بھی اس بات پر ششدر ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ حسن شاہ بھی موجود تھا۔

رات کو ایک بچے حسن شاہ نے اجازت مانگ لی۔ سست رانی اور بھرگی کو ان کی خواہش کے مطابق کیرولین نے اپنے گھر کے ایک کمرے میں ہی چکر دی تھی، جو بہت ہی شاندار تھی اور اس میں دو بستر بڑے ہوئے تھے۔

بھرگی نے سست رانی سے پوچھا: ”باس سست رانی اتم ہاؤم مطمئن ہو یا نہیں؟“

”بابا بارہا رکوں پوچھتے ہو؟ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ جہاں تم مطمئن ہو وہاں میں مطمئن ہوں۔“

”سست رانی، ابھی ایسی بہت سی باتیں ہیں اس سنسار کے بارے میں جو مجھے خود بھی نہیں معلوم۔ میں نے جو زندگی گزار لی ہے سست رانی اد پہلے چندویں کے ایک گھر میں گزار لی ہے، اس

وہ کیا

کے چندویں بہت بڑی جگہ نہیں تھی۔ میرے ہاتھی دلیپ سنگھ کی حویلی میں نوکری کرتے جاتے تھے اور میں اپنی بہن راجیو کا کے ساتھ گھر میں رہا کرتا تھا یا اور چھوٹے موٹے کام کیا کرتا تھا۔ پھر تھارا بُرا سے آیا۔ ہاتھی نے اتم اٹھیا کر لی جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا اور میں راجیو کا کوٹے بُرہاں سے چل پڑا۔ بہت سارے میں نے گر پڑا سنگھ کے پاس چایا ابھر اس کے بعد اس ٹوٹے مندر میں، جہاں میری تمہاری بھیڑنٹ ہوئی۔ پھر بھی چندویں اور گر پڑا سنگھ کے ہاں رہ کر اور جب ہاتھی چیتے تھے تو بہت سی جگہوں پر میں ان کے کام سے بھی جایا کرتا تھا، بس۔ سنسار میں کتنی گہرائیاں ہیں اس بارے میں بہت سی باتیں مجھے نہیں معلوم۔ اب تک جو میں کرتا رہا ہوں بس یوں سمجھ لو کہ اندازے سے کرتا رہا ہوں۔ پر تم نے دیکھا کہ یہ میڈم کیرولین اور حسن شاہ بڑے اچھے ہیں اور ہمارے لئے بہت سی کارآمد ثابت ہوئے ہیں۔ ہم میڈم کیرولین سے پورا سمجھوتہ کریں گے اور اپنے مقصد کے لئے انہیں استعمال کریں گے۔ وہ ہم سے جو کچھ بھی چاہتی ہیں وہ پوری دیانت سے کریں گے۔ تمہیں ایک نیا جیون مل رہا ہے سست رانی۔ باقی آگے بھگوان کی کیا اچھا ہے یہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔“

”آرام سے سو جاؤ بابا۔ سست رانی تمہارے ساتھ ہے۔ جیسا سوچو گے، جیسا چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔ بالکل چننا مت کرنا۔“ سست رانی نے کہا اور بھرگی نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ سچ ہے کہ اس نے سست رانی کی پردش کے لئے جو محنت کی تھی اب وہ اس محنت کا پورا جواب دے رہی تھی۔ دلوں ہی آرام کی نیند سو گئے۔

دوسرے دن ایک پُر تکلف ناشتہ کیا گیا۔ میڈم نے اپنے کچھ خاص آدھیوں کو بلا لیا تھا، جو ہدایات لے کر فلیٹ پر روانہ ہو گئے اور پھر دوپہر کے کھانے کے بعد میڈم نے حسن شاہ کو بھی طلب کر لیا جو بڑی خوشی سے یہاں پہنچا تھا اور اس کے بعد بھرگی اور سست رانی کو اس فلیٹ میں پہنچ کر دیا گیا۔

کیرولین نے پوری دلچسپی کے ساتھ ان دونوں کو قبول کیا تھا، اس لئے وہ انہیں کافی وقت دے رہی تھی۔ حسن شاہ سے باتیں کرتے ہوئے اس نے کہا:

”حسن شاہ! میں اسے کس انڈیا ہاؤس میں لے جاؤں، حسن، بیوی کون۔ یہ میں تمہیں آج کہہ رہی ہوں۔ آنے والا کل میرے ان الفاظ کی تصدیق کرے گا۔“

”میں جانتا ہوں میڈم آپ یہ صلاحیت رکھتی ہیں اور سست رانی کا حسن اس کی ضمانت ہے۔ بعد میں میڈم نے حسن شاہ سے پوچھا: ”حسن شاہ! تم ایک آرٹسٹ آدمی ہو، جو یقیناً روٹینک ہو رہے ہیں۔ یہ بڑی تمہارے سال پر اثر انداز ہوئی ہے۔“

205

204

اس کے پرنت وغیرہ بچوانے کے لئے اگر حسن شاد چاہے تو اسے لے جاسکتا ہے۔ حسن شاد نے خوشی سے یہ بات قبول کر لی تھی۔ جب وہ چلا گیا تو بھگتی نے ست رانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم نے دیکھا ست رانی یہ میری بہن رادھیکا ہے۔ اپنے جیون سے زیادہ چاہتا تھا میں اسے۔ پر بچانے بے چارگی کے ساتھ کیا کیا سلوک ہوا۔“

اس کے بعد بھگتی ساری رات تصویر کے سامنے بیٹھا اسے دیکھتا۔ باتھا۔ اس نے زبردستی ست رانی کو آرام کرنے کے لئے بھیج دیا تھا۔ ست رانی نے کئی بار اس سے کہا کہ بابا اب سو جاؤ۔ لیکن بھگتی نے کہا۔ ”سالہا سال بیت گئے ہیں ست رانی بنی۔ بہت عرصے کے بعد اسے دیکھ رہا ہوں۔ بھگوان تمہیں شکھی رکھے۔ میں تو سارا جیون اس کی یہ تصویر تمہیں سے نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ اگر تمہیں بھگوان یہ شکھی نہ دیتا تو میں اپنی بہن رادھیکا کی تصویر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔“

دوسرے دن حسن شاد آگے کا کام کرنے کے لیے تصویر واپس لے گیا۔ اسی دن شام کو میڈم کیرولین ان دونوں کے پاس آئی اور اس سے کہا۔

”بھگتی بابا! آپ اجازت دیں تو آج میں ست رانی سے تھوڑا سا کام لے لوں۔“

”جیسا آپ کا سن چاہے کیرولین۔“ بھگتی نے اجازت دے دی۔

اس دن ست رانی نے حسن شاد کے اسٹوڈیو میں بہت سے چوڑے۔ کیرولین نے اس کے مختلف پوز ہوائے تھے اور حسن شاد نے اپنی تمام تر مہارت کا ثبوت دیا تھا۔ پھر کیرولین نے کہا۔

”ست رانی! تمہیں کیرولین کے سامنے کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟“

”کیرولین کہاں ہے؟“ ست رانی کے سوال پر دونوں ہنس پڑے تھے اور پھر ست رانی کو واپس کلیٹ میں بھجوزنے سے لیے حسن شاد اور کیرولین دونوں آئے تھے۔

بھگتی ہنسنے لگی۔ کیرولین نے سوال کیا تو بھگتی بولا۔

”بس ایسے ہی اپنے نہیں کیوں میرے من کو بچھو! بھنسنے لگی رہتی ہے۔“

”آپ کو ہم پر اعتماد کرنا ہوگا بابا بھگتی۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح آپ ست رانی کی حفاظت کرتے چلے آئے ہیں اس سے دل گنا زیادہ حفاظت ہم خود کریں گے۔“

”مجھے دشواں ہے۔“ بھگتی نے کہا۔

”اب آپ جب چاہیں آرام سے چندویں جاسکتے ہیں۔ بتائیے کب جائیں گے؟“

کیرولین نے پوچھا۔

”آپ ہمیں چاہیں تو کل بھجوا دیں۔“

”ٹھیک ہے میں انتظام کرویتی ہوں کل نہیں آپ پر سون چندویں روانہ ہو جائیں۔“

”ایک بات میں کہنا چاہتا ہوں۔“

”بال ہاں کہیے۔“

”تھوڑے سے نام بدل کر جو نہیں گے ہم وہاں۔“

”بتائیے نہیں نام سے آپ کے کمرے بک کر لئے جائیں۔“

”سون متی اور ساون سنگھ بابا بنی ہیں ہم دونوں۔“

”ہوئے خوبصورت نام چھپتے ہیں آپ۔ ست رانی، سون متی، ارے واہ، میں تو ست رانی

میں عشق کر رہی تھی لیکن سون متی بھی بہت خوبصورت نام ہے اور پھر ساون سنگھ۔ حسن شاد بن

ہو تم۔ یا ایسا کیوں نہ کریں کہ ہم بھگتی بابا کو بھی اپنا ماڈل بنائیں۔ میں ان کے چہرے میں

سم گرہیں دیکھ رہی ہوں۔ انہیں تھوڑی سی ٹریننگ دینے کے بعد بڑے خوبصورت ماڈل کے طور

پر بنایا جاسکتا ہے۔“

”کیوں نہیں میڈم۔ آپ جو چاہیں کر سکتی ہیں۔“

”یہ نام ذرا لکھ لیما۔ سون متی اور ساون سنگھ۔ اچھا کل ہم یہ کام کرتے ہیں۔ لیکن جناب

ساون سنگھ یہ تو بتائیے کہ آپ کی کیفیت کیا ہوگی وہاں؟“

”وہی میں بتانا چاہتا تھا۔ ہمارا ایک شہر ہے جہاں کا نام ہے کشن پوری۔ اہلیہ کی

انکی میں یہ شہر ہے اور یہاں اس کے آس پاس ہمارا ایک شہر ہے جہاں کا نام ہے کشن پوری۔ اہلیہ کی

ہم سیاحت کے لئے آئے ہیں۔“

”واہ زبردست، ست رانی واقعی اہلیہ کی ترانی کی کوئی بڑا سہارا دے رہی ہے۔ میں یہ

سم کردوں گی۔ پرسوں چندویں آپ کی روانگی ہے اور وہاں ہونے پام دونوں آپ کو کمرے

میں ملے۔ اس کے علاوہ میں آپ کو وہاں بھی دوں گی، جو آپ کی ہر طرح سے ضرورتیں

کریں گے۔“

بعد میں میڈم نے حسن شاد سے کہا تھا۔ ”بڑی اچھی حسین ہے کہ اس کے لئے ہر جگہ حفاظت

خطرہ رہیں گے۔ میں دو ایسے تیز طرار آدمیوں کو اسلحہ دے کر اس کے ساتھ روانہ کروں گی جو

اس کے بارے میں روزانہ رپورٹ بھی دیتے رہیں گے اور اس کی حفاظت بھی کریں گے۔“

”آپ کا تو جواب ہی نہیں میڈم۔ جو سوچتی ہیں اٹلی سوچتی ہیں۔“ حسن شاد نے جواب دیا۔

☆ ☆ ☆

زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ چند ہی بس ایک قصبہ تھا لیکن جب یہاں موسم کی پیداوار اور مارکیٹنگ شروع ہوئی تو چند ہی میں خوب ترقی ہوئی۔ ہندوستان بھر سے آنے والوں کی بہتات ہوئی تو کافی اچھے ہوٹل بھی یہاں تعمیر ہوئے۔

پامروز بھی انہی میں سے ایک تھا۔ اسے قایم اساتذہ نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن اپنی خوبصورت تعمیر اور تربیت یافتہ عملے کی وجہ سے وہ قایم اساتذہ ہوٹل کا مقابلہ ضرور کرتا تھا اور یہاں آنے والے بڑے صنعتکار اس میں قیام کو ترجیح دیتے تھے۔

اوٹل کے جزلیں منیجر کو دہلی سے ایک پہاڑی ریاست کشن پوری کی راجگماری سون متی اور ریاست کے سیکرٹری سادان سنگھ کے پامروز میں قیام کی اطلاع دی گئی۔ ان کے لئے عین کمرے، بزرگ کرائے گئے تھے، ایک کمار کی سون متی کے لئے، دوسرا سیکرٹری سادان سنگھ کے لئے، تیسرا وہ ہاؤس گارڈز کے لئے..... جنرل منیجر اراٹ ہوٹل تھا۔ اسٹاف کو خاص ہدایت کر دی گئی تھی کہ ویسے تو ہندوستان کے بہت بڑے بڑے صنعتکار یہاں آتے رہتے تھے لیکن اس بار کسی ریاست کی راجگماری آرہی ہے، چنانچہ اس کے لئے خصوصی انتظامات کئے جائیں۔

ایک بہت ہی اعلیٰ درجے کی کار پامروز پہنچی اور جنرل منیجر نے بذات خود کمار کی سون متی کا استقبال کیا۔ راجگماری کا حسن لوگوں کو پاگل کر رہا تھا، ایسا بے پناہ حسن بھلا کہاں دیکھنے کو ملتا تھا۔ راجگماری کے انداز میں البتہ سادگی تھی۔ انہیں احترام کے ساتھ ان کے کمروں میں پہنچا دیا گیا۔ پورے ہوٹل میں راجگماری اور سیکرٹری کی آمد کی دھوم مچ گئی۔

جب ست رانی اور بھرتی کو تھالی ملی تو بھرتی نے غرور سے کہا۔ "کچھ زیادہ پہنٹی ہوئی ست رانی...! میں لوگوں کی بہت زیادہ توجہ نہیں چاہتا تھا خیر اب جب یہ سب کچھ ہو چکا ہے تو دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے، ایک ایک قدم پھونک کر اٹھا پڑے گا، دیپ سنگھ کے بارے میں تو کچھ نہیں کہ جاسکتا لیکن کمرچیں سنگھ ہر طرح سے ہماری تان میں ہوگا۔"

"چنانچہ کرتے ہیں بابا! میں ہوں، آپ کے ساتھ... آپ کی طرف ہی جی آگے"

وہ اپنے لڑکھارے بھرتی کو دیکھ کر کہتی تھی۔ ست رانی نے بھرتی کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور بھرتی سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

وہی اسے یہ فیصلہ بھی کرنا تھا کہ دیپ سنگھ تک کس طرح رسائی حاصل ہوگی اور انڈر گراؤنڈ آگیا تو کیا ہوگا۔ یہ ساری باتیں وہ سوچتا رہا تھا۔

ست رانی البتہ بالکل پڑ سکون تھی۔ میڈم کیروولین نے بھرتی کو خاصی رقم دی تھی، اپنی قرارداد رکھنے کے لیے ہوٹل کے دیگر نوکریاں وغیرہ دیتا تھی، باقی معاملات اس نے ان کے حواسے کر دیئے تھے جو خانی کارڈز نہیں تھے بلکہ ان کے خاص آدمیوں میں سے تھے۔ اس طور پر ہدایت کر دی گئی تھی کہ ست رانی کی بھرپور نگرانی کریں کیونکہ اس کا حسن کسی کو اس طرف مائل کر سکتا ہے۔ کارڈز انہیں احساس دلائے بغیر بھرتی طرح مستعد تھے۔

پہلا دن گزر گیا، دوسرے دن ہوٹل کے منیجر نے بڑی نیاز مندی سے کہا۔

"سیکرٹری صاحب! راجگماری جی نے اہم سے ہوٹل دور وقت بخشی ہے اور ہم یہ بات کہنے میں محسوس کرتے کہ آپ جیسے اعلیٰ پائے کے عہدہ دار کی شہرت میں بے پناہ اضافہ ہوگا، ہمارے انجنیئر محترم، ان جی ہیں اور آپ کے اعزاز میں ایک خصوصی شور کھا ہے، ہوٹل میں وقتاً فوقتاً اس طرح کے شہ ہوتے رہتے ہیں، ایک فیملی خاتون جو ڈانس بھی ہیں، سبھی کمپنیاں، تماشے بھی دکھاتی ہیں ان کا قافلہ انہیں بہت شہرت دلا، ان کا نام اب میرا ہے، وہ ان کو دکھاتی ہیں ہمایوں کی ملکہ... انہیں دنیا کے مختلف ملکوں سے لائے ہوئے سامان اور بڑے بڑے آئینے آپ کے اجراء میں آج ان کا پروگرام رکھا ہے، اس کی خصوصی پلیٹ بھی ہے کر دی ہے، یہ بھی بتا رہا ہے ہم نے کہ ہمارے آج کے عزیز مہمان ہوتی ہیں ایک ریاست، ان کی پوری کنجش اور ان کے سیکرٹری ہیں، ہوٹل کی ایک ایک میٹ بک ہو چکی ہے اور خصوصی کمرے مقرر ہوئے ہیں، لوگوں کا انتظام کیا ہے، ہماری طرف سے یہ ہدیائی قبول فرمائیے۔"

"ٹھیک ہے منیجر! آپ نے جو کر ڈالا ہے، نگاہ رہے، راجگماری اس میں شامل ہوگا۔"

کے جواب دیا اور یہ واقعی بڑی جگہ گائی رات تھی۔ ہوٹل کو روشنیوں سے نہلا دیا گیا تھا۔ خاص طور سے وہ بڑا ہال جس میں خوبصورت اسٹیج تھا، جسے حسین طریقے سے سجایا گیا تھا کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے تھے یہ کم سون متی اور سنگھ کی بڑی پلیٹ ہو چکی تھی اس لئے لوگ اندھے آ رہے تھے اور انہی ہال میں داخلے کا ایک ہی گٹ ہوئے تھے باوجود ہال میں بے شمار شیشوں، گلاب سے لادائی پڑی تھیں۔ سب کی سون متی اور سادان سنگھ کو دیکھنے کے لئے بے چین تھیں۔

ست رانی نے آج بھی ہجرتی کو حیران کر دیا تھا۔ جو لباس اس نے اپنے لئے منتخب کیا تھا اسے بے شک میڈم سے لے لیا تھا لیکن ست رانی نے جس سلیقے سے اسے استعمال کیا تھا وہ قابل دید تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اس نے میک اپ بھی خود کیا تھا اور اس وقت وہ چونکہ لوگ رہی تھی، وہ تو قابل یقین ہی ثابت تھی۔

پھر اس کی پروکار چال جو راجکار یوں بھی سی تھی اور ہجرتی حیران تھا کہ ست رانی کو راجکار یوں سے بارے میں یہ معلومات کس طرح حاصل ہوئیں۔ بہر حال جب وہ ہال میں داخل ہوئے تو کون تھا جو بے اختیار اپنی جگہ سے ہٹا نہ ہو گیا، وہ لوگوں کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں، کچھ بالکل ساکت کھڑے ہوئے تھے ان لوگوں کو بہت اعلیٰ درجے کی پیٹنے کی جگہ دی گئی اور پھر تمام لوگ بیٹھ گئے۔

دونوں کے منہ پر ساون سنگھ اور سون متی کی آمد کو اپنے لئے خوش نہیں قرار دیا اور ان کے بعد شوکا آغاز ہوا۔ روشنیاں رنگ بد لئے لگیں، انہیں نے اپنا سیرانہ فراموشی کی آمد کا اعلان کیا اور بتایا کہ کوہرا کوئن سانپوں سے کھلتی ہے، سانپ اس کے اشارے پر اس طرح چلتے ہیں جیسے سارے کے سارے اس کے غلام ہوں۔

ہجرتی نے ست رانی کے چہرے پر ایک عجیب سی خوشی محسوس کی تھی۔ بہر حال ایسا سیرانہ سلیج پر آئی، روشنیوں نے طرح طرح کے رنگ اختیار کر کے اس کا استقبال کیا۔ اس کے بعد میوزک شروع ہو گیا جس پر اپنا سیرانہ نے رقص کیا۔

بہت ہی دلچسپ آئٹم تھا۔ اپنا سیرانہ کا رقص واقعی قابل دید تھا لیکن اس وقت پروگرام میں جڑی سبزی پیدا ہوئی جب کچھ مخصوص لباس میں ملبوس افراد نے جو شاید سانپوں کے ٹریزر تھے، خاص قسم کی نوکریاں لایا کر اپنا سیرانہ کے چاروں طرف سجا دیں۔ وہ والہانہ طور پر رقص کر رہی تھی اور اس کے بعد وہ زمین پر بیٹھ گئی، سانپوں کی ٹوکریاں کھلنے لگیں اور چند ہی لمحوں کے بعد وہیں بارہ بہت سی، میانہ قسم کے سانپ ان نوکریوں سے باہر نکل کر اپنے چھن لہرائے گئے۔

میوزک مسلسل بج رہا تھا اور سانپ آہستہ آہستہ اپنا سیرانہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لوگوں کے سامنے زکے ہوئے تھے کیونکہ سانپوں کی شکلیں ہی جڑی بھیا نک تھیں۔ اپنا سیرانہ کے جسم میں ایک عجیب سی تھرکن تھی اور سانپ اس کے بدن پر چڑھ رہے تھے کیونکہ اس کے گلے میں زونل سر پر کوئی بازو نہیں پر۔ سانپ اس کے بدن سے لپٹ رہے تھے۔

لیکن پھر اچانک غی بجائے کیا ہوا۔ ان سانپوں میں شدید بے چینی پائی جانے لگی۔ وہ گھبراہٹ سے بھاگنے لگے اور پھر ست رانی اٹھی ہوئی تھی۔ اپنا سیرانہ جو اس سے پہلے بڑا اچھا

رخص پیش کر رہی تھی، ایک دم چونک پڑی۔ اسے کچھ لمحے طور پر سانپوں کے اندر کوئی حیرانہ لگا رہی۔ پہلے سانپ نے اس کی گردن چھوڑی اور نیچے اترنے لگا تو ایسا سیرانہ نے اسے جلد ہی سے پکڑ لیا۔ سانپ کی زبردست پھوکار سنائی دی اور اس نے اپنے آپ کو ایسا کی گرفت سے چھڑا لیا اس کے بعد یہ سانپ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی جانب لپکے۔ ازلی بات تھی کہ جھگڑا رہتی تھی۔

ٹریزر سانپوں کی جانب دوڑے۔ لوگوں نے اُنھ اُنھ کر بھاگنا شروع کر دیا اور زبردست چیخ و پکار مچ گئی۔ سانپوں سے جان بچانے کے لئے سب لوگ بھاگ رہے تھے۔ سانپ کوئی خاص رخ اختیار نہ کر سکے، ٹریزر ان کے پیچھے بھاگ کر انہیں پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے، یہی صورت حال ابھی تک سانپ پھرے نہیں تھے بلکہ کسی خاص منزل کی جانب چلے تھے۔

اچانک ہی ہجرتی نے محسوس کیا کہ ست رانی کے منہ سے کچھ آوازیں نکل رہی ہیں۔ مہم عجیب و غریب آوازیں جن کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ایسا آوازیں کچھ اس طرح کی تھیں۔

”لعل... لعل... لعل... لعل... لعل... لعل...“

ہجرتی تعجب سے یہ سارا سمجھنے لگے۔ ست رانی اور وہ ابھی تک اپنی جگہ سے بیٹھے تھے، دونوں سچ محافظان کے آس پاس آ کر بیٹھ گئے تھے لیکن سانپوں سے وہ بھی خوفزدہ تھے۔ اوپر کوہرا کوئن کھڑی ہوئی وحشت بھری نظروں سے اس سیرانہ کو دیکھ رہی تھی لیکن ست رانی کے منہ سے سارے دان آوازوں نے سانپوں میں ایک خیمہ ڈال دیا اور لوگوں نے یہ بھی حیرت ناک منظر دیکھا کہ وہ سانپ اب واپس پلٹ پڑے تھے اور اپنی اپنی ٹوکریوں کے پاس آ کر زکے گئے تھے۔ انہوں نے اپنا سیرانہ کی طرف رخ نہیں کیا تھا لیکن ان کے اندر اس ایک عجیب سی توجہ اور بے چینی پائی جاتی تھی۔

اسی وقت دونوں محافظوں نے جھٹ کر یے اب سے ہجرتی اور ست رانی سے کہا کہ تم آپ سے انہماکی عاجزی سے کہتے ہیں کہ براہ کرم کمرہ میں واپس چلے، براہ کرم ہاتھ دھو کر اپنے ست رانی فوراً اٹھ گئی اور ظاہر ہے ہجرتی کو بھی اس کی تصدیق کرنی تھی۔ وہ لوگ اپنے کمرہ میں آ گئے۔ ابھر نیچے بڑی لے دے ہو رہی تھی، سانپوں کی ملا۔ کوہرا بھاگتا ہوا تھا مگر وہ جڑی بھی مجبور تھی۔ ٹریزر اس نے بڑی مشکل سے سانپوں کو نوکریوں میں بند کر کے اندر پہنچایا تھا۔ اپنا سیرانہ نہ حال ہی اپنی رہا تھا وہی جانب چل پڑی تھی۔

کوئی دو گھنٹے کے بعد نیکل کا شیو اپنے اسٹاف کے ساتھ آیا۔ وہ بہت شرمندہ تھا، اس نے گردن ہٹکائے بھٹکائے کہا۔

”جو کچھ ہوا ہے، وہ یہ ہے۔ اسے ناقابل فہم ہے بلکہ ہر ایک کے لئے ناقابل فہم ہے لیکن

کوئی نقصان نہیں پہنچا، میں بہت شرمندہ ہوں، آپ میرے لئے جو سزا ہیں مقب کر سکتے ہیں۔
 "نہیں فیجر...! جانور تو جانور ہی ہے، پتہ نہیں انہیں کیا ہو گیا تھا، آپ آرام کریں، کوئی
 ایسی بات نہیں ہے۔" بجرنگی نے کہا اور فیجر شکر یہ ادا کر کے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد بجرنگی عجیب سی نگاہوں سے ست رانی کو دیکھنے لگا تھا۔ ست رانی
 کے ہونٹوں پر ایک بڑا سبز سسراہٹ دیکھ کر بجرنگی کا حوصلہ بڑھا اور اس نے مدھم مدھم بچے میں کہا۔
 "اور تم جانتی ہو ست رانی کہ سانپوں کو کیا ہو گیا تھا؟"

"میں کبھی نہیں بابا! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"
 "میں نے محسوس کیا تھا کہ سانپ تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں لیکن چونکہ بھلکڑی رچ گئی تھی
 اور سانپوں کے ٹریزر انہیں بکڑنے کے لیے ان کے پیچھے بھاگ رہے تھے اس لئے سانپ
 تمہارے پاس نہیں پہنچ سکے۔"

"تو اس میں میرا کیا دخل ہے بابا...؟" ست رانی نے انہماک سے پوچھا۔
 "میرا خیال تھا تو نہیں ہے؟ اور پھر ایک بات اور ہے جس سے تمہارے منہ سے مجھ کی آوازیں
 نکلتی تھیں۔ جن کے بعد ان سانپوں کا جوش و خروش کم ہوا اور وہ اپنی اپنی جگہوں کے پاس پہنچ گئے۔"
 "ہاں ایسا ہوا تھا۔"

"تم اعتراض کرتی ہو کہ سانپ تمہاری طرف ہی آ رہے تھے؟"
 "ہاں بابا! میرے اور ان کے بیچ ایک رشتہ ہے، وہ رشتہ کیسے پیدا ہوا یہ میں بالکل نہیں جانتی،
 پر بابا وہی نہیں، جنگل کے دوسرے جانور چاہے وہ اڑنے والے ہوں، چاہے دھرتی پر چلنے والے ہوں
 سے پرہیز کرتے ہیں، ایک لمبا حرحر جان کے ساتھ قایم ہے، یہ بھی تو ایک رشتہ بن جاتا ہے؟"
 "مگر یہ سانپ تو تمہارے جانتے والے نہیں تھے۔"

"جن جن سے میرا رشتہ ہو چکا ہے، بابا بجرنگی! ان کی ساری نیلیں میری جاننے والی ہیں۔"
 "اور وہ آوازیں جو تمہارے منہ سے نکلتی تھیں؟"
 "ہاں میں نے انہیں ان کی زبان میں سمجھایا تھا کہ وہ اپنی جگہوں پر پہنچ جائیں اور نہ
 انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"وہ سانپوں کی زبان تھی؟" بجرنگی نے تیرے تیرے دہرائی سے پوچھا۔
 "ہاں بابا! آپ بھی تو ہیں اس لئے مندر میں تھے، اصل میں آپ نے کبھی غور نہیں کیا،
 رات کی تاریکیوں میں اگر آپ دھرتی پر سر براستے ہوئے سانپوں پر غور کر لیتے تو کم از کم آپ کو یہ

دش کنی

غور و چہ چل جاتا کہ یہ کیسی کیسی آوازیں میں ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں، مجھے ان
 سب کی آوازیں آتی ہیں۔"

"ست رانی! بھگوان تجھے تنگمیں رکھے، حقیقت یہ ہے کہ تو اپنی ماں کے پاس خیلے رنگ
 میں رنگی پڑی تھی، میں تیرے خیلے رنگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا مگر اب سب میری سمجھ
 میں آتا جا رہا ہے، اگلے لمحے آج جو ہوا سو ہوا، وہ ڈپٹنے والی یہاں سے چلی جائے گی، وہ تو
 شکر ہے کہ سانپوں نے کسی افسانہ کو نقصان نہیں پہنچایا، ورنہ اس پچاری کی مصیبت ہی آ جاتی، میں
 چلتا ہوں تو آرام کر دو ورنہ اندر سے بندھ کر رہتا۔"

"نہیں بابا! میرے مہمان آنے والے ہیں، دروازہ کھلا رہے دو۔"
 "تیرے مہمان... کون؟" بجرنگی نے حیرت سے کہا۔

ست رانی مسکراتے ہوئے بولی۔ "وہی جن سے میں نے وعدہ لیا تھا کہ اس سے اپنی اپنی
 جگہوں پر چلے جائیں، رات کو میرے کمرے میں آ جائیں، وہ انہیں گے بابا!"

بجرنگی کچھ لمحوں تک کمرے میں بیٹھا رہا، کمرے میں اچکا کر وہاں سے واپس مڑا۔ اس نے
 دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ گیا لیکن اس کا سر اب بھی چکرار ہا تھا۔ جو پتھر ہوا تھا
 اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا، وہ بہت عجیب تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ست رانی نے جنگل میں
 ہوش سنبھالا تھا اور بجرنگی نے ہمیشہ اس کے آس پاس سانپوں، جانوروں اور پرندوں کو دیکھا تھا، وہ
 ان کے بیچ خوش رہتی تھی اور آج بھی بجرنگی یہ بات جانتا تھا کہ ست رانی کو واپس اسی جنگل میں
 پہنچا دیا جائے تو وہ انسانوں کے اس جنگل سے زیادہ وہاں خوش رہ سکتی ہے۔ اس نے غور کیا کہ کیا
 "یہ بھگوان! تو نے منشی کو اس سنسار میں کیا کیا دے دیا ہے اور جن سے کچھ بے گناہ ہے، وہ اس سے
 دلچسپی میں کہ بات زبان سے نہیں نکل پاتی، پھر بھی بہر حال تیری میرانی ہے۔ میں نے بھگوان! بھگوان
 میری! جن کا پتہ دے دے۔" بجرنگی نے حسن شاہ کی مٹائی تصویر نکالی اور اسے آنکھوں کے سامنے
 کر کے سیدھا لٹ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر نیچے میں جذب ہو رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

ہوٹل پام رومز میں رات کو چھپن آنے والے واقعے کے بارے میں کافی سارے بوری
 تھی۔ بہت سے لوگ تحقیقات کے لئے پہنچ گئے تھے۔ ہوٹل کے فیجر اور انتظامیہ کے دوسرے افراد
 اور ایجا میرانہ کے ساتھیوں میں خاص ٹوٹو میں ہوئی تھی، ایجا میرانہ نے دست برد ستعاقی مانگی
 تھی اور اس بات پر شکر کا اظہار کیا تھا کہ ان سانپوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ حیران تھی کہ
 جب ستاس نے سانپوں کی سنگت اختیار کی ہے، کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

رات کے واقعہ پر وہ خود سخت حیران تھی کہ آخرا یہاں کیسے ہوا اور پھر وہ معذرت سے ساتھ اپنے ساتھ وساماں سمیت وہاں سے چلی گئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ اب شاید وہ ہندوستان کے کسی بھی شہر میں اپنے اس فن کا مظاہرہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے ساتھ اب اس سے ہائی ہو چکے تھے۔

بہر حال بہت ساری باتیں ابھر اُدھر اُدھر رہی تھیں، لیکن دوسری رات کچھ اور دلچسپ واقعات پیش آئے۔ بھجنگی اور ست رانی سرف ہونے میں تو وقت نہیں گزار سکتے تھے۔ خود ان کا بھی ایک منصوبہ تھا جس کی تکمیل کے لیے انہیں منظر نامہ پر آنا تھا۔ تکمیل ہوئی اور اتنی خوبصورتی سے ہوئی کہ خود بھجنگی یا ست رانی نے بھی ایسا نہیں سوچا تھا۔

اس رات بھی وہ ہونے کے خوبصورت ہال میں آکر بیٹھے تھے۔ لوگوں کی پذیرائی کا وہی عالم تھا بلکہ کچھ لوگ تو خصوصی طور پر رہا بھکاری سون متی کو دیکھنے کے لئے آئے تھے جس کے حسن کا چہ چائیک ہی دن میں ذرا دور تک پھیل گیا تھا۔

دلچسپ سنگھ کا بھائی کرم سنگھ جس کی عمر ابھی خاصی ہوئی تھی اور یہ بھی کرم سنگھ تھا جس نے دلچسپ سنگھ کے ہاں رقم خود بردہ کی تھی اور اس کا انضمام کرم سنگھ پر آ گیا تھا جو ان جن سنگھ یعنی بھجنگی کا باپ تھا۔ زمینداروں اور دولت مندوں کے کھیل یکساں ہوتے ہیں۔ کرم سنگھ بھی ایک اوباش آدمی تھا۔ کہیں سے اس کے کانوں میں بھی ایک ایسی را بھکاری کے حسن کی داستان لپکتی تھی جو کسی پہاڑی ریاست سے سیر و سیاحت کے لئے آئی تھی اور جنگلی پھول کی مانند تھی۔

کرم سنگھ اپنے دوسرا تھیں کے ہمراہ ہونے پام روز پہنچ گیا تھا اور برادر است سون متی سے ملاقات کر کے بھائے پہلے اس سے استہ دیکھنے کا فیصلہ کیا تھا اور جب ست رانی، سون متی کی شکل میں ہونے کے ریفر شک ہال میں پہنچی تو کرم سنگھ نے بھی اسے دیکھا اور دل پر ہاتھ رکھ کر وہ گیا۔ یہ حسن بے پناہ تو واقعی آنکھوں میں بسانے کے قابل تھا۔ جرأت مند آدمی تھا، تھوڑی سی ریر میں اپنے ساتھیوں کو وہاں بیٹھے رہنے کا کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور بھجنگی نی میز کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں سناٹا تھا کھڑے ہو گئے تھے، بھجنگی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا ایک لمحے کے اندر وہ کرم سنگھ کو پہچان گیا تھا کیونکہ بہر طور وہ دلچسپ سنگھ کی حویلی سے کافی عرصے متعلق رہا تھا۔

کرم سنگھ نے سناٹے میں محافلوں کو دیکھا اور غر مسکرا کر بولا۔

”ہم تو میزبان ہیں ساون سنگھ جی ایسی نام ہے نا آپ کا؟“ بھجنگی نے خاموشی سے کرم سنگھ کی صورت دیکھی تو دہرایا۔ ”پہلے کی اجازت چاہوں گا، چند وی یوں سمجھ لیجئے ایک طرح سے میری ملکیت ہے، میرا نام کرم سنگھ ہے اور میں چند ہی کا سب سے بڑا آدمی ہوں۔“

بھجنگی مسکرایا اور بولا۔ ”آپ کے لئے بس اتنا ہی کہہ دیا کافی ہے مہاراج کہ آپ منٹ میں پد حار یئے، پد حار یئے!“

”شکریہ ابھیہا کہ میں نے آپ کو بتایا ساون سنگھ جی کہ میں چند وی کا سب سے بڑا رئیس ہوں، یوں کچھ بچنے کے آس پاس تیار سے نام کا ڈنکا بجاتا ہے، آپ جیسے بڑے لوگ خاص طور سے میں را بھکاری سون متی کے بارے میں کہتا ہوں کہ اتنا لمبا فاصلہ طے کر کے چند وی آئیں اور بیکل میں قیام کریں، بیکہ میرا چھوٹا سا گھر آپ کے سوا گھر کے لیے دل و جان سے حاضر ہے۔“

بھجنگی نے کرم سنگھ کے جوالفاظ سنے، وہ اس کے مختصر کی تکمیل کے لئے بڑے کارآمد رہنمائی دے رہے تھے، پھر بھی ہر کام احتیاط سے کرتا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“

”مگر مجھے خوشی اس سے ہوئی جب آپ میرے گھر میں پد حار یں گے، آپ ہانکے چھاندہ کریں، جب تک آپ چند وی میں رہیں گے، آپ کے ہر طرح کے آرام کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری ہوگی، آپ کو میرے ساتھ میری حویلی چلنا ہوگا۔“

”ابھی تو آپ اپنی حویلی کو چھوڑنا چاہتے تھے۔۔۔۔۔! ہر بڑا آدمی اپنے آپ کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا ہے۔ پر آپ کے اس پریم کا مجھے شک ہے، لیکن اپنے مہاراج سردار جنے ملک گاسن کے حکم سے یہاں آیا ہوں، سردار جنے ملک گاسن کو اور ان کے دست میں رہتے ہیں، ہمارے ہاں ہر طرف عید ہوتی ہے اور ہم نے ارٹھی کا تیل لٹانے کا پلان لگایا ہے، ارٹھی کا یہ تیل یوں سمجھ لیجئے کہ دور دراز جاتا ہے اور ہم اس کے ہادشاہ کہلاتے ہیں لیکن کھتہ دین سے ہمارا حق یہ سوچ رہے تھے کہ پہاڑی طاقتوں سے ٹکنا جانے اور ہاں بھی کچھ نیا جائے، جیسے کہ یاد ہے میں تھوڑے اہمیت تجربہ تھا اور سردار جنے ملک گاسن اس کے لئے کچھ کرنا چاہتے تھے۔“

”علومات کرنا سے یہ بڑا چلا کہ چند وی میں یہ کام اچھی جگہ پر ہو رہا ہے، چنانچہ ہم نے اوسرکار رخ کو لیا اور کلاسی میں بھی پہاڑوں سے باہر کی دنیا کی سیر کرنا چاہتی تھیں، یہ مہاراج جنے ملک گاسن کی اگلوئی تھی اور ان کے کاروباری معاملات میں بھی رٹل رکھتی ہیں، چنانچہ یہ بھی میرے ساتھ آئیں اور ہم دونوں ملک کہ یہاں جہنم کے کاروبار کا جائزہ لیں گے اور اپنے لئے جگہ تلاش کریں گے۔“

”واہ اس سے زیادہ خوشی کی کوئی بات ہی نہیں ہے مہاراج، میرے بڑے بھائی ٹھا کر دلچسپ سنگھ نے خود جہنم کے کاروبار کا آغاز کیا ہے اور انہیں اس کام کا بڑا تجربہ ہے، آپ اگر ان کے ساتھ بینک کریں تو آپ کو بڑے کام کی باتیں معلوم ہوں گی۔“

بھجنگی نے سوالیہ لگا ہوں سے ست رانی کی طرف دیکھا اور ست رانی نے بھجنگی کی آنکھوں میں دیکھا۔ بھجنگی کو ایک دم سے ایک جھٹکا محسوس ہوا تھا لیکن ست رانی نے فوراً آنکھیں بند کر لی

جنس، اہلیت، بھرتگی کے ذہن میں کچھ الفاظ خود بخود آئے تھے۔

"یہ تو بڑے کام کی بات ہے چھاکر برم سٹکھ! ہمیں اگر ایسی گائیڈ لائن مل جائے تو ہم لے اس سدا بھی بات اور کوئی نہیں دیکتی۔"

"بس تو آپ فیصلہ کر لیجئے کہ آپ اب میری حویلی کے مہمان ہوں گے۔"

"ہمیں تھوڑی سی مہلت دیجئے، پھر صاحب! ہمارا قیام پام روز میں ہی رہنے دیجئے۔"

ہمارا آپ سے ملنا جتنا ہے گا۔"

کرم سنگھ نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے، کل رات کا کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے، اس کے بعد ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ آپ کو کس طرح آگے قیام کرنا چاہیے۔"

بات اتنی ہی ہے کہ کوئی اتنا بڑا آدمی اگر کھانا کر لیب سنگھ کی حویلی میں نہ ٹھہراتو یہ کھانا کھانا

ایمان ہوگا، بڑے لوگوں کا نام بڑے لوگوں سے ہی ہوتا ہے۔"

"ہم اس بارے میں بعد میں فیصلہ کر لیں گے۔" بھرتگی نے جواب دیا۔

بھرتگی خوش تھا کہ جو کام وہ چاہتا تھا وہ خوش اسلوبی سے ہو رہا ہے، البتہ اس نے اس سے کہا تھا۔

"تو تو بڑی بکٹ ہوگئی ہے، میرے من پر بھی قبضہ کر لیا تو نے!"

"وہ تو کب سے کہہ رہی تھیں ہوں! اب کوئی آج کی بات ہے۔" ست رانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور باتیں بھی خوب بنانا آگئی ہیں تجھے، میں کہتا ہوں یہ سب تو نے سیکھا کہاں۔"

جب میں باتیں کر رہا تھا کرم سنگھ سے تو تو نے ایک دم سے میری آنکھوں میں جھانکنا تھا اور میرے من میں اتار دینی تھی کہ میں کرم سنگھ کو کیا جواب دوں۔"

"بھائی! میں نے کہا ہے نام سے کہ مجھے ان ساری چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں

بس بھگوان کی دی ہوئی عقلی ہے مجھے بتاتی ہے کہ کام مجھے کس طرح کرنا ہے۔"

ست رانی اور بھرتگی بہت دیر تک آکدہ کے منصوبوں پر غور کرتے رہے دوہرے بارہ بجے کے قریب کرم سنگھ ان کے پاس پہنچ گیا۔

"ٹھیک چاہتا ہوں آپ لوگوں سے، بھگوان جانے دیا کون سا جادو ہے آپ کے

ملش کو دیوانہ کر دیتا ہے، آپ ہی کے ہارے میں سوچتا رہا ہوں، بھائی جی سے تذکرہ کیا

لگے کہ تمہیں ہر قیمت پر ان لوگوں کے ساتھ ملنے کرنا چاہیے تھا۔"

"آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں۔" بھرتگی نے کہا۔

"اور آپ دونوں ہم سے اچھے۔۔۔ پر ہماری خوشی کے لئے آج کے پروگرام

میں

میں

میں

میں

میں

رات کے بھوجن کے لئے انتظار کرنا ضروری تو نہیں ہے، اصل چیز تو ہمارا آپ سے ملنا ہے۔"

"اس لئے پریم سے اب کوئی اپنے ساتھ نہ جانا چاہیے تو پھر انکار کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔"

"آپ تیار ہو جائیں، بیڑی کر پاتا ہے آپ کی!"

کچھ دیر کے بعد دونوں گاڑیاں واپس سنگھ کی حویلی کی جانب چل پڑیں۔ ست رانی اور

بھرتگی، کرم سنگھ کی گاڑی میں تھے، دونوں جانا۔ ہم سنگھ کے نوکرہوں کے ساتھ اس گاڑی میں تھے

حویلی سے یہاں ان لوگوں کو لے کر آئی تھی۔

بھرتگی کا دل نہی طرح دھڑک رہا تھا۔ یہ وہ حویلی تھی جہاں اس نے ایک لمبا عرصہ گزار

تھا۔ بچانے کیا کیا خیالات اس کے کھل میں تھے، حویلی میں داخل ہوا تو اس کی آنکھوں میں نمی

آگئی، بہت سے واقعات ذہن میں آ رہے تھے، پھر اس نے واپس سنگھ کو دیکھا جو کافی بوڑھا ہو گیا

تھا لیکن شان و شوکت وہی تھی۔ اس نے اپنے بھائی کے کہنے پر ان لوگوں کو بہت اچھا استقبال

دینے کا فیصلہ کیا تھا۔

"آئیے مہاراج اور بیٹا، میں لڑکی۔۔۔ نام دونوں تو واقعی جو کچھ سنا تھا، اس سے زیادہ

بہتر لگے، آئیے، آئیے۔" وہ انہیں اندر لے گیا۔

اندرا ایک بہت ہی اعلیٰ درجے کے ذرا تنگ پریم میں سمجھا جی اور باتیں ہونے لگیں۔ ست

رانی نے اس کی انہی معصوم اور دلچسپ باتیں کہیں کہ واپس سنگھ میں پر کچھ کہہ دیا۔

"یہ تو کوئل سے بھی اچھا کوکتی ہے اور مینا سے پیاری باتیں کرتی ہے، یہ تو کوئل اور مینا پیازوں

میں پیدا ہوئی ہے، تعجب کی بات ہے۔ لگتا ہے کہ پیازوں کا حسن سنا دیا اس میں بہت آہا ہے۔"

بھرتگی مسکراتے لگا تھا، وہ پھر کا کھانا بہت پر تشنگ تھا۔ بھرتگی نے اس کی بہت عزت کی۔

پھر واپس سنگھ نے کہا۔ "اور پسن کر بہت لمبے ہو، کہ چندویں میں آکر آپ جیسے اچھے

اور بڑے لوگ کسی ہوٹل میں ٹھہریں، خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں، میں نے سنا ہے کہ ریاست کشن

پوری کے مہاراج جے تلک گاسن جیسے کے کاروبار میں دلچسپی رکھتے ہیں؟"

"جی تھا کر صاحب اور انہوں نے مجھے اسی کا جائزہ لینے کے لئے یہاں بھیجا ہے۔"

"ہم نے بھی یہی کام شروع کیا ہے اور پورے ہندوستان میں ہم لوگ اپنا حال پھیلا رہے

ہیں، سردار جے تلک گاسن کو ہم چندویں میں خوش آمد یہ کہیں گے، آپ کو ہماری ہر طرح کی مدد

حاصل رہے گی، ہندوستان کے بہت بڑے بڑے سرمایہ دار اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں، آپ

یہاں قیام کریں، ہم آپ کو اپنے کارخانوں کا بھی معائنہ کروائیں گے اور آپ کو مشورے بھی دیں

میں

میں

مے کہ آپ کس طرے کا ہر شروع کریں۔

”میں خصوصی طور پر سردار بے تک گاسن کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ وہ اس کاروبار کے بارے میں بہت سنجیدہ ہیں اور معلومات کے بعد انہوں نے چند ہی آنے کا فیصلہ کیا ہے۔“

”ہم ان کا بہترین سواگت کریں گے۔“

نہر بھرگی نے تھوڑی دیر آرام کی اجازت مانگی اور انہیں ایک انتہائی شاندار کمرہ میں لے گیا۔ بھرگی نے ست رانی سے کہا۔ ”ست رانی! کسی بھی کام میں بہت زیادہ وقت گزارنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم خطرات کو اپنے قریب کر رہے ہیں، کام جتنی جلدی ہو جائے، ہمارا چہرہ ہوتا ہے۔“ ست رانی نے مسکرا کر کہا۔ ”تو مشکل کیا ہے؟ بوڑھے باباجی کو پر لوک پانچانا ہے، آٹا رات کو پہنچ جائے، آپ بس ذرا تھوڑی بہت دیر کے لئے کرم سنگھ کو سنبھال لینا اور مجھے دلیپ سنگھ مہاراج کے پاس آگیا چھوڑ دینا، بھگوان کی دیا سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”خوبہتر تیز ہوگئی ہے مگر میں بھی ذرا دلیپ سنگھ سے کچھ باتیں کر کے اسے اتانا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں۔“

”ہوں تو ٹھیک ہے، یہ بھی ہو جائے گا۔“ ست رانی نے کہا اور بھرگی سر ہلانے لگا۔

شام کی چائے ڈبوں نے حویلی کے ایک بہت سی خوبصورت جیسے میں پی تھی اور اس وقت ست رانی پھولوں کو دیکھتی ہوئی کرم سنگھ کے ساتھ دور تک نکل گئی تھی۔

اور بھرگی دلیپ سنگھ سے باتیں کرتا رہا تھا لیکن پہلی اس نے ہوا تک نہیں لگتے دی تھی کہ وہ کون ہے، البتہ وہ دلیپ سنگھ کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا تھا کہ دلیپ سنگھ کو اس پر کوئی شبہ نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اس پاس بھی لگا رہے ہوئے تھا۔ اس کے حافظہ ہر ممکن کوشش کر رہے تھے کہ وہ ان سے زیادہ دور نہ رہیں اور اس وقت بھی وہ تھوڑے فاصلے پر اپنے اصل کے ساتھ اربٹ کنزے تھے۔ بھرگی اور دلیپ سنگھ باتیں کرتے رہے۔ جیسے اور سردار بے تک گاسن کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔

رات کا کھانا بھی انتہائی پر تکلف تھا اور رات کے کھانے پر ہی کرم سنگھ نے تجویز پیش کی۔ ”بھائی جی! آج میں نے سون تھی کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے کہ وہ رات ہمیں قیام کریں گی، صبح کو میں مندا اندھیر سے ان دونوں کو اپنے قدام پاؤں پر لے جاؤں گا، صبح کا منظر کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ وہاں جانے کے بعد پھر میں انہیں چیم کے کارخانوں کی سیر کرانے لے جاؤں گا، میرا قدام پاؤں اسی طرف ہے سادون سنگھ جی!“

”ٹھیک ہے، جیسا آپ پسند کریں۔“ بھرگی نے جواب دیا۔

”سب سے دیا ہے۔“

”ہاں بابا! آپ کو اپنی ست رانی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔“

”مجھے تو تم پر بڑا بھروسہ ہے ست رانی!“

اور سبکی ہوا، کھانے کے بعد کرم سنگھ نے کہا۔ ”بھائی جی! مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے، میں دیر سے واپس آؤں گا، آپ ان لوگوں سے بات کریں، میرا انتظار نہ کریں۔“

دلیپ سنگھ نے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی، پھر اس نے خود ہی دعوت دی۔

”آئیے سادون سنگھ جی! کمرے میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

”جی ضرور۔۔۔!“ بھرگی نے کہا اس کا دل آہستہ آہستہ ہلکا ہوتا رہا تھا اور وہ کچھ دیر میں کھویا ہوا تھا۔ دلیپ سنگھ سے اور ست رانی کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ ست رانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بڑا خوبصورت کمرہ ہے آپ کا دلیپ سنگھ مہاراج۔“

”ہاں سون تھی! میں ہر عمر میں ایسا ہی خوش ذوق رہا ہوں، یہ نہیں کہاں کہاں سے اپنی پسند کی چیزیں منگوا کر جمع کرتا رہا ہوں۔“

”ہاں میں دیکھ رہی ہوں۔“ ست رانی نے کہا۔

پھر چلتے ہوئے سادون سنگھ نے اپنی جیب سے تصویر کی تصویر نکال کر نیچے گرا دی اور لاپرواہی سے آگے بڑھ گیا۔

ست رانی، دلیپ سنگھ کے کمرے میں رکھے چھوٹے چھوٹے تصویر سے شکریوں میں نودرات دیکھتی پھر رہی تھی۔

دلیپ سنگھ نے کہا۔ ”سادون سنگھ جی! آپ کی کوئی چیز مری ہے۔“

”ہاں۔۔۔!“ بھرگی نے کہا جس جگہ اس نے تصویر گرا دی تھی، وہ دلیپ سنگھ کے قریب تھی۔ دلیپ سنگھ نے تصویر اٹھ کر بھرگی کی طرف بڑھائی، اس نے اس تصویر کو دیکھا بھی تھا لیکن بھرگی کو اس کے چہرے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے رادھیکا کو اس سے پہلے بھی نہیں دیکھا اور نہ وہ یہ تصویر دیکھ کر ضرور چونکا۔

اس نے آگے بڑھ کر تصویر بھرگی کے حوالے کی اور بولا۔ ”کسی لڑکی کی تصویر ہے، کون ہے؟ کیا ریا ست کی کوئی لڑکی ہے، اچھی پیاری شکل کی ہے یہ بھی!“

یہ بات سنتے ہی ست رانی آگے بڑھی اور اس نے کہا۔

سنگھ کی نگاہ ست رانی پر پڑی، اس کے ذہن کو ایک زوردار جھٹکا لگا تھا۔ ست رانی کی صورت آواز ابھرنی۔

"ناہ بھرگئی میرے ہما سنان ہیں اور آپ نے میرے چائے پتہ یعنی میرے دادا کی پر احترام انجمن میں مرنے پر مجبور کیا، آپ کا کیا خیال ہے کیا میں آپ کو چھوڑ دوں گی؟" بھرگئی پوری طرح ہوشیار تھا۔ ویپ سنگھ کی طرف سے کوئی بھی کارروائی ہو سکتی تھی، لیکن وہ سنگھ اس طرح ست رانی کی آنکھوں میں الجھا ہوا تھا کہ لگتا تھا جیسے پتھر کا ہو گیا ہو۔ ست رانی سر ہلے کہا۔

"تو ویپ سنگھ جی! یہ کاموں کا نتیجہ نہ اسی ہوتا ہے، بہت جی لئے آپ اس سنسار طلب جانیے اور وہاں جائزہ معافی مانگئے، میرے دادا کی ست اپنے جھوٹے الزام کی!" ویپ سنگھ پھر بھی کچھ نہیں بولا تو ست رانی کا نہجہ عجیب خواباک سا ہو گیا۔ "یہ کلاس لیتے اور اس میں بچا ہوا سارا پانی پی جائے۔"

پہلی بار ویپ سنگھ متحرک ہوا۔ ست رانی کا جھوٹا پانی اس نے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور غناخت پی گیا، اس کے بعد وہ دوبارہ کھائے پر چلا گیا۔ ست رانی نے اس کی بھرگئی کو ایک اور ٹوٹی ہوئی سیٹ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اس کے بعد باہر چلتے ہیں۔

"انجیک ہے۔" بھرگئی نے کہا اور غرت بھری لگا ہوں سے ٹھاٹھ ویپ سنگھ کو دیکھنے لگا۔ "میرا سن آج شانت ہوا ہے تم کو میرے چائے پتہ کی آج آپ کا ایک پیسہ مل جائے گا جھوٹا الزام آپ نے انجمن آتم بھیا کرنے پر مجبور کیا اور آج... آج آپ کو اس کا سبب مل جائے گا۔" ویپ سنگھ نے صوفے سے ٹرانسنگائی تھی۔ اس کے ہرے پر کوئی تاریکیوں کا سن دوپٹہ پی آنکھوں سے سامنے دیکھ رہا تھا اور تھوڑی سی دیر کے بعد اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

اس کا اندازہ بھرگئی کو فوراً ہی ہو گیا تھا لیکن پھر بھی اس نے قریب جا کر اچھی طرح ویپ سنگھ کو دیکھا۔ ویپ سنگھ بے جان تو چکا تھا اور اس کے چہرے پر کبھی بھی نیٹا بست آتی چارٹی نہ تھی۔ بھرگئی نے زبردستی لہجہ میں کہا۔

"آج میرے چائے پتہ کی آتما شانت ہوئی ہوئی، میری بہن رادھیکا کا تو یہ نہیں چل سنا لیکن کچھ کو بھی میں نے ایسا نہ دیا ہے کہ سسر انجمن بھر تو ہمارے کچا، چلو ست رانی! اس پانی کو اٹھا کر کے میسر پر لے دین۔"

ڈراما

میرے سگے پانی منگوا دیجئے ویپ سنگھ مہاراج!" "ہاں، ہاں کیوں نہیں۔" ویپ سنگھ نے کہا اور ایک کٹھنی بجا کر ملازم کو بلا دیا پھر اسے لانے کے لئے کہا۔

اس وقت تک بالکل خاموشی جاری رہی جب تک کہ ملازم پانی کا جگ اور گلاس نہ لایا۔ جب وہ چلا گیا تو ست رانی نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا، اس کے بعد اس نے گلاس میں پانی ڈھریا اور آدھا پانی اس میں سے آہستہ آہستہ پیا اس کے بعد اس نے گلاس نیپل پر رکھ دیا۔ اس دوران بھرگئی بھی خاموشی سے تصویر دیکھتا رہا تھا۔ اس نے پھر وہی سوال پوچھا "اس لڑکی کو آپ نے پہلے کبھی دیکھا ہے ویپ سنگھ جی..."

"نہیں میں نے بھی نہیں دیکھا... کون ہے یہ؟" "کچھ بھول گئے آپ، دیکھا ہے آپ نے اسے اور آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں بھرگئی کا لہجہ آہستہ آہستہ خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔

"ہاں، کچھ سمجھ میں نہیں آتی سداون سنگھ مہاراج!" "اس کا پتہ رام سنگھ تھا، رام سنگھ آپ کی اس حویلی کا بھنڈاری تھا اور سارے حساب رکھتا تھا، پھر آپ کے بھائی کرم سنگھ نے ایک بہت بڑی رقم غائب کی اور آپ نے اس کا اپنے بھنڈاری اپنے بہت ہی پرانے نمک خوار رام سنگھ کے سر لگا دیا، رام سنگھ ایک خود دار اور غیر مندا دی تھا، آپ نے اسے ٹیل بیچنے کی تیاری کی اور اس نے آتم بھیا کر لی، پھر وہ سر گیا ہے گناہ تھا۔"

ویپ سنگھ ابھی تک ہوں سے بھرگئی کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "ہاں ایسا ہوا تھا، مگر تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم، ارے... کہیں تم اور جن سنگھ تو نہیں ہو۔؟ تم مجھے ارجن سنگھ ہی لگ رہے ہو، روپ ضرور بدلی گیا ہے۔" مگر جن سنگھ نے جی مجھے بتایا تھا کہ تم میرے ارد گرد بھٹک رہے ہو اور یہ... اودا... اودا"

"ہاں میں ارجن سنگھ ہی ہوں اور یہ میری بیٹی ہے ست رانی... ویپ سنگھ حساب کتاب نہ بھی ہوتا ہی تھا، ہاں ایسا شرط پر تمہارا جیون بچا سکتا ہے مجھے یہ پتا ہے کہ یہ لڑکی تمہارے چائے پتہ کی بھگوان کی سوتھدا سے میں نے پہلے بھی کبھی نہیں دیکھا اور اگر دیکھا ہوگا تو سر سے دیکھا ہوگا مگر تم نے کر جن سنگھ کے بھائی کو مار دیا اور اس کے بعد ارجن سنگھ یہاں روپ بدل کر آئے ہو؟"

"نہیں میں بھولی ہوں آپ کو، ویپ سنگھ مہاراج!" ست رانی کی آواز ابھری تو...

قد۔ ست رانی سے بے شک متاثر ہوا تھا لیکن بھائی کی اچانک اور حیرت ناک موت نے اسے بدحواس کر دیا تھا۔

وہ بزرگی اور ست رانی پر کوئی نیچہ نہیں دے سکا۔ کریا کرم میں گرہن تو شریک نہیں ہوا تھا لیکن ہری رام یہاں مستقل طور پر مقیم تھا اور اسے دلپ سنگھ کی موت کی اطلاع مل چکی تھی چنانچہ اس نے فوراً ہی گرہن سنگھ کو اس سلسلے میں اطلاع دینے کی تیاریاں کر لیں۔ اسے خود ہی چند ہی سے سہارن پور جانا پڑا تھا۔ سہارن پور پہنچ کر وہ سیدھا گرہن سنگھ کے پاس پہنچ گیا۔

"کام ہو گیا مہاراج! کام ہو گیا۔"

"خیریت کیا ہوا، کون سا کام ہو گیا؟" گرہن سنگھ نے کہا۔

"جی کر دلپ جی کا دیہانت ہو گیا اور وہ کسی بہت ہی خطرناک زہر کا شکار ہوئے ہیں جیسے جتن راج مہاراج!"

"گرہن سنگھ بے چینی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔"تو لیں بزرگی اور ست رانی وہاں موجود ہیں؟"

"ابھی تک میں انہیں نہیں دیکھ سکا مہاراج!"

"تو پھر تو کیا وہاں جہک مارا تھا، تجھے میں نے یہی ہدایت کی تھی کہ ہر لمحہ وہاں نگاہ رکھے۔"

"مم۔۔۔ مہاراج! نظر تو رکھی تھی پر میں نے ان دونوں کو وہاں نہیں دیکھا۔"

"کب ہو کر دلپ سنگھ کا دیہانت؟"

"آج تیسرا دن ہے مہاراج!"

"تیرا ستیا ناس اور تو آج تیسرے دن مجھے خبر دے رہا ہے اور تجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ ست رانی اور بزرگی وہاں موجود ہیں یا نہیں۔۔۔ اگر انہوں نے یہ کام کیا ہے تو پھر تو وہ کام کر کے وہاں سے نکل بھی گئے ہوں، تیرا ستیا ناس تو اس قابل نہیں ہے ہری رام کہ تجھے اپنے پاس رکھا جائے، تجھے تو جیتا بھی نہیں رہنا چاہئے فوراً انتظام کرو چند ہی چلے گا۔" گرہن سنگھ نے کہا۔

لیکن وقت گزر چکا تھا۔ بزرگی اور ست رانی۔ دلپ سنگھ کے کربا کرم میں شریک ہوئے اس کے بعد بزرگی نے کرم سنگھ سے اجازت مانگی۔

"ہمیں آگیا دیتے مہاراج! ہم بتائیں گے کہ آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، اس پر ہمیں کتنا افسوس ہے۔"

"کہاں جا رہے ہیں آپ۔۔۔؟"

وہ کتنا

"ابھی کہیں نہیں، ابھی تو ہم ہوٹل میں ہی ہیں، آگے جاتے رہیں گے۔" بزرگی نے کہا۔

کرم سنگھ خاموش ہو گیا۔ بھائی کی موت نے اسے بڑی طرح غمگین کر دیا تھا۔ اس وقت تاخیر اس کے دل میں نہیں آ سکتا تھا۔ بھائی کے ختم ہونے سے اس کے ہوش و حواس جھین لے سارنی حوٹلی کو اس بات پر حیرت تھی کہ آخر یہ سب کچھ ہوا کیسے، نہ کہیں سانپ کے کاٹے کا تھا، نہ بھیس سے زہر کا کوئی شہہ ہوا تھا نہ پور بدن پانی کی طرح پھلکا دے۔ اچھی طرح دیکھ کر ہی حوٹلی پر اصل بات کا پتہ ہی نہیں چل رہا تھا اور پتہ چل بھی جا تو کیا ہوتا، دلپ اب اس سنسار میں نہیں رہا تھا، بزرگی البتہ کافی چالاک کی ست کام لے رہا تھا۔ ست رانی نے اسے سوال بھی کیا تھا کہ بابا کیا کرم سنگھ کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا، تم نے بتا دیا تھا کہ کرم سنگھ فانی کیا تھا جس کا اصرار ہمارے دادا جی پر لگا تھا۔

"نہیں ست رانی! ابھی نہیں، اسے بے موقع دیا تو اس بارے میں بھی سوچیں گے، کرم سنگھ بہت پروکھ کرنے والا تو کوئی نہیں ہو گا، چلا تو دلپ سنگھ سے تھا، سو وہ نہ بھلا دے ہمیں فوراً اس سے نکل چلنا چاہئے۔"

بزرگی اور ست رانی اپنے دونوں محافل کو سامنے انداز میں باہر نکلے تھے۔ کوئی بل وغیرہ تو تھا نہیں پھر اتنی بڑی شخصیتوں کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ وہ ان کے پیچھے نہیں گئے۔

موقع پاتے ہی بزرگی دلی روایت ہو گیا اور یہ اس کا صحیح فیصلہ تھا، بزرگی جلتے ہی گرہن سنگھ کی جانب چل پڑا تھا۔

ہری رام بھگم بھگم واہیں چندویں پہنچا تھا اور پھر اس نے گرہن سنگھ کی رہائش کا بندوبست پام روز میں ہی کیا۔ اسے ہاتھ نہیں معلوم تھا کہ ہجرتی اور ست رانی پام روز میں ٹھہرے ہوئے ہیں، اس نے تو ان دونوں کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ خود اس نے ایسی جگہ قیام کیا تھا جہاں سے وہ ٹھا کر دیپ سنگھ کی حویلی کا جائزہ لیتا رہے۔ اس نے ایک بار بھی ست رانی اور ہجرتی کو بدلے ہوئے روپ میں دیپ سنگھ کی حویلی میں نہیں دیکھا تھا۔

بہر حال گرہن سنگھ چندویں پہنچ گیا۔ گوگرد اس اور ہری رام نے اس کا سواگت کیا لیکن گرہن سنگھ کا مزاج بہت بگڑا ہوا تھا۔

”کچھ پتہ چلا تم دونوں حرام خوروں کو کدو کہاں ہیں؟“

”بالکل پتہ نہیں چل سکا مہاراج اور ہم پورے دشوار کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ دیپ سنگھ کی موت ست رانی ہی کی وجہ سے ہوئی ہے، بس مہاراج! حالات ایسے تھے کہ ہمارا خیال اسی طرف گیا۔“

گرہن نے خونی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور بولا۔ ”حالات سے بچا کچھ نہیں کیا تم دونوں نے، یہاں اینڈے رہے ہو گے، عیاشی کرتے رہے ہو گے، تمہارا استیاناں... نکال دیا تمہارے میرے دشمن کو... اسنے پاگل نہیں ہیں وہ دونوں کہ اب بھی حویلی میں ہی ہوں، چلو ہدی کر دو دیپ سنگھ کا بھائی کرم سنگھ حویلی میں موجود ہو گا، ہم وہاں چلتے ہیں۔“

دور دور سے لوگ کرم سنگھ کے پاس دیپ سنگھ کی موت کا افسوس کرنے آ رہے تھے۔ کرم سنگھ سچے اپنے بھائی کی موت کی وجہ سے نہ حال، اور بہر داشت تھا۔ گرہن سنگھ کی آنے کی اطلاع ملی تو اس نے ماما انداز میں استہانے پاس بلالیا۔

”میں صرف ایک سوال آپ سے کرنا چاہتا ہوں تھا کہ جی تو اس ستمگ سے کئے پر آ

صرف مجھے یہ بتا، سچے کہ ہجرتی اور ست رانی ابھی آپ کی نگاہوں میں ہیں یا نہیں؟“

کرم سنگھ نے ناگواری سے گرہن کو دیکھا پھر بولا۔

”آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں گرہن! کیا اب میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں؟“

”دیپ سنگھ کی موت کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ بڑا فکار ہونے میں پتہ چلا آپ کو وہ زہران کے شری میں کہاں سے پہنچا؟“

”نہیں۔“

”کوئی ایسی چیز ملی جس سے پتہ چلے کہ انہوں نے زہر پی لیا؟“

”آپ کیوں پولیس دھول کی طرح مجھ سے سوالات کر رہے ہیں، کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟“

”آپ کو شاید یہ بات نہیں معلوم کہ میرا چھوٹا بھائی جو مجھے اپنے میون سے زیادہ پیارا تھا، بالکل اسی طرح موت کا شکار ہوا اور اس کی موت کا کارن بائک وٹ لیا تھا جس کا نام ست رانی تھا۔“

”کرم سنگھ نے چونک کر گرہن کو دیکھا اور بولا۔ ”وشی کیا...؟“

”ہاں ایسی بلا جس کی نفس نفس میں زہر بھرا ہے، وہ واقعی سندر ہے نرم سنگھ کہ سنگھوں کی سوکند ایک بار بھی جو اسے دیکھ لے اس کی نگاہوں سے جال سے نہ نکل سکے۔“

کرم سنگھ نے اسی طرح ہونٹے بٹا کر اس کی نگاہوں میں سون سنی کی تصویر آگلی تھی۔ اس نے گرہن کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے بچہ بچہ

”آپ کا بھائی اس کا شکار کیسے ہوا اور کیا اس کو دیکھ دو؟“

”کیا وہاں کا کوئی وجود ہے مہاراج...؟“

”یاں ہی کا تو سرا ہو ہوں، میں آیا تھا توڑنے سے پہلے تھا کہ دیپ سنگھ کے پاس، اٹھا کر جی سے مقدمہ بازی ہوئی تھی میری زبانوں کے لئے، وہ جیت گئے تھے اور وہاں سے واپس میں تھوڑا سا میل آ گیا تھا، پر جب مجھے پتہ چلا کہ ہجرتی اور ست رانی نے چندویں کا زہر لگا دیا ہے میں میرا مہاراج کے پاس آیا کیونکہ مجھے ان کی فکر تھی، ہماری دشمنی اتنی نہیں تھی کہ میں دیپ سنگھ کو چھڑنے میں دیکھ سکنا، میں انہیں ہوشیار کر کے کیا تھا کیونکہ مجھے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ ہجرتی، کرم سنگھ کا چھوٹا بھائی تھا، اور کرم سنگھ آپ کی حویلی اور زمینوں کا جھنڈا ہی تھا، اس نے کچھ چیرے غائب کر لیا تھا اور جب دیپ سنگھ مہاراج نے اسے پولیس کے حوالے کیا تو اس نے آتم ہتھی کر لی۔ اور جن سنگھ، دیپ سنگھ سے اس کا بدلہ لینا چاہتا تھا، اس نے میرے پاس نوکری کی اور جب اس کی بہن راجیہ کا میری حویلی میں کسی سے پریم کر کے اس کے ساتھ جھاگ گئی تو وہ پانی یہ سمجھا کہ اس کی بہن کو میں نے غائب کیا ہے، اس نے مجھے مارنے کی کوشش لی پر میں نے اسے پکڑا دیا اور جب وہ قید سے رہا ہوا تو اس نے میری حویلی کو آگ لگا دی اور غائب ہو گیا۔ اب اسنے سالوں کے بعد وہ پھر میرے پاس آیا تو اس کے ساتھ ست رانی تھی، ایک خوبصورت ترین لڑکی لیکن وہ زہر پی پوت

تھی، اس نے اپنے جھوٹے پانی پلا کر میرے بھائی کو مار دیا اور اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے غائب ہو گئے، مہاراج اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تھا کر دیپ سنگھ سے اپنے پتا کی موت کا بدلہ لے گا، اسی لئے میں نے تھا کر صاحب کو یہاں آ کر ہوشیار کر دیا تھا کہ رانی اور بھگتی پر نظر رکھیں، اب آپ مجھے بتائیے کہ کیا وہ دونوں یہاں تک پہنچے تھے؟

کرم سنگھ نے گرچن کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے دل و دماغ میں جوار بھنے اٹھ رہے تھے۔ اسے سون متی اور سداون سنگھ یاد آ رہے تھے۔ اس نے سارے نام چھوڑے اور گرچن سے بولا۔ ”آپ میرے ساتھ آئیں گے مہاراج؟“

”ہاں، آخر تمہیں ان کا پتہ معلوم ہے تو جی جلدی ہو سکتے، لان پر ہاتھ لائن وہ دس کنپا اور بھگتی کو نظر نہیں چاہئے، اگر وہ اگلے تھوڑے پھر بات چیت نہیں آئیں گے۔“

”آپ آئیے میرے ساتھ!“ کرم سنگھ نے اپنی گاڑی نکالی، گرچن کو ساتھ بٹھایا۔ بری وام اور گودندواس بھی ساتھ تھے اور اس کے بعد وہ ٹوہ طوفانی رفتار سے گاڑی چلا کر دو اہول پام روز کی طرف چل پڑا۔

جب اس کی گاڑی پام روز میں داخل ہوئی تو گرچن سنگھ نے حیرت سے کہا۔

”آپ یہاں کیسے آئے ہیں مہاراج.....؟“

لیکن کرم سنگھ نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ برق رفتاری سے ان تینوں کے ساتھ اس جگہ پہنچا جہاں سون متی اور سداون سنگھ کے کمرے تھے۔ ان کمروں کے دروازے کھلے اور ملازموں کو وہاں کام کرنے دیکھ کر کرم سنگھ کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

گرچن تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ ”کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ کرم سنگھ مہاراج کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟“

”وہ دونوں یہیں ٹھہر رہے تھے۔“ کرم سنگھ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور پھر ایک ملازم کو آواز دے کر اپنے پاس بلا دیا۔ ملازم شاید کرم سنگھ کو پہچانتا تھا۔ ادب سے اس کے سامنے پہنچا اور دیباں ہاتھ جوڑ دیئے۔

”حکم مہاراج۔“

”خاموشی سون متی اور سداون سنگھ کہاں ہیں؟“

”وہ تو یہاں سے چلے گئے مہاراج! کمرے چھوڑ دیئے انہوں نے!“

”کیا اب اس کمرے پر ہے؟“

”مہاراج! وہ چائے ہیں۔“ ملازم نے گردن جھکا کر کہا۔

گرچن سنگھ اب بھی سہالہ لگا ہوں سے کرم سنگھ کو دیکھ رہا تھا تو وہ بولا۔

”مجھے بھگتی ریاست۔ رانی کے بارے میں تو کچھ نہیں معلوم گرچن جی! پر یہاں سون متی

اور سداون سنگھ جی آئے تھے، ان کے ساتھ ان کے گاڑی گارڈ بھی تھے، وہ اپنے آپ کو کسی پہاڑی ریاست کی راجکمار کی اور راجکمار کی کاٹکڑی بتاتے تھے، آئیے ذرا کچھ اور معلومات حاصل کی جائیں۔“

کرم سنگھ نے ہوٹل کی انتظامیہ سے رابطہ قائم کیا تو انتظامیہ نے بتایا۔ ”وہ بغیر خبر کے خاموشی سے یہاں سے چلے گئے، ہوٹل کا کوئی بل ان پر نہیں ہے لیکن انہوں نے کسی کو بتایا نہیں، بڑے لوگوں کے بڑے کام!“

”تم مجھے تفصیل سے بتاؤ ٹھیکر وہ کب اور کیسے یہاں آئے تھے اور ان کے بارے میں کوئی اور ایسی بات جو تمہارے علم میں ہو۔“

”مہاراج! ٹیلی فون پر ان کے لئے کمرے بک کر آئے تھے، ہالید کی ٹرائی میں آہار ریاست کشن پوری سے ان کے آنے کی اطلاع دی گئی تھی، ہم نے کمرے بک کر لئے، وہ آئے اور انہوں نے یہاں سب کو بڑی بڑی خوشیوں میں اور پورے ہوٹل میں ان کی دھوم مچا دی، بس مہاراج! اس سے زیادہ ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، پر حیرت اس بات پر ہوئی کہ کسی کو خبر دے کر نہیں گئے۔“

”یہاں ان کی آمد کیسے ہوئی تھی؟“ گرچن نے پوچھا۔

”بہت ہی قیمتی گاڑی میں آئے تھے۔“

”گاڑی کا نمبر.....؟“ گرچن نے جلدی سے سوال کیا۔

”نمبر سر تھکانے لگا۔“ نہیں مہاراج! گاڑی کا نمبر تو کہیں کسی نے نہیں دیکھا۔

کرم سنگھ نے مایوسی سے گرچن کو دیکھا اور بولا۔

”سون متی اور سداون سنگھ..... اگر وہ بھگتی اور ست رانی ہی تھے تو وہ بھاری چوڑے

گئے ہیں، میں انہیں سہان بنا کر اپنے گھر لے گیا تھا، پر میرے من میں کوئی ایسی بات نہیں تھی، وہ لڑکی سون متی بی بی راجکمار کی تھی نظر آتی تھی، اس کی سندرتا اور آن ہاں اسے راجکمار کی ثابت کرتی تھی، پر مہاراج! کیا ان کے پاس اتنی دولت تھی کہ وہ اپنا روپ بدل کر اس طرح

یہاں دولت لاتے؟“

”نہیں، دولت تو نہیں تھی ان کے پاس اتنی پروہ لڑکی ست رانی، بھگوان کی سونگھ بہت بڑا ہوا پھر ٹکل مٹی میرے ہاتھ سے، چلو کوئی بات نہیں، آخر کب تک بچے کی میرے ہاتھوں سے،

میرے جیون کا مقصد اب ایک ہی رہ گیا ہے اپنے بھائی کی موت کا بدلہ!"

"یہ مقصد تو میرا بھی بن گیا ہے، بے شک ہندوستان بہت بڑا ہے، پر پول سمجھ لیجئے گرجن سنگھ کی کد اب آپ اس کیلئے نہیں ہیں، میں بھی اس کی تلاش میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

"کیا ہمیں پولیس کی مدد لینی چاہئے؟" گرجن نے کہا تو کریم سنگھ نے گردن ہلا دی۔ پھر بولا۔
"یہاں کی پولیس سے ہماری بڑی باری ہے، آئیے۔"

پھر وہاں سے وہ لوگ پولیس اسٹیشن پہنچے۔ انہیں دیکھ کر پولیس کا پورا عملہ الٹ ہو گیا۔
تھانیدار نے جھک کر اور دونوں ہاتھ جوڑ کر کریم سنگھ کا سواگت کیا تھا، پھر اس نے انہیں بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"مہاراج! اولیپ سنگھ کے گریا کریم میں، میں وردی کے بغیر شامل ہوا تھا، آپ اسے غزوہ تھے کہ آپ سے ہیمنت نہیں ہوئی، پر بڑا افسوس ہوا اولیپ سنگھ کی کا، آپ تو میری کوئی ضرورت تھی مہاراج تو آپ مجھے آواز دے لیتے، آپ یہاں کیوں آ گئے؟"

"میں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں تھانیدار جی!"
"تھم مہاراج....؟"

"کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ یہاں ہوٹل پام روڈ میں کشن پوری ریاست کی ایک رہنمائی اور اس کا سیکرٹری آ کر ٹھہرے تھے؟"

"جی مہاراج! مجھے پوری طرح پتا ہے، ہم چند ہی میں ہونے والی کسی بھی نئی بات سے ہوشیار رہتے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہے اب وہ کہاں ہیں؟"

"نہیں مہاراج! ان کی طرف ہم نے زیادہ توجہ نہیں دی چونکہ ہمیں یہ پتا چل گیا تھا کہ وہ آپ کے مہمان بنے ہیں۔"

کریم سنگھ نے گرجن سنگھ کی طرف دیکھا تو گرجن سنگھ بولے۔
"تم چند ہی میں ہونے والی ہر نئی بات سے ہوشیار رہتے ہو، پولیس آفیسر! تمہیں اس کا نمبر معلوم ہے؟"

"نمبر...؟ نمبر تو نہیں معلوم مہاراج! تھانیدار نے گردن جھکا کر کہا۔

"یہ کار ہے کریم سنگھ جی! البتہ یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ بہت چالاک ہو گئے ہیں اور انہوں نے بڑی چالاکیت اپنے دونوں کاموں کے واسطے، میرے بھائی کو بلا کر کے مجھ سے راجہ کی تشدد کی کاہل لیا اور تھا کر اولیپ سنگھ کو بلا کر کے اپنے بھائی کی تم بھیمیا کا بدلہ لیا، پر چھوڑ دوں گا

میں اسے، میرا نام بھی گرجن سنگھ ہے۔" گرجن کرب نے بولا۔

"اور میرا نام کریم سنگھ!" کریم سنگھ نے غصے سے منھیاں پھینچے ہوئے کہا۔

اسی وقت گرجن کی نگاہیں بری رام اور گووند اس کے پر پڑیں اور اس نے دانٹ پیٹے کہا۔

"تیرا استیسا بری رام! تیری وجہ سے وہ نکل گئے، تیری وجہ سے وہ نکل گئے۔"

.....

کیرو لین کا کاروبار بہت شاندار تھا۔ نہ صرف ہندوستان بھر میں بلکہ دوسرے بہت سے ملک میں بھی وہ بہت مقبول تھی، بے شمار ماڈلز اس کے لئے کام کرتی تھیں لیکن مست رانی اس کے ہن پر سوار ہوئی تھی اور اس دوران اس نے کئی بار حسن شاہ سے اس کے بارے میں بات کی تھی۔
"میرا بہت پرانا خواب تھا حسن شاہ! میں اپنے ادارے سے مس ورلڈ پیش کروں، تم دیکھ

میں پہلے اسے مس اعتریا پھر مس ورلڈ پیش کروں گا۔"

"آپ یقیناً ایسا کر سکیں گی میڈم! میں اسے جیسا کہ چاہوں گا۔"

"ان کے اندر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بھولا کر رہی ہے، ایک مصونیت ایک

مہربانی ہے اس کے اندر جو اس کی الگ کوالتی ہے اور اس سے میرے لئے کام کا حوصلہ بڑھتا ہے اور میں سوچتی ہوں کہ سب کچھ میرے بس میں ہے۔"

"اس کے اندر نہ جانے کیا کیا خوبیاں ہیں میڈم!" حسن شاہ کے گریہ بھائی نے کہا۔
پھر مست رانی اور بھرگی دہلی پہنچ گئے۔ کیرو لین نے ان سے اپنے گھر کے بارے میں

پیار کی بچی چندویں ہوا کی؟" اس نے پیار سے کہا۔
"ہاں....! مست رانی مسکرا کر بولی۔

"اور بھرگی جی! آپ جس کام سے وہاں گئے تھے، وہ ہو گیا؟"

"آپ کی کرپا سے ہو گیا، اب ایک ہفتی ہے۔"

"جی، بتائیے کیا بات ہے؟"

"سون متی مساوی سنگھ یہ دونوں نام اب پاتال کی گزریوں میں گم ہو جانے چاہئیں۔"

"کیا مطلب....؟" کیرو لین نے کہا۔
"چندویں میں ان کا دل اور کشن پوری کی دھوم مچ گئی تھی، ہم اپنا کام کر کے خاموشی سے

وہاں سے نکل آئے ہیں، بہت سوں کو ہماری تلاش ہوئی، ہم نہیں چاہتے۔ کوئی دوبارہ ہم تک پہنچے۔"

"نہ....! ٹھیک ہے حالانکہ مجھے یہ نام بڑے پسند تھے اور میں نے جیسا تھا کہ آپ

دونوں کو نہیں مانا، سوں سے پیش کروں لیکن ٹھیک ہے آپ نہیں چاہتے تو نہ سہی، یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔
آپ بتائیے کوئی اور خواہش آپ کی؟

”خواہشوں سے تو جیون بھر ہے، جتنی مہر یا نیاں آپ نے ہم پر کی ہیں، وہ کوئی کم نہیں۔
ہم ایک ای کامپنہ نہیں آپ سے!“ بھگوان نے اسی سے کہا۔

”ہاں، ہاں بتائیے۔“

”رادھیکا کی تلاش۔“

”بالکل بے فکر ہو جائیں۔ وہ آپ کا نہیں مہر کا کام ہے۔ میں اسے پوری دنیا میں تلاش کروں گی اور ایک دن ضرور آپ کے حوالے کر دوں گی۔“
”بھگوان آپ کو کس طرح دے سکے۔“

”جہاں آپ رہ رہے ہیں وہاں خوش ہیں یا نہیں آپ کے لئے کوئی اور بندہ بست کروں؟“
”نہیں ہم خوش ہیں۔“ بھگوان نے کہا۔

لیکن دوسری ملاقات میں خود کیرولین نے حسن شاہ سے کہا۔

”جس بچے نے پر میں اسے دیا کے سامنے لانا چاہتی ہوں حسن شاہ اس کے لئے وہ فلیس کچھ ہٹکا ہے۔ آج کی دنیا سب آپ سے متاثر ہوتی ہے، مست رانی کو میں ایک انوکھے کردار میں پیش کرنا چاہتی ہوں۔“

”بالکل ٹھیک سوچا آپ نے؟“ حسن شاہ بولا۔

”ایک بہت خوبصورت لوکیشن پر میرا بیٹھ رہے وہاں میں اپنا استودا جو بھی بنا رہی ہوں، ان دونوں کو میں وہاں منتقل کر دوں گی، مرنے بھی رہے گی اور جب یہ لڑکی مظلوم عام پر آ جائے گی تو دوسرے لوگ بھی اس کی طرف دوڑیں گے لیکن انہیں پتہ چل جائے گا کس کا تعلق صرف مجھ سے ہے۔ یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے حسن شاہ!“

”کیوں نہیں میڈم.....! آپ نے ایسی ہی تو اتنا بڑا کاروبار نہیں سنبھال رکھا ہے۔“
”دوسری بات یہ ہے کہ تم ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات میں رادھیکا کی تلاش کی مہم شروع کر دو۔... افواج کی فکر مت کرنا طریق کر کا تعین خود کر لو، تم ذہین انسان ہو۔“
”ٹھیک ہے میڈم!“ حسن شاہ نے کہا۔

☆.....☆.....☆

دونوں کام ہو گئے۔ بھگوان اور مست رانی کو اس حسین بچے میں منتقل کر دیا گیا۔ محل نما بند تھا جسے دیکھ کر مست رانی بھگوان کی دنگ رہ گئی تھی۔ مست رانی نے کہا۔

”بے بھگوان! اسناد میں منٹل نے اپنے لئے کیا کیا ہوا ہے۔“

دوسرا کام حسن شاہ نے کیا تھا۔ بھگوان اور مست رانی نے دیکھ رہے تھے کہ بھگوان نے اسکرین پر رادھیکا کی تصویر دیکھی پھر اٹھا ڈنسر کی آواز دہری۔

”ہاں..... رادھیکا، تصویر سامنے موجود ہے، اس چہرے پر عمر کی پرچھائیاں ہو سکتی ہیں، انہیں سالی پہلے اپنے بھائی ارجن سنگھ سے بھڑکی تھی، ارجن سنگھ کو اس کی تلاش ہے، جو کوئی اسے تلاش کر کے بازیاں کرے گا، اسے پانچ لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔“

یہ اعلان تصویر کے ساتھ تین بار دہرایا گیا۔

بھگوان بولا۔ ”یہ کام کیرولین اور حسن شاہ نے کیا ہے، کتنا بڑا کام کر رہے ہیں وہ ہمارے لئے، میرا دماغ اتنا بڑا نہیں ہے کہ میں یہ سب کچھ کر سکوں۔“

”ہم بھی ان کے فائدے کے لیے سب کچھ کریں گے باباجی! وہ ہم پر احسان کر رہے ہیں، ہم ان کی بر بات مانیں گے آپ رو نہیں نہیں، ہم انہیں خوش کر دیں گے۔“

کیرولین اور حسن شاہ ایک وقت ان کے دروازے پر پہنچے تھے۔ انہوں نے بھگوان اور مست رانی کے الفاظ سن لئے تھے اور کھوت مٹا کر بولے تھے۔

اندرا آ کر کیرولین نے کہا۔ ”ہم سب ایک ہو چکے ہیں، بھگوان بابا! جو کچھ ہم ایک دوسرے کے لیے کریں گے، وہ کسی کا کسی پر احسان نہیں ہوگا، یہ دیکھئے حسن شاہ نے صرف ٹیلیویشن پر ہی نہیں ریڈیو اور اخبارات میں بھی رادھیکا کی تلاش کے اشتہارات چلائے ہیں۔“ کیرولین نے حسن شاہ سے کئی اخبار لے کر انہیں دکھائے جن میں رادھیکا کی تصویر کے ساتھ اسے تلاش کرنے والے کے لئے پانچ لاکھ روپے کا انعام دیکھا گیا تھا۔

بھگوان نے احسان بھری آنکھوں سے کیرولین کو دیکھا تو وہ مسکرائی۔ ”ہم یہ دیکھ رہے ہیں آپ، مست رانی جتنے مسکراتے رہیں، ہم نے اپنے سارے کام شروع کر دیے ہیں، اب انہیں ساتھ ساتھ جلدی رہنا چاہئے۔“

”جی میڈم جی!“ بھگوان بولا۔

”کیوں مست رانی! تم تیار ہو؟“

”ہاں.....!“ مست رانی نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ارے تمہیں کبھی جانا نہیں سب میں اس کام کے لئے کہہ رہی ہوں جو مجھے تم سے لینا ہے۔“ کیرولین جس کر بولی۔

”اوہ.....!“ مست رانی معصومیت کے انداز میں داپس جھٹکی۔ حسن شاہ اور کیرولین بیار

بھری لگا ہوں سے بہت دیر تک اسے دیکھتے رہے تھے۔

.....

کیرویلین نے ٹی کو بھی کے انتہائی حسین لائن کو جنت اظہیر بنا رکھا تھا۔ اتنی خوبصورت ڈیکوریشن کی گئی تھی کہ دیکھنے والے کی نگاہیں نہ ٹک سکیں۔ ایک طرف بہت ہی خوبصورت اسٹیج بنایا گیا تھا۔ کیرویلین اکثر اس طرح کے فیشن شو کرتی رہتی تھی، ان میں بہت ہی اعلیٰ درجے کی بوٹیکس کمپنیاں اپنے ملبوسات ڈیزائن کر کے بھیجا کرتی تھیں اور انہی میں ٹی ٹی مالٹز کیاں اور لڑکے بھی متعارف کرائے جاتے تھے۔ بڑی بڑی پروڈکشن کمپنیوں کو دعوت دے پیسے جاتے تھے اعلیٰ حکام اور بہت بڑی بڑی کمپنیوں کے نمائندے مدعو کئے جاتے تھے اور پروگرام انتہائی خوبصورت لیکن پاکیزہ ہوتا تھا۔ آج تک کیرویلین کے ان پروگراموں میں کوئی ایسا انکیڈل سامنے نہیں آ سکا تھا جس سے اخبارات کو کچھ اچھا لسنے کا موقع ملتا۔

آج کے اس پروگرام میں بھی بڑے بڑے حکام اپنی لمبیلر کے ساتھ شرکت کے لئے آئے تھے اور ان کا حسن دیکھنے کے قابل تھا۔ بھرگئی اور ست رانی نے یہ منظر اپنے کمرے کی کھڑکی سے دیکھا تھا اور ہسٹ ہو کر رہ گئے تھے۔ ست رانی نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے ہوئے کہہ تھا۔

”کتنا فرق ہے بابا! جھل کے سنسار اور اس سنسار میں، منٹس نے جیون کو سندر بنانے کے لیے کیا کیا کھیل کھیل کر ڈالے ہیں، میں نے سو رنگ نہیں دیکھا لیکن سورگ کی جو باتیں بتی ہیں، بابا! کیا وہ اس سے بھی بڑھ کر جگہ ہوگی؟“

”دیکھا تو میں نے بھی نہیں ہے ست رانی!“ بھرگئی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”حسن شاہان کے پاس آ گیا تھا اس نے کہا۔“ کیا لگ رہا ہے آپ تو ہیں تو یہ سب کچھ۔“

”ہم یہی باتیں کر رہے تھے، ست رانی پوچھ رہی تھی کہ بابا! کیا سورگ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔“

”یہ تو اللہ ہی پانتے لیکن وہ اس سے اچھا ہوتا ہوگا کیونکہ جو کچھ انسان بناتا ہے، وہ کسی بھی طرح اللہ کے بنائے ہوئے کا مقابلہ نہیں کر سکتا، وہ اسے دھرم میں تو یہ سوچنا ہی پاپ ہے، اچھا سنو ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہمارے ہیڈیشن آئیں گی اور ست رانی وہ تہا رامیک اپ کریں گی، تمہیں ان سے تعارف کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ ست رانی نے کہا۔

حسن شاہان بس اتنا ہی کہنے کے لئے آیا تھا۔ خوب تیاریاں ہو رہی تھیں، پھر بدخواہی اندر آ گئیں۔ یہ اپنے ہاتھوں میں ایک اٹھائے ہوئے تھیں اور حسن شاہان بھی ان کے ساتھ تھا۔

”بابا! بھرگئی! اگر آپ چاہیں تو لباس وغیرہ تبدیل کر لیں، تھوڑی دیر کے بعد آپ کو باہر آنا

سے اٹھیں آپ ٹوٹ اپنا کام شروع کریں۔“ پھر حسن شاہان نے کہا۔

”ست رانی جی! یہ دونوں آپ کو ایک جنگلی لڑکی کا روپ دیں گی، آپ کو ہی روپ میں سامنے آنا ہے لباس وغیرہ ان کے پاس موجود ہے، آپ براؤن کرم ان سے تعارف کیجئے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ ست رانی نے بدستور مصیبت سے کہا۔

بھرگئی حسن شاہان کے ساتھ باہر اٹھ آیا تھا اس نے کہا ”حسن شاہان! کیرویلین جی تو بہت مہمان ہیں، کیا کچھ نہیں بنا رکھا انہوں نے اپنے ایک چھوٹے سے سنسار میں!“

”آپ ہمارے اس پروگرام کا سب سے بڑا حصہ ہیں، بھرگئی جی! کچھ مستوں میں تو آج کا یہ پروگرام مصروف ست رانی کے انٹرویویشن کے لئے ہے، کیا کہتے ہیں آپ؟“

”بہت احسانات کر رہی ہیں، ہم پر، کیرویلین جی بھی اور آپ بھی!“

”آپ کیا سے کیا بن جائیں گے، بس دیکھتے رہیے۔“ حسن شاہان نے کہا۔

دونوں ماہر میک اپ کے ساتھ الیاں مصروف تھیں۔ اپنی تمام تر مہارت انہوں نے ست رانی پر صرف کر دی تھی اور اسے ایک جنگلی لڑکی بنا کر پیش کرنے کی ہر وجہ کر رہی تھیں۔ انہوں نے اس کے بال بھی کئی محسوس کر رہے تھے۔

پھر انہوں نے باہر آ کر حسن شاہان کو دیکھا اپنا کام پورا کر چکی ہیں، میڈیم کیرویلین آ کر دیکھ لیں۔

حسن شاہان، کیرویلین کو بلانے کے لیے چلا گیا، کیرویلین باہر لائن میں مصروف تھی پھر مہمان آنا شروع ہو گئے تھے اور وہ ان کا استقبال کر رہی تھی۔ آن لائن پر کچھ خاص طور سے ست رانی کے تعارف کے لئے تھا، چنانچہ وہ اپنی جگہ کی اور کو متعین کر کے اس کے لیے بن آگئی جہاں میک اپ کرنے والیوں نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ کیرویلین نے ست رانی کو دیکھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ میک اپ کرنے والیوں نے انتہائی مہارت صرف کی تھی اور یہ جیسے بھی بہت ہی اعلیٰ پائے کی بیوٹیشن لیکن نجانے کیوں کیرویلین کو ایک خلش کا احساس ہوا۔

حسن شاہان بھی کیرویلین کے ساتھ ہی اندر آیا تھا اور غیبی ہی نگاہوں سے ست رانی کو دیکھ رہا تھا۔ کیرویلین کے چہرے پر بے چینی کے آثار پڑے، حسن شاہان اس کے قریب پہنچ گیا۔

”کیا بات ہے میڈم.....؟“

”حسن شاہان ذرا اسے غور سے دیکھو، بہت خوبصورت لگ رہی ہے، ہنگاموں کا بیج بھی ہے اس میں، لیکن نجانے کیوں میرے دل میں ایک خلش سی ہے، میں خود بھی نہیں سمجھ پا رہی کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں یا اس کے چہرے میں، کون سی ایسی بات دیکھنا چاہتی ہوں جس سے میری خلش

دور ہو جائے، حسن شاہ میری مدد کر سکتے ہو کچھ؟

حسن شاہ سر کھانے لگا، پھر بولا۔ "یہ تو نہیں کہیں گی میڈم کہ میں آپ کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا ہوں؟"

"نہیں حسن شاہ! مجھے تم پر بے حد اعتماد ہے، کھل کر کہو، جو دل میں ہے۔"

"کوئی چیز روگنی ہے میڈم! خدا کی قسم کیا چیز روگنی ہے، یہ میں نہیں جانتا۔"

"کیا کریں، چلنے دیں۔"

اسی وقت ست رانی نے کیرولین کی طرف دیکھا اور بولی۔ "مجھے کچھ بتائیں گی آپ کیرولین جی؟"

"ست رانی! تم نے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا؟"

"جی۔۔۔۔۔"

"کیسی لگ رہی ہو تم۔۔۔۔۔؟"

"اگر آپ کو اچھی لگ رہی ہوں تو ٹھیک ہے۔"

"نہیں، ست رانی! ہم تمہیں ایک جنگلی لڑکی کے طور پر مہمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں، ان لوگوں نے تم پر محبت کی ہے مگر نہ جانے کیوں، تاہم اب انہیں مطمئن نہیں ہو رہا، کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکتی؟"

"ہاں!"

"کر سکتی۔۔۔۔۔؟" کیرولین چونک کر بولی۔

"ہاں، لیکن ایک شرط پر!"

"ہاں، بتاؤ؟"

"آپ ان دونوں کو لے جائیں، یہ کہڑے جو مجھے پہنائے گئے ہیں، یہ بھی لے جائیں، میرے پاس ایسے کہڑے ہیں جو مجھے جنگ کی ہاسی کی شکل دے سکتے ہیں، میں خود تیار ہوں گی، اگر آپ کی آگیا ہو تو!"

اچانک ہی کیرولین کا چہرہ کھل اُٹھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے منظور ہے ست رانی! چلو سب لوگ باہر چلو، وہ خود تیار ہو جائے گی۔"

کیرولین باہر نکلی تو حسن شاہ نے کہا۔ "آپ کو اس پر بھروسہ ہے؟"

"ایک بات کہوں حسن شاہ! وہ اپنا جو بھی طریقہ بتائے گی، میں اسے اسی شکل میں اسٹیج پر پیش کروں گی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے، جب یہ تیار ہو جائے گی تو پھر دیکھیں گے۔"

"نہیں، ایک دستک لے رہی ہوں، تم جانتے ہو میں پاگل ہوں، اگر اس کے

خواب بھی کر لیا تب بھی میں اسے ہی شکل میں اسٹیج پر پیش کروں گی، اسل میں ایک ہاتھ میری ذمہ داری ہی دستک دیتے ہوئے گزری ہے اور یہ بھی ایک بڑی سچائی ہے کہ جب نے کوئی ایسا شعر و سون لیا جس میں میرے ذلیل ہونے کے امکانات ہوں تو بات میرے حق میں

ہی رہتی اور پھر ہم مجبور تو نہیں ہیں، لوگ اگر ست رانی پر توجہ نہیں دیتے تو ہم دوبارہ اس کے لیے سٹو کریں گے، ہمیں اس کی پروا نہیں ہے کہ لوگ ہماری ان کاوشوں کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔"

حسن شاہ نے مسکرا کر گردن ہلا دی پھر بولا۔ "تو پھر آپ اسے دیکھیں گی نہیں؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ اسے اس کا وہی بے لگا لہاس پہنا کر وہاں تک لایا جائے جہاں دوسری

ماڈلز کھڑکیاں موجود ہوتی ہیں اور پھر براہ راست اسے پیش کر دیا جائے، میں اسے دیکھوں گی اور یہ تمہارا کام ہے۔"

"میں جانتا ہوں میڈم! آپ کی فکر بہت سی خطرات ہوتی ہیں۔"

بجریگی کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی کہ وہ اسے بے شکا ٹھکانے پہنچا کر اس جگہ تک لائے جہاں دست دیکھائی جا رہی ہے۔ بجریگی نے میڈم کی اداری ٹیبل پر لکھی۔

باہر مہمان مسلسل آرہے تھے، ایک سے ایک اعلیٰ شخصیت۔ یہاں تک کہ مہمانوں کی تعداد پوری ہو گئی۔ دیگر سب کو شروعات سہ کر رہے تھے، آرکسٹرا جو محکمہ جنگی تھا، پھر اسٹیج میکر ٹری نے آکر پروگرام کے آغاز کا اعلان کیا اور مادل لڑکیاں ایک ایک حرکت کے مطابق بات کی نمائش کرنے لگیں۔

کیٹ واک جاری تھی، لوگوں کی تالیاں اُٹھتی رہیں، لائف کمپنیوں کے نمائندے اپنی کمپنی کے بارے میں چند الفاظ میں اظہار خیال کرتے رہے، پھر اس کے بعد اچانک ہی سارے ساز رک گئے، آرکسٹرا خاموش ہو گیا، اسٹیج کی متحرک روشنیاں مابقت ہو گئیں اور اسٹیج میکر ٹری نے اعلان کیا۔

"اب آپ ایک انوکھا روپ دیکھیں گے، میڈم کیرولین کی نئی دریافت جسے میڈم کیرولین نے ہوا کی طرح محفوظ رکھا ہے، انتظار کیجئے، آرہی ہے جنگ کی شہزادی، ست رانی۔"

اچانک ہی آرکسٹرا نے جنگی دھول کا آغاز کر دیا۔ بجریگی نے ست رانی کا وہ بھولا اُٹھار جسے دیکھ کر دوسری مادل لڑکیاں فیس رہی تھیں لیکن جب یہ بھولا اُترا تو ہر ایک کا چہرہ تصویر حیرت بن گیا۔ جو کچھ انہیں نظر آ رہا تھا وہ ایک ناقابل یقین سی حیثیت رکھتا تھا۔

ایک این جنگلی خسن جس پر لٹا نہ نک سکتے دیکھنے والی آنکھ چمکا جائے۔ ست رانی نے بہت ہی سادگی کے ساتھ میک اپ کیا تھا لیکن وہ سیدھا پن ہی اسے جنگل کی مخلوق بنا کر پیش کر رہا تھا۔ ایسا ہی لباس اس کے بدن پر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی صورت نہیں بنائی جاسکتی تھی۔

وہ معصومیت سے مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

دو دنوں میک اپ کرنے والی خواتین جنہوں نے کیرولین کی باتیں سنی تھیں اور یہ بھی نہ تھا کہ وہ لڑکی خود اپنا میک اپ کرے گی، پھر یہ انداز میں چٹھی اسٹیل کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ بے شمار مہمان اس بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ میوزک کے خاص بیٹگو کے بعد ست رانی روشنی میں نمودار ہوئی۔ کیرولین اور حسن شاد بھٹی بھٹی آنکھوں سے جنگل کے اس خسن کو دیکھ رہے تھے۔ کیرولین کی آنکھیں بہت کچھ دیکھ چکی تھیں لیکن اس وقت وہ جو کچھ دیکھ رہی تھی، اس سے پہلے انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ ست رانی کی چال... وہ بڑی معصومیت سے کیٹ راک کے قوانین کے برعکس ایک جنگلی لڑکی کے انداز میں آگے بڑھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے جیسے ایک جنگلی لڑکی پہلی بار شیر میں آ رہی ہو۔ وہ آگے تک آئی، اس نے کئی راؤنڈ لئے اور اس کے بعد ادھر ادھر دیکھتی ہوئی پھنی پھنی آوازیں بولی۔

”اب کیا کروں، میں آ جاؤں؟“ اور وہاپس اندر چلی گئی۔

پھر جو تالیوں کا طوفان اٹھا تو بہت دیر میں چھا۔

بہت سے لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کیرولین کے پاس پہنچ گئے تھے۔ بڑی بڑی شخصیتوں نے کہا۔

”میزم کیرولین! آپ کا مقابلہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ انگلینڈ، پیرس، امریکا اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ کہیں بھی نہیں کیا جاسکتا، آپ نے آج تک جو کچھ پیش کیا، میرا خیال ہے آٹا آپ نے اپنے سارے دنیاؤں کو روک دیا۔“

کیرولین جو خود بھی ہنگامہ تھا۔ سب کو چھوڑ کر اندر کی طرف لپکی اور اس کے بعد وہ بے اختیار ہو کر ست رانی سے چالیلی۔ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی البتہ ست رانی نے ہی اپنی سائیس رک کی باتیں کر لیں، کیرولین کو تو کی نفسان نہ پہنچا دی۔

”ست رانی، میری جان! کیا کرنا اتم نے، کیا کیوں؟“

”کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے...“ ست رانی نے پریشان لہجے میں کہا۔

”کیا کہہ رہی ہو میری پیاری شیرادی! جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، تم نے سب کو

پاگل بنا دیا ہے، میں... میں میں کیا کہوں تم سے۔“

”آپ خوش ہیں؟“ ست رانی نے پوچھا۔

”بہت خوش، بہت خوش!“ کیرولین نے کہا۔

سب ہی حیران تھے۔ خود وہ بیوٹیشن اس بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔ باہر پردہ گرنا، دریاہر جاری ہو گیا تھا لیکن پھر چہ انہوں میں روشنی نہیں رہی تھی۔

کیرولین نے حسن شاہ سے کہا۔ ”حسن شاہ! ست رانی کو خاموشی سے اندر پہنچا دو، ابھی لوگ اس کی طرف دوڑیں گے، وہ پریشان ہو جائے گی، یہ کام خاموشی سے کروالو۔“

”ٹھیک ہے میڈم! بزرگی کو بھی...؟“

”جی نہیں، اسے پردہ گرا دیکھئے دو۔“

کام ہی ایسا ہوا تھا۔ ست رانی نے جو غضب ڈھایا تھا، اس کے اثرات معمولی نہیں تھے۔ ٹوٹ اب پردہ گرام میں دلچسپی نہیں لے رہے تھے ست رانی کے بارے میں ہی باتیں ہو رہی تھیں، بہت سے لوگوں نے کیرولین کے حوالے کئے تھے۔

”جی بھائی میڈم! یہ کون ہے؟“

”میری ماڈل ہے۔“

”آپ اسے کہاں سے لائیں؟“

”آپ کا کیا خیال ہے؟“

”ہمیں تو لگتا ہے آپ نے اسے کہاں سے لیا ہے؟“

”کے اثرات نہیں تھے بلکہ جنگل، الی وحشت تھی۔“

وہ لکھا

باقی پروگرام اطمینان بخش رہا لیکن ست رانی نے جو کھر پھونکا تھا، وہ پورے پروگرام پر چھایا جا رہا۔

دوسرا دن البتہ بڑا ہنگامہ خیز تھا۔ کیرولین کو اس کا احساس تھا اس لئے اس نے رات کو حسن شاہ کو جانے نہیں دیا تھا۔

”شکر ہے کہ تم شادی شدہ نہیں ہو ورنہ شاید تمہیں رکنے میں وقت ہوتی، کل صبح سے جو کچھ ہوگا، تمہیں بھی اس کا اندازہ ہے، ویسے میں تم سے ایک دل کی بات کرنا چاہتی ہوں۔“
”دل کی بات.....؟“ حسن شاہ حیرت سے بولا۔

”ہاں حسن شاہ! میں بزنس دوسن ہوں، ایک ایماندار بزنس دوسن، میں جانتی ہوں ست رانی تمہاری دریافت ہے، اس کے ذریعے مجھے جو کچھ ملے گا، اس میں پانچ فیصد تمہارا ہوگا، یہ رقم اتنی ہوگی کہ تمہیں کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“

”میں دوستوں کا دوست ہوں میڈم! یہ بات آپ اچھی طرح جانتی ہیں لیکن بہر حال آپ نے جو کچھ کہا ہے، وہ بھی ٹھیک ہے، میں آپ کو چوری طرح اسسٹ کروں گا، جہاں آپ کو میری ضرورت پیش آئے گی۔“

”شکر یہ حسن شاہ! یوں سمجھ لو کہ مجھے ہر جگہ تمہاری ضرورت پیش آئے گی۔“

میڈم کا کہنا بالکل درست تھا۔ ساڑھے دس بجے سے ہی فون آنا شروع ہو گئے۔ بڑے بڑے لوگوں کے فون تھے، کچھ نے صرف میڈم کو ایک شاندار پروگرام کی مبارکباد دی تھی اور کچھ کاروباری لوگ تھے جنہوں نے پیشکش کی کہ وہ اپنی پروڈکٹ کے لئے ست رانی کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر میڈم نے ان سے کہا کہ وہ لوگ اس کے لئے انتہائی قابل احترام ہیں لیکن ابھی نہیں تھوڑا سا توقف کرنا ہے۔ پیشکش کی گئی کہ میڈم آپ کو جتنی بڑی آفر ہو، آپ اس آفر کے ساتھ ہم لوگوں سے رابطہ کریں۔ میڈم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور حسن شاہ کو دیکھ کر مسکراتی رہی تھی۔

حسن شاہ نے کہا: ”واقعی زبردست رسپانس ہے لیکن میڈم! خود آپ نے کیا سوچا ہے کس رقم کا تعین کریں گی آپ.....؟“

”سچ کہوں حسن شاہ! میں بے شک کاروباری ہوں لیکن تھوڑا سا اپنا وقار بھی رکھنا چاہتی ہوں، مجھے ایک خاص فون کا انتظار ہے، یوں سمجھ لو کہ اگر وہ فون میرے پاس نہ آیا تو میں اپنے آپ کو اتنا کامیاب نہیں سمجھوں گی جتنا سمجھنا چاہتی ہوں۔“
اور یہ فون بھی بالآخر موصول ہوئی گیا۔

”ہیلو... جی...!“

”میڈم کیرولین! میں گوتم واس منڈی والا بول رہا ہوں۔“

”ہیلو مسٹر منڈی والا! کیسے ہیں آپ، رات کو آپ کو ہمارا پروگرام پسند آیا؟“

”میڈم کیرولین! آپ کا کون سا پروگرام ایسا ہوتا ہے جو پسند نہ آئے، آپ ما

سٹر شاعر لوگ آپ سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔“

”شکریہ! آپ کے یہ الفاظ میرے لئے بڑے حوصلہ افزاء ہیں، بہت بہت شکریہ

لگتی کوئی خدمت...؟“

”خدمت کے لئے ہی تو ٹیلیفون کیا ہے میں نے آپ کو!“

”جی فرمائیے؟“

”میں لیٹ تو نہیں ہو گیا، آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا آپ نے ست رانی کو کسی پر

لئے بک کر لیا ہے؟“

”نہیں سیٹھ صاحب! اب اتنی جلدی بھی نہیں تھی مجھے، نہ میں ایسے کسی پروگرام کو بک

لئے کے لئے تیار ہوں، آپ بتائیے آپ کا کیا حکم ہے؟“

”کسی سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں، آپ کو یاد ہے کہ میں نے آپ سے اپنے

پروڈکٹ کی بات کی تھی اور اس کا کونسپٹ بھی آپ کو سنایا تھا؟“

”جی مجھے اچھی طرح یاد ہے اور میں نے اس کے لئے آپ کو بلاؤنگ میٹنگ کی تھی۔“

”اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ بعد میں نہ امان لگی تھیں۔“

”اچھا تو نہیں لگا تھا مجھے واقعی کیونکہ میں نے بہت زبردست مایڈلر کی پیشکش کی تھی آپ کو

حقیقت ناپ پر ہیں۔“

”دیکھیں میڈم! میں ایک بات آپ کو بتاؤں، میں تجویز اس آلے دماغ کا آدمی ہوں،

میں نے اس خود کسی کام سے مطمئن نہیں ہو جاتا، کرنا نہیں ہوں چاہے اس میں نفع ہو یا نقصان!“

”یہ تو ابھی بات ہے سیٹھ صاحب! اس بات کو نہ کہیں کہے گا۔“

”مگر آپ نہ امان لگی تھیں۔“

”کیا آپ سے میں نے کوئی اظہار کیا تھا؟“

”نہیں، میری بات کو ضبط حتی نہ دیں، خیر چھوڑیے میرا وہ اسکرپٹ جو ہے اس میں مجھے

ایک جھگڑا کون چاہیے تھی، ایک ایسی لڑکی جو جنگلی محسوس ہو، آپ کی مایڈلر میں ایسی کوئی لڑکی نہیں تھی

جن رات کو آپ نے جس لڑکی کو پیش کیا، وہ تو لگتا ہے جی ہی میرے کونسپٹ کے لئے ہے، میں

اسے جنگل کوئن مانا چاہتا ہوں، بات کیجئے مجھے۔"

"گورانی تو میں آپ کو کوئی جواب نہیں دے سکوں گی میں صاحب! چاروں طرف سے فون آ رہے ہیں۔"

"دیکھیں، میں آپ کو ایک بات کہوں، میری یہ پروڈکٹ صرف اس لئے رکھی ہوئی ہے کہ میں اس کی پلٹنی اپنی پسند کے مطابق کرنا چاہتا ہوں اور مجھے ایسی ایک لڑکی نظر آگئی ہے جو میری پسند پر پورا اترتی ہے۔ میڈم! ہم کاروباری لوگ ہیں، میں آپ کو ایک پیشکش کرتا ہوں، میرے ادارے کی تھو پروڈکٹس لانچ ہونے والی ہیں اور میں ان سب کے لئے سٹ رائٹ کو بک کرنا چاہتا ہوں، آپ فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کو کیا چاہئے، میں اس کی ادائیگی آپ کو ایک وائس کروں گا اور جب میں نے آپ سے یہ اتفاق کر دئے کہ میں اپنی خوشی پوری کرنے کے لیے سب کچھ خرچ کرنے کو تیار ہوں تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ پھر آپ کو آپ کا منہ مانگا معاوضہ ملے گا۔"

"میں نے گوتم داس منڈی والا! معاوضہ میں آپ کو بتا دوں گی لیکن میں چھ پروڈکٹس کے لئے آپ سے ٹھیک نہیں کروں گی، کیونکہ میں کہیں باؤنڈ نہیں ہونا چاہتی، آپ جنگل کوئن کے پروڈکٹ کی بات کریں، میں آپ سے ایک مینٹگ رکھتی ہوں معاوضہ آپ کو بتا دوں گی، اس کے بعد آپ اسی مینٹگ میں فیصلہ کر کے مجھے بتا دیجئے۔"

"مجھے منظور ہے۔" سینجے گوبند داس نے کہا اور رکی گنگو کے بعد فون بند ہو گیا۔ حسن شاہ، کیرولین کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ کیرولین نے ستر لٹے ہوئے کہا۔ "حسن شاہ! یہ وہ شخص ہے جو اپنی ڈاک پر کبھی نہیں بیٹھتا، میں نے اس سے ایک بہت پرانا بدلہ لیا ہے اس نے بڑے مغرور لہجے میں کہا تھا کہ اس کی کھنی کے پروڈکٹس کے لئے ماؤل تیار کرنا ہر ایک سے بڑی بات نہیں ہے، میں پہلے کوئی ایسی ماڈل تیار کروں جو اس کے معیار پر پوری اترے سٹ رائٹ نے میرا مان رکھ لیا ہے، میں اسی فون کے انتظار میں تھی اور اب میں اسے جو معاوضہ بتاؤں گی تم اس کے چہرے سے تاثرات دیکھنا، پانچوں کی طرح میرا چہرہ ٹکے گا اور میں ایک پیسہ تم نہیں کروں گی۔"

اور یہی ہوا۔ سب گوتم داس سے مینٹگ ہوئی تو حسن شاہ نے خاص طور سے کیرولین نے ساتھ دیا تھا۔

"ایک بات بتائیے میڈم اور لڑکی آپ کوئی کہاں سے؟"

"میں نے گوتم داس منڈی والا! وہ ایک سی ہے اس کی اور کوئی نہیں ہے اور جہاں سے وہ مجھے ملی ہے وہیں اس طرح کی لڑکیاں پیدا نہیں ہوتیں چنانچہ اگر آپ اس کی تلاش میں لگیں گے تو آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا اس خیال کو بھول کر آپ کامیابی بات کیجئے کہ میں آپ کے حق میں بہتر ہے۔"

"نہیں، نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا، آپ یقیناً کرو میڈم! یہ آپ کا مطلب نہیں تھا۔" گوتم ایک دم شرمندہ ہو گیا تھا۔

اور پھر میڈم نے سٹ رائٹ کی ماڈلنگ کے لئے جو رقم بتائی، اسے سن کر گوتم داس کا منہ تھک سے کھل گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ منہ کھولے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "یہ آپ اس کی ماڈلنگ کے متعلق ہیں میڈم! یا اس کے..."

"اس کے بعد اگر آپ نے اس طرح کا کوئی جملہ کہا مسٹر منڈی والا تو آپ کو سخت شرمندگی ملے گی کیونکہ میں آپ کے ساتھ جو سوک کروں گی، وہ آپ کے تصور سے بھی باہر ہوگا۔" منڈی والا کا چہرہ ایک لمحے کے لئے سرخ ہوا پھر اس نے کہا۔ "فیک ہے، مجھے آپ کا منہ منظور ہے، ہم لوگ آؤٹ ڈور شوٹنگ کریں گے، میں اسے جنگل کوئن ہی بنا کر پیش کروں گی میرا کونسلٹ آپ کے علم میں ہے۔"

"اس کے لئے آپ ہانگل یہ ٹکڑے ہیں، آپ نے جنگل کوئن دیکھ لی ہے۔" کیرولین ہنسناتے ہوئے کہا۔

"وہ ہے جہاں اب تو میری آپ اس سے ملائی ہے کیا دیکھیں۔" "نہیں، ابھی نہیں، ہمارا کنٹریکٹ سامان ملے جائے گا، آپ مجھے فنانس پر منت ایڈوائس دے کر دیں، اس سے بعد میں آپ کی اس سے مینٹگ رکھتی ہوں وہاں بہت بڑا رو ہے۔"

"آپ بہت سخت ہو گئی ہو میڈم کیرولین!" "ہانگل نہیں، میں اپنی دریافت سے جو کام لینا چاہتی ہوں، میں صاحب ضرور حاصل بہت سے ہیں، آپ کی پہلی پروڈکٹ میں جو لڑکی کام کرے گی، وہ تھوڑے سی خرچے کے بعد اس کے ہر کچھ میں بڑھ جائے گی۔"

گوتم داس پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ ویسے وہ بھی کاروباری آدمی تھا اس کے لئے یہ بات بڑا اعتراض تھا کہ اس سے ہم عصروں میں سٹ رائٹ کے لئے جو بات چیت ہو رہی ہے، اس سے پہلے اس نے وہ ہوگا جس کے پروڈکٹ میں وہ کام کرے گی، اس کی اہمیت اس نے یہ بات کہی۔

"مگر میڈم! ایک بات آپ کو بھی ماننا ہوگی، ویسے کہ میری پروڈکٹ سے پہلے آپ کو کسی معاوضہ ملے گا آپ کسی اور پروڈکٹ میں اسے کام نہیں کر سکتی دیں گی۔" "ٹھیک ہے لیکن کنٹریکٹ لارڈز اس منٹ جلدی ہو سکتے ہیں، پھر پوچھا۔" "جیسا ہی ہوگا۔" گوتم داس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے بعد یہ مینٹگ ختم ہوئی۔

”آپ یقین کریں میڈم کیروئین! میں آپ پر غر کرتا ہوں، اس جیسے موزی کو مارنا آسان کام نہیں تھا، وہ اندر سے کسی طرح تڑپ رہا تھا، اس دیکھ رہا تھا، آپ نے اسے پورنی طرح ٹھنڈا کر دیا۔“

”ست رانی تمہاری دریافت ہے حسن شاہ! میں اس کے ذریعے کے کسے ٹھنڈا کر دیوں گی، دیکھو تو سہی۔“ کیروئین نے بڑے خیال لہجے میں کہا۔ نبھانے اس کے ذہن میں کیا کیا خیالات چک رہے تھے۔

حسن شاہ نے خیال نظروں سے اُتے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔ ”وہ کبہ رہا تھا کہ اس نے اپنا کونپٹ آپ کو دکھایا تھا؟“

”ہاں، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کونپٹ بہت اچھا تھا، ست رانی اپنے پہنے ہی کر شل ست ہنڈ ہو جائے گی، اس میں ایک جنگلی لڑکی دکھائی گئی ہے، ست رانی کے علاوہ کوئی ماہی اس کیمریکٹر پر موٹ نہیں کرتی، کیا زبردست لگ رہی تھی وہ۔ ایسا اور شیریں نے بھی تسلیم کیا کہ وہ اسے اتنا اچھا گیت آپ نہیں دے سکتی تھیں، جتنا اس نے خود کیا تھا۔“

”اس نے اتنی ہی سادگی سے وہ میک آپ کیا تھا جتنی وہ ہے، یہی اس میک آپ کی خوبی تھی۔“ حسن شاہ نے کہا۔

”نہیں، حسن شاہ! یہ بات نہیں ہے، تم نے اس پر غوری نہیں کیا۔ وہ کچھ اور ہی ہے۔“

نیا۔ ”یہ ابھی پتہ نہیں چلا۔“ کیروئین نے بڑے سہجے لہجے میں کہا۔

... ..

حسن شاہ والی نظروں سے کیروئین کو دیکھتا رہا۔ کیروئین سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

”ایسا گستا ہے جیت وہ سب کچھ جانتی ہے حالانکہ عمر کے لحاظ سے وہ اتنی تجربہ کار نہیں لگتی، لیکن جو کچھ وہ کرتی ہے، اس پر اسے اعتماد ہوتا ہے، تمہیں اس کا سیشن یاد نہیں؟... ذرا ان تصویروں کو نکال کر دیکھو جو خود تم نے بنائی ہیں، ہر چیز پر لکھتے ہیں، یہ معمولی بات نہیں ہے، بے شمار ماڈلز اب بھی ایسی ہیں جنہیں سب کچھ جانتا ہے، لیکن وہ اس طرح پر پڑھتے نہیں کر سکتیں۔“

حسن شاہ نے بڑے خیال انداز میں اس کی بات سنی، پھر اس نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ ”لیکن میڈم! ہمارے لئے تو یہ اچھا ہے، ابھی سب کچھ تو ہم جانتے ہیں۔“

”ہاں لیکن یہ بات نہیں کہہ رہی، میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ وہ ایک انتہائی بڑا سراہہ وجود ہے۔ بزرگی نے جو کہانی سنائی ہے، کبھی کبھی مجھے اس پر شبہ ہونے لگتا ہے کہ وہ کہانی حقیقت نہیں ہے، یہ دونوں کچھ اور ہی ہیں۔“

”میڈم! ابھی تک کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی جو ہمارے لئے کسی عمل میں بھی مددگار ہو۔“

”میں یہ بات بالکل نہیں کہہ رہی، اگر ایسی کوئی بات سامنے آئی بھی تو ہم اس کا فائدہ نہیں کر سکیں گے، ہمیں اس کی اشد ضرورت ہے، اب تم دیکھو، گوتم واس کی اس طرح تھک گئے ہیں۔“

”کانگہ یہ وہ شخص ہے جو ناک پر کبھی نہیں جھپٹے دیتا۔“

”کاروباری آدمی ہے میڈم! یہ لوگ اسی طرح ذلیل کرتے ہیں۔“

ست رانی دونوں کے لئے بڑی سسنی خیز بن گئی تھی۔ ادھر گوتم واس بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا، کاروبار کی دنیا میں بہت بڑا نام تھا، لیکن اس کی یہ خوبی تھی کہ جو کام بھی کرتا چاہتا، اسے ہر قیمت پر کر کے رہتا تھا۔ ست رانی اسے بہت بھائی تھی چنانچہ فوراً ہی اس نے تمام تیاریاں کیں اور اس کے لئے کافی کارروائی مکمل کی۔ اب اس کا شدید مطالبہ تھا کہ کیروئین کام شروع کر دے۔

کیرویلین نے اس سے تین دن کا وقت مانگا تھا جس میں اسے تیاریاں مکمل کر سکی تھیں۔ کوئی بڑی فوج بھی نہیں تھی، ذریعہ وغیرہ تیار کرائے گئے تھے۔ بجزنگی بھی کام کے لئے تیار تھا، وہ اپنے دونوں کام کر چکا تھا۔ گرچہ ان لوگوں نے وہ چکر لگایا تھا کہ بڑے بچے تڑپ کر رہ گیا تھا، کوئی اور عمل ہوتا تو شاید بجزنگی کو وہ لکھ نہ آتا جو اب آ رہا تھا، دوسرا دشمن بھی ختم ہو گیا تھا لیکن اب رادھیکا کی تلاش اس کے لئے زندگی کا سب سے بڑا کام تھا اور وہ ان لوگوں سے اسی لئے بجزنگی پر تعاون کر رہا تھا کہ رادھیکا کی تلاش کے سلسلے میں انہوں نے اچھی خاصی مہم چلا رکھی تھی۔

آخر کار کیرویلین نے تیاریاں مکمل کر لیں۔ وہ لوکیشن بھی تلاش کر لی تھی جہاں ست رانی پر کچھ منظر شوٹ کرنے تھے۔ اسے ایک جنگلی لڑکی کا کردار دینا تھا جو جنگ کی باقی بچہ اور رنگ برنگے پرندے اس سے بچا کر رہتے ہیں، یہ پرندے اس کے سر، بازو اور گود میں آکر بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ لوگوں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں جو ان پرندوں کو تڑپ کر رہے تھے۔ یہ واقعی ایک بہت مشکل کام تھا جو ان لوگوں کو سنہ تھا۔ پرندے آزاد فضا میں بچنے جاتے ہیں تو بھلا بھڑکی کی کیا پروا کریں لیکن کچھ چڑی ماروں نے یہ کام بڑے قبول کر لیا تھا اور بخوبی کیا تھا کہ وہ اپنے تربیت شدہ پرندوں کو ست رانی کے خیمے پر بیٹھنے کے لئے تیار کر لیں گے۔

کیرویلین نے بھی اس سلسلے میں گونم داس سے بات کی تھی اور کہا تھا: "سینئر صاحب! میں نے آج تک صرف انسانوں سے کام لیا ہے، پرندوں کا مسئلہ آپ ہی کو حل کرنا ہو گا۔"

"امید تو ہے کیرویلین جی کہ جن لوگوں کو میں نے اس کام پر لگایا ہے وہ ہزاروں کام ضرور کرویں گے پھر بھی دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے، اپنی جیسی کوشش تو کر لیتے ہیں، پرندے اگر اس کے بدن پر آکر نہ بھی بیٹھتے تب بھی ہم انہیں اس کے آس پاس اڑا دیں گے اور اس سے اسکرپٹ کے مطابق کام لیں گے۔"

وہ جگہ جہاں یہ شوٹنگ کی جانی تھی، بہت ہی خوبصورت جنگل تھا اور اس پاس کے مناظر انتہائی حسین تھے۔ ایک بھرنا تھا، وہ بندی سے نیچے گر رہا تھا۔

پورا پورے مختلف گاڑیوں میں چل پڑا اور سڑک پر جا بھا جنگل میں پہنچ گیا۔ ایسی جگہیں کو، کچھ کر ست رانی کی آنکھوں کی روشنی کچھ اور بڑھ جاتی تھی اور وہ بہت ہی سرور نظر آنے لگتی تھی۔ ساری تیاریاں کی جاسنے لگیں، سرورے وغیرہ لگا دیئے گئے۔ حسن شاہ ان تمام معاملات میں پیش پیش تھا۔

رنگ برنگے پرندے لائے گئے اور ان کے ٹریڈ ان کے ہارے میں تجربات کرنے گئے۔ پرندوں کو کھولا جاتا تو وہ دو تین لمحوں میں اڑتے اور اس کے بعد ایسے رنگ چمکے ہوتے کہ ان کا نام:

نشان نہ ملتا۔ یہ صورتحال کچھ تعین ہو گئی تھی۔ چڑی مار بھی گھبرائے ہوئے تھے، جیتی پرندے ان کے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے، اگر کچھ کام نہ ہوتا تو ظاہر ہے ان کا معاوضہ نہیں مل سکتا تھا۔ کیرویلین بھی پریشان تھی۔ ست رانی کو درختوں کے پیچھے سے نظر کر سکتے آتا تھا، پشت پر وہ خوبصورت جھربا ہوتا اور اس کے بعد چڑی بھری گھاس، درخت کا ایک نوکھا ہوا تاج جس پر وہ بیٹھ جاتی اور پرندے محبت سے اس کے کندھوں اور سر پر آکر بیٹھ جاتے۔

کیرویلین نے گونم داس سے کہا: "آپ دیکھ رہے ہیں گونم داس جی۔"

"ہاں میڈم! اوکے رہا ہوں، اب ابور کچھ نہیں کیا جاسکتا سوائے اس کے کہ پرندوں کو اڑایا جائے اور کچھ ایسی اٹھاپیدا کی جائے کہ ایک دوست وہ اس کے ارد گرد اڑتے رہیں اور یہ مسکرا مسکرا کر انہیں دیکھتی رہے اور ان کی طرف ہاتھ بڑھاتی رہے، پس یہی ہو سکتا ہے اس کے بعد ہم اپنی پروڈکٹ کا کام شروع کر دیں گے۔"

"ہاں حسن شاہ! یہ منظر نہیں سن کر ہونگا، جتنا قریب سے قریب تو دکھائیں گے ہو دکھاؤ۔"

"جی میڈم! میں کر رہا ہوں، حسن شاہ نے جواب دیا۔

بجڑگی ایسے اوقات میں علامتیں لگاتی رہتا تھا۔ وہ ہوا وہ ان تمام باتوں کو سمجھتی تھی تھا۔ بہر حال، اتنا ضرور چاہتا تھا کہ کیرویلین اور حسن شاہ اس کے لئے جو کچھ کر رہے ہیں، وہ اس کے مقصد کی تکمیل کے لئے ہے، وہ ایپ نکلے گا سب سے پہلے ان لوگوں کی وجہ سے ملے ہو گیا تھا اور اسے بھر پور تحفظ بھی ملے گا۔

ست رانی کو تھوڑی بہت تفصیل بتائی گئی اور اس کے لئے کچھ اعتماد مسکراہٹ دیکھ کر یہ ٹوٹ بھر چلیں جسے گرفتار ہو گئے۔ اس کا انداز ہی ایسا تھا یا پھر وہ واقعی ایسا اندر اور بہت ہی خصوصیات رکھتی تھی۔

پرندوں کے سلسلے میں بجزنگی کا کام ہو گئی تھی۔ وہ اس کے ارد گرد بھی نہیں لگا رہے تھے اور گونم داس منڈی والا کچھ دھر جاکر تھا، کیرویلین بھی کچھ مایوس ہو گئی تھی۔

ست رانی بہترین پوزے رہی تھی لیکن پرندوں پر کنٹرول مشکل تھا۔ بہت سے ہاتھ لائے گئے لیکن کوئی مناسب کامیابی نہیں حاصل ہو سکی تھی۔

حسن شاہ اور کیرویلین گردن لٹکا کر بیٹھ گئے، گونم داس بھی ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ست رانی بھی مسکراتی ہوئی ان کے پاس پہنچ گئی۔

"بابا، بجزنگی! یہ ٹوٹ پڑی ہیں کیوں ہیں؟" اس نے بجزنگی کی طرف دیکھا جو ان کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔

”پتہ لیکن کیا ہو، ہاں... میں یہ سب نہیں جانتا۔“ بھڑکی نے جواب دیا۔

حسن شاہ کہنے لگا۔ ”ست رانی! تم اگر کچھ کر سکتی ہو تو کرو، کیا تم ان پرندوں کو قابو نہیں کر سکتی ہو؟“

”مجھے کتنا کیا ہے؟“

”کاش! یہ پرندے تمہارے کندھوں اور سر پر آکر بیٹھ جائیں اور ہمارا سینہ بھی ہے، تم ان سے کھیلو، ہنسو، مسکراؤ، اس طرح ہم تمہیں جنگل کوئن اور پرندوں کی رانی کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔“

ست رانی ہلکھلا کر ہنس پڑی۔ ”ہنس...“ اس نے بڑی اداس سے گردن نیڑھی کر کے کہا۔

”تم یہ کر سکتی ہو ست رانی...؟“ حسن شاہ بولا۔

”مجھے بیٹھنا ہے یا پھرتے رہنا ہے؟“

”جس طرح تم پسند کرو، بیٹھ کر یہ سین کرنا چاہو تو بیٹھ کر کرو اور پرندوں کے ساتھ کھیل کر، کر سکتی ہو تو کھیلو۔“

ست رانی نے گردن ہلائی اور درخت کے نوکھے ہوئے تنے پر جا کر بیٹھ گئی۔ وہ سب امید غیری نظروں سے اسے دیکھتے تھے۔ حسن شاہ اور کیرولین کو تو اس کی بڑا سرا تو لوں کا تھوڑا بہت احساس تھا لیکن گوتم داس اس سلسلے میں بالکل مایوس تھا۔

ست رانی نے کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ آنکھیں بند کئے شاید اپنے ذہن میں کوئی عمل دہرا رہی تھی اور اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ جادوگری ہی کہی جاسکتی تھی۔

پرندے جو پڑی مار لے کر آئے تھے، نہانے کہاں گم ہو گئے تھے لیکن اچانک ہی رنگ برنگے پرندوں کے غول کے غول سے اس طرف آنے لگے۔ سب سے پہلے تو کیرولین کی نگاہ اس طرف آنے والے پرندوں پر پڑی تھی اور اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا، اس کے بعد حسن شاہ ہی نہیں دوسرے لوگوں نے بھی ان پرندوں کو دیکھا۔ رنگ برنگے اچھے حسین پرندے تھے کہ دیکھ کر دل خوش ہو جاتا تھا۔

لوگوں کے اندر وہ ست رانی کے پاس پہنچ گئے اور پھر ست رانی ان پرندوں سے ڈھک گئی تھی۔ وہ اس کے کندھوں اور سر پر آکر بیٹھ رہے تھے اور اس سے اتنی محبت کا اظہار کر رہے تھے کہ آدیکھنے والی آنکھ مشہور رہ جائے۔

ست رانی انہیں نہیں نہیں کرنا رہی تھی۔ وہ اڑتے اور پھر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے۔ اچانک ہی ست رانی اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بعد دوڑنے لگی، پرندے اس کے ساتھ ساتھ اڑ

رہے تھے، حسن شاہ اور دوسرے کمرہ میں یہ مناظر شوٹ کر رہے تھے۔

گوتم داس زمین پر بیٹھ گئے تھے۔ ان کے لئے یہ ناقابل یقین منظر تھا۔ وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ جو کونپسٹ ان کے ذہن میں مجانے تب سے گردش کر رہا تھا، وہ اس طرح منظر عام پر آجائے گا۔

ست رانی پرندوں سے کھیل رہی تھی اور پرندے اس طرح غولے لگا لگا کر اس کے کندھوں پر آکر بیٹھ رہے تھے کہ جیسے وہ جگمگا ان کی رانی ہو۔ ست رانی کے مترنم تھپے بھی گونج رہے تھے۔ کبھی کبھی وہ کسی پرندے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتی اور جھنجھٹا ہٹ کا اظہار کر کے اسے فٹھا

میں ڈھپائی دیتی لیکن پرندہ پھر وہاں ہی جگمگا کر بیٹھ جاتا۔

تصور سے کہیں زیادہ خوبصورت انداز میں یہ مناظر شوٹ ہوئے اور اس کے بعد کمرے بند ہو گئے، کام مکمل ہو چکا تھا لیکن پرندے تھے کہ پوری محبت کے ساتھ ست رانی سے چپے ہوئے تھے۔ اچانک ہی ست رانی کے منہ سے آوازیں نکلنے لگیں، بالکل اسی طرح جیسے کوئل کوئل رہی ہو یا چوہا چوہا رہی ہو۔ پرندے آہستہ آہستہ اس کے بدن سے ہٹنے لگے۔ ست رانی کا انداز تھا تھا تھا تھا تھا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ پرندے واپس اُڑنے لگے اور تمام لوگ حیرت سے منہ کھانے لگے۔ اسے دیکھتے رہے یہاں تک کہ آخری پرندہ بھی اڑ گیا۔

”تھکا دیا انہوں نے تو مجھے بھڑکی بابا!“ ست رانی نے کہا لیکن بھڑکی بھی خاموش تھا۔ ست رانی اس کی گردن میں پٹی بڑھی تھی، اس کی زندگی کا پہلا دن بھی بھڑکی کے سامنے تھا، وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے اندر یہ بڑا سرا تو کس کہاں سے آگئی ہیں۔

پھر سب سے پہلے گوتم داس کو ہوش آیا۔ وہ زمین سے اٹھ کر دوڑتا ہوا کیرولین کی طرف کیرولین نے نہیں کر دوڑوں ہاتھ نہ منے کر دیے۔

”بس مجھوتی! بس بس زیادہ جذباتی نہ ہوں۔“

”یہ کیا ہو گیا، یہ کیسے ہو گیا، یہ کیا کام دکھایا آپ نے میڈم جی! یہ لڑکی؟ پرندے کہاں سے آئے اس کے پاس...؟ میڈم جی! کیا ایسا سینہ کسی پر وڈ کٹ میں ہو سکتا ہے، کوئی اور یہ سین کسک سکتا ہے، میری تو لائری کھل آئی، کتاب کا کام ہوا ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ کیرولین جی! لائری دوں گا، آپ میری عادت جانتی ہو، کوئی کام میری مرضی کا ہو جائے تو پیسوں کے بارے میں کبھی نہیں سوچتا، پر آپ میرے کو یہ بتاؤ کہ یہ ہوا کیسے...؟“

”ہو گیا تو گوتم داس جی! ہو گیا؟“

”میری بات مان لو، میرے چہ پر وڈ کٹ پورے کر دو، اس وقت تک اسے کسی اور کے

ساتھ کام نہ کرتے دیا۔

”بات کر لیں گے گوتم داس جی! بات کر لیں گے، آپ تو ہمیں گھاس ہی نہیں ڈالتے تھے۔“

”بلکہ اس دفعہ کان پکڑنے کو تیار ہوں اور یہ معاہدہ آپ سے کرنے کو تیار ہوں کہ اب میرے چلتے بھی پروا نہ ہو۔“ وہ آپ ہی کر دی۔

”ٹھیک ہے گوتم داس جی! معاہدہ کر لیں گے۔“

کیرو لین بار بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ست رانی کو دیکھنے لگی تھی جو اب بڑی مسکمیٹ کے ساتھ پاؤں پھیلائے گھاس پر بیٹھی آرام کر رہی تھی۔ بھڑکی بھی اس سے کچھ فاصلے پر تھا۔ گوتم داس آچھلتا بھر ہاتھ، باقی سارے لوگ بھی حیرانی سے ست رانی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

ایک بار پھر حسن شاہ اور کیرو لین اکٹھے ہو گئے۔

”حسن شاہ! تم نے دیکھا؟“

”ہاں دیکھا میڈم۔۔۔۔۔!“

”میں تم سے ایک بات کہوں، بڑا عجیب و غریب واقعہ ہے، حالات یہ ہیں لیکن میرا دل یہ کہتا ہے کہ یہ جاوہر کی ہے، وہ عام لڑکی نہیں، اس کی آنکھوں میں جو سر ہے، وہ زمانہ قدیم کی رہا جی جاوہر نہیں جیسا کہ ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں، یا راکھیں ایسا نہ ہو کہ کسی موقع پر اس کی جاوہر کی ہمیں کوئی نقصان پہنچا دے، وہ ہم سے کبھی مار نہیں نہ ہو جائے۔“

”ہر کام کے لئے کوشش کی جاتی ہے میڈم! ہم کوشش کریں گے کہ یہ دونوں ناراض نہ ہونے پائیں۔“

”اور میں تمہیں بتاؤں میں اس کی سیکورٹی بہت زیادہ سخت کرنا پڑے گی اس لئے نہیں کہ ہم اس پر اعتبار نہیں کریں گے اس لئے کہ جب اس کے کارنامے منظر عام پر آئیں گے تو بہت سے لوگ اس کے حصول کے لیے دوڑ پڑیں گے۔“

حسن شاہ خیل اعجاز میں گردن ہلانے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

ڈاکٹر شورا جی کو گرہن سنگھ نے بہت کچھ دیا تھا اور وہ سہارن پور سے دہلی چلا آیا تھا۔ بہت دہلی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ کسی عمر میں انگریز چل گیا تھا، وہیں تعلیم حاصل کی اور پھر واپس رہائش پذیر ہو گیا تھیں اس کے اہل خاندان اب بھی ہندوستان اور خاص طور سے دہلی میں موجود

تھے۔

سہارن پور میں اس نے ست رانی کو دیکھا اور دل ہی دل سے بے شمار منصوبے بنا ڈالے۔ وہ اس انوکھی لڑکی سے یورپ میں بہت سے کام لینا چاہتا تھا اور نہ صرف یورپ بلکہ اور بھی بہت سے ملکوں میں اپنے نام کا ڈاکٹر بھجوانا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ ترویجی یا بھڑکی کو دولت کالاج سے کرا اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کرے گا لیکن بعد میں اسے بدترین ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ گرہن نے اس سلسلے میں اس سے تعاون نہیں کیا تھا۔

بہر حال وہ سہارن پور سے دہلی آ گیا تھا لیکن اس کے دل میں شدید کسب تھی۔ منصوبہ یہی تھا کہ سارے کام آسانی سے دو جائیں گے اور سارا یورپ اس سے پیچھے لگ جائے گا اور وہاں اسے اہل ترین اعزازات ملیں گے۔ ست رانی کے ذریعے دو بڑے بڑے لوگوں کا یہ صرف علاج کرے گا بلکہ اسے ان کے دلوں کے بھید بھی معلوم ہو جائیں گے اور ایک ایسا تاریکی کی شکل اختیار کرے گا کہ یہ خواب اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ دیکھے تھے لیکن یہ خواب پورے نہیں ہو سکے تھے۔ بڑی غلطی تھی اس کے دل میں۔

دہلی آ کر وہ رشتے داروں میں گھر گیا اور ستیہ جیت کمار اس کا نہ صرف بیٹو کی تھا بلکہ گہرا دوست بھی تھا۔ مقامی حکومت میں ایک وزیر کے طور پر کام کرتا تھا اور اچھے سیاستدانوں میں شمار کیا جاتا تھا، بڑا نام تھا اس کا اور بڑے اعتماد کے ساتھ اس کی وزارت چلا رہا تھا۔

ڈاکٹر شورا جی سب بھی انگریز دست ہندوستان آئے تھے، ستیہ جیت کمار کی بڑی پڑ پائی کرتا تھا اور اپنے خاص دوستوں کا اس سے علاج بھی کروا رہا تھا۔ جب بھی کوئی ضرورت ہوتی، وہ ڈاکٹر شورا جی سے رابطہ کرتا، پیادوں کو اس کے پاس بھیج دیتا اور ڈاکٹر شورا جی اسے پھر پڑنے پرانی دیتا تھا۔ ستیہ جیت کمار کی اعزازی اہلی درجے کی کوٹھی دریائے جمنا کے کنارے تھی لہذا اس کے پاس کے کسی مناظر خود ڈاکٹر شورا جی کو بہت زیادہ پسند تھے۔ چنانچہ وہ زیادہ تر یہیں قیام کرتا تھا۔

بہر حال دوسرے عزیز بھی تھے۔ البتہ اس جاوہر داس آیا تو بہت کھو یا کھو یا سا تھا۔ ستیہ جیت کمار کسی اہم سیاسی کام میں مصروف تھا۔ جو لوگ انگریز سے ڈاکٹر شورا جی کے پاس آئے تھے، ان میں دو تین ڈاکٹر تھے اور باقی لوگ ڈاکٹر شورا جی کے کارکن تھے۔ ایسے دو شخصوں کو جن پر ڈاکٹر شورا جی بہت اعتماد کرتا تھا۔ اس نے اپنے پاس بلایا اور کہا۔

”تم لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ سہارن پور میں جو بھڑکی ہمیں ملی تھی، وہ میرے لئے بہت اہم ہے، وہ وہاں سے تو نکل جی تھیں اس کے اندر جو خصوصیات ہیں، ان کی وجہ سے وہ دوبارہ کبھی نہیں ضرور نمودار ہوگی، تمہارا کام اب یہ ہے کہ تم ہندوستان بھر کے شہروں کی خبر رکھو گے اور

دیں کیا

کہیں سے بھی سست رانی اور بجزنگی کے بارے میں کوئی خبر ملے، فوراً وہاں پہنچ جاؤ۔ سست رانی کو انہوں نے
کرنا ہے اور انہوں نے اس کے لئے ایسی جگہ رکھنا ہے جہاں سے وہ دفارہ، دوسرے اور تمام فوراً ہی جیسے اطلاع
دو گئے تاکہ میں اس کے انگلیشنڈ لے جانے کا بندوبست کر سکوں۔

”مہاراج! آپ جیسا حکم کریں گے، ہم ویسا ہی کریں گے۔“

”لیکن باتو پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے کام نہیں چلے گا جس طرح بھی بن پڑے پھر اس کے
بارے میں معلومات حاصل کرو گے۔“

”ایسا ہی ہوگا مہاراج.....“

ڈاکٹر شوریج اپنے ان دوسرے بھائیوں کے لئے رہائش کا انتظام کر کے انگلیشنڈ چلا گیا۔ سستی
جیت کمار سے ہندو بھی رابطہ نہیں ہو سکا تھا اس لئے اس نے سست رانی کے موضوع پر اس سے
بات نہیں کی تھی۔

تقریباً ایک یا دو دن بعد اس نے انگلیشنڈ میں گزارا۔ پرانے مریض اس پر ٹوٹ پڑے،
اہلہ اس نے نئے مریضوں کو نہیں لیا تھا۔ ان سے معذرت کی تھی کہ وہ کچھ دن کے لئے مصروف
ہے، انگلیشنڈ واپس آنے کا تو نئے مریضوں کا علاج کرے گا۔

اس کا رابطہ دن رات اپنے دونوں آدمیوں سے تھا جو اسے رپورٹ دے رہے تھے کہ کتنی
سست رانی کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

بہر حال آخری بار ڈیڑھ مہینہ گزارنے کے بعد اس نے پھر ہندوستان کا رخ کیا اور دہلی پہنچ
گیا۔ اس نے اپنے دونوں کام آدمیوں کو بہت برا بھلا کہا تو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے
کہا۔ ”آپ جو بھی کہیں، پر اس کا کہیں سے کوئی نام و نشان ہی نہ ملا۔ ہندوستان چند لوگوں کی
آبادی تو ہے نہیں کہ ایک انسان کو آسانی سے تلاش کر لیا جائے۔“

اس دوران سستی جیت کمار اپنے کاموں سے فارغ ہو کر آ چکا تھا۔ اسے بھی ڈاکٹر شوریج کی
ضرورت تھی، اس کا ایک دوست بیمار تھا۔ سستی جیت نے ملاقات کرتے ہی اس سے کہا کہ وہ اس
کے دوست کو دیکھ لے۔ اس نے اپنے معمولات ترک کر کے اس کے بیمار دوست کو دیکھا اور حاجت
تجوز کیا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اسی رات ڈنر کے بعد اس نے سستی جیت سے کہا۔ ”بھائی جی!
مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے، میں اس سلسلے میں آپ سے تھوڑا سا تہ چاہتا ہوں۔“

”ہاں، ہاں شوریج.....! بھائی جی! کیا بات ہے؟“

”ایک بہت ہی اچھے ہوئے کام میں پھنس گیا ہوں۔“ یہ کہہ کر ڈاکٹر شوریج نے
ستی جیت کمار کو سست رانی اور بجزنگی کے بارے میں پوری تفصیل سنائی تو سستی جیت کمار کا منہ

حیرت سے کھل گیا۔

”بڑی بات ہے تم، انگلیشنڈ..... رہتے ہو اور اس طرح کی باتیں سوچتے ہو، میں نے تو ایسی
کسی لڑکی کے بارے میں نہیں سنا، ہاں ہمارے ہندوستانی ”ناگہ رانی“، ”ناگہ سنی“، ”وش کینا“
اور ”مر جینی“ جیسی فلمیں بناتے رہتے ہیں جن میں اس طرح کی مافوق الفطرت کہانیاں دکھائی
جاتی ہیں۔“

”میں جانتا تھا بھائی جی! پہلے آپ تقریر کریں گے چونکہ آپ لوگوں کو تقریر کی بہت عادت
ہوتی ہے، اور آپ یورپ کے مائے ہوئے ڈاکٹر، ڈاکٹر شوریج کو پاگل نہیں سمجھتے تو یقین کر لیجئے
کہ یہ ساری باتیں سچ ہیں اور میں جڑا بیڑا ستر سے ابھر مارا مارا نہیں پھر رہا ہوں۔ یہ سنی سنائی تمہاری نہیں
ہے بلکہ میں نے آنکھوں سے سب آنکھ دیکھا ہے۔“

”دو دن ہر گز ہے؟“ سستی جیت کمار کو اب دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

”ہاں..... میں کہتا ہوں اس کا زہر سا ناکھ سے زیادہ تیز ہے، صرف کسی چیز کو ہاتھ لگا
وے تو وہ تھوڑے دن میں مر جاتی ہے، اس کی تو پانی کی حد تک اس کا تجزیہ کیا گیا ہے، میں اس سے
لستے ہوئے ہر کام لے سکتا ہوں۔ یہ لوگ ہندوستان کے ان لوگوں میں سے ہیں جن کے ہاتھ میں لینا
کیا جاتا ہے؟“

ستی جیت کمار نے خیال لگا ہوں سے ڈاکٹر شوریج کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے
گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”بہت عجیب ہوگا یہ سب۔“ پھر اس نے اپنے گرد و بار کو دیکھا۔ ہاتھ لگا ہوں
کے سامنے آ جاسے، وہ ہندوستان ہی میں ہے، اس کا بس ایک سے بھی بڑا ہے، وہ ہندوستان ہی کا ہے۔
پکارتی ہے، وہ جو؟ ”آپ آدمی ہے اور میں بتاتا ہوں کہ سست رانی ہندوستان میں بائبل اور پرندوں
کے درمیان بنتی ہے اور ایسے وہ ویش کینا بن گئی ہے۔“

”تم نے بھی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے نا؟“

”نہ صرف دیکھا ہے بلکہ اس کے زہر کا تجزیہ بھی کیا ہے۔“

”کیا وہ خوبصورت بھی ہے؟“

”اُسکی دیکھی انسانیت کا ایک بار دیکھو تو کبھی نہ بھول سکتے۔“

”کہاں ہے؟“ ”یا میں“ سے دیکھ سکتا ہوں؟“ سستی جیت کمار نے کہا۔

”لو بھائی جی! ساری انف سنی قسم ہو گئی اور تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں، اگر مجھے یہ معلوم ہو
اور وہ کہاں ہے تو کیا اب تک وہ ہندوستان میں ہوئی، کبھی کا اسے لے کر یورپ آ کر گیا ہو؟“

”دھت تیرے کئی..... تب تم مجھے کہانی سنارہے ہو۔“

"بھائی! سہری ایک بات سنو آپ بہت بڑے آدمی ہو، میں تو خیر ہندوستان سے آتا توڑ چکا ہوں، میرا مطلب ہے یہاں سے جا چکا ہوں لیکن تمہارے ہاتھ پاؤں بہت لمبے ہیں اور تم جس جھدے پر ہو، اس کے ذریعے تم نہانے کیا کر سکتے ہو، جھکوان کے لئے اسے تلاش کرو، مگر وہ مل جائے تو تمہارا یہ سجادہ دست جیون کا سب سے بڑا نشان پالے گا۔"

"مگر فاعب کہاں ہو گئی وہ.....؟"

"میں نے کہا نا سہارن پور چلی گئی اس کے بعد پتہ نہیں کہاں گئی، کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ فریض کرو، تمہیں مل جاتی ہے تو تم اسے انگلیٹڈ کیسے لے جاؤ گے؟"

"سوچ چکا ہوں، اس بارے میں تھوڑے سے انتظامات بھی کر چکا ہوں۔"

"کیا مجھے بتاؤ؟"

"میں اسے ایک پائل مرینز کی حیثیت سے ہائر لے جاؤں گا، پچھلے دن کے لئے اسے پائل کر دینا میرے ہاتھ کا کھیل ہوگا، میرے پاس اس قسم کی دوائیں موجود ہیں جو انسان سے اس کا ذہنی توازن چھین لیں لیکن ایک حد تک۔"

"ارے یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہے، خیر، دیکھیں گے تم کافی خطرناک ہو چکے ہو شورا ج!"

"مجھے اس لڑکی نے پائل کر دیا ہے، وہ میرا سنیرا مستقبل ہے، اگر مجھے مل جائے تو حربہ آجائیں گے۔"

"نوں.. اچلو لھیک ہے مل کر کچھ کرتے ہیں۔" ستیہ جیت کمار نے کہا۔

یہ ساری داستان اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اگر آپ عجیب و غریب واقعہ نہ پیش آ جاتا۔ شورا ج اپنے آدمیوں کے ساتھ مل کر بڑی تندی سے ست راہی کی تلاش کا کام کر رہا تھا اور پھر اس دن ستیہ جیت کمار کے ساتھ بیٹھائی دی، دیکھ رہا تھا کہ ایک کمرش اس کی انگلیوں کے سامنے سے گزرا۔

وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی جس نے اچھائی عجیب سا لباس پہنا ہوا تھا اور ٹھنکی کیلکتی ایک جھرنے کی طرف آ رہی تھی۔ جھرنے پر آ کر وہ ایک درخت کے نوکے سے پھینک گئی اور اس نے سکرا کر آسمان کی طرف دیکھا تو بے شمار پرندے اس کی جانب اُتر پڑے اور پھر پرندوں کا یہ فوج ان کے سر باڑوں اور گود میں جا بیٹھا۔ وہ ان کے ساتھ کلیں کرنے لگی۔ وہ اُتھ کر بیٹھتی تو پرندے اس کے پیچھے دوڑتے، رکتی تو وہ سب کے سب رُک کر اس کی پلٹ پڑتے۔ انہی اچھلیوں میں پرندوں کے ایک فوج نے اس پر حملہ کیا تو بہت ہی خوبصورت رنگین ان کی شکل اختیار کر گیا اور پھر وہ لڑکی اس لان میں اپنی لڑکی اور اس کے رنگ بدلتے رہے۔ اس کے بعد اس نے کئی کئی بار

لے آ یا جو یہ لان بتاتی تھی۔

ستیہ جیت کمار نے سامنے رکھے ہوئے گلاس کا مشروب اپنے حلق میں اڈیل کر ڈال کر

ان کی طرف دیکھا تو اسے عجیب جاتھی کی سی کیفیت میں پایا۔

"ارے تمہیں کیا ہوا خیریت.....؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"یہ.. یہ کمرشل دیکھا تم نے؟"

"ہاں بے حد خوبصورت ہے اور ماڈل لڑکی بھی غائب کی ہے لیکن کیا تمہاری یہ کیفیت کمرشل دیکھ کر ہوئی ہے؟"

"ہاں.....!"

"کیوں.....؟" ستیہ جیت نے پوچھا۔

"کیونکہ یہ وی لڑکی ہے۔" شورا ج کھنکی کھنکی آواز میں بولا اور ستیہ جیت اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگا پھر شدید خیرانی سے بولا۔

"ست راہی؟"

"ہاں..... کی گاڑی.....! اسے ماڈل نہیں ہے بلکہ وہ اور کتا خوبصورت کمرشل بنیات اس کے ہیں کیا کہیں اس کے بارے میں تم سے کچھ انکسیرا ہے؟ بہنوئی کا بھی اور دوستی کا بھی تم یہ سمجھ لو کہ اگر یہ لڑکی تمہاری کوششوں سے مل گئی تو مجھے بہت بڑا مقام مل جائے گا اور میں تمہارا انسان کبھی نہیں بھولوں گا، ہندوستان میں، ایسے تو بہت کسان ہیں جو میری ٹیکنیک جو کام میرے لئے کر سکتے ہو، وہ کوئی نہیں کر سکتا۔"

ستیہ جیت نے خیال ڈالوں سے ڈاکٹر شورا ج کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے رنگ میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ اس کی خاموشی بھی کچھ زیادہ ہی طویل ہو گئی، پھر اس نے کہا۔

"ہاں بالکل! میں یقیناً کوشش کروں گا۔ پھر اس کے بارے میں مجھے کچھ اور بتاؤ، کوئی

تو نہیں ہوئی تمہیں؟"

"بالکل نہیں، تم یہ بھولو کہ پچھلے دنوں میں اسی جنون کا شکار رہا ہوں کہ جس طرح بھی ان کے سامنے اسے اپنے ساتھ انگلیٹڈ لے جاؤں، مجھے امید نہیں تھی کہ مجھے اتنی ساری اچھلیوں کا کھانا پڑے گا، لیکن حیرت بہت عجیب رنگ اختیار کر گئے ہیں، پتہ نہیں یہ سادہ اور مخصوص ہی کی بنا پر ہے تو منت کھنی کے ہاتھ کیسے لگی؟"

"اے.....! ہاں ایسا ہی ہے۔" ستیہ جیت کھوٹے کھوٹے لہجے میں بولا تو ڈاکٹر شورا ج

”میں سوچتا ہوں کہ اس کے بارے میں غریب کہہ نیاں
سنائی ہیں کہ نہ برائی ہے، وہ کتنا ہے، اس کی لیس لیس میں زہر بھرا ہوا ہے، آخر ایسی بات ہے تو یہ
ایک مہرل زندگی کیسے گزار رہی ہے؟“

”میں اسے بہت قریب سے دیکھ چکا ہوں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ بظاہر جنگل
میں رہنے والی ایک سادہ اور معصوم سی لڑکی نظر آتی ہے لیکن اس کا بچا ہوا جھوٹا پانی کوئی پی سنے تو
مجھ لو کہ اس نے اپنی زندگی کا سودا کر لیا اور سارا کام تھوڑی سی دیر میں ہو جاتا ہے۔ بڑی عجیب سی
بات ہے، فحاشا۔ مگر بچن سنگھ کا بھائی جگن رائے ایک ایسے زبردست لکھل کا شکار ہو گیا تھا جو ہرن میں
کینڑے پیدا کر دیتا ہے، خون کے سرخ ذرات اٹھارن ہو کر زہریلے کینڑوں کی شکل اختیار
کر جاتے ہیں اور ہر میڈیکل ہسٹری میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے ہوائے موت کے ...
کھانسی کے ساتھ انسان کی ہانک اور منہ سے کینڑے جھڑنے لگتے ہیں، وہ مگر بچن سنگھ نے مجھے
علاج کے لیے بلایا اور بات چوتھ میرے لئے بھی دلچسپ تھی اس لئے میں پوری تیاریوں کے
ساتھ آیا لیکن جگن رائے ٹھیک ہو گیا، صرف اس کے جھوٹے پانی سے کیونکہ اس کے جھوٹے پانی کا
زہر اس بچل کے زہر پر دلی آ گیا اور اس نے اس کے معطر اثرات ختم کر دیئے، اس سے تم اندازہ
لگا سکتے ہو کہ وہ کتنی کتنی ترہیں ہے، یہ بات میں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تم ایک دم اس کے
تصور میں گھومتے ہو۔“

”ارے نہیں تمہارا مطلب ہے کہ میں اس سے متاثر ہوا ہوں؟“
”یقین کرو میرے ذہن پر بھی وہ کچھ لھوں کے لئے چھانگتی تھی، کھٹکتے ہیں ہی اتنی
خوبصورت!“

”ہاں ... اچھا اب مجھے بتاؤ اس کی کیا کرد؟“ ستیہ جیت کمار نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔
”جس طرح بھی ممکن ہو سہا، میں اس تک پہنچنا ہے، وہ کسی سودے باز کی سے تو رام نہیں
ہوتی لیکن تھوڑی سی بحرمانہ کوششوں کے بعد میں اسے ہتھکنڈے سے چا سکتا ہوں، تمہیں اس سلیا
میں میری مدد کرنی ہوگی۔“

”کیوں نہیں، میں کروں گا تمہاری مدد میں معلوم کر رہا ہوں کہ یہ کمرشل کس نے بنایا ہے
اور اس کے بعد سوچیں گے لیکن تمہیں ایک حبیہ کر دینا خوب کسی بحرمانہ عمل میں مصروف نہ ہو جانا۔“
”اگر تم میری مدد کرنے کا وعدہ کر رہے ہو تو ہمارے تمام سے زیادہ اختیارات کتنے حاصل ہو سکتے
ہیں، پہلے اسے قیدی میں کر لیا جائے اور اس کے بعد کچھ اور دیکھیں گے اور کریں گے۔“

”ٹھیک ہے لیکن اس میں وقت لگے گا۔“

”انتظار تو کرنا ہی ہوگا۔“ ڈاکٹر شوراج نے کسی قدر مطمئن ہو کر کہا۔ لیکن اس رات سچے
جیت کمار کچھ بے چین نظر آیا۔ بچانے کیوں ...؟ ویسے تاکہ کمرور انسان نہیں تھا کہ ٹھنک ست رات
کے حسن میں کھو جاتا۔ دس دس بجتے ہی مقام تھا اس کا، اس کے علاوہ اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا
کہ وہ ٹائمن سے زیادہ زہریلی ہے، کسی اور حیثیت سے اس کا حصول صرف موت کا حصول کیا
جاسکتا ہے۔ پتہ نہیں ستیہ جیت کی یہ سب چھٹی کس حیثیت کی حامل تھی اور اس کا اظہار اس وقت ہوا
جب رات کو ایک بجے کے قریب اس نے اپنے خاص سیکرٹری ہنسل کو فون کیا۔

ہنسل اس کے ان خفیہ فونوں میں سے تھا جو اس کے پرمرا مہاراج کرتا تھا۔ اس کے ساتھ
بہت خطرناک افراد تھے۔ ہر بڑا آدمی اپنا ایک خفیہ گروپ ضرور رکھتا ہے۔ لیکن راج اور گرچن سنگھ
بھی اسی حیثیت کے حامل تھے اور اپنے خفیہ کام اپنے خفیہ آدمیوں سے کراتے تھے۔ خود ڈاکٹر
شوراج بھی ایسا ہی تھا اور اس کے آؤٹ بھی اپنے طور پر ست رات اور جیگر کی کوشش کر رہے تھے۔
ستیہ جیت کمار نے ہنسل سے رابطہ قائم کیا جس میں تھوڑی سی دیر لگی تھی لیکن بہر حال دوسری طرف
سے ستیہ جیت کمار کا فون ہنسون کر لیا گیا۔

”جی مہاراج اور اس ہنسل حاضر ہے۔“
”ہنسل ...! آؤ ٹیلی ویژن پر ایک ٹرین چلا ہے، میں ایک خوبصورت لڑکی
میں گھری ہوئی دکھائی گئی ہے، اگر تم نے نہیں دیکھا تو اسے بتانا دوں گے معلوم کرو اور پھر
یہ طریقے سے یہ چوہہ کرو کہ یہ کمرشل کس نے بنایا ہے اور یہ ماڈل کون کی ہے، معلومات
میں خفیہ فون چاکس، دوسری بریڈیات بعد میں۔“

”مہاراج! کل کا دن دس بجتے کام ہو جائے گا۔“
”ہنسل کل کا دن دیکھا جا سکتا ہے تمہیں تمہاری اطلاع کا انتظار کروں گا۔“
”جی مہاراج! ہنسل نے جواب دیا اور ستیہ جیت کمار نے فون بند کر دیا۔

... ..

گرچن سنگھ بھی اچھا انسان نہیں رہا تھا لیکن پتہ نہیں گرچن سنگھ اپنے بھائی کے لئے اتنا اچھا
تھا؟ ساری زندگی اس نے بھائی کو چاہا، اس کی ہر خوشی پوری کی، ملک سے باہر بھیج دیا،
سب اخراجات کئے اور اب جگن رائے کی موت کے بعد ایک طرح سے اس کی دنیا تاریک
ہو گئی۔ کسی نے اسے اتنا خستہ حال نہیں دیکھا تھا۔

چندویں سے بے نسل و مرام بالی آ گیا تھا۔ یہ بات اس کو ابھی طرح معلوم تھی کہ ارچن

سنگھ نے دلپ سنگھ سے اپنے باپ کی موت کا بدلہ لیا ہے اور اس کا اریہ ست رانی کو ہی دیا ہے۔ وہاں وہ نام بھی سامنے آئے تھے، سون متی اور ساون سنگھ۔... بھرتی نے اپنا حلیہ بے شک تبدیل کر لیا ہو لیکن ست رانی کو ہری رام نے صاف پہچان لیا تھا اور اس کے بعد وہ دونوں اس طرح اپنا کام کر کے نکل گئے تھے جیسے تمسک سے ہاتھ اٹھل جاتا ہے۔ کوئی کوشش کا ترک نہیں رہی تھی اور بھرتی سنگھ ہاتھ بندھ گیا تھا لیکن اس کا عہد تھا کہ جب تک وہ زندہ ہے وہ انتقام لئے بغیر نہیں رہے گا۔ چنانچہ اب وہ واپس سہارن پور آ گیا تھا اور تقریباً گوشت نشینی کی زندگی گزار رہا تھا کہ اس دن جتنی ہی بھرتی رام اس کے پاس پہنچ گیا۔

”مہاراج! آپ کے لئے کچھ سوغات لایا ہوں۔“ ہری رام نے کہا۔
 ”گر بھن سنگھ غصیلی نکاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر غصہ ناک لہجے میں بولا۔ ”موت تو تیری ہی سے آ جانی چاہیے تھی جب تو نے بڑی بے خبری کے ساتھ مجھے خبر دی تھی کہ دلپ سنگھ ختم ہو گیا ہے اور بھرتی کا کوئی پتہ نہیں ہے جبکہ تو نے ست رانی کو وہاں دیکھا تھا لیکن اب تو میرے دشمنوں پر غمک چھڑ گئے کیوں آ گیا ہے؟“

ہری رام ایک دم سنبھل گیا اور بولا۔ ”ایک خبر لے کر آیا ہوں مہاراج امید کیجئے۔“ یہ کہہ کر اس نے ایک اخبار سامنے کر دیا۔

اخبار میں رادھیکا کی تصویر چھپی تھی اور اس کے بارے میں اطلاع دینے والے کے لئے انعام کا اعلان بھی تھا، وہ جگہ بھی بتائی گئی تھی جہاں اطلاع دی جی تھی۔ یہ ایک ایڈورج منٹ کمپنی کا نام تھا جس کی مالک میڈم کیروٹین تھی۔

”گر بھن سنگھ خبر پڑھتا رہا پھر اس نے عجیب سی نگاہوں سے ہری رام کو دیکھا اور بولا۔
 ”گووند اس کہاں ہے؟“

”باہر ہوگا مہاراج!“ ہری رام نے جواب دیا۔
 ”جا بٹا کر!“ ”گر بھن سنگھ بولا اور ہری رام پر اسامہ بنا کر باہر نکل گیا۔ اس پر توجہ دینے کے بجائے گووند اس کو بلایا گیا تھا جبکہ ہری رام ہر کام میں پیش پیش رہا تھا۔ بہر حال وہ گووند اس کے ساتھ واپس آ گیا۔

”گووند اس! تم نے یہ اخبار دیکھا؟“
 ”کیسا اخبار...؟“ نہیں مہاراج!“ گووند اس نے کہا اور گر بھن سنگھ نے اخبار گووند اس کی طرف بڑھا دیا۔

گووند اس نے پوری خبر دیکھی جو رادھیکا کی تصویر کے ساتھ تھی۔ خبر پڑھنے اور تصویر

دیکھنے کے بعد اس نے سوالیہ نگاہوں سے گر بھن سنگھ کو دیکھا تو گر بھن سنگھ بولا۔
 ”ہمیں بھرتی اور ست رانی کا پتہ مل گیا ہے، یہ رادھیکا کی تصویر ہے، راجن سنگھ یہ بھرتی کی پتہ نہیں سمجھتے، بھرتی نے یہ تصویر کہاں سے حاصل کی، بہر حال مجھے میرے بھائی کے رنگوں کا پتہ چل گیا ہے اور اب ہمیں اس کے گرد ایسا جال بچھانا ہے کہ کسی طرح وہ ہمارے جال سے نکل نہیں۔“

گووند اس سوچ میں ڈوب گیا۔ ”بھن اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔“ اس بار وہ بچ کر نہیں نکل سکتا، میں دیکھوں گا وہ کتنا چالاک ہے، غنڈوں کی پوری فوج اس پر لگا دوں گا مجھ سے آڑا دوں گا اس کے!“

”ایک منٹ مہاراج! آپ نے یہ خبر دیکھی ہے، اس میں نہیں بھی بھرتی کا نام نہیں ہے، آپ کیسے کہہ سکتے ہیں یہ خبر بھرتی نے ہی چھپوائی ہے؟“

”نٹو پاتل پن کی باتیں کر رہے ہیں گووند۔“ بھرتی کے علاوہ اور کسے رادھیکا سے غرض ہو سکتی ہے۔“ ”گر بھن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہاں اگل لھیک مہاراج! مگر کیا بھرتی کا حال مند ہو گیا کہ اخبار میں ایسی خبر چھپوائے، پانچ لاکھ انعام دے سکے، اتنی بڑی رقم اس کے پاس کہاں سے آئی؟“

”گر بھن سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر جھڑپ ہو گئی۔ ”خود آ کر لہتا کیا چاہتا ہے، میرے دام کی چوکیں ہلانے دے رہا ہے۔“

”میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں مہاراج کہ خڈوں میں پولیس سے مدد لینے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی، انٹر آپ بڑے سے بڑے پولیس افسر بھی بلائیں گے اب بھی آپ کے پاس کوئی ثبوت تو نہیں ہے کہ بھن سنگھ مہاراج، ست رانی ہی کے دشمن کا شکار ہو سکے، ایک لاکھ پانچ سو روپے جو بڑے گا، پولیس زیادہ سے زیادہ ان لوگوں کو پکڑ لے گی پھر ثبوت نہ ملنے پر ہمارے ہی ام ہو ایسا جو پانچ سو روپے آپ کیا سمجھتے ہیں کیا ست رانی اور بھرتی کے پیچھے کوئی بڑا ہاتھ نہیں ہوگا؟ خود پانچ لاکھ دے سکتا ہے، نہ اخبار میں ایسی خبر چھپوا سکتا ہے، یہ تصویر حاصل کر لینا بھی ایک کام ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔“

”ساری باتیں مانتا ہوں، پڑو مجھے یہ بتا کر میں کیا کروں؟ میرے تو من میں آگ سنگ

”یہ کام بھرتی کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہے، یہ تو بھی جانتا ہے اور میں بھی!“
 ”ہاں اگل لھیک کہا مہاراج! کوئی ایسی ترکیب سوچنی چاہیے جو ناکام نہ ہو سکے۔“ گووند اس نے ہری رام خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

”تو بھی کچھ بول پیری رام.....؟“

”میں کہہ بلاؤں مہاراج! مجھ سے تو روٹنی ہی ایسا ہو چکا ہے۔“

”مچھڑ پرانی باتوں کو، اب ہٹا کر کیا بیونا چاہیے؟ گووند واس تیرے من میں کوئی بات

”مہاراج! نکھیل لہا ہے، مریڑے کا سکا ہوتا۔“

”بول، ہندو یوں!“

”مہاراج! ہم لوگ یہاں سے کہیں باہر چل جاتے ہیں، کسی نئی جگہ جیسے بمبئی۔۔۔ بمبئی جا کر ہم اپنا انتظام کرتے ہیں اور اس کے بعد ہم دلی سے رابطہ کرتے ہیں نئی فون پر اس جگہ سے جہاں سے اشتہار چھپا ہے، ہم انہیں بتائیں گے کہ رادھیکا ہمارے پاس ہے وہ ہمارے ہاں ٹیکہ بہن کی حیثیت سے رہتی ہے، کسی اسکول میں نوکری کرتی ہے، اگر سچی آپ کی رادھیکا ہے تو آپ آ کر اس سے مل لیں اور اگر وہ آپ کو پہچان لے تو اسے اپنے ساتھ لے جائیں، اگر سچی بھانگا بھانگا آئے گا، یہ خیر اس نے اسی لئے چھپوائی ہے ہمارا، آج کہ جس کسی کو رادھیکا کے بارے میں معلوم ہو، وہ اس سے رابطہ کرے، وہ ہمیں بتائے گا کہ وہ اپنی بہن کو لینے کے لئے کس طرح آ رہا ہے، ہمارے آدمی میرے اور جرنی رام کے ساتھ اس کا سواگت کریں گے اور اسے پتہ لیں گے، اگر برجی اکیلا آیا تو پہلے ہم اس کا کھیل ختم کریں گے یا اسے قید کر لیں گے اور اس کے بعد اس کے نام پر ست رانی کو بھی بلا لیں گے پھر ان دونوں کا جو طیرہ بنائیں گے کہ وہ دیکھنے کے قابل ہوگا“

مگر بچن تنگ کچھ لیے سوچتا رہا اور پھر اس کا چہرہ مکمل اٹھا۔ اس نے کہا، 'ہاں گو بندہ اس! کیا بڑھیا ترکیب ہو پتی ہے ٹوٹے! ارے اس طرح کام بنے ہی بنے، میں تجھے اس کام کی منظوری دیتا ہوں،' سبکی میں میرا ایک بہت ہی گہرا جاننے والا ہے تو سیدھا اس کے پاس چلے جانا اور ہر طرح سے تیری مدد کرے گا۔'

”نہیں مہاراج! یہ تو کتنا ہی نہیں ہے، بس وہ جو کہا جاتا ہے کہ دوح کا ہنا چٹا چھ پھونک پھونک کر جیتا ہے۔ ہم اپنا کام ختم کریں گے، اس کے لئے پیسہ خرچ اور مہاراج!“

”اس کی تو کو چتا ہی مت کر، اپنے بھائی کے قاتل کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے
میں۔ منسا راہر کام کر دوں گا، تو بھیجی میں انتظامات کر سکتا ہے۔“

”آپ مجھ سے کہیں مہاراج تو میں امریکا میں بھی آتی تھی، مگر کس کا ہوں، اس کو تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ یہ بولتا ہے۔“

”تیار ہوں کر، پیسے کا پورا دستہ۔“ مگر بچے نے کہا۔

گودھنڈاؤں۔ نے بری رام بکا چہرہ دیکھا جو کبھی قدر بچھا بچھا سا لگتا تھا۔

گزینہجی منگھ سے انتظامات کرنے کا وعدہ کرتے ہو وہاں سے اٹھا اور ہری رام کے ساتھ

یاں! شوکیا سوچ رہا ہے میری راحہ...؟“

”کچھ نہیں گوہندو اس! تمہاری ترکیب واقعی اچھی ہے۔“

"آج بات کاغذ کی کھوپڑی میں لے آئے، دیکھتے ہیں، دونوں ہی مہاراج گھڑ پھرتے ہیں، سب سے پہلے کسی

ان سے متنبہ ہو سکتے۔ لیکن کہا کیا جائے ہرگز راجہ، دوری ایسا چل رہا ہے، کسی کی

تو چوٹ کھوانے کے لئے جب تک بیروں میں نہ گیا جائے، کام نہیں بننا۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔“

”اچھوں روپے لکھائے ہیں، مگر بچن سنگھ مہاراج سے، ٹو دو کچھ نہیں کھاتا ہے، اچھا لکھ

میں خوش رہتے ہیں لیکن بھگت مورتی نے تو کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے میں کوئی بُرائی نہیں۔

مریجنر سٹو بہارن کے طلبہ کا بچہ ہے، پر ہماری بیبوں میں بھی کچھ آ جائے تو بُری

”؟“ گویا وہ اس نے محسوس کیا تھا کہ یہی سبب ہے کہ اب وہ گرجا میں سٹوڈنٹس سے ہری رام کو

آگیا ہے۔ اے نذر ہمت نہیں چڑھے۔ کچھ دھڑکیں اس کھلی گلاب دوار ہے، رنم کلا لہجے اچھے

خوش کردیتا ہے۔ ہر فی مام نے چہرے پر بھی مسکراہٹ ان کی تھی۔

☆...☆

جسٹس جی اے صاحب اختیار تھا۔ ستمہ جیت لمار کا برائے کھیل تھا اور اس کا ختم

میں نے پورا گروہ بھڑکھٹا اور اس طرح کے جالیں بچھا دیں تھے کہ جس جیت مار کا

دروما جا کر کہ مرکز ملے۔ دوسرے ہی دن اس نے اظہارِ ارقیٰ۔

”مبارک! یہ کمرشل میڈیم کیرولین نے بنایا ہے اور میں یہ بات جاننا ہوں کہ میری

”آپ کو درست ہے، مگر بارہ آپ کے پاس تو بھی چکی ہیں۔“

ہاں.....! اور میں سمجھتی ہوں، یہ کمرشل گروپم اس منطق والا ہے کہ پروڈکٹ کا ہے، مجھے نہیں

یہ ابھی چند روز پہلے ہی کیرالین کی طرف سے مجھے دعوے نامہ وصول ہوا تھا، وہ کوئی فیشن

آگیا، ایک دوپہر میں اس کے پوتہ رام میں شریک ہوا ہوں، اپنی خالیشان کو بھی پرہم غصب

رام کرتی ہے لیکن سوچ سمجھ کر ہر جگہ جانا ہوتا ہے۔ اخباری رپورٹ ذرا سی ہنسک پا کر

جاتے ہیں اور پھر اپنی پسند کی خیرین چھاپتے ہیں۔ میں غموں کی ایسے پردہ گرہوں سے بچتا

تیسرا سہل: "ایسا کرو میرے پاس آ جاؤ، مجھے تم سے میٹنگ کرنی ہے۔"

”جی مہاراج...“

”مختصری تحصیل تیار ہوں تمہیں اس بارے میں بسمل! کمرشل میں جس لڑکی نے کام کیا ہے وہ نہ اسرار شخصیت کی مالک ہے، میرا سالا ہے شوراج لندن میں ڈاکٹری کرتا ہے، بہ مشہور آدمی ہے، مہاراج پور کے ایک بڑے جائیدادگر بچن سنگھ نے اسے اپنے بھائی کے علاج کے لئے بلایا تھا لیکن یہ علاج ست راتوں کے بعد بھائی کو بخون پانی پلا کر کیا، میں تمہیں پوری تفصیل بتاتا ہوں۔“ ستیہ جیت کمار نے کہا اور پھر جو کچھ ڈاکٹر شوراج نے اسے بتایا تھا، وہ شروع سے لے کر اس کمرشل تک ستیہ جیت کمار نے بسمل کو بتایا اور بسمل منہ کھولی کر رہ گیا۔

”خیر ڈاکٹر شوراج اس لڑکی کے حصول کے لیے پاگل اور ہنسے ہوئے، کوئی عشق و محبت والی بات نہیں ہے بلکہ وہ اس لڑکی کو لندن لے جا کر اس پر تجربات کرنا چاہتا ہے، لندن کے رئیسوں کا علاج کرنا چاہتا ہے، ظاہر ہے مقصد کروڑوں پاؤنڈ کمانا ہے، میں ان کروڑوں پاؤنڈ کے چکر میں نہیں ہوں لیکن تم جانتے ہو کہ ہمارے دشمنوں کی تعداد دوستوں سے کہیں زیادہ ہے اور اس کے لئے اگر ہم اپنا یہ مہرہ استعمال کریں تو سمجھو کہ پورا وہ ہو جاتے ہیں، اس خوبصورت لڑکی کو ہم اپنے ساتھیوں کے لیے چارہ بنائیں گے، میرا مطلب ہے ان کے لئے جو حسن پرست اور ہمارے بدترین دشمن ہیں، ویٹو بسمل! سیاست میں رجم، ہمدردی اور محبت کی کوئی خواہش نہیں ہوتی، اپنے مقصد کا حصول سب سے پہلے اس کے بعد کچھ اور...! مجھ رہے ہو نا میری بات... میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کیا ہمارے قبضے میں ہونی چاہئے، جتنا پارو والی کوئی نمبر ایک سو چھییس اس کے لئے بہترین رہے گی، اس پاس جنگل بھی بکھرا ہوا ہے اور جنگل کی اوہ رانی اس جنگل میں جی کر خوشی بھی محسوس کرے گی۔ بس ذرا اس کا خیال رکھیں پڑے گا، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے ہمیں کچھ پیسوں کی خدمات بھی حاصل کرنی پڑیں گی تاکہ وہ اسے قابو میں رکھیں، ہم اسے تربیت بھی دیں گے، نورا دیکھیں تو سمجھیں کہ وہ ہے کیا؟ ویسے وہ کمرشل جس طرح بھی دوتے، حاصل کر لو تاکہ ہم اسے بار بار دیکھیں اور اس کے بارے میں اندازہ قائم کر سکیں۔“

”جی مہاراج! اگر لڑکی کو حاصل کرنے کا ذریعہ کیا ہوگا؟“

”بسمل! وہ ایک لڑکی ہے، اگر تم اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھرجی کو بھی قبضے میں کر لو تو اور آسانی رہے گی، ہم دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، یہ دیکھیں گے کہ وہ خود کس انداز میں جیت چاہتے ہیں، ہم ان کے لئے جینے کا وہی سامان پیدا کر دیں گے تاکہ وہ ہمارے قابو میں رہیں۔“

”اوش مہاراج! اوش...!“

پوری دنیا

”میں نے تمہیں پوری تفصیل بتا دی ہے، ہم اس کے ذریعے بہت بڑے بڑے کام کریں گے کیا سمجھتے؟“

”جی مہاراج...!“

”میں تمہیں ایک دت بتاؤں، تم یوں کرو کہ پتہ تو چل ہی گیا ہے کہ اس لڑکی کا تعلق کیرالین سے ہے، تم اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ معلوم کر دو کہ لڑکی رتی کہاں ہے، کیرالین نے اسے اپنے قبضے میں رکھا ہے یا اس کے لئے کوئی اور جگہ بنائی گئی ہے، تمہیں شروع میں اسے طاقت کے ذریعے قابو میں کرنا ہے بعد میں ہم دیکھیں گے کہ کس طرح ہم اس کی مدد حاصل کر سکتے ہیں، سمجھ رہے ہو نا؟“

”جی مہاراج! آپ چننا نہ کریں، آپ کا دانا ہمیشہ کی طرح آپ کو یہاں بھی مایوس نہیں کرے گا۔“

”کرے جانتے ہیں نا ہم یہ بھی تو تم سے بات کر رہے ہیں اور تمہیں اپنے من کی ساری باتیں بتا دیتے ہیں۔“ ستیہ جیت کمار نے کہا اور بسمل نے خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

وہ کیا

اس کے علاوہ کیرو لین کو کئی جگہ سے بڑی بڑی آفرز وصول ہوئی تھیں اور اس نے فوراً لکھا وعدہ کر لیا تھا۔ گویا سب رانی کے بارے میں اس نے جو کچھ سوچا تھا، اس کی تکمیل ہو رہی اور سب رانی یا بھگتی، کیرو لین کے لئے بہت بڑی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔

پھر ایک دن کیرو لین کو فون موصول ہوا اور اس فون میں اس سے کہا گیا کہ جو تصویر اور رات اخباروں میں دیئے گئے ہیں، ان کے بارے میں بات کرنی ہے۔

کیرو لین نے فوراً ہی اس بات پر توجہ دی اور بولی۔ "جی کون صاحب ہیں؟"

"میرا نام بابورام سہاسے ہے، میں بمبئی میں رہتا ہوں۔ مجھے سندھ چال میں رہتا تصویر دانی بی بی کے بارے میں مجھے معلومات ہیں جی، آپ اگر مجھ سے ملنا چاہو تو کھاری کے مجھے سندھ چال میں آپ بابورام سہاسے کا گھر تلاش کر لیں، میں اسکول میں ماسٹر ہوتا ہوں۔"

"تصویر دانی بی بی کو آپ واقعی غور دیتے ہیں، کیا آپ کو اس کا نام بھی معلوم ہے؟"

"جی ہاں رہا، جی ہاں ہے اس کا نام سب رانی کے بارے میں اور جو کچھ بھی جانتا ہوں، وہ آپ کو ملاقات پر ہی تاؤں گا، بات اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ نے سچا اشتہار دیا ہے اور کئی بات سچی ہے تو میں آپ سے بے غیر شبہ فون پر دو کوئی بات میں بتاؤں گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے، آپ یہ بتائیں کہ آپ سے کب ملاقات کی جائے؟"

"میں بولا جی آپ جیسے بولو، میں آپ کو دو بار فون کروں گا، پھر میں تو فون نہیں کرے گا، غریب آدمی ہوں یہ سڑک پر گئے ہوئے ڈالوں سے میں آپ کو دو بار فون کر چکا ہوں، جب بھی ادھر آؤں، میرا مطلب ہے، بہتی آؤ تو مجھے خبر کر دو، میں آپ کو اس کے اشیائے قیمتی لے گا یا پھر پھر اپنا لالہ لو، اور کھاری، مجھے سندھ چال، ماسٹر بابورام سہاسے۔"

"بابورام سہاسے جی! کیا آپ وہ شخص کے بعد مجھے فون کر سکتے ہیں؟"

"باب جی کیوں نہیں، پر انعام کی بات تو پکی ہے؟"

"بالکل پکی بابورام سہاسے آپ چٹائی نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے جی، میں آپ کو دو تھپٹے کے بعد فون کروں گا۔"

کیرو لین نے فون بند کرنے کے فوراً بعد بھگتی اور سب رانی کو طلب کر لیا۔ حسن شاہ بھی ہاتھ دھو کر آیا۔

کیرو لین نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ "بھگتی صاحب! ایک خوشخبری ہے آپ کے لئے؟"

بھگتی نے امید بھری نگاہوں سے کیرو لین کو دیکھا۔ "کیا خوشخبری ہے میرے لئے؟"

ستے جیت کھار نہ خیال نکا ہوں سے شعل کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ویسے فصل! یہ ہماری زندگی کا بڑا عجیب تجربہ ہو گا۔ اصل میں ڈاکٹر شواج اس کے لئے اتنا سرگرم عمل نہ ہوتا تو میں تصور اس انتظار کر لیتا، ڈاکٹر ایک لمبے عرصے سے اس لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے سرگرداں ہے اور اس مسئلے میں ہر طرح کی جہاد کر رہی ہے، اس کے لئے تیار ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ وہ کوئی قدم اٹھائے، ہمیں اس لڑکی کو اپنے قبضے میں کر لینا ہے اور آخری بات بھی میں نہیں یہ بتاؤں، جتنی معلومات مجھے اس کے بارے میں ہوئی ہیں، اس سے مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ لڑکی صرف ایک ماڈل نہیں ہے بلکہ ایک بہ امر بارہ جو ہے اس کی آنکھوں میں سحر وار ہفتوں میں دس ہے، جیسے کہیں چوکتا نہیں ہے، جب اس پر ہاتھ ڈالو تو اس تمام باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہاتھ ڈالنا۔"

"آپ کا اس ایسا ہی کرے گا ویسے آپ نے جتنا پاروالی کوٹھی کے چوکیداروں وغیرہ کو ہوشیار کر دیا ہے تاکہ جب بھی اسی وہاں پہنچیں، ہمیں پوری توجہ دی جائے؟"

"اس کی تم فکر مت کرو۔ یہ دھلاں فوراً ان تک پہنچ جائے گی۔"

"ٹھیک ہے مہاراج! ہمیں آگیا دیں۔ سنسنی نے کہا اور اس کے بعد اس نے وہی سی اجازت مانگ لی۔

☆.....☆.....☆

سب کچھ کیرو لین کی توقع کے مطابق ہوا تھا۔ اس کرشل کی دھوم مچ گئی تھی۔ سینہ منڈی والا کیرو لین کے آگے پیچھے گھوم رہا تھا۔ وہ اس بات پر بخند تھا کہ اس کے اگلے کرشل کے لئے کیرو لین منہ مانتی قیمت پر اس ماڈل کو بک کرے لیکن کیرو لین نے اس کی ایک بات نہیں سنی تھی۔ دوسری طرف بہتم داس نے پیش کش کر دی تھی کہ اگلے کرشل کے لئے جو بڑے سے بڑا معاوضہ آفر کیا جائے، اسے سوا گھنٹہ کے کیرو لین۔ سینہ سے بھول کرے لیکن کیرو لین نے اس سے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ وہ کوئی پیشکش قبول نہیں کرے گی۔

"نہیچھے میں ذرا مختلف قسم کی عورت ہوں۔ میرا اصول اور نظریہ ہے کہ کوئی بھی کام جب تک ہماری شکل کے مطابق نہ ہو جائے، اس پر بہت زیادہ جذباتی ہونا مناسب نہیں ہے، یہی سب سے ایک فون وصول ہوا ہے۔" یہ کہہ کر کیرولین نے فون کے بارے میں چوری تفصیل بتا دی۔

بجرجی کا چہرہ جوش مسرت سے سرخ ہو گیا۔ اس کا پورا بدن کاچنے لگا، پھر اس نے پہچانی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں سمجھتی چاہتا ہوں، مجھے میری بہن مل جائے تو میں سمجھوں گا کہ سارا سنسار کچھ نہیں مکیا میڈم ہا بھگوان کے لئے مجھے بھی سمجھوانے کا بندوبست کریں، سہارا دیوں آپ کے چروں میں گنزار دوں گا، آپ کا اس بہن کو آپ کی سیوا کریں گا، ایک بار مجھے میری بہن مل جائے پھر مجھے سنسار سے کوئی دلچسپی نہیں رہے گی، بھگوان کرے یہ سب کچھ ہو گا۔" یہ کہہ کر بجرجی رونے لگا۔

حسن شاہ اور کیرولین نے اسے تسلیاں دیں۔ کیرولین کہنے لگی۔ "بابا، بجرجی! بابو رام سہانے نے جو کچھ اسکاں میں ماسٹر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب آپ ہمیں اسکا شیٹ پر پہنچیں گے تو وہ آپ کو خوش آمدید نہیں گے اور اپنے گھر لے جائیں گے۔"

"مجھے پہچانیں گے کیسے؟"

"نہن آئے گا، کالنگ کا تو ہم انہیں کوئی ایسی نشانی بتا دیں گے جس سے وہ آپ کو پہچان لیں گے۔"

"بھگوان آپ کو کبھی رکھے میڈم اسیرا یہ کام کر دیتے۔"

"کیا آپ ست رائی کو بھی ساتھ لے جائیں گے؟" میڈم نے سوال کیا۔

بجرجی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "جیسا آپ کہو گی جی، وہ یہاں خوش تے اور پھر میں وہاں کوئی رہے تھوڑی جاؤں گا، جیسے ہی مجھے میری بہن ملے گی، میں اسے لے کر ادھر آ جاؤں گا۔"

"آپ جو ہیں تو میں اپنا کوئی آدمی آپ کے ساتھ کر دوں؟"

"نہیں آپ کی بڑی کرپا ہے، اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں، میں وہاں پہنچ جاؤں گا اور بابو رام سہانے سے مل کر اپنی بہن کو لے کر آ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، ست رائی سے بات کر لیجئے، اگر وہ ساتھ جانا چاہے گی تو میں انکار نہیں کروں گی، میں بس اس لئے کہہ رہی ہوں کہ یہاں میں اس کی تربیت کر رہی ہوں اور آئندہ کمرشل سے لے کر تیار کر رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے جی، مجھے آتا تو نہیں ہے، آپ بندوبست کر دیجئے، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے، حسن شاہ! بجرجی صاحب کے جانے کا بندوبست کر دیں۔"

بجرجی نے ست رائی کو چوری تفصیل بتائی تو ست رائی خوش ہو گئی۔

"آپ کہو بابا تو میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں، مجھے آپ کے سوا کسی اور چیز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"نہیں ست رائی! یہ لوگ ہمارے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں، اگر وہ سمجھتے ہیں کہ تم نہ جاؤ تو میں ان کی بات ماننی چاہیے اور پھر میں زیادہ سے وہاں تھوڑی رہوں گا، جیسے ہی میری رادھیکا کے پاس سے لے کر فوراً ہی چل پڑوں گا۔"

"ٹھیک ہے بابا۔"

آخر کار بجرجی کی رواجی کی تیار ہاں ہوئیں اور اسے ایک ایسی ٹرین میں بٹھا دیا گیا جو اسے پہنچنے لے جاتی۔ پہنچی اس ٹرین کا آخری اسٹیشن تھا۔

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر شراج جو ہوائی کی مدد تک ست رائی کے حصول کے چکر میں پڑ گیا تھا۔ وہ اسے حاصل کر کے خود کو دنیا کا عظیم ڈاکٹر منوانا چاہتا تھا۔ ستیہ جیت کمار سے مدد مانگنے کے ساتھ وہ خود بھی کوششوں میں مصروف تھا۔ اس کے ہاتھ خاص ٹوبہ اس کے لئے کام کر رہے تھے۔ کسی کمرشل کے بارے میں معلوم کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اسے کیرولین کے بارے میں خاصی معلومات مل چکی تھیں اور وہ تیار ہو کر کیرولین کی رہائش گاہ پر چل پڑا۔ کیرولین کو کسی ڈاکٹر شراج کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے شراج کو اپنے ڈرائنگ روم میں طلب کر لیا۔ شراج کے وزیٹنگ کارڈ پر اس کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا، اسے کیرولین کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کافی تھا، چنانچہ کیرولین نے اس کا ہاتھ تھپاک استقبال کیا۔

"لندن کے ہندوستانی ڈاکٹر، ڈاکٹر شراج آئے، بیٹھے، بیٹھے، شراج ہیں آپ کے اور میرے لائق ایسی کیا خدمت ہے جس کے لئے آپ کو یہاں آنا پڑا؟"

"معافی چاہتا ہوں میڈم! اتفاق سے آپ میرے لئے اتنا اہم مردار بن گئی ہیں کہ میں آپ کے پاس آ کر آپ کو آپ کی شخصیت کے بارے میں بتا بھی نہیں سکتا۔"

"اچھا چلئے آپ خاص انتظام میں مجھے بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔"

"میں نے آپ کا ایک کمرشل دیکھا ہے جس میں ایک لڑکی جنگل کوٹن کا کمرہ دار ادا کر رہی ہیں جانا چاہتا ہوں کہ وہ ماقول لڑکی مجھے کہاں مل سکتی ہے۔"

"لندن کے ایک ڈاکٹر کو میری ماڈل سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"اگر میں آپ کو اس سے منسلک داستان سنا دوں تو آپ اسے محض داستان ٹوٹی سمجھیں گی، یہی دل میں مجھے جھوٹا جانیں گی یا پھر اس کے بارے میں تفصیلات جان کر آپ حیران رہیں گے۔"

جائیں گی۔

”نہ! تو پھر آپ مجھے جہان کیجئے نا!“ کیرونین نے مسکرا کر کہا۔

”ہاں میں آپ کو اس کی تفصیل بتاتا چاہتا ہوں۔“ یہ کہہ کر ڈاکٹر شورا ج نے ٹرچن سنگھ کے بھائی جگن راج اور سہارن پور میں ہونے والے واقعات پوری تفصیل اور ست رانی کی شخصیت کی پوری کہانی کیرونین کو سنائی۔ کیرونین نے آج تک ست رانی کی چھان بین کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، ہاں اس نے اس سے ایک بڑا سرا لڑکی ضرور تسلیم کیا تھا لیکن ڈاکٹر شورا ج نے اسے جو کہانی سنائی تھی، وہ بڑی ہی انوکھی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”اس کی آنکھوں میں سحر ہے اور اس کے ہونٹوں میں ہنس۔ اگر آپ کو اس سے واسطہ پڑے تو یقیناً آپ کو اس کے سحر کا کچھ انوکھی باتیں ضرور محسوس ہوتی ہوں گی۔“

”نہیک ہے لیکن آپ یہ بتائیے کہ آپ اسے کیوں تلاش کر رہے ہیں؟“

”میں آپ کو ساری تفصیل بتا چکا ہوں، دو افراد ایسے ہیں جن سے اگر آپ تصدیق کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں، ایک ہیں تیر محمد رام ترویدی جو ایک چھوٹی سی آبادی میں وید ہے، ست رانی کافی عرصے اس کے پاس رہ چکی ہے، دوسرا اٹھا کر ٹرچن سنگھ ہے جو اپنے بھائی کو کھدینا ہے، آپ ان سے ست رانی کی تصدیق کر سکتی ہیں، مزید یہ کہ اگر وہ آپ کی دسترس میں ہے تو تجربے کے طور پر اس کا جھوٹا پانی آپ کی بھی جانور کو پا کر اس کا تعجب دیکھ سکتی ہیں۔“

”بات بے حد سنسنی خیز ہے، دو میری مائل ہے اور میرے میک اپ میں وغیرہ اس کا میک اپ بھی کرتے ہیں، اگر وہ اتنی ہی خطرناک شخصیت ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے کسی میک اپ میں یا کسی اور شخص کو نقصان پہنچ جائے۔“

”آپ مجھے یہ بتائیے کہ وہ مجھے کہاں مل سکتی ہے؟“

”دو ہفتے ہوئی ہے میرے پاس، اس کا ساتھ میں بھی نہیں ہوتا تھا لیکن وہ اسی کام سے نکلیا ہوا ہے۔“

”دیوی جی! اگر آپ اسے میرے حوالے کر دیں تو میں آپ کو اس کا مکمل مائیکرو معائنہ دے دوں گا۔“ اس نے اپنے لے جانے کے لئے انگلیں سے داہن آئے ہوں، آپ میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہیں، میں ہاں بڑا اعزاز مقام رکھتا ہوں۔“

”اچھا یہ بتائیے کہ آپ اسے کیوں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں؟“

”میڈم! میں سچا انسان ہوں، سچ بولتا ہوں، وہ اتنی انوکھی شخصیت ہے کہ لندن میں اگر میرے حوالے سے اس کی حیثیت سامنے آ جائے تو میری پوجا شروع ہو جائے گی، وہ ایسے

دش کنیا

بعضوں کا علاج کر سکتی ہے جو لاعلاج ہوں، ست رانی کے ذریعے میں ان کا علاج کر کے بے شمار لاکھ کما سکتا ہوں، دولت ہر انسان کی خواہش ہو سکتی ہے اور اگر دولت کے ساتھ ساتھ شہرت بھی ملے تو اس سے زیادہ کسی کو اور کیا چاہئے۔“

”ہوں۔۔۔ لیکن جناب آپ سے ایک عرض کر دوں، دولت کی خواہش ہر شخص کو ہوتی ہے، مجھے بھی ہے، ست رانی کو آپ نے ماڈل کی حیثیت سے دیکھا ہی ہوگا، وہ میرے لئے ڈاکٹر مارل ہے، اس کا ایک ہی کمرشل ابھی مقرر جام پر آیا ہے لیکن مجھے بہت سے سرمایہ داروں نے اس کی سبقت کی ہے کہ وہ اس کا معاوضہ مندا لگا دیں گے، وہ میری ضرورت ہے، میں اسے آپ کے پاس نہیں کر سکتی۔“

”دولت میں بھی دے سکتا ہوں آپ کو، میں ایک بڑے محقق کی حیثیت سے منظر عام پر آ چکا ہوں، میں تجربہ کروں گا کہ وہ دش کنیا کیسے بن گئی اور دش کنیا بن کر وہ کیا کیا کر سکتی ہے، آپ کا کام کچھ بھی نہیں ہے میرے آگے مجھے میں، آپ تو صرف اسے ماڈل بنا کر دنیا کے سامنے کرکریں گی لیکن میں اس کے ذریعے انسانی نسل کی خدمت بھی کروں گا۔“

”آپ کو ہندوستان کے باشندے کونسی نظر نہیں آتے، ذکی انسانیت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو یہیں منتقل ہو جائیے اور یہاں رہ کر ست رانی پر تجربات کریں، میں آپ کو نہیں روک سکتی، لیکن اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، کیا آپ کو ذکی انسانیت پر آپ کی نظر آتی ہے؟“

”آپ سب جاغندہ کر رہی ہیں، میں اس کے حصول کے لئے اپنا دل بھرتا رہا ہوں اور جب مجھے علم ہو گیا ہے کہ وہ آپ کے پاس ہے تو دیوی جی! براہ کرم آپ اسے میرے حوالے کیجئے، میں جانتا ہوں وہ آپ کی کوئی نہیں ہے لیکن بہت سے ایسے مسکے ہیں جو آپ ان کے مسکے نہیں جانتیں، بلکہ اسے میرے حوالے کر دیجئے ورنہ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ آپ کے پاس ہے، میں اسے حاصل کرنے کے لیے مجرم بھی بن سکتا ہوں، آپ کچھ لیجئے اسے!“

کیرونین کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ ”آپ پاگل ہیں، چاہئے، وہ آپ کو نہیں مل سکتی اور آپ سے کوئی تعاون نہیں کر سکتی، اتنا بھی نہیں کہ آپ کو چاہئے کا بھی پوچھ لوں، آپ دیوانوں کی طرح رہے ہیں بیخیز۔۔۔“

”آپ اسے لکھ لیجئے، میرے اختیارات بہت وسیع ہیں، آپ مجھ سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔“

”میرے گھر میں ہیں آپ اس لئے میں آپ کو اس بات کا کوئی جواب نہیں دے رہی، اس سے زیادہ میں آپ کو اپنے گھر کی محبت کے نیچے برداشت نہیں کر سکتی۔“

"ٹھیک ہے، آپ اس خد کا جو نقصان اٹھائیں گی، اس کی ذمہ داری آپ خود ہیوں گی۔"

ڈاکٹر شوہر نے کہا اور وائیس کے لئے چلت پڑا۔

☆ ... ☆ ... ☆

بہل خطرناک آدمی تھا۔ ایک بڑے سرکاری عہدہ دار کی حمایت اسے حاصل تھی اور دوستی جیت کر، کے لئے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ اس کے پاس ایک پورا گروہ موجود تھا اور ان دنوں اس کے آدمی کیرو لین کی رہائش گاہ اور اس میں رہتے ہوئے اسنوڈیو کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہیں ہدایت کردہ تھی کہ وہ کیرو لین اور اس کی ماؤں ست رانی کے بارے میں عمل معلومات حاصل کریں۔

ہجرتی کے جانے کے بعد ست رانی کا دل بہلانے کے لیے حسن شاہ اور بھی بھی خود کیرو لین اسے لے کر میر کے لئے نکلتی تھی۔ کیرو لین، ست رانی کو اس کی خواہش کے مطابق شاپنگ بھی کراتی تھی اور تفریح مقامات کی سیر بھی کراتی تھی۔

پھر اس دن بہل ست رانی کے نقاب میں چل پڑا، جب صرف حسن شاہ ست رانی کے ساتھ تھا۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ جتنی کار میں بیٹھے باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ایک سناں بڑک پراچا تک سی ایک کار نے ست رانی اور حسن شاہ کی کار کا راستہ روک لیا۔ کار سے چار پانچ افراد نیچے اترے اور حسن شاہ خوف زدہ ہو گیا۔ کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا، وہ لوگ تختہ میں لگائے ہوئے تھے، کار کے قریب آتے ہی ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں پتھر کی چوڑی نال دہلی گنوں سے فائر کئے۔ گہرے سبز رنگ کے سیال کی پھوڑا رانیور پھر ست رانی بور حسن شاہ کے چہرے پر چڑی اور اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔

حسن شاہ، ست رانی اور ڈرائیور کے سانس بند ہو گئے، انہیں یوں لگا جیسے ان کا دم کھنچ رہا ہو اور کچھ ہی لمحوں کے اندر اندر ان کی گردنیں جھک گئیں، وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ نقاب پوشوں میں بہل بھی موجود تھا، اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ست رانی کو باہر نکالا جائے اور چند ہی لمحوں کے اندر اندر یہ کام مکمل ہو گیا۔

ست رانی وہاں لوگوں نے اپنی گاڑی میں ڈالا، حسن شاہ اور ڈرائیور کو کار سہیت وہیں چھوڑ دیا گیا۔ بہل کو ساری تفصیل معلوم تھی، چنانچہ اس نے احتیاط کے طور پر ست رانی کے چہرے پر ایک وہ مانیس کر ہاندہ دیا تاکہ اس کی زہریلی سانسوں سے محفوظ رہا جائے اور اس کے بعد کار بڑی رفتار سے آگے بڑھتی اور لمبے فاصلے سے لے کر تھوٹی ہوئی آخر کار جتنا پار والی گلی پر پہنچ گئی۔

یہاں موجود پھرے داروں کو پہلے سے اطلاع دے دی گئی تھی۔ گیٹ فوراً کھلا اور وہ لوگ

نی کو لے کر اندر آ گئے۔ وہ اسے ایک ایسے کمرے میں لے گئے جہاں سے کوئی قیدی باہر آ سکتا تھا۔ کمرے کا دروازہ لالو ہے کا اور خاص طریقے کا بنا ہوا تھا اور پورے کا پورا اجائی کا تھا۔ اسے اندر موجود قیدی کی نگرانی کی جاسکتی تھی، البتہ کمرے میں انتہائی آرام دہ بستر، ماحفہ ہاتھ بننے کا پانی اور خوراک پہنچانے کے لئے ایسی جگہ تھی ہوئی تھی جہاں سے کسی بھی قیدی کی تمام سہولتیں کا بندوبست کیا جاسکے۔

بہل نے اپنی نگرانی میں ست رانی کو بستر تک پہنچایا اور اسے طبیعتان سے لگنے کے بعد کے سب باہر نکال آئے۔ بہل نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کردی تھی کہ ان میں سے کوئی بھی اس کے قریب نہ جائے اور ہر طرح سے خیال رکھے کہ دشمن کیا کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس نے بہل کے سر پر دست لگے میں ست رانی کے ساتھ کمرے کو کام ہو جانے کی اطلاع دی۔

☆ ... ☆ ... ☆

ہجرتی پہنچی پہنچی گئی۔ رات بھر وہ اس جگہ پر اور کچھ کام کیا کرتا رہا تھا۔ کیرو لین نے باہر سے اسے اس کا حلیہ بتا دیا تھا، خوبصورت اور صاف ستارے نے بھی اپنے بارے میں تھوڑی سی تفصیل دی اور کہا تھا۔

"ہیکم صاحب! پیار آدمی ہوں، اگر ریل سے اسٹیشن پہنچیں گے تو اس کی وجہ میری بیماری پھر بھی پوری کوشش کروں گا کہ اسٹیشن جا کر ہجرتی صاحب سے ملوں اور انہیں اپنے ساتھ گھر لے جاؤں۔"

ہجرتی پلیٹ فارم پر اتر گیا۔ مقرر سامان اس کے ساتھ تھا، وہ گریں نہ لٹا تھا کہ اسٹیشن پر باہر رام سہائے کو تلاش کرنے لگا اور اسی وقت دہلی پتے بدن اور بے فکر کا ایک آدمی سارا سامان اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پر نام کیا اور بولا: "میں ہجرتی کے ساتھ ہوں تو آپ فی ہجرتی ہیں؟"

"ہاں اور آپ باہر رام سہائے! ہجرتی نے کہا اور آگے بڑھا۔ باہر رام سہائے فوراً ایک چھت تھپا اور بولا: "آپ سے کلے ٹیکس مل سکوں گا ہجرتی جی! ادے کا سرایتس ہوں، آئیے ساتھ، یہاں سامان مجھے دے دیجئے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے رام سہائے جی! کیا آپ کے ساتھ میری راتھی کا بھی آئی

"نہیں جی! آئیے آپ...! " رام سہائے، ہجرتی کے ساتھ اسٹیشن سے باہر نکل آئے۔ رام سہائے بات کی اور دونوں آٹو میں بیٹھ کر چل پڑے۔ باہر رام سہائے نے رام سہائے کو

”راوہیکا آپ کے ساتھ کیوں نہیں آئی، کیا آپ نے اسے بتا دیا تھا کہ اس کا بھائی اس سے ملنے آ رہا ہے؟“

”نہیں، بھئی جی! اسے یہ بتانا ٹھیک نہیں تھا، بھگوان جانے کیا اونچی نیچ ہو جائے، میں تو مھوٹا پنڈت، کسی کے من کو اس لگانا اور پھر اس کو توڑ دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، آپ اس سے ملو گئے تو آپ خود ہی سنبھال لیتا۔“

”وہ اس وقت گھر میں ہی ہوگی نا.....!“

”نہیں، میں نے ان بیگم صاحب کو بتا دیا تھا کہ میں اسکول ماسٹر ہوں، وہ میرے ہی اسکول میں شام کو پڑھاتی ہے، میرے گھر کے برابر ایک چھوٹی سی کھولی میں نے اسے لے کر دی ہوئی ہے، بھئی کو اپنے پاس رکھنا میں نے اچھا نہیں سمجھا، وہ میرے گھر کے سارے کام کرتی ہے، مجھے پتا مان آتی ہے۔“

”اس کی صحت تو ٹھیک ہے نا، اب تو اس کی عمر کافی ہوگی ہوگی، وہ بلی پتل ہے یا بھاری بدن ہو گیا ہے؟“

”نہیں دلی پتل ہے، بڑی شریف عورت ہے وہ!“

”آپ نے اسے میرے بارے میں بالکل نہیں بتایا؟“

”تھوڑا بہت بتایا تھا میں نے اسے بلکہ اسے وہ تصویر دکھائی تھی جو آپ نے اخبار والوں کو دی تھی، اسے دیکھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، میں نے بڑی تسلی دی، کہنے لگی کہ وہ خود وہی پہلی جاتی ہے، پر میں نے اسے روکا اور کہا کہ مجھ پر چھوڑ دے، بس بھگئی جی! یہ بھگوان کی لیلیا ہے، ایسا ہی کرتا ہے وہ، پراپنوں کو ملا تا ضرور ہے۔“

بھگئی کی آنکھوں سے آنسو بہتے گئے۔ آٹھ رکشا اپنا سفر طے کر رہا اور کچھ دیر کے بعد وہ ایک ہمساندہ سے محلے میں داخل ہو گیا۔ ایک گھر کے سامنے رک کر بابو رام سہائے نے رکشا ڈرائیور کو پیسہ دیے اور پھر بھگئی کو ساتھ لے کر سامنے نظر آنے والے دروازے کا کالا کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

بھگئی نے گھر کے دونوں طرف نگاہ ڈالی تھی۔ کھولیاں ڈور ڈور تک بنی ہوئی تھیں، ان میں سے کوئی کھوٹی میں اس کی لاڈلی بہن رہتی ہے، یہ نہیں معلوم تھا۔ تھوڑا سا ترڈا سے ضرور ہوا تھا۔ بابو رام سہائے نے راوہیکا کو جب اتکا دیا تھا تو تھوڑی سی تفصیل اور بتا دیا تھا اور آج اسے اسکول کی چھٹی کرادیتا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے پوچھا۔ ”شام کی پڑھائی کب ختم ہوتی ہے؟“

”سناؤ بھئی، زیادہ اتکا نہیں کرنا پڑے گا، آپ آگئے ہیں، آپ یہاں آرام کریں، آگئے ہیں۔“

”میں بھی آپ کے ساتھ اسکول چلتا ہوں ماسٹر صاحب! آپ کی بیٹی کرپ ہوگی۔“

”آپ آرام سے بیٹھیں، بھائی ہیں میرے، کچھ جل پانی لیں۔“

”دیکھتے آپ تو علوم ہے۔“

”میں میں ابھی آیا۔“ رام سہائے نے کہا اور ایک طرف بنی ہوئی رسوئی کی طرف بڑھ کر ایک تخت پر بیٹھ کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

اسے بابو رام سہائے پر قصہ آ رہا تھا۔ کیسا ست آدمی ہے، اس کی اپنی بہن ہوئی تو میں اس طرح اتنے آرام سے سب کچھ کرنا نہیں رہا صبح کے آٹھ بجے انتظار کر رہی ہوں پڑے گا اخلاقی کا مظاہرہ بھی کرنا پڑے گا وہ بھی کرنا کر سکتا تھا۔ رام سہائے شربت کے دو گلاس لے کر اسے پوسٹ پیکی کیا اور اس نے شربت کے گلاس کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا خود لے کر تخت پر بیٹھ گیا۔

”غریب لوگ ہیں، یہ بھائی بھی غریبوں کا ہے، بھگوان جی! سب ایک دوسرے سے ملے ہیں اور راوہیکا کی تو بڑی عزت ہے یہاں پر، سب لوگ اسے تاحریزی جی کہتے ہیں۔“

”بھئی اس کے پاس پڑھنے کے لئے آ جاتے ہیں۔“

”بھئی نے شربت کا گلاس خالی کیا اور اسے تخت پر رکھتا ہوا بولا۔“

”ابھی جاتا ہوں اور ابھی آتا ہوں۔“ ماسٹر رام سہائے نے بھگئی کو غور سے دیکھتے ہوئے

”نہیں، پھر نہ آئے گا۔“ بھگئی نے جلدی سے بھگئی کو بلا کر دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

”آپ کا کام ہو گیا، کوئی داناں جی! آپ سامان سنبھال لیں۔“ یہ کہہ کر وہ جلدی سے

”شربت بڑھ گیا۔“ دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگائی اور تیز تیز قدموں سے ایک

میں نے اسے نہیں شاد و تم غلط سوچ رہے ہو، وہ لیلیٰ کا میاں ہے، نہیں مٹی ہے، اس کی سب
کون کا نام بھی نہیں کہہ سکتی، سب رانی کو بلو، دگر کے دو سے کسی کمر میں شوٹ پیسے
ہے۔

“...and the

”میں جانتی ہوں، یہ کام اس نے کیا ہے۔“

جانی

”ہاں! یہ حرکت ڈاکٹر شجاع کی ہے، اس فیصلہ ڈاکٹر شجاع کی ہے۔ لیکن میں اسے ایسا
 نہیں سمجھتا۔“

”وہ اپنی جہت میں دو گناں رہتا ہے۔“

”سب پتہ چلے گئے۔ وہ اپنے دوست سید حسین علی سے بھول۔ پھر اس نے فوان
سے رابطہ قائم کیا اور رہنمائی کے لیے ایک نوٹ بھیج دیا۔

”جی بارون ایک صاحب! میں تیرا لیٹن بولن دیتی ہوں، وہی تیرا مین ہاں ٹھیکہ
 رکھتا ہے۔ یہ ایک ضروری کام آؤ پڑے، اللہ ن سے ایک شخص آج صبح شوریٰ کے ہمارے
 گھر آئے، جی جی، ...! اور شہزادہ کی ملازمت کر کے لڑائی لڑ رہا ہے۔ آپ
 مشکل نہیں ہے، ایک صاحب! اتنا کہہ سکتے تو پھر آپ کے لئے جو کام رہنے کی کیا
 بات ہے، آپ کہیں تو چیف منسٹر صاحب سے آپ کو فون کر آؤں ... جی ... ٹھیک ہے۔“
 وہی بول۔

کعبہ میں نے فوجی بند کر دیا۔ جس نے شاہ اس کا چہرہ دیکھ کر ہاتھ پاؤں کے سرور میں کہا: "میں نے کہا تھا کہ یہ ایک عجیب و غریب شخص ہے۔"

میرے خیال میں پوچھیں جائے گا۔ "حسن شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اس میں نہیں کہ سہی۔ دیت ہمارو جی آید۔ ولین کی پہنچ کا حکم نہیں تھا۔ وقت تو دیکھا تھا لیکن اس نے بعد کو فون موصول ہوا تھا۔

”میں نے یہ دیکھا ہے! آپ سے مجرم ہو کر قہار کی لپٹ میں آئے۔“

☆...☆ ☆

بہنیں اس کے ہوش اجاگر تھیں۔ لے گئے تھے لیکن باہورام سہائے نے ایسا کیوں کیا؟ ہوش



حسن شاہ کو کار میں غی ہوٹا آیا تھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارہاں طرف دیکھیں۔
 کچھ دیر تک تو صورت حال بھروسے ہی نہیں آئی، پھر ذہن جاگا تو زچھل پڑا۔ سانسے ہی ذرا دیر نہ ہلایا، 1۔
 تھا۔ بے ہوٹا نے کے لئے جو کھلونے استعمال کیا تھا، اس کا اثر شاید اتنی ہی دیر رہتا تھا۔

یہ اچھا نگاہ رانی تو ست رانی موجود نہیں تھی۔ حسن شاہ کے بیٹے از مجھے۔ جہد سے دروازے سے چنڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور لڑکھڑاتے بہن کو سنبھال کر بیچتا تو کیا۔ تہ بہ وجوہ۔ تیس نہیں۔ بھی ست رانی کا نام و نشان نہیں تھا۔

ایک لمحے میں اسے اندازہ ہو گیا کہ سب رات کو انجواہ کر لیا گیا ہے۔ اسی وقت ڈرائیور نے آواز سنئی دی۔

”ڈاکو تجھے صاحب کہتا ہے مجھے؟“ حسن شروع کرنے لگا۔ اب نہیں دیا۔ ادھر اُدھر کا جائزہ لے کر واپس کا رہیں تو جگہ۔

”چلو! اس نے بھاری آواز میں کہا۔

شاید ہی وقت زرا تیر کو مست رانی تھے جو جوڑ نہ ہونے کا احساس ہو ا تھا۔ اس کے منہ سے
 بے اختیار نکلا۔

۱۰ ارے... مصمص صائب .. مصمص صائب جال کشمیر ۱۱

"چلو راجیو" سن شادی کا دم تھا چار ہفتہ۔

پرائیڈر نے سٹیج پر کار اسٹارٹ کی اور یو۔ پی۔ کے ٹیوب میم صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے۔

"... ۱۱۱۱"

”یہ تو انھوں نے کیا کبھی جواب“ ذرا مجھ سے اپنی ذہانت کا مظاہرہ کیو۔

حسن شہاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کیرولین کی کونجی پہنچا۔ کیرولین نے حیرانی سے اسے دیکھا اور اسے احساس ہو گیا کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔

”حسن ثناء نے کوئے چوئے بھیجے ہیں اسے چوئی تفصیل بتائی۔ کیرولین کا رنگ فق ہو گیا۔
اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔“

"Yes"

”میرا اہل بیت ہے عیدم! یہ ضرور منڈی والا کا کام ہے۔“

”سنڈی، الاکائیوس۔“

”وہ تو مجھے عارف کا مالک ہے، مگر ان کو صرف اپنے گھر ٹھکانے کے لئے وقف ہے۔“

میں آتے تھے بعد بچائی، دیر تک اپنی جگہ لیٹا رہی سوچوں میں مگن رہا۔

پھر اچانک اسے خیال آیا کہ یہ وہ جگہ تو نہیں ہے جہاں باورام سہائے اسے لے کر آیا تھا۔ یہ جگہ تو بڑی عجیب سی تھی، بڑا سا گولی کمرہ جس میں زمین پر بس ایک گدہ بچھا ہوا تھا، ایک طرف چنے کے پانی کو برتن، دوسری طرف رکھا ہوا تھا جس اس کے علاوہ وہاں اور کچھ نہیں تھا۔ وہ چھوڑ کر دروازہ بھی عام سائز کے دروازوں سے بہت مختلف تھا جو اس گولی کمرے میں داخلے کا واحد راستہ معلوم ہوتا تھا لیکن ایک اور چیز تھی اس کمرے کی کوئی چھت نہیں تھی بلکہ وہ ایک مینار کی شکل میں بلند تھی چلا گیا تھا۔ یہ مینار فاصلہ سے کہاں سے آگئی اور میں اس میں کیسے پہنچ گیا۔

بجڑی اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ غارت میں چھوٹے چھوٹے گول سوراخ یا روشنی دان بنے ہوئے تھے لیکن ان کا قطر چار یا پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھا، البتہ ان سے روشنی آتی تھی اور یہ سوراخ اس طرح ایک دوسرے کے سامنے بنے ہوئے تھے کہ ان سے آواز آ کر سبک ہو سکتے۔

پھر بجڑی کو ایک عجیب سے شور کا احساس ہوا۔ یہ شور مستقل بلند ہو رہا تھا۔ بہت دیر تک وہ سوچتا رہا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اصل میں یہ ایک امساک ہوا تھا، سمندر کے کنارے بنا ہوا لائٹ ہاؤس جس سے جہازوں کو ساحل کی راہنی دینی جاتی ہے۔ شور بجڑی نے اس کی کوئی جگہ پہلے بھی نہیں دیکھی تھی۔ یعنی بھی وہ پہلی ہی بار آیا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس طرح کیوں بلایا گیا اور پھر اس کے ساتھ یہ منگول کیوں کیا گیا؟ یہ باورام سہائے کوئی لٹل شخص تھا۔ بہت دیر تک وہ اپنی جگہ لیٹا ان باتوں کو سوچتا رہا لیکن اس کے ذہن میں ان کا کوئی حل نہیں آیا۔

دن کو ایک عجیب سی محسوس کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس چھوٹے دروازے کے پاس پہنچ گیا لیکن اسے احساس تھا کہ جن لوگوں نے اسے اس طرح بے بیوش کر کے قید کیا ہے، انہوں نے اس کے اس قید خانے کا دروازہ کھلا نہیں چھوڑ دیا ہوگا۔ دروازے پر تھوڑی سی کوشش کے بعد اس نے یہ خیال دل سے نکال دیا کہ اس جگہ سے آسانی سے باہر جہاں جاسکتا ہے۔

دروازہ ابھی بہت مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا، اندر سے اسے بند کر کے لے گا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ بہر حال کافی دیر تک وہ اس گولی کمرے میں چٹل قدمی کرتا رہا۔ تھوڑی دیر تک قدموں میں لڑکھڑاہٹ قائم رہی لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس کی حالت خاصی بہتر ہو گئی پھر اس نے نشی کے برتن میں موجود خشک پانی کے کئی گلاس پیتے، ایک گلاس میں پانی بھر کر منہ پر خوب چھینٹا۔

بجڑی گہری سانس لے کر سوچنے لگا کہ راجہ کے کام پر یقیناً اس کے دشمنوں نے اسے اس جگہ سے بلایا ہے۔

وفاقی اس کے ذہن میں گرجی کا خیال آیا اور پھر یہ خیال چند ہی لمحوں میں یقین کی حالت اختیار کر گیا۔

چھوٹے دروازے پر آہستہ آہستہ بجڑی نے اس کے بعد دو تین چار اہست کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اس کی نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ چوہا اندر داخل ہونے کے سارے کے سارے مسج اور انہوں نے پستونوں سے سجائی بجڑی کی طرف سے ہونے والے پھر ساواں آواز اندر داخل ہوا۔ بجڑی نے کچھ بجڑی تخت حیران ہوا تھا۔ اس نے گرجی کو ایک تکان میں ہی پہچان لیا تھا لیکن گرجی نے اس کے پھر پھر لگاؤ میں گرجی سانس لے کر بولا۔

”خوب حلیہ بدلا ہے جو نے بجڑی! اس کا مطلب ہے کہ گوہر داس اور ہری رام بے گناہ ہیں، تجھے واقعی کوئی نہیں پہچان سکتا، کاش دوست رانی کو دیکھ لیتے تو تجھ کو دلپسند نہ ہوتی سکتا تھا، خیر مر گیا اچھا جا، میرے اس سے کون سے اچھے تعلقات تھے، پر بجڑی دیکھو کہ تیری ساری چالاکیوں کے باوجود ابھی میں نے تجھے اپنے قبضے میں گمراہی لیا، میرے بلائے پر تو آگیا ہے۔“

بجڑی نے ایک گہری سانس لی اور گردن ہلاتا ہوا بولا۔

”ہاں گرجی! ٹھیک کہتا ہے، لیکن کے کام پر میں ایک بار پھر دھوکا کھا گیا، پر مجھے صرف اتنا دے کہ وہ جیتی ہے یا نہیں۔“

گرجی نے ٹھکڑا ہوا انداز میں جس پر آہستہ اور تیرے اوپر کوئی مہربانی کروں گا، اچھا ہوا ہے مجھے یہ بات بتادی کہ تیرے من میں اپنی بہن کی زندگی یا موت کے بارے میں جاننے کی سبب چل اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہے میرے لئے کہ تو مر کر بھی اپنے دل میں اطمینان سے گر جائے گا۔ یہی نہیں جیتی ہے یا مر گئی۔۔۔ مجھے معلوم ہے سب کچھ معلوم ہے، پر بتا دینے کا مطلب یہ ہے کہ تجھے یہ خوشی مل جائے یا غم مل جائے، اس تجھے خوشی نہیں، غم بھی نہیں ملتا چوتھ جوتھ کا تو نے میرے دل پر لگایا ہے بجڑی! جھگڑاؤں کی سوندھ دے جو سوندھ لگائے ہے۔ سب اسے جوہر داس، مارا ہے اسے، اندر آ جاؤ تم دونوں بھی!“ گرجی نے ٹھکڑا ہوا انداز میں کہا اور پیچھے ہٹ کر داس اور ہری رام بھی اندر داخل ہو گئے۔

”میں موت چاہتا ہوں۔“ گرجی نے اس سے یہ مر مر کر بیٹھا، رنجی جی کر مرے، یہی موت ہے۔ اس کے لئے۔ اس نے میرے بھائی کو مجھ سے جدا کر دیا ہے اور وہ میں کی گنجائش نہیں دے گا۔

ہو لنگر شہزاد غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اسے معلوم تو کون کی طرح گرفتار کیا گیا تھا تو
تھانے کی عورت میں نے آیا کیا تھا۔ یہی شکر تھا کہ پولیس نے اسے لاک اپ میں نہیں ڈالا تھا اور
تھانے کی عورت کے ایک گندہ سے کمرے کی گندنی اور ٹوٹی چوٹی پہ بٹھا دیا تھا۔ بہت
سے وہ وہی بچہ پر بیٹھا ہوا پہلو بدل رہا تھا۔ اسے شدید پیاس لگ رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس
پر انٹر سے پوچھا۔ "مستری سے کہا۔"

"نکلتے پانی پانا ہے؟"
"مستری سے کہا۔" مستری نے کہا کہ اور کسی دوسرے مستری سے پانی لانے سے لگے کہا۔
دوسرا مستری کچھ لمحوں کے بعد المونیم کے ایک مزے سے تھکے گلاس میں پانی لے آیا۔
لنگر شہزاد کو پیش کیا تو وہ حیرت سے گلاس دیکھ کر ہوا ہوا۔

"یہ کیا ہے؟"
"پانی مانگا تھا تم نے۔"
"یہ پانی کا گلاس ہے؟"

"جیسے تو پانی کا گلاس، یہ تمہاری مرضی ہے کہ اس میں کچھ بھی ڈال کر پانی لوں۔" مستری نے
کہا۔

"چارلس سو بھراج نے بھی اسی گلاس میں پانی پیا تھا ہاں تو اگرچہ انیس سو بھراج کے
پڑنے کا ہے تو انہ روزک اپ کے کمرے میں چلو۔" دوسرے مستری نے بھی اس مذاق میں حصہ لیا
"تمہارے افسر کب آئیں گے؟" ڈاکٹر شہزاد نے پوچھا۔
"مرضی کے مالک ہیں جناب! ہمیں کوئی خبر نہیں ہے۔"

شہزاد نے حیرت سے سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس نے پانی واپس کر دیا تھا۔ بہر حال
اسے بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کچھ دیر کے بعد اسے انیس سو کے آفس میں لے
گیا جہاں تین پولیس کا ایک بہت بڑا افسر ہارون بیگ موجود تھا اور تھانے کا ایک ایک
ارٹ تھا۔ ڈاکٹر شہزاد کو ایک کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ ہارون بیگ نے شہزاد کو غور سے
دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ بہانہ سے آئے ہیں؟"
"یہ میرا نہیں جرم ہے جس کی وجہ سے مجھے گرفتار کیا گیا ہے؟" شہزاد نے ٹھیکے
میں کہا۔
"یہ اوکرم صرف جواب دیں، سوال نہ کریں۔"

"ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اپنے وطن کی پولیس کو جاننا ہوں، مئی ماں میں لندن سے آیا
ہوں، اوتیس کا سٹیشن ہوں، پورے یورپ میں میری شہرت ہے اور میں وہاں کے اعلیٰ ترین
ڈکٹروں میں شمار ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ نے مجھے کیوں گرفتار کیا ہے لیکن یہ سمجھ چکے کہ
آپ وہ انٹرنیشنل سیکس ڈیویژن میں لڑتی چلی گئی۔"

"تم نہیں جانتے، ایک صاحب اثر خاتون نے آپ کی گرفتاری کی استدعا کی ہے، وہ
شہزادہ ہوا، انکی ہیں۔" ہارون بیگ نے سائیڈ کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا جہاں
سے ہمارے تھانے کی دہلی منظر نظر آتا تھا۔

ہاں کیرویلین کی خوبصورت کارا کر کی تھی۔ اس سے اسے اسلحہ محفوظ رکھنے اور اس
کے دروازہ بکھولنے پر سیرولین، حسن شاد کے ساتھ بیٹھے اترتی تھی۔

کچھ لمحوں کے بعد حسن شاد اور کیرویلین اندر داخل ہو گئے۔ ان کا غیر مقدم کیا گیا۔ شہزاد
حیرت سے انہیں پھاڑے کیرویلین کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ہارون بیگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"یہ ان خاتون نے میری گرفتاری کی استدعا کی ہے؟"

"ہی ہاں۔"
"کیوں؟" شہزاد بدستور حیرت سے ہوا۔

"اور کارنی مست کروڈاکٹر شہزاد! یہ بتاؤ دست دہلی کہاں ہے؟"
"آپ شاید پاگل ہو گئی ہیں، مجھ سے یہ فضول سوال کیوں کر رہتی ہیں؟"
"بیگ صاحب! اس شخص کے خلاف میری درخواست دیکھیں اس نے انتہائی غیر ملکی طریقے
سے میری ذہنی مائل کو اغوا کیا ہے۔"

"آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟" "شہزاد غصے سے کھڑا ہو گیا۔
"مست شہزاد! دماغ آپ کا خراب ہو گیا ہے، آپ اپنی پولیس افسران کے سامنے ایک
محزون خاتون سے بدتمیزی کر رہے ہیں۔" تھانہ انچارج نے کڑھٹ لہجے میں کہا۔
"ارے تو آپ خود دیکھتے..... یہ مجھ پر کیسا ہے، بودا اٹھام لگا رہی ہیں۔" شہزاد فریاد
لہجے میں ہوا۔

"آپ زبان پر قابو رکھنے کی میڈیا آپ براؤکرم تحصیل بتائیے۔"
"مست دہلی میری دریافت ہے، اس نے اُسٹ مائٹنگ کی تربیت دی ہے اور وہ میرے
کئی کمرشلز کر رہی ہے، میرے ساتھ ہی رہتی ہے، یہ صاحب ایک دن میرے گھر آئے اور ایک
فضول سی کہانی مجھے سنا دی جس میں انہوں نے بتایا کہ وہ وہیں کیا ہے، انہوں نے فرمائش کی کہ دست

واقعی بات کے لئے اس کے دیباچہ سے وہ اس پر بھڑکتا رہتا ہے اور آپ خود بتائیے کیا یہ دور اس
 شہر کی ایوانی تہذیبوں کا ہے پھر انہوں نے میرے انکار کے بعد اُستغوا کر لیا۔
 ”وہ بھائی کیا تھی برائیاں نے سنائی؟“ بارون بیگ نے کہا اور کیرولین نے شوران کی
 سنائی بھائی اُنہیں سنا دی۔

”جی تو رہی تھی۔ آپ است لندن سے جا کر کوئی تماشا کرنا چاہتے تھے؟“ بارون نے
 یہ اس لیے۔

”میں سوہن خان کو بچوٹیا ہوں، آپ براہ کرم صرف ایک تھلیف کر لیجئے۔“ شوران نے کہا۔
 ”جی کرنا ہے؟“

”مجھے ایک فون کرنے دیجئے۔“

”شہر و ضرور، آپ اپنی کسی فون کریں گے؟“

”نہیں۔۔۔ میں شہر سے ہیٹ کمار کو فون کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہو۔۔۔ ان سے آپ کا کیا مہندہ ہے؟“

”میرے۔۔۔ ہونی ہیں۔“ شوران نے کہا اور سب چوتھک پڑے۔

۵۵

بارون بیگ نے ساتھ کیرولین بھی چوکی تھی۔ ہونکہ وہ سٹیہ ہیٹ کمار کو ایک طرح جانتی تھی
 اور اس کے سٹیہ ہیٹ کمار سے توقعات بھی تھے۔ اس نے سب بھائی نظروں سے حسن شہر و ضرور کیا۔
 دوسری طرف بارون بیگ کا وہ یہ بھی بدل آیا تھا۔ وہ کچھ نیچے خاموش رہا۔ پھر اس نے
 کیرولین کی طرف دیکھ کر گہری سانس بھرتے ہوئے کہا۔

”آپ ہم پولیس والوں کی مشکل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہیں میڈم۔ ایسے حالات میں
 میں کیا کرنا چاہئے۔ جناب ڈائن شوران؟“ آپ سٹیہ ہیٹ کمار کو فون کر لیں۔“

ڈائن شوران نے فون پر سٹیہ ہیٹ کمار کا نمبر ڈال دیا اور ریسورٹان سے لگا لیا۔

”میں قاتلے میں بیٹا ہوں، مجھے گرفتار کیا گیا ہے، ایک لڑکی کے اغواء کے الزام میں۔“

”کیا۔۔۔ یہ مطلب؟“ سٹیہ ہیٹ کمار کی آواز سنائی دی۔

”جو نامہ میں نے کہا اس کا وہی مطلب ہے۔ سب رانی نامی لڑکی اغواء ہو گئی ہے اور اس کا
 الزام میڈم کیرولین نے مجھ پر لگایا ہے۔ لیکن میں نے اسے ایسا کوئی عمل نہیں کیا۔ یہ تمہارا
 سٹیہ ہیٹ کمار، لیا خیال سے لاگ آپ میں چلا جاؤں یا میری کچھ دکر دے گی۔“

”فون متعلقہ افسر کو دیں۔“ سٹیہ ہیٹ کمار نے کہا۔

ڈائن شوران نے ریسورٹان بارون بیگ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”آپ سٹیہ ہیٹ کمار
 صاحب سے بات چیت کرنا پسند کریں گے؟“

بارون بیگ نے جلدی سے ریسورٹان ڈائن شوران کے ہاتھ سے لے لیا اور بولا۔

”نہیں۔۔۔ آپ کا خادہ ہرگز بارون بیگ بول رہا ہے۔“

”بارون آج، ڈائن شوران لندن کا مانا ہوا اکڑ ہے۔ وہ برس نیشنل رکھتا ہے، دوسری
 بات یہ کہ انتہائی مسرور لوگوں میں شمار ہوتا ہے، جو یہ قوفی اس کی گرفتاری کے سلسلے میں کی گئی ہے وہ
 کی طرح مجھے پڑ سکتی ہے۔ آپ انہیں فوراً چھوڑ دیں اور اگر ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی ہو گئی ہے تو
 اس کی مدد کرنا چاہئے۔ میڈم کیرولین سے میں بات کر لوں گا۔ وہ یہاں تھا نے میں تو

285

پہنکر اموں کو دیکھے۔ کہے مرزا بادل بیک آپ کیسے ہیں؟

”سرفریب ہوں۔ آپ کے حکم پر حاضر ہو کر ہوں۔“

ڈاکٹر شرابی کا منہ بکا ہوا تھا۔

”بھئی سب سے پہلے تو میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ یہ معزز آدمی اس طرح کی کوئی حرکت سو نہ کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ یہ خیال ہل سے نکال دیں۔ آپ کی مال لوانے انھوں نے کیا ہے۔ ویسے والد کیا ہے؟ آپ بتائیے میڈم کیرویلین؟“

کیرویلین نے پھٹک لفظ میں حسن شاہ اور اپنے ڈرائیور کے ساتھ ہونے والی زیادتی اور پھر ست رانی کے اغوا کی تفصیل بتائی۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ بھی بتایا کہ ڈاکٹر شرابی ست رانی کو لندن لے جاتا ہے۔ تھے اور اس کے لئے انہوں نے دھمکیاں بھی دی تھیں۔

”اے ڈاکٹر شرابی تم نے ہم سے کیوں بات نہیں کی اس بار۔“ مس ”ستیا دیت کمار نے غور سے شہر راج کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایک لمبی کہانی ہے۔ میں اسے کچھ دیر کے لئے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ تم جانتے ہو ستیا دیت کمار کہ مجھے تجربہ کرنے کا شوق ہے۔ وہ لڑکی جو ان کی ہی خصوصیات کی حامل ہے۔ کہ میں اسے کچھ دن اپنے ساتھ رکھ کر کچھ تجربہ بات کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا مقصد یہ نہیں کہ میں اپنے ہی بطن میں حجرہ شکنہ روایات کو پرتاؤں۔“

”یہ بات تو میں جانتا ہوں۔ لیکن شہ تو ٹہرا ہی نہ جاتا ہے۔ غیر اپنی ایک بات آپ کو ایک سمجھ لیجئے۔ میں آپ کے سامنے یہ خدمت دیتا ہوں کہ اگر ڈاکٹر شرابی سے ایسی کوئی برائی ہو بھی گئی ہے تو وہ نہ صرف میڈم کیرویلین سے معافی مانگیں گے بلکہ ست رانی کو ختم آپ تک پہنچائیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ اب آپ انہیں میرے پاس چھوڑ دیں۔ میں ہر قیمت پر ست رانی کو بچاؤں گا۔ آپ بالکل مطمئن ہیں۔ ست رانی کو اگر کسی اور نے بھی اغوا کر لیا ہے تو میں اپنے خصوصی ڈیوٹی لیکن سیل کو ہدایت کروں گا کہ وہ اسے تلاش کرے اور ساری سہولتیں کرنے کے بعد اسے برآمد کرے۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔ یہیں میڈم کیرویلین آپ کو مل جائے گی؟“

”اب آپ کے سامنے بولنے کی جرأت میں کیسے کر سکتی ہوں؟“ کیرویلین نے ہنس سہ میں کہا۔

ڈاکٹر شرابی نے جو سانپ پکڑا تھا، وہ اپنی مثال تھا۔ چکی کے پات جیسے چوڑا پھن۔ کوئی

کچھ نہ تھا۔ اسے شیش تار تو نہیں لپکا جاسکتا تھا لیکن ماتھیوں کا ہر تھکنا وہ ڈاکٹر شرابی کی اس اسل سے۔ اس وقت دوسرے کپڑے کے لئے نہیں تھے بلکہ اب نہ تھے نہ سبز نہ بیٹے لئے تھے تھے جو دار کشادہ تھے۔ گڑا دھرن کو دیا تھا۔

ڈاکٹر دھرن قبیلہ کچھ مری کا محروم سردار تھا۔ گنگوڑی پور جا نہ چکا تھا اور قبیلہ نے ہمہ جہت کے مطابق اس نے سنے سردار کی تلاش کا حکم دیا تھا۔ ویسے تو سارے سال ہی سانپوں کی دھمکی ہوتی رہتی تھی اور ان کا زہر نکال کر دیا نہیں جاتا تھا۔ سانپوں کو فروخت کیا جاتا تھا، لیکن خاص موسم میں جب سانپ بڑھتا ہو کر تھک جاتا ہے تو وہ بچا جاتا ہے۔ ان کی یہ پکڑ دھمکی بہت زیادہ ہوتی تھی اور اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ سارے سال کی آمدنی کا نصف فیصد وہی موسم میں حاصل کیا جاتا تھا اور پھر وہی کا بچہ بچہ سانپوں کی تلاش میں نکلتا تھا۔ وہ سب سے زیادہ دھمکی دیتا تھا کہ اگر وہ قریب آجائے گا تو اس کا سانپ انہیں کھا لے گا۔ سردار کی تلاش دوسرے بھی ایسی ہی تھی۔ ہوتا تھا اور پچھلے آٹھ سال سے ان موسم میں سب سے زیادہ پکڑے جاتے والے سانپوں کو سب آگیا دھرن کے مری تھا۔ اسے تو یوں لگتا تھا جیسے سانپ خود اپنے آپ کو ڈاکٹر شرابی کے لئے پیش کر رہے ہوں۔

ویسے بھی ڈاکٹر دھرن لمبا پودا خوبصورت جوان تھا۔ قبیلے کا ایک مہمانی سا آدمی تھا۔ ان کی ہر کردگی کی وجہ سے اس نے نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا اور پچھلے سال میں سانپوں کی بھڑکائی سے اس کا دل بڑھتا تھا۔ اس نے حاصل کیا تھا اور بڑی رقم کمانی تھی اس سے قبل ڈاکٹر شرابی نے اس سے گنگوڑی کی موت کے بعد سردار کا حرا کر دیا تھا۔

مزاج کا بہت اچھا تھا۔ بڑا دلیر اور بے باک تھا۔ سانپوں کے گل میں ایسے ہاتھ ڈال دیتا تھا کہ دوسرے ٹوک دانتوں میں انگلیاں باک کر رہ جاتے تھے۔ بزرگوں نے اسے سمجھایا تھا کہ چنا گ اننگ سی ہوتا ہے اور اس کا کام ڈسٹا ہوتا ہے۔ انسان سے کبھی اس کی دوستی نہیں ہو سکتی، اس کے لئے ان پر باتیں ڈالتے ہوئے اپنا خیال کیا کر۔ لیکن ڈاکٹر دھرن اپنی بے باک طبیعت اور تیز مزاجی کا ہر دیکھ کر کہتا۔ اس وقت بھی وہ اور اس کی پارٹی کے نو آدمی قبیلہ کو قمر سرف سے بہت دور تھل آئے تھے اور چلی بارنگ دھرن کو یہ تجربہ ہوا تھا کہ ساحلی علاقوں میں پائے جانے والے سانپوں میں کدوئی سی تہہ لٹی بھی ہوتی تھی۔

بڑا ہر گچ کر بہت بڑی رقم اپنے ساتھ لے کر آ رہا تھا کہ راستے میں سمندر کے کنارے کچھ کر رہے ہوئے اسے ساحلی چڑیوں میں یہ سانپ مل گیا تھا جو یقیناً پانی کا سانپ تھا لیکن بڑا تجربہ ہوا۔ ڈاکٹر دھرن کو اس کا تجربہ تھا۔ سانپ کو اس نے بڑی احتیاط سے اپنے تہہ میں لے کر لیا تھا۔

ابراہیم عقل کے مطابق راستے میں اس کے لئے کوئی خطر نہیں موزن لیا تھا۔ اس وقت بھی وہ سمندر کے کنارے قیام پزیر تھے۔ ساحل نظر انسانوں کو وجود نہیں تھا۔

آسمان پر پورا چاند لکھا ہوا تھا اور سورے کوٹھ خانے وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے سمندر کے کنارے تفریح میں مصروف تھے۔ چاندنی رات میں سمندر بے حد خوبصورت نظر آ رہا تھا اور دو ٹکا جا رہے تھے کہ گنگا دھرن کی نظر لبروں کے ساتھ آنے والے کسی ایسے وجود پر پڑی جسے وہ یوں انسان کا خیال ہوتا تھا۔ گنگا دھرن نے ہنسنے لگا وہ انہوں کو دیکھ کر اس طرف اشارہ کرتا ہوا ہوا۔

”وہ خوبصورت، خوبصورت کیا ہے؟“

ترم جہان اوجھڑا دیکھنے لگے، پھر سمندر نے کہا۔ ”دھرن! یہ تو کوئی انسان معلوم ہوتا ہے۔“

”آؤ رامیر۔ ساتھ آؤ۔“ گنگا دھرن بولا اور پھر دوسری سے ساحل پر پہنچ گئے۔

ایک بڑی لبر نے ایک انسانی جسم کو ساحل کی ریت پر لا کر پھینکا تھا۔ وہ سب اس پر ہلکے لئے تھوڑی دیر تک تو یہی احساس رہا کہ یہ کوئی لاش ہے۔ لیکن اس سے بعد جب انہوں نے اس کے تنہا کا جائزہ لیا تو گنگا دھرن کو اندازہ ہو گیا کہ وہ آدمی زندہ ہے۔ انسانی ہمدردی چالک انہی اور وہاں آئے انہیں اس جگہ لے آئے جہاں انہوں نے اپنا زیرہ لگا رکھا تھا۔

کافی دیر تک وہ لوگ مختلف طریقوں سے اس کے بدن کی مالش کرتے رہے۔ اس کے جسم کی خال سے پتہ چلتا تھا کہ کافی دیر سمندر میں رہا ہے۔ نئی جگہ جگہ پھٹے ڈھکے بھی تھے۔ بہر حال اس کی سانسیں معتدل ہوتی جا رہی تھیں۔

پھر وہی کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ یہی اور اس کے منہ سے ٹیف: باز تھی۔ ”بھگوان اس کی سہاگنا کرتے، بھگوان اسے چیتا رکھے میری دعا نہیں اس کے ساتھ ہیں، میں نے جہنم پر جنم لیا اور سناہ سے کامیاب ہو گئے۔“

”کون ہو تم، سمندر میں کیسے گر پڑے؟“

”ہجرتی ہوں میں۔۔۔ آسمان سے گرا تھا۔ سمندر میں جا پڑا اور اب زمین سے اب رہا ہوں۔ ابھی کوئی نہیں ہوا جو ان کو رحمت میں جاؤں گا۔۔۔ جتنے بھگوان، سب بھگوان۔“

”ابو! اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ پتہ نہیں کب سے سمندر میں گرا ہوا ہے۔ اسے کچھ کھانے پلانے کی کوشش کرو۔“

سمندر سے ملنے والے کو بیڑی مشکل سے کھینچ نکھونٹ کر سداوہ پلایا گیا۔ پھر اس کے بدن کو چربی طرح کچھ بول سے ڈھک کر اسے ایک ٹینٹ میں سما دیا گیا۔

وش گنیا

دوسری صبح بھی سمندر سے ملنے والے کی حالت ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ اسے سخت بخار ہو گیا تھا۔ گنگا دھرن نے فیصلہ کیا کہ آگے کا سفر شروع کر دیا جائے۔

”یہاں آس پاس تو کوئی بھی نہیں جس سے اس کے بارے میں معلوم کیا جائے۔ ہم اسے اپنی ہستی لے چلتے ہیں۔“ نیم غشی کی کیفیت میں جلا بھرتی کو اچھا سا دندڑاڑی میں ڈالا گیا اور اس کے بعد وہ اسے لے کر چل پڑے۔ راستے میں کئی بار اسے تھوڑی تھوڑی مقدار میں مٹی لیکن وہ بخار سے تیار رہا تھا۔ آخر کار وہ قہقہے میں پہنچ گئے۔ گنگا دھرن اسے سردار گنگوتری کے پاس لے گیا اور تمام تفصیل بتائی۔

یوں ہمارے سردار گنگوتری ہمدردی سے اس شخص کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

”وید کو بلاؤ۔ وہ اسے دوا دے گا۔ اس کی ہجر پر رد کچھ بھال کی جائے۔ پتہ نہیں کون ہے۔ کیسے سمندر میں گر پڑا تھا؟“

”ہم لے کر چھا تھا اس سے۔ بس نام بتایا ہے اس نے۔ کہنے لگا کہ میرا نام ہجرتی ہے اور پھر انہی سیدھی باتیں کرنے لگا۔“

”چلو ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔“ سردار بولا۔

تقریباً ایک ہفتے تک ہجرتی کی تیمارداری ہوتی رہی، لیکن وید نے صاف کہہ دیا تھا کہ اس کی دماغی حالت بگڑ گئی ہے۔ یہ رفتہ رفتہ ہوش میں آئے گا۔ نہیں آجھا جاسکتا کہ کتنے عرصے کے بعد اسے ہوش آئے گا۔“

”کوئی بات نہیں۔ انسان ہے اور ہم پر فرض ہے کہ اس کی سہاگنا کریں۔ اسے میرے پاس لے کر بنے دو۔ ہمیں پڑا رہے گا۔ وید بتی اس کی دیکھ بھال کرنے رہیں گے۔ روٹی پٹیرا ہم پر بھی بھاری نہیں ہوگا۔ بھگوان نے انسان کی ذمہ داری انسان پر ہی ڈالی ہے۔“ گنگوتری نے کہا۔

اور اس طرح بچ جانے والے ہجرتی کو بالکل اطمینان طور پر اس قہقہے میں جگمگاتی جھن سے سترائی اور اس کی ماں چندرکھ کا گہرا تعلق تھا۔

☆.....☆.....☆

کسی کی خیال نہیں تھی کہ ستیہ جیت کمار کے سامنے دم مار سکے۔ کیرولین کے بھی بہت اچھے تعلقات تھے، لیکن وہ جانتی تھی کہ ستیہ جیت کمار، صاحب اختیار ہے اور اس سے انحراف کسی طرح سووند نہیں ہوگا۔ البتہ ست رائی کے لئے وہ سخت پریشان تھی۔ لیکن اسے واپس آنا پڑا۔

جب وہ لوگ وہاں سے واپس چلا تو ستیہ جیت کمار نے شوراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے تم سے انکی امید نہیں تھی ڈاکٹر شوراج۔ بھلا جب تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ست

رانی کے حصول کے لئے کوشش کروں تو پھر تم اتنے سخت اقدامات پر کیسے اتر آئے؟“
 ”ارے میں بیگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایسا کوئی کام، کوئی عمل نہیں کیا۔ میرا
 دماغ خراب ہے کہ اس طرح کی بھربانہ کارروائیاں کروں؟ کیا میں جانتا نہیں کہ انہو کی کوشش کا
 نتیجہ کیا ہو سکتا ہے؟“

”کوئی تم یہ کہتا چاہتے ہو کہ ست رانی کو تم نے انہو نہیں کیا؟“ ستیہ جیت نے اسے
 ٹھکراتے ہوئے کہا۔

”یار تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے جانتے نہیں ہو۔ پوری زندگی صاف ستھری گزاری ہے
 میں نے۔ کیا میں اس طرح کا کوئی کام کر سکتا ہوں؟“

”جی ہاں کی بات تو یہی ہے ڈاکٹر شوراج۔ البتہ میں تمہیں ایک مشورہ دوں اگر میری بات
 مانو۔۔۔“

”ہاں۔۔۔“

”یہ ستیہ جیت بات ختم ہوگئی، میں نے صرف اپنے تعلقات سے متعلق کو سنبھالا ہے۔ وہ
 کورت جس کا نام کیرولین ہے اس کے تعلقات نہ صرف مجھ سے، بلکہ اور بھی کئی بڑے لوگوں سے
 ہیں جن کا وہ سہارا لے سکتی ہے۔ اگر ست رانی نہ ملی تو یوں سمجھ لو کہ چنگیز نے کیرولین کو باقاعدہ
 دھمکی دی ہے اور کہا ہے کہ تم جس طرح بھی ملن ہو سکتے گات رانی کو حاصل کر لو گے اور جس طرح
 ست رانی کو انہو کیا گیا ہے، معاف کرتا میں خود بھی یہ دہشتے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ شاید تمہارے
 ذہن میں اس کے حصول کی خواہش اس قدر شدید ہوگئی ہو کہ تم نے یہ عمل کر ڈالا۔ چلو تم نے یہ عمل
 نہیں کیا، لیکن میں سمجھتا ہوں تمہیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ سمجھ رہے ہو میری بات۔۔۔ تمہیں
 فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس الزام پر بد دل ہو کر تم نے فوراً ملک چھوڑ
 دیا اور مجھ سے بھی ناراض ہو کر چلے گئے۔ لیکن اگر تم نہ گئے تو بعد کے معاملات کا سامنا تمہیں خود
 کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ تمہیں گرفتار کر کے تم پر شدید دہشتگی کریں۔“

یہاں ڈاکٹر شوراج کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔
 ستیہ جیت کما کر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

”میں جانا چاہتا ہوں، میری واپسی کا ہندوستان کر دہ پلیز۔ بے شک میرے دل میں ایک
 خواہش ضرور تھی کہ میں اس پر تجربات کروں۔ ات لندن ساتھ لے جاؤں، مگر عجیب جاہلانہ
 ماحول ہے یہاں کا۔ انہیں اتنا کچھ حاصل ہوتا کہ زندگی بھر راج کر سکتے تھے لیکن جہنم میں جائیں۔
 میری اپنی بڑی عزت آبرو ہے۔ میں اسے کیسے خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔ لیکن مجھے ایک بات

”میں اس طرح چلے جانے سے انہیں اور شبہ نہیں ہو جائے گا؟“
 اس کا ہندوستان میں کر لوں گا۔ میں ہر طرح کے پردے انہیں دے دوں گا کہ تم تنہا ہی
 رہا۔“

”تھیک ہے میں واپس جانا چاہتا ہوں۔“ ڈاکٹر شوراج نے کہا۔

☆.....☆.....☆

ڈاکٹر شوراج کو ستیہ جیت کمار نے خود اس کے ساتھیوں کے ہمراہ لندن جانے کے لئے
 سوار کرایا تھا۔ فہم بھی اس وقت ساتھ تھا۔ ستیہ جیت کمار بغیر فلیگ والی گاڑی میں
 تنہا آیا تھا۔ شوراج کے جانے کے بعد وہ فہم کے ساتھ واپس چل پڑا۔ اس کے
 ایک شہیلی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

ڈاکٹر شوراج کا پریشان ہونا قدرتی بات تھی۔ وہ لڑکی اس قدر قیمتی ہے فہم کہ میں اس
 سے بڑے بڑے کام کر سکتا ہوں۔ میرے کئی حریف ایسے ہیں جن سے مستقبل میں مجھے
 خطرہ ہے۔ لیکن تم جانتے ہو کہ جتنی دھنیاں کا کیا مقام ہوتا ہے۔ ست رانی اس قدر بڑے کوشش
 کی بھی اسے دیکھ کر پاگل ہو سکتا ہے اور میں اپنے ان تجربوں کے بارے میں جانتا ہوں کہ
 میں پرست ہیں۔ ست رانی کا تعارف ان سے کرنا چاہئے گا اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ
 میں پر ہوگا۔ ہمیں بس ست رانی کی حفاظت کرتے رہنا ہوگا۔ وہ لوگ اس کا شکار ہو جائیں
 اسے اور پر کوئی شبہ بھی نہیں ہوگا۔ بڑی چالانک سے کام کرنا ہوگا۔ ست رانی کو کسی مخصوص
 سے تنگ نہ پہنچانا ہوگا۔ میں اس سلسلے میں تمہیں مکمل پلان بتاؤں گا۔

”جو حکم مہاراج۔ پر ایک بات بتائیے۔“
 ”ہاں فہم پوچھو۔“

”مہاراج، ست رانی کو ہم منظر عام پر کیسے لائیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ ایک باڈل
 جی اسکرین پر آجکی ہے۔ اس کے علاوہ ات انہو کیا گیا تھا۔ چلے ڈاکٹر شوراج سے
 جاننے، لیکن جب بھی اسے سامنے لایا جائے گا اس سے سوال ضرور کیا جائے گا کہ اسے
 انہو کیا تھا اور وہ کیسے رہا ہوئی اور پھر مہاراج، کیرولین اس کا بیچھا آسانی سے کہیں
 سے لے آئے۔“

”ستیہ جیت کمار کے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ آگئی۔ اس نے کہا۔
 ”فہم! میں جس مہمے پر ہوں وہ معمولی نہیں ہے۔ بڑے بڑے خطرناک کام کر کے
 سمجھتا ہوں۔ تم جانتے ہو سیاست میں کیسے کیسے داؤ بچھ کیسے پڑتے ہیں۔ یہ بھی میری

سیاست کا ایک حصہ ہے اور میں بھر پور طریقے سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ دو چار کام جانیں پھر ہم ست رانی کو کیرولین کے حوالے کر دیں گے۔ اس بیچاری کو بھی کسی مشکل میں پھنسا چاہئے۔ دیکھیں وہ ڈاکٹر شوراج کے کہنے کے مطابق ویش کنیا ہے۔ پولیس اس بار سے کیا کرتی ہے یہ تو بعد میں ہی پتہ چلے گا۔

”میں کچھ نہیں سمجھا مہاراج۔ ہنسل نے اُلجھے ہوئے کہا۔

”ستہ جیت کمار نے گہری لگا ہوں سے ہنسل کو دیکھا پھر بولا۔

”تمہارا کیا خیال ہے ہنسل یہ جہد مجھے تجھے میں مالا ہے؟ میرے دل میں کیا کچھ ہے گے تو دنگ رہ جاؤ گے۔“

”یہ تو میں جانتا ہوں مہاراج! آپ جو بھی سوچتے ہیں وہ سب سے الگ ہی ہوتا ہے۔ ہنسل خوشامد اند لہجے میں بولا۔

”تمہارا پہلا سوال یہ کہ خواہ شدہ ست رانی کو ہم منظر عام پر کیسے لائیں گے۔ اسے بھائی سیدھی بات سے تم اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ جتنا پار والی کو بھی جاؤ گے۔ وہاں تھوڑی دھانیں دھائیں ہوگی اور اس کے بعد تم ست رانی کو وہاں سے برآمد کر لو گے۔ اب وہ ڈیڑھ بجاری لیا جائے کہ وہ کوئی کس کی تھی، جہاں وہ قید تھی۔ جب وہ باہر آ جائے گی تو تم اسے لے میرے پاس آ جانا اور میں نے چونک کیرولین سے وعدہ کیا ہے کہ اس کی مائل کو جہاں بھی انور کرنے والوں نے پوشیدہ کر کے رکھا ہوا ہے، وہاں سے میں اسے رہا کر لاؤں گا۔ جب میں ست رانی کو برآمد کر کے اس کے حوالے کروں گا تو وہ میری احسان مند ہو جائے گی اور پھر اس سے فرمائش کروں گا کہ اس بڑکی کو مائل نہ بنایا جائے۔ میں اس کی تشکر نہیں چاہتا۔ اسے کچھ عرصے کے لئے مجھے ادھار دے دو۔ کیرولین کو ماننا پڑے گا کیونکہ ایک بہت بڑا آدمی اس سے ایک چھوٹی فرمائش کرے گا اور اگر وہ نہیں مانے گی ہنسل تو تیرا کیا اچار ڈالنا ہے۔ تو اتنا کام نہیں کر سکے گا۔ کیرولین کو راستے سے ہٹا دے۔“

”اوش مہاراج یہ کام کرنے کے لیے تو میں ہر لمحے حاضر ہوں۔“

”بات سمجھ میں آ گئی نا۔ ست رانی کو آزاد کرانے گا۔ ابھی دو چار دن رہنے دو۔ ڈاکٹر شوراج کو میں نے اس لئے واپس بھجوا دیا ہے کہ اس کے دماغ میں جو بات سائی تھی وہ نکال جائے اور کر گیا ہے یہاں سے میرا خیال ہے بہت عرصے تک ہندوستان کا رخ نہیں کرے گا۔“

”جی مہاراج۔“

”یہ پتہ تو کٹ گیا۔ اب رہ گئی کیرولین جس نے اس قیمتی لڑکی پر قبضہ جما رکھا ہے۔“

”بات سمجھ میں آ گئی نا۔ ابھی دو تین دن خاموشی سے بیٹھو۔ کیرولین اس کے لئے بھائی پولیس والے مجھ سے ڈاکٹر شوراج کے بارے میں بھی پوچھیں گے۔ خیر انہیں مطمئن کر دینا چاہئے۔ بات نہیں ہے۔ مرزا ہارون بیگ کو تھوڑے بہت تجھے پہچاؤں۔ اس کی زبان بھی کھلے گی۔ تین چار دن کے بعد وہ کھیل، کھیل لیتا جس کام میں نے تجھے اشارہ کیا ہے۔ ست کمر میرے پاس آ جانا۔ ویسے لڑکی بڑی سفید ہے۔ اگر ویش کنیا نہ ہوتی تو کچھ اور سوچتے کیا دے میں۔“

”ستہ جیت کمار نے اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ گئے۔ ستہ جیت کمار کے پاس کچھ سے ملنے ہوئے تھے۔ اس نے ہنسل کو رخصت کر دیا اور خود ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ ہنسل کی جو کی گئی تھی۔ وہ اس کے لئے انتظار کرتا رہا اور جب ستہ جیت کمار نے اسے گرین سگن دیا تو کام کے لئے تیار ہو گیا۔

.....

ست رانی کی نظرت میں کچھ ایسی خاص باتیں تھیں جو عام انسانوں میں نہیں ہوتیں۔ مثلاً خوب بھرتگی استدرست کے نیچے چھوڑ کر کسی کام سے نکل گیا تھا اور واپس نہیں آیا تھا اور پھر بعد تیر تھرا مہر دیدی اسے لے کر اپنے گھر چلا گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر پریشان نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ ستہ جیت کمار کے گھر کے ماحول میں ڈھل گئی تھی اور وہ جتنی کی قدر بھی بدلی گئی تھی۔

اس وقت بھی ست رانی کے ساتھ جو کچھ پیش آیا تھا وہ بہت عجیب و غریب تھا۔ اسے انوار کے والے قہر پاش اسے گھر میں چھوڑ گئے تھے اور سب اسے ہوش آیا تھا۔ ہوش آنے کے بعد اس نے پھر حوال کو بلا ہوا دیکھا اور گزرے واقعات اسے یاد آ گئے کہ کس طرح اسے بے گھر کیا گیا تھا۔ سوچا ضرور تھا اس نے کہ وہ کون لوگ تھے جو اسے بے گھر کیا تھا۔ یہاں تک لایا گیا تھا۔ لیکن کوئی خاص پریشانی اب بھی نہیں ہوئی تھی۔ بھرتگی پہلے بھی لایا تھا اور اب بھی وہ بھرتگی سے دور آ گئی تھی۔ ویسے بھی اسے معلوم تھا کہ بھرتگی راجیکا کی بہن تھی کیا ہوا ہے۔ وہ خود چاہتی تھی کہ بھرتگی اسے مل جائے لیکن اس سلسلے میں کوئی قدم اس کے من کی بات نہیں تھی۔

جس کمرے میں اسے رکھا گیا تھا وہ ہر طرح کی آسائشوں سے مزین تھا۔ کھانے پینے کی سہولتیں سب مل جاتی تھیں، جو خاص طور سے رکھی گئی تھیں اور کوئی بھی کھانا لانے والا اس

کیرویلین بہت اداس تھی۔ حسن شاہ بھی اس کے پاس ہی رہنے لگا تھا۔ ست رانی کے اس طرح ہاتھ سے لٹک جا۔ بڑے کی ان لوگوں کو امید نہیں تھی۔ ڈاکٹر شوراج کا مسئلہ بھی سنیہ جیت کمر کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا، لیکن ابھی تک ان کے ذہنوں میں شبہ باقی تھا۔ الہیہ کیرویلین اور حسن شاہ اس بات پر متفق تھے کہ سنیہ جیت کمر کے سامنے ان کی دال گھٹا مشکل ہے۔ اس وقت بھی دونوں کرویلین لٹکائے اڑے بیٹھے تھے۔ دونوں کے ذہنوں میں الگ الگ سوچیں تھیں۔

اچانک ہی حسن شاہ نے کہا۔ ”میں سمجھتا ہوں میڈم کہ بھرتی کے سلسلے میں بھی ہم سے تھوڑی سی بیوقوفی ہوگی۔ بھرتی کے ساتھ ہمارا کوئی آدمی ضرور ہونا چاہیے تھا۔ ورنہ اتنا تیز نہیں ہے کہ ہمارے معاملے کو عمل کر لیتا۔ پورا دم سبائے سے بھی رابطے کا ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے ہمیں آگے کے حالات معلوم ہو سکیں۔ پتہ نہیں۔ بھرتی کو رادھی کالی یا نہیں۔“

میڈم کیرویلین نے پچھلی سیسکر ابٹ کے ساتھ حسن شاہ کو دیکھا اور بولی۔

”حسن شاہ بھلے بھلے کی بیوی ہے۔ ست رانی ماڈل کی حیثیت سے مظر عام پر آ چکی ہے۔ اس قدر خوبصورت ہے۔ ہر کسی کا بھی ذہن اس کے لئے بھٹک سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ گوتم داس منڈی ورن اور ڈاکٹر شوراج اس کے اغواء میں لوٹ نہ ہوں بلکہ کوئی تیسری ایسی شخصیت ہو جس نے اسے نگاہوں میں رکھ لیا ہو۔ یہ بات جہاں تک بھرتی کی ہے۔ تم یقین کرو میں بھی انسر وہ ہوں۔ ہماری ذرا سی بیوقوفی سے کھیل بگڑ گیا، بلکہ کبھی تو مجھے یہ احساس ہوتا ہے جیسے بھرتی کے سلسلے میں ہم نے غلط کام کیا ہے۔ پھر یہ ہے تبنا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ کوئی نہ کوئی اس کے ساتھ بھی ضرور جاتا اور اسے اس کی بہن کو یہاں تک لے نہ دیتا۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کیا کریں؟ میرے ذہن میں گوتم داس کے خلاف کوئی بات نہیں ہے، لیکن اگر تم چاہو تو ہم اس سے بات کریں۔“

”جیسی میڈم مذاق اڑے گا ہمارا۔ ظاہر ہے ہم کوئی دباؤ تو ڈال نہیں سکتے اس پر۔ تذکرہ کریں گے تو اسے گا اور کبھی میڈم کیرویلین آئیے اور ست رانی کو میرے پاس سے لے جائیں۔ بہت ماننا تھا آپ کو اس پر۔“

”یار پھر بتاؤ کیا کریں؟“ کیرویلین نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ حسن شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ اچانک ہی فون کی گھنٹی بجی اور کیرویلین نے بیڑا ری سے کہا۔

”دیکھو حسن شاہ۔“

حسن شاہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ ”ہیلو۔“

”کون صاحب؟“

”سنیہ جیت کمر۔“ دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور حسن شاہ نے واغٹوان تلے زبان ہانے اچکائے۔ پھر ماؤٹھ میں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”مفسر صاحب۔۔۔ سنیہ جیت کمر۔“

کیرویلین جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اور ریسیور تمام کر بولی۔

”سر! آپ کی دای کیرویلین۔“

”میڈم کیرویلین! ہم مفسر تو ہیں ہی، لیکن آپ کے بچے اور اچھے دوست بھی ہیں۔ ہم نے کر دیا ہے۔“

”کیوں نہیں سر۔ میں اس بات پر فخر کرتی ہوں کہ مجھے آپ کا آئینہ وار حاصل ہے۔“

”سلاش کر لیا ہے ہم نے آپ کی بہت رانی کو۔ آپ نے ہم پر بھروسہ کیا تھا۔ بھگوان نے وعدہ کی لاج رکھی۔“

کیرویلین اچھل پڑی۔ کچھ لمحے تو اس کے منہ سے آواز ہی نہ نکل سکی۔ پھر وہ بمشکل بولی۔

”وہ۔۔۔ وہ کہاں ہے؟“

اب ہمارے پاس ہے اور آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ لیکن بھگوان کے لیے یہ نہ سمجھیں کہ ہم ڈاکٹر شوراج کے پاس سے حاصل کیا ہے۔ اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ آپ اپنی سست سے بچ چکیں۔ وہ بے پارتو بے گناہ بن جائیں گے۔“

”سنیہ جیت جی۔ تجھے شرمندگی ہے کہ میں نے ان پر شبہ کیا۔“ کیرویلین نے خود کو سنبھال لیا۔ اس کے لئے کافی تھی کہ سنیہ جیت نے ست رانی کے اپنے پاس ہونے اور اب کیا تھا۔

”آپ کا بھی ردش نہیں ہے کیرویلین جی۔ اس بے وقوف نے جذبات میں آکر خود ہی ہنس کر دے ڈالی تھیں۔ میں نے اسے اس بات پر نہ اٹھلا کھا تو ناراض ہو کر لندن واپس چلے گئے؟“ کیرویلین نے پوچھا۔

”آپ سے بات جیت کے دوسرے ہی دن چلا گیا تھا۔“

”کتنی تکلیف ہوئی آپ کو میری وجہ سے۔“

”آپ بھی تو ہمارے لئے اتنی ہی ضرورتی ہیں کیرویلین جی۔ ہر آپ کو کیسے ناراض کر سکتے ہیں۔ آپ کے ہاں تو ہمارے لئے اتنی ہی ضرورتی ہیں کیرویلین جی۔ ہر آپ کو کیسے ناراض کر سکتے ہیں۔“

نے راستے میں اس سے کوئی بات نہیں کی، نہ جانے کیوں اس کی چھٹی حس اسے ایک بے نام سنا احساس دلارہی تھی۔

گھر پہنچ کر کیرولین نے ست رانی سے پوچھا۔

”تم پر کیا جتنی ست رانی دتاؤ گی نہیں؟“

”پتہ نہیں کیا جتنی۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔“ ست رانی نے کہا اور بھل چلی۔

کیرولین اسے تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”وہ سنا کا اثر قبول نہیں کرتی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ صرف تجربگی کے لئے پریشان ہے۔

پتہ نہیں یہ بھڑکی کہاں مر گیا۔ میرے خیال میں کچھ ضرور ہوا ہے۔ ہمیں اس کی طویل خاموشی نظر انداز نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ شاید ست رانی ہم سے تعاون نہ کر سکے۔“

”جی میڈم! ستیہ جیت جی کا روتہ بھی کچھ عجیب ہے۔ انہوں نے خود بھی یہ نہیں بتایا کہ ست رانی انہیں کہاں سے ملی۔ ویسے میرے دل میں ایک اور خیال آیا ہے۔“

”کیا ہے؟“

”ان کے الفاظ یاد کریں۔ ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اب ہم بھی ادھیکار رکھتے ہیں کہ آپ سے کچھ مانگ لیں۔“

”ہاں کہا تو تھا انہوں نے۔ مگر ان کے الفاظ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

کیرولین کچھ خوفزدہ سی ہو گئی تھی۔

”مجھے یہ سب کچھ گڑبگڑ لگ رہا ہے۔“ حسن شاہ بولا۔

”یاد کیوں مجھے ذرا ہے ہوا؟“

”آپ غور کریں میڈم! ان کا براہ راست ذاکر شہزادہ لندن چلا گیا ہے۔ ست رانی کو اس میں لین لیا گیا۔ اس وعدے پر کہ بعد میں اسے اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ آپ کو مطمئن کرنا ضروری تھا۔ دونوں کام ہو گئے۔ بھرم بھی رہ گیا اور اصل کام کی بنیاد بھی رکھ دی گئی۔“

”یاد کیا مشکل ہے حسن شاہ۔ ہم نے تو بڑے بڑے منصوبے بنائے ہیں۔ میں اسے مس لانا چاہتی ہوں۔“

”میرے خیال میں فوراً ایک کام کریں۔“

”ہاں یو لو؟“

”بھڑکی کو جلدی بلا لیں۔ ہمیں ست رانی کو ان لوگوں کے مقابلے پر لانا ہوگا۔ ست رانی جیت کا راستہ روکے گی۔ لیکن اس کے لئے بھڑکی ہی اسے ہدایات سے دے سکتا ہے۔“

”میرے لئے کیا حکم ہے ستیہ جی۔“

”آجائیے۔ آپ کی امانت آپ کے حوالے کر دیں۔“

”شکریہ۔۔۔۔۔ میں آ رہی ہوں۔“ کیرولین نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔

حسن شاہ خاموشی سے کیرولین کی صورت دیکھ رہا تھا۔ کیرولین نے فون بند کیا تو وہ ہلکا

سے بولا۔ ”کہاں سے ملی۔ یہ نہیں پتہ چلا۔“

”تم سمجھ گئے۔ وہ مل گئی ہے اور اب ستیہ جیت کے پاس ہے۔“

”اور وہ کہہ رہا ہے کہ وہ ڈاکٹر شہزادہ کے پاس نہیں تھی۔“ حسن شاہ مسکرا کر بولا۔

”ہمیں اس مسئلے کو نہیں کرینا چاہیے بلکہ میں تو اس بارے میں اس سے پوچھوں گی بھی

نہیں۔ اتنا کافی ہے کہ اس نے اپنے سارے کی خوشی پوری نہیں کی اور اسے لندن واپس بھیج دیا۔ ست رانی کو بھی شہزادہ کے ساتھ لندن بھجوا سکتا تھا۔ صاحب اختیار ہے۔ اٹھو چلنا ہے اس کے

پاس۔“

”جی۔“ حسن شاہ اٹھ کھڑا ہوا۔

☆.....☆.....☆

ستیہ جیت کنارے لے اپنی کوٹھی میں ان دونوں کا سواگت کیا تھا۔ ست رانی بھی اس کے ساتھ تھی اور عادت کے مطابق خوش اظہار رہی تھی۔

”کیسی ہو تم ست رانی؟“

”ٹھیک ہوں۔ بابا بھڑکی کہاں ہیں؟“

”وہ ابھی واپس نہیں آئے۔“ کیرولین نے کہا تو ست رانی اُداس ہو گئی۔

”انہیں جلدی واپس بلاؤ۔ پہلے بھی وہ چلے گئے تھے اور بڑی مشکل سے ملے تھے۔“

”فکر مت کرو۔ وہ بہت جلدی واپس آ جائیں گے۔“

”ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے کیرولین جی۔ اب ہم بھی ادھیکار رکھتے ہیں کہ آپ سے کچھ مانگ لیں۔“

”میں اس کا پتہ کہاں ہوں کہ آپ کو کچھ دے سکوں۔ آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ ستیہ جی۔“ کیرولین نے کہا۔

ستیہ جیت غیب سے انداز میں جھینے لگا۔ پھر تھوڑی سی خاطر مدارت کے بعد ستیہ جیت ان تینوں کو رخصت کر دیا۔

ستیہ جی کے بارے میں بات کرنے کے بعد کافی اُداس ہو گئی تھی۔ لیکن کیرولین

”گنگا دھرن۔ کیا شیش ناگ کا کوئی گیان ہوتا ہے؟“ بھگتی نے پوچھا۔

“شیش تاگ کا گہانا“

”ہاں۔ گرو جی یہی بتاتے تھے۔“

”کرومئی کون تھے؟“ گنگا جہرن نے پوچھا۔

”ایں..... پچھیں کون تھے اویں تو اب نہیں آتا۔“

چاند رات کا پہلا منگل تھا۔ اس دن قبیلے میں گہری خاموشی طاری رہتی تھی۔ ایک سوگ کا سا حال رہتا تھا۔ رات کا پہلا پہر تھا۔ بھرتگی آبادی کے آخری گھر سے کچھ فاصلے پر ایک ہتھر پر خاموش بیٹا خلاہ میں گھور رہا تھا۔ اس کا ذہن اپنا گمشدہ ماضی تلاش کر رہا تھا کہ اس نے دور دور تک کھلی چاندنی میں ایک سیاہ لبادے میں ملٹوس وجود کو دیکھا۔ لبادہ پوٹل آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک طرف بھا رہا تھا۔

بجنگی کے حواس جاگ گئے۔ اس وقت جب سارا قبیلہ گہری نیند سو رہا تھا یہ سیاہ پوش کون سے کہیں قبیلے کا کوئی دشمن تو نہیں۔

بجریگی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہاں ایسی لاتعداد چٹانیں موجود تھیں جن کی آڑ لے کر سیاہ پوش کا پیچھا کیا جاسکتا تھا۔

ہجر کی دو بے پاؤں اس کا پیچھا کرنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی انہونی ہونے والی
 تھی ایسی انہونی جو کسی غم سے کوئل کر دے۔

☆.....☆.....☆

بجرحی کا نوئم سری سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ست رانی کی رنگوں میں اسی قبیلے کا خون، وذر ہا تھا۔ یہ الٹ بات ہے کہ ست رانی کے اس قبیلے تک آنے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ خود بجرحی کے ہوش و حواس بہ ستور ہم تھے۔ مگر بچن سنگھ نے اپنی دانست میں اسے قہر کر دیا تھا۔ کھلے سمندر میں اس نے نہ جانے کتنے عجیب و غریب گزارے تھے۔ زندگی اسے عیاں کیہے ہیں، جاتی ہے تو پانی کے بلبلے کی مانند اور سخت جاتی پر آتر آئے تو ایسے کہ انسان خود جھینے سے اُکتا جائے۔

بجڑی زندگی تھا لیکن ان جان لیوا دونوں نے اس کے ماضی سے رشتہ توڑ لیا تھا۔ اس نے بے اختیار ان لوگوں کو اپنا نام بتا دیا تھا۔ لیکن اسے لاکھ کوشش کے بعد بھی یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ بجڑی کیوں ہے۔

البتہ سردار گنگوٹری اپنے مزاج کے خلاف اس پر بہت مہربان تھا۔ اس نے اپنی رہائش گاہ سے کچھ دور یعنی اس کا جھونپڑا بنوادیا تھا۔“

ہم نہیں جانتے یہ کیوں ہے؟ وہ بے چارہ خود بھی نہیں جانتا۔ اگر اسے یاد آ جائے کہ وہ کون ہے اور وہ اپنی دنیا میں واپس جانا چاہے تو ہم اس کی مدد کریں گے ورنہ اسے ہمیں قبیلے میں رہنے دیا جائے گا۔“

اتنی ہی دلچسپی گنگا دھرن کو بھی بھریگی سے تھی۔ ویسے بھی بھریگی نرم مزاج تھا اور قبیلے والوں کے ساتھ اس کا رویہ بے حد ناجائز نہ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ تھوڑے ہی دنوں میں ان لوگوں میں مقبول ہو گیا تھا اور لوگ اسے بھریگی بابا کہہ کر پکارتے تھے۔ گنگا دھرن اس سے کہتا۔

”ہا ہا جی، تمہارے آگے پیچھے بھی کوئی ہوگا۔ کیا ان میں سے بھی کوئی تمہیں یاد نہیں؟“

”کوئی یاد نہیں؟“۔ ہاں ایک بار جب تم ایک سنانپ کا زہر نکال رہے تھے تو مجھے ایک

مانوس ی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔“

”خوشبو؟ یہ خوشبو کہاں سے آ رہی تھی؟“ گنگا دھرم نے تعجب سے کہا۔
 ”پتہ نہیں۔۔۔ شاید سانپ کے بدن سے یا اس کے زہر سے۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ خوشبو میرے بہت قریب رہی ہو۔“ بھرجنگی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔
 گنگا دھرم خاموش ہو گیا۔ ان سب لوگوں کو اندازہ تھا کہ بھرجنگی کھل صحت یاب نہیں ہے۔ اس کے زہاغ میں تھوڑا بہت شور مچاتی ہے۔

پیشکش

انکی کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کہ بستی کا سردار اس طرح چوری چھپے ان پہاڑی
میں بنے ہوئے غار میں صرف اس عورت کے مجسمے کو دیکھنے کے لئے آیا ہے۔ خود اس کے
مجسمے جس طرح اثر انداز ہوا تھا، وہ اس کی توجہ نہیں کر پا رہا تھا۔ بس اس کا دل چاہ رہا تھا
کہ کوہ دیکھنے چلا جائے۔

اپنے ذہن پر زور دے رہا تھا۔ اسے یہ احساس تھا کہ اس کی وہی قوتیں کھو گئی ہیں، وہ
 تھا کہ وہ اس قبیلے کو تم ساری میں کیسے آگیا، اس سے پہلے کہاں تھا، کیا کرتا تھا۔ بس مٹے
 نقش اس کے دماغ سے اس طرح گزرتے رہتے تھے جیسے کوئی ظلم چل رہی ہو۔ جو کچھ
 بہن سے گزرتا تھا، اس میں کچھ چہرے تھے، کچھ عمارتیں تھیں مگر اسے یہ نہیں یاد آتا تھا کہ
 اس ہیں، یہ عمارتیں کیسی ہیں؟ بس ایک اجنبی احساس اس کے دل میں رہتا تھا اور وہی
 کے نقش اس پر دوہرائی طاری کئے ہوئے تھے۔

ہتری کو بھول کر خود اس مجسمے کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُسے یہ یاد آ جائے کہ یہ

تیری کی سسکیاں اُٹھ رہی تھیں۔ پھر اچانک ہی انگلی تیری کو یہ احساس ہو گیا کہ کوئی اور
 آدمی موجود ہے۔ اس نے جلدی سے گردن گھما کر بھرتی کو دیکھا اور دوسرے لمحے اس
 سے فتوحی ہلکا مٹے۔ اس کی عمر کافی تھی لیکن آنکھیں بے حد چاند تھیں۔ اس نے غصیلی
 بھرتی کو دیکھا اور بولا۔

..... کی یہاں کیسے آ مرے.....؟“

نے جو تک کر لنگھوڑی کو دیکھا اور فقیر سے ہوئے سہات لہجے میں کہا۔
 تمہارا بچہ کب ہوایہاں تک آ گیا ہوں سردار! تم سیاہ لبادے میں ملبوس تھے، میں
 نے کوئی ایسا شخص نہ دیکھا جو قیل کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہو، یہ سوچ کر میں تمہارا بچہ کرتا
 تھا کہ تمہارا بچہ میرے ذہن میں کوئی بڑی بات نہیں ہے، میں تمہیں اس کا یقین صرف
 ہوں کیا میں مجھے ایک بات بتاؤ گے۔ مجسہ کس کا ہے؟“

تم حد سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔۔۔؟ قبیلے میں تمہیں صرف اس لئے
دادداشت کھو چکے تھے، تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکتا تھا لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ
زی کو تم کوئی اور حیثیت دے دے۔ میرے سوا یہاں کبھی کوئی نہیں آتا۔"

نے کہا تا سردارِ نبیہ بات میرے علم میں نہیں تھی کہ یہاں کسی کو آنے کی اجازت
 نہ تھی۔ مجھے قبیلے سے نکالنا چاہتا تو مجھے یہاں سے اتنی دُور بھجوادو کہ میں دوبارہ اُدھر کا

کافی فاصلے پر ایک پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا تھا، جو رات کی تاریکی میں بہت ہولناک نظر آ رہا تھا۔ بھرتگی نے اندہ اندہ کر لیا کہ سیاہ پوش کا رخ اسی پہاڑی سلسلے کی جانب ہے۔ کاحصلہ کافی تھا لیکن آسانی یہ تھی کہ چاروں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور ان چٹانوں کی آڑ لے کر سیاہ پوش کا تعاقب یا آسانی کیا جاسکتا تھا۔

بجریگی اس کا پیچھا کرتا ہوا آخر کار پہاڑی کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں ایک چوڑی دراڑ نظر آ رہی تھی۔ سیاہ پوش اس دراڑ میں داخل ہو گیا۔ بجریگی چند لمبے تک سوچتا رہا جگہ بڑی خوفناک تھی لیکن بجریگی کا جتیس اُسے ہر خوف سے بے نیاز کر رہا تھا۔

سیاہ پوش دروازہ عبور کر کے آخر کار ایک ایسے غار کے دہانے پر پہنچ گیا جو اندر سے تاریک تھا، لیکن سیاہ پوش اپنے ساتھ روشنی کا انتظام کر کے آیا تھا۔ ایک طاقتور روشنی وائی نارنجی جلا کر اُس نے اس غار کے کسی حصے میں کچھ تلاش کیا اور پھر غار میں ایک بڑی مشعل کی روشنی پھیل گئی۔ لیکن سیاہ پوش نے صرف ایک ہی مشعل روشن نہیں کی تھی، تین چار مشعلیں مختلف پتھروں میں نصب تھیں۔ یہ چاروں مشعلیں روشن ہوئیں تو غار میں تیز روشنی پھیل گئی اور اس تیز روشنی میں بھرپور نے کسی عورت کو کھڑے ہوئے پایا۔

وہ چونک پڑا تھا۔ مشعلوں کی روشنی میں یہ عورت صاف نظر آ رہی تھی لیکن کچھ عیالوں میں بھرتی کو یہ احساس ہو گیا کہ وہ کوئی زندہ عورت نہیں بلکہ ایک مورتی ہے۔ بھرتی نے غور سے عورت کا چہرہ دیکھا اور اچانک ہی اسے ایک شدید ذہنی جھٹکا لگا۔ اس عورت کے فتوش اس کے جانے پہچانے تھے، یہ چہرہ انہی نہیں تھا۔ ہوں لگا تھا جیسے کوئی بہت ہی قریبی شخصیت ہو لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے۔ سیاہ پوشی نے اپنا لہارہ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر وہ عورت کے اس جیسے کے سامنے پڑے ہوئے ایک سیاہ پتھر پر بیٹھ گیا۔

سیاہ پوش نے لہادہ اُتار کر بھرتی کو ایک بار پھر حسرت ہوئی۔ یہ قبیلاہ گوتم سہری کا سردار گنگوڑی تھا جو پتھر پر بیٹھا ہوا عجیب حسرت بھری نگاہوں سے اس مجسمے کو دیکھ رہا تھا۔

میرے روتے ہوئے تھی۔

نور اللہ گئی۔ "بجریگی۔ پوچھا۔

میری کہ ب سنا ہے، بہت پرانی بات ہے دیوانا چھو میرا سنا ہے، وہ چند منٹ سے محبت تھا، میں نے نئے میں آ کر اسے قید کر دیا، اپنی بیٹی کی شاہی کردی مگر دیوانا چھو قید سے قی لینے ہو جو کی میں یہاں آیا اور چند منٹ کو یہاں سے لے گیا، اس کے بعد میں زندگی بھر کرتی، میں صرف اس لئے تھی رہا ہوں کہ میں مجھے میری چند منٹ بھر آج سے۔ اسے دیکھ لوں اور مر جاؤں، اس سے زیادہ میرے من میں جینے کی اور کوئی نہیں ہے۔" چند منٹ۔ اس نے یہ نام پہلے کبھی نہ نہیں، کاش مجھے یہ آج سے کہ چند منٹ سے اس نے کہاں دیکھے ہیں، کاش مجھے یہ آج سے کہ میں کیوں بھٹکتا ہوں یہاں تک پہنچ گیا میرے دل میں کوئی خیال ضرور ہے، میرے دماغ میں یہ بات کہیں سے آئی یہ یاد آیا "نیا تو سردار سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گا۔"

سردار گنگوٹری اسے دیکھتا رہا۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ بجریگی کے چہرے کا کوئی تاثر جھوٹا

... ..

لیکن ان دنوں بہت بے چین تھی جانا کہ اس کا کاروبار بہت حد تھا، درجنوں ماڈل کے لئے کام کرتی تھیں، ان میں ایک سے ایک خوب صورت تھی۔ اس کی پہلی فرم اعلیٰ کی جاتی تھی لیکن سست رانی اس کے لئے بڑی نا اچھن بن گئی تھی۔ دوسری طرف، بجریگی بھی سستی بن گیا تھا۔ اس نے دو آوی بہن جیسے تھے اور انہیں بجریگی کو واپس لانے کی ہدایت ان کی اطلاع بڑی پریشان کن تھی۔ انہوں نے فون پر بتایا تھا۔

میڈم! یہاں بسکے میں داؤد کھڑی نامی علاقہ موجود ہے اور اس میں محلہ سرد چال کوچیلے میں سال سے اس محلے میں دیوانا سہائے نامی کسی شخص کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اسے اس کی تصدیق کی تھی۔

لیکن یہ سن کر دم بخود رہ گئی تھی۔ کافی غور کر کے اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "تم جاننے لگو۔"

... ..

اس پاس کے علاقوں میں تلاش کر دو جس طرح بھی بن پڑے اسے تلاش کر کے لانا۔" میڈم! مجھ کو شش کرتے ہیں۔"

نور

نور نہ بھی پھونکے پاؤں یا پھر تم یہ بھی کر سکتے ہو کہ مجھے قسم کر دو، لیکن اگر تم نے دونوں میں سے کوئی کام نہ کیا تو ایک بات میں تمہیں بتا دوں کہ میں یہاں اس غار میں آتا رہا، کیونکہ اچانک ہی میرے دل کے تار اس پتھر کی مورچی سے بندھ گئے ہیں کہ میں ان تاروں کو کھول نہیں سکتا۔"

سردار گنگوٹری کے چہرے پر حیرت کے نقوش نمودار ہوئے پھر اس نے کہا۔

"تمہارا اس مورچی سے کیا تعلق ہے؟"

"آہ سردار! میرا تعلق تو جس جس سے بھی ہے، میں ان سب کو بھول چکا ہوں، اگر ان سے کوئی بھی مجھے یاد آ گیا تو پھر یہ بھی یاد آ جائے گا کہ اس مورچی سے میرا کیا تعلق ہے لیکن تمہیں ایک بات بتا دوں کہ میرا اس مورچی سے گہرا تعلق ہے، آہ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ دیکھ کر میرے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہے، کچھ ہے میرے اندر جسے میں بتا نہیں سکتا چونکہ مجھے یاد نہیں رہا۔"

سردار کے چہرے کے نقوش میں نری پیدا ہوئی۔ بجریگی نے جس لمحے اور جس انداز میں بات کہی تھی، اس میں وزن تھا۔ کوئی ایسی بات تھی جو سردار کو متاثر کرتی تھی۔ وہ کچھ لمحے بجریگی دیکھتا رہا پھر کسی خیال سے چونک پڑا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور قریب آ کر بجریگی کا چہرہ دیکھنے پھرا ہستہ سے بولا۔

"نہیں، تمہاری عمر بھی اتنی نہیں ہے کہ میں تمہیں دیوانا چھو تمہوں اور اس بد بخت کے بھی میرے ذہن میں ہیں جو تم سے بالکل نہیں ملتے، تم دیوانا چھو نہیں ہو سکتے۔"

"میں نہیں جانتا کہ دیوانا چھو کون ہے۔" بجریگی نے کہا۔

یہ بات سردار نے اچھی طرح محسوس کی تھی کہ بجریگی کے چہرے پر خوف کے آثار تھے اس کے انداز میں کوئی ایسی بات تھی جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے آپ کو مجرم سمجھ رہا ہے بات چھپانا چاہتا ہے۔ سردار نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ، میں صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"اور مجھے بھی اجازت دو عظیم سردار کہ صبح کو میں تمہارے ساتھ ہی واپس چلوں، اگر تم معاف کرنا چاہو تب!"

"بیٹھ جاؤ، میں نہیں جانتا کہ تمہارے الفاظ میں کیا حقیقت ہے، میں یہ بھی نہیں جانتا میری چند منٹ کو تم نے کبھی دیکھا ہے، ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ تمہارے ذہن سے کوئی کہاں ہوئی ہو، یہ میری بیٹی چند منٹ کا مجسمہ ہے جو میں نے ایک مجسمہ ساز سے بنوایا تھا کیونکہ

پھر کیرولین نے حسن شاہ سے کہا: "حسن شاہ! کتنی پریشان ہوئی ہوں میں جانا کچھ تھوڑا سی دن پہلے ہر سہ سکن کی زندگی بسر ہو رہی تھی اور اب بھی کوئی بہت بڑا فرق نہیں پڑا۔ یہ کاردار، میری مقبولیت آج بھی بام عروج پر ہے لیکن ایک عجیب سا احساس میرے دل میں گھس رہا ہے۔"

"کیا میڈم؟" حسن شاہ نے پوچھا۔
 "یار! اسے دس کھینچا گیا ہے۔ وہ کون ہے؟ لیکن اس کے بارے میں آج تک تم نہیں جانتی ہو، اس کے اندر بے شمار پراسرار قوتیں چھپی ہوئی ہیں، وہ کتنی بڑی قوت یا جادو کے ذہن میں امارتوں کا ایک بالکل نیا فن بات ہے۔ چنانچہ، نیکی، شہمی اور ایسے دوسرے بہت سے پراسرار علوم ہیں جن کے بارے میں ناقص بہرہ نظر پر ہمارے ذہن میں ہیں۔ اس نئی دنیا کے داستانیں ہیں، تم خود بتاؤ اس لڑکی نے تمہارے ذہن میں ایک تصویر اجاڑی اور تمہارے ذہن سے اسے قبول کر کے اس تصویر کو کیلن پر منتقل کر دیا، کیا اس سے پہلے کبھی ایسی کوئی داستان سنی ہے؟"

"خدا کی قسم نہیں میڈم! میں جب بھی اس بارے میں سوچتا ہوں، رنگ بد جاتا ہوں، بہت سی افواہ اور عجیب طرح کے یقینے اور بعد میں ہم لوگوں کو یہ پتہ چلا کہ وہ تصویر بھرگئی کی بہن اور اس کی تھی جسے بھرگئی کے ذہن سے رانی نے چھائی تھی اور اسے میرے ذہن میں منتقل کر دی تھی۔ پراسرار علوم کے ماہروں سے اس بارے میں معلومات حاصل کی جائیں تو میرا خیال ہے کہ بھی یہ نہیں بتا سکے گا کہ ایسا کیسے ممکن ہے۔"

"بالکل ایک نیا اور اچھا خیال ہے یہ جو ہر سہ رشتہ آیا، خیر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ دس کھینچا گیا ہے، کوئی تجربہ تو نہیں ہو رہا اس کا لیکن جب اس کے اندر اس طرح کے پراسرار قوتیں چھپی ہوئی ہیں تو کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا اور اس دن تم نے دیکھا کہ گوتم داس کی کمرشل میں پرمردوں داس پر بخانا تھا، ہماری دوششوں سے ایک بھی پرمرد داس کے جسم پر نہ لگتا لیکن جب اس نے منہ سے کچھ پراسرار آوازیں نکالی تو پرمردوں کے غول کے غول اس پر پڑے۔ اس بارے میں کیا کہتے ہو تم...؟"

"میں نے تو ابھی تک کچھ نہیں سوجھا میڈم! ایسے بات واقعی سوچنے والی ہے۔"

"میں یہ سوچ رہی تھی کہ وہ پراسرار قوتوں والی لڑکی کیسا نخوست نہ ہو۔"

"نخوست...؟" حسن شاہ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں تم دیکھو وہ ہمارے لئے کتنی اچھنبوں کا باعث بن گئی ہے جبکہ ہمارا شاندار کارنامہ"

کی تھا اور ہے لیکن ہم دس کی طور پر اس کے لئے کس طرح اچھنبے ہیں۔"

"خیر میڈم! آپ اسے نخوست نہ کہیں کہ گوتم داس جی جسے سر بھرے آدی کا کمرشل آپ کو یاد بھی نہیں بلکہ وہ اپنے باقی کمرشلز کے نئے ست رانی کو مخصوص کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے اس نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں، نخوست تو اسے کہتے ہیں جب انسان کو روزگار کی ف سے مشکلات پیش آئیں۔"

کیرولین ۳ بج میں ذرا سو گئی۔ پھر بولی: "یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن میں اس کے لئے کتنی پریشان ہوں، اب یہ دیکھو یہ بھرگئی کا مسئلہ آ پڑا، دوسری طرف تمہیں ایک بات بتاؤں ستیہ بیت کا کار کا لچو بھی اچھا نہیں تھا، انکسٹور انج کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ بے تصور تھا اور لندن والوں نے کہا، یہ بھی بہت عجیب سی بات ہے، ویسے ڈاکٹر شور ان کے بارے میں قصہ بتی ہوئی کہ وہ واقعی ان والوں سے چلا گیا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ اکیلا ہی گیا ہے۔"

"اب بتاؤ کیا کریں؟"

"میڈم! کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، بس ست رانی کی سکیورٹی بڑھائے دیتے ہیں اور اپنا دلی کرشل شروع کر دیتے ہیں۔"

"ہاں ایسا ہی کرنا ہو گا۔" کیرولین نے کہا۔

لیکن پھر ایک مزید الجھن بڑھ گئی۔ شام سات بجے کا وقت تھا۔ حسن شاہ اور کیرولین کو بھی لان پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ایک شاندار کار کو بھیستے گیسٹ پر آکر کڑی اور دروازے کے بعد اندر آ کر پارکنگ لائٹ پر کھڑی ہو گئی۔

یہ کار اجنبی تھی لیکن یہ حیرانی کی بات نہیں تھی کیونکہ کیرولین کے پاس بڑے بڑے باری لوگ آتے رہتے تھے، البتہ جب انکی سیٹ سے گن میں نیچے اترے اور کھلی سیٹ سے سٹیج پر اترے تو کیرولین اور حسن شاہ انھیں کھڑے ہو گئے تھے۔

بہر حال ستیہ بیت کمار منسٹر تھا اور اس کی اس طرح آمد بڑی تعجب خیز تھی۔ اس کے پاس تو بڑے بڑوں سے ملنے کے لیے وقت نہیں ہوتا تھا۔ بہر حال کیرولین اور اس کے پیچھے حسن شاہ بڑھے اور انہوں نے ستیہ بیت کمار کا سواگت کیا۔

"پرائیویٹ کار میں آیا ہوں بلکہ یہ کار میری اپنی بھی نہیں ہے، ایک صنعتکار سے ضرورت کے منگوائی گئی ہے تاکہ اس سے میرا سفر نصیب ہو۔ آپ کے اس خوبصورت لان پر بھی نہیں آنا کیونکہ اپنی آمد دوسروں کے سامنے نہیں لانا چاہتا، آئیے اندر چلیں۔"

"جی آئیے۔" کیرولین اسے اپنے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ حسن شاہ بھی ساتھ ہی تھا۔
ستیہ جیت کمار نے بس ایک نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

ڈرائنگ روم میں کیرولین نے اسے پیٹنے کی پیشکش کی تو ستیہ جیت کمار بولا۔

"اس سے دیوٹی جی میں صرف آپ کو یہاں چاہتا ہوں، کسی اور کو نہیں!"

"ہاں، ہاں کیوں نہیں!" کیرولین نے کہا۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حسن شاہ گردن
خم کر کے باہر نکل گیا۔

"معافی چاہتا ہوں۔ اس بندے کو اکثر میں نے آپ کے ساتھ دیکھا ہے لیکن میں جو
باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں، بعد میں آپ چاہیں تو اسے بے شک بتا دیں لیکن میں کسی اور کے
سامنے آپ سے دل کی دو نہیں کر سکتا جو کرنے کے لیے میں یہاں آیا ہوں۔" ستیہ جیت کمار نے
طویل تمہید باندھی۔

کیرولین ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی۔ اسے ایک دم احساس ہوا کہ ستیہ جیت
کمار یقیناً ست رانی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہے۔ وہ ۶۰ سالہ نگاہوں سے ستیہ جیت کمار کو دیکھنے
لگی تو وہ بولا۔

"آپ بھی کیا سوچیں گی کہ کسی غفلت میں نے آپ سے ملنے کے لئے مجھ جیسا سنجیدہ آدمی یہاں آیا
ہے لیکن ایسا ہوتا ہے، کبھی کبھی اس قدر کمزور ہو جاتا ہے اندر سے کہ اپنی شخصیت ہی کو بھول بیٹھتا
ہے۔ میں نے بہت کچھ سوچا اور اس کے بعد یہ فیصلہ لیا کہ سیدھے سیدھے آپ سے بات کی جائے۔"

"آپ کبھی ستیہ جیت جی! جو کہنا چاہتے ہیں، میں ایک دم پریشان سی ہو گئی ہوں۔"

"نہیں، آپ پریشان نہ ہوں، ست رانی کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

آپ اسے مائل نہ بنائیں، چکر کش آپ نے بتایا، اسے بھی بدل کر دیں، جتنا ہر جان ہوگا، میں
آپ کو دیوں گا، اس کے علاوہ اگر آپ کے من میں یہ بات ہے کہ اس مائل سے آپ بہت بڑی
رقم کمائیں گی تو یقین کر لیجئے اس رقم کا... میں اگر خود آپ کو نہ دے۔ کا تو اس سے ڈگنی رقم کا

بیس سو روپے کا، یہ میرا آپ سے وعدہ ہے، آپ اسے آئندہ کسی پروڈکٹ کا مائل نہ بنائیں۔
چاہے آپ کو کتنی ہی آفر کیوں نہ ملے اس کے علاوہ آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ میں خاندانی
جائیداد ہوں، مائزنی پورے سا میری ہزاروں ایکڑ زمینیں ہیں، آپ کو زمین اور جائیداد کا شوق ہو تو

آپ کی پسند کی زمین چھن کر دوں گا آپ میری بات مان لیجئے، آپ کی مہربانی ہوگی۔"

"آپ ست رانی سے کیا کام لینا چاہتے ہیں ستیہ جیت جی...؟"

"آپ محنت ہیں، محنت تو مرد کے دل کا دل سب سے زیادہ جاتی ہے، میں اسے

کھینچ لگاؤں، وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اس کی سیوا کرنا چاہتا ہوں، میں اسے اپنے من و مند کی
سیوا کرنا چاہتا ہوں، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں کسی بھی طور پر پسند نہیں کروں گا کہ وہ اسکرین پر
آئے، بہت سوچی سمجھی کر میں نے آپ سے یہ بات کہی ہے۔"

"وہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ستیہ جیت کمار جی...!"

"نہیں... یہ بچہ احمق، نہ سمجھے۔ میں آپ سے صرف یہ سننا چاہتا ہوں کہ ستیہ جیت کمار
آپ اگر ست رانی کو چاہتے ہیں تو اسے لے جائیے، ایک ماڈل جی کی بات ہے، ماڈل
جی نہیں...!"

"جی!" کیرولین نے ترانہ تحسین کی۔ ستیہ جیت کمار کے سچے میں جو جتنی پیدا ہوئی تھی وہ
کا مطلب جانتی تھی لیکن کئی بات یہ ہے کہ ست رانی خود اس پر لب لباب انداز میں اثر انداز ہوئی
اور وہ اسے اس طرح کسی کے حوالے کرنے کو بالکل تیار نہیں تھی۔ اس نے کہا۔

"آپ دیکھ لیجئے ستیہ جیت کمار! وہ ذوق غیب و غریب خصوصیات کی حامل بندہ۔"

"میں نے کہا تھا آپ اسے ہم پر چھوڑ دیں، ابھی آپ وہ چار دن اسے رکھیں لیکن ایک
دن میں دشمن کر میں کہ یہاں وہ میری امانت ہوگی، اگر آپ کہیں تو میں آپ کی کوئی بے گناہی
بھی دیکھ دوں، اتنی سکورٹی کر دوں آپ کے لئے کہ کوئی ست رانی کے ہاتھ سے اٹنے والی نہیں
ہوگی۔"

کیرولین نے کہا، آپ کی دیوٹی ہے کیرولین جی، میں نے آپ سے میرے ساتھ رہنے کے لیے آہ...

"ٹھیک ہے، تھوڑا سا انتظار تو آپ دین کے مانجئے؟"

"کس لئے؟" ستیہ جیت کمار کے لہجے میں ایک بے چینی تھی۔

"مجھے اس سے انصاف ہے۔ میں نے سمجھاؤں گی، آپ کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہوں گی۔"

"ہاں اس کام کے لئے اسے آپ کے پاس چھوڑا جا سکتا ہے۔" ستیہ جیت کمار نے کہا۔

"اجازت؟"

"اس سے جب آپ نہیں کی کہ آجائے ستیہ جیت کمار جی! ست رانی آپ کے ساتھ

پر آمادہ ہے، کھانا آپ میرے ساتھ کھائیے اور ست رانی کو لے جائیے، ست رانی کی..."

ستیہ جیت کمار نے کہا، ایٹلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کیرولین کچھ اس... نہ سارے... کوئی تھی کہ اٹھ کھڑی نہ تھی۔ ستیہ جیت کمار نے کہا، وہ...

کیرولین نے کہا، ایٹلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کیرولین نے کہا، ایٹلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

نے اندر سے کی اجازت مانگی۔

”کتابوں؟“

کیرویلین نے ہر روز اسے کوہیکھا پھر آہستہ سے پہلی۔ ”آؤ حسین شاد“۔

”حیران ہوں کیوں نہیں جی! سنیہ حیات کمار جی جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس چلے گئے۔ مجھے کچھ عجیب سا لگا، میں سامنے ہی تھا مگر انہوں نے مجھ پر نگاہ بھی نہیں ڈالی، ہاتھ پیسے میں بھی معلوم نہ ہوتے تھے۔“

”بیٹو حسن شاد! بونا یہ اوقت آپنا ہے مجھ پر... ایسا لگتا ہے کہ ست رانی اور ہمارے ستارے بالکل نہیں ملتے، وہ بد بخت ایک ایسی ذمے دار مجھ پر ڈال گیا ہے جو میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ اب وہ نئی باتیں ہیں کہ بھر کر لیا جائے یا پھر کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے بیٹکڑوں کا خطرہ دور چٹس ہو جائے۔“

”آٹھ ماہ کی ہے؟“ وہ پوچھا۔

”وہ کہتا ہے کہ ست رونی ٹومال نہ بتایا جائے، آئندہ اس کا کوئی کمرشل منڈیٹ کیا جائے اور جو کمرشل بن گیا ہے، آتے فوراً طور پر واپس لے لیا جائے، جتنا خرچا ہوگا، وہ خود برداشت کرے گا، یہ ایسی باتیں ہیں جو مجھے جہد کرنے کے لیے کافی ہیں، محترم و اس کمرشل کبھی واپس لیتا نہیں چاہے گا، چلو اس کے لئے میں یہ کر سکتی ہوں کہ سٹیہ جیت کمار کو اس کے سامنے کر دوں لیکن باقی ساری باتوں کا کیا ہوگا؟“

حسن شاہ سوچ میں ڈوب گیا۔ کافی دیر تک سوچتا رہا پھر اچانک ہی اس نے مسکرا کر کہا۔
 ”ایک بات آپ کے غم میں ہے، کاشی ناتھ دور ما اور ستیہ جیت کمار جی کے درمیان کافی چلتی ہے،
 ایکشن کے دور میں بھی وہ دونوں ایک دوسرے کے حریف تھے اور اس وقت بھی کاشی ناتھ دور ما کا پلہ
 بھاری ہے اور آپ سے کاشی ناتھ دور ما کے جے مہرے تعلقات ہیں، کیا ان تعلقات کو کیش نہیں
 کریں گی؟“ حسن شاہ نے کہا۔ کیروان لین چونک پڑی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے حسن شاہ کو
 دیکھتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تم واقعی میرے بہترین مشیر بہت ہو رہے ہو۔۔۔۔۔ ہاں یہ کیا جاسکتا ہے حالانکہ اس سے کافی خطرے سامنے آجائیں مگر جتنی رازداری برتنی پڑے گی، میں کوشش کرتی ہوں حسن شاد، واقعی شاندار نتیجہ پڑے ہے، میں کوشش کرتی ہوں۔“

”کمر تکی ہوں کیا میڈم! آپ ان سے وقت لے لیں، یہ بات منٹوں میں نہیں ہوگی، کاشی
پتھر دار، ابھی وزیر ہیں لیکن بہت مسرور!“

310

”میرے لئے سب وقت مثال لیتے ہیں۔“ ایسا دھن نے کہا۔

”ہاں میڈم! آپ نے اپنا کمرہ اتنی ایسا بنایا ہے کہ سانپ بھی مرجائے اور انٹھی بھی نہ توڑے۔“

فنون پر اس نے کاشی ماتھہ ورما کے دو نمبر ذائل کہنے جو انہوں نے بطور خاص کیرو لین کو
کاشی ماتھہ جی ذرا مختلف قسم کے انسان تھے۔ زیادہ پرانی بات نہیں تھی، ایک پروگرام
ماتھہ جی کیرو لین کی ایک مازل پسند آگنی تھی، انہوں نے بے تکلفی سے کیرو لین سے اس
صحتی ترانے کی فرمائش کر دی۔

کیرو دین اس وقت بھی پریشان ہو گئی تھی لیکن خوش بختی تھی کہ ماؤں کی چند ہی روز کے بعد مگنی اور ود ملک سے چلی گئی۔ کیرو دین پر بات نہیں آئی اور کاشی ناتھ جی کے اس سے بہتر رہے۔

ستہ جیت نے جس لہجے میں کیرولین سے بات کی تھی، اس کے بعد دوعی راستے تھے۔
 یہ خاموشی سے ست رانی سے دستبردار ہو جائے یا پھر کاش ماتمیر کا سہارا لے۔ وہ خطرہ ک
 ایک دوسرے سے بچا کر اپنی جان بچانے کا یہ نسخہ بہترین تھا اس کے علاوہ ستہ جیت کی
 درخشاں سب سے زیادہ تیار کن تھی، وہ یہ کہ ست رانی کا پہلا کمرشل بند کر دیا جائے۔ اس
 کیرولین کی ساری کاروباری سلاک تیار ہو جاتی، اگر تم اس بھی مسمولی آدمی نہیں تھا، وہ اگر بگڑ
 کرولین کوخت نقصان پہنچا سکتا تھا۔

گٹاٹکی آتھ دارہ سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”اوہو! آئیرو لین تھی۔ ایسی ہیں آپ ہم کیسے یاد آ گئے؟“

”آپ نجوستانے والی ہستی کہاں ہیں ورنہ مٹی!“

”بڑی بات ہے، ہمارے لئے خوشی کی بات.....!“

"سیدھی سیدھی بات کہوں۔ ایک پریشانی آچڑی ہے، آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

”آپ کا یہی انداز ہمیں پسند ہے، کبھی بات سمجھا کر نہیں کرتیں..... بتائیے کیا بات ہے؟“

پھر وقت سے ٹکس کے امیں

”فہرست ہے، رات کے کھانے پر آ جا چئے۔“

اپ کو ہمارے سوچے کی بنیادی کچھ چیزیں بہت پسند ہیں، کیوں نہ ای سے مولیٰ جائیں؟

مطلب یہ کہ ہم آجائیں! "ورمانجی بولے۔

وہ کہتا تھا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔

"اگر وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے تو اس سے کہاں ہے؟"

"آپ طے کر لیں گے اس سے۔"

"ہاں اگر اس کے بچے اس کی شادی نہ ہو رہی ہو تو ضرور ملے گی۔ نور مانی نے کہا اور قہقہہ لگا۔

میں نے پوچھا۔

یہ وہی ہے جس نے حسن شاہ کو اٹھارہ روپے دیا اور حسن شاہ کو اٹھارہ روپے دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سب رانی کے ساتھ اندر داخل ہو گیا جس کا مود اس وقت حیرت انگیز طور پر خوشگوار تھا۔

کاشی ماتھو ورنے پہلے ایک سرسری نگاہ سے رانی پر ڈالی، پھر بڑی خرج چوٹک پڑے۔ اور اسے دیکھتے رہے اور اطمینان نہ لے سکا کہ اس میں اپنی جگہ کھڑے ہو کر انہوں نے دونوں ہاتھ لگا کر پرانا کیا۔

"سب رانی ہیں وہ رانی؟"

"بھگوان کی سونگہ۔" اندر سے آواز آئی کہ صرف کہانی سمجھنا تھا مگر آج اس پر اکیڈمی، یہ رانی کی سی تو ہوئی نہیں سکتی۔ بے مہار دیوی۔ اس سے کہی جاتی تھی، بے مہار دیوی دیوی؟"

"کیا کہا آپ نے دوسری؟"

"ایں۔ نہیں، کچھ نہیں۔"

"کچھ سچی جیت کے بارے میں کہنا تھا۔"

"پہلے ہمارے نکستی۔ پھر حاد ہے! آپ کے بچنے سے پہلے ہم بھی بیٹھیں گے۔"

میں نے ماتھو بالکل ہی آؤٹ ہو رہے تھے۔

سب رانی میں پڑی اور حسن شاہ اور کیرولین نے سنوں کی سانس کی سب رانی کا مود لیا۔

"کون سے علاقے کی ہیں آپ دیوی؟" کاشی رام براہ راست مت پر نظر ڈال رہے تھے۔

"بیکانیر کی ما" سب رانی نے کہا اور دوبارہ غصہ پڑی۔

لیکن کیرولین اور حسن شاہ دنگ رہ گئے تھے۔ پہلے میں سب رانی نے یہ نام کیوں دیا تھا لیکن سب رانی نے ان دونوں کو پھر حیران کر دیا کیونکہ وہ کاشی نے تھ جی کے سارے سوالات کے بہت سے جواب دے دی تھی۔ ان دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سب رانی ان ساری باتوں کے بارے میں کیسے جانتی ہے؟ دوسری طرف کاشی ماتھو بھی ریٹھ چلنے لگے۔ اب وہ

"تھوڑا سا بڑی بات ہے، جیسا کہ میں نے سنا ہے۔ کیرولین بولی۔

"چلیں ٹھیک ہے آپ نے سوچنے کی بات کر کے بہت کچھ یاد دلایا ہے۔ اچھا بچے۔

وہ نہیں گئے۔"

کیرولین نے بہترین لحاظ سے تیار ہونے لگے۔ حسن شاہ کی مشورت سے کاشی ماتھو ورنے سے کھٹلو کا انداز ملے لیا گیا تھا۔ سب رانی ان باتوں سے متعلق تھی لیکن وہ کیرولین کی جانب سے کاشی ماتھو سے تیار ہونے کے لئے کہا تو اس سے گراں ہادی۔

پھر رات کو نو بجے حسن شاہ اور کیرولین نے کاشی ماتھو کو سوانت کیا۔ وہ رانی کے پاس گئے پانچ گھنٹے۔ کیرولین سے مل کر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا، پھر رات کو ایک سو گھنٹے کے بعد انہوں نے کہا۔

"میں یہ تو یقین ہے کہ آج بہترین لحاظ سے ہمارے جاک ہیں اب جلد سے یہ بتائیں کہ اب کون سا رانی کی ضرورت پیش آتی ہے؟"

کیرولین نے ورنے کی اپنی مائل کے بارے میں بتایا اور پھر سب سے بہتر رانی کی فرمائش بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میرا کاروبار سافٹ سٹور ہے، میرے کام کے ساتھ کسی برائی کا بار نہیں ہے، پہلی بات تو یہ کہ سب سے بہتر رانی کے ساتھ ملنے والی ہے جو میرے ساتھ رہتی ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں اپنا کمر لگاؤں۔ یہ کمر لگائی تو تم داس متدی وال کا ہے جو بھی بہت بڑا آدمی ہیں۔"

"تم سب سے بہتر رانی کے بارے میں سب نہیں کہہ سکتی۔" ورنے نے بولے۔

"نہیں کا انداز دیکھ لیجئے۔"

"مگر... سب سے بہتر رانی ہے، وہ اس کی بیوی کی زندگی کا امید تو نہیں ہے۔"

"انہوں نے مجھے دیکھی دنی ہے، پھر بی بی آپ کے ساتھ ہوں کہاں ہے کاشی رام بی بی؟"

"بہت اگرا خبروں تک پہنچنے والے تو سب سے بہتر رانی کو برا نقصان ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے صرف دیکھ لیجئے۔"

"اور اگر دیکھی نہ ہوئی پھر بھی میرا تو سب کچھ تیار ہو جائے گا، اگر کمر لگاؤں تو بہتر رہے گا۔" حسن شاہ نے کاشی ماتھو سے کہا۔

"تم نے کیا کہا... مائل تمہارے ساتھ، اتنی بات۔"

"ہاں وہ میری اقدار ہے، بہت سہل ہے۔ آپ نے بتایا۔"

کیرویلین اور حسن شاہ کو بھول ہی گئے تھے اور براہ راست ست رانی سے باتیں کر رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔

”آپ چتہ ہی نہ کریں کیرویلین جی! مجال ہے کسی کی، جو اتنی مہمان دہی کی تو اس کی مرضی سے خلاف چھہ بد سکے، آپ بالکل چٹا نہ کریں، ست رانی جی کا معاملہ اب آپ کا نہیں، میرا ہے۔“

”تو مجھے بتائیے درماجی کہ اگر ستیہ جیت کمار کی طرف سے کوئی سند ملیں آئے تو میں کیا جواب دوں؟“

”اسے تسلیم کریں آپ اس سے کہیں کہ تھوڑا سا دے دو آپ کو، اس دوران میں کوئی موٹر کار روائی کرتا ہوں، میں یہاں سے پھینک دوں گا ستیہ جیت کمار کو... اتنا بڑا بھروسہ رکھتا ہے، لوگوں کو اس طرح پریشان کرتا ہے، جس آپ پہنچتا ہی نہ کریں۔“

کھانے کی میز پر ست رانی بھی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ کاشی ورماء، ست رانی کو دیکھ کر ہالے ہوئے تھے۔ کھانے سے بعد بھی وہ بہت دیر تک بیٹھے اور جب ست رانی خیمہ آنے کا کہہ کر بغیر کسی وجہ کا انتظار کیا، اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تو درماجی بھی چلے گئے۔ انہوں نے کہا۔

”چوتھی مرتبہ، اہل ہے، ابھی بہت سی باتیں ہیں جتنی لیکن اب ستیہ جیت کمار جان جائے گی، آپ اس کی بڑی اچھی تربیت کر رہی ہیں، یہ بیکانیر کی رہنے والی ہے، یہ بیکانیر ہے، آگیا ہیں اور چٹانہ کریں، کوئی بات ہو تو مجھے خبر کریں، کوئی نہ کوئی فوری حل بھی نکال جاسکتا ہے، اب مجھے آگیا دیجئے۔“

”نہ! انہیں ہاں تک چھوڑنے آئے تھے۔ حسن شاہ بار بار اپنی پیشانی مسلنے لگا تھا۔ کاشی کھانے کے بعد حسن شاہ سر ہلک کر بیٹھ گیا تو کیرویلین جس کربوں۔“ میر۔۔۔ میں بھی یہ رہا ہے۔“

نیک بات بتائیے میڈم! یہ جو باتیں اس لڑکی کی ہیں اور مانی سے کیا آپ اس کی توقع رکھتے ہیں؟“

خواب میں بھی نہیں اور بیکانیر سے اس کا تعلق ہے۔ یہ نام اس کے ذہن میں کیسے آیا، یہ وہ ہے۔۔۔ کوئی بہت بڑی کڑی سزا ہے مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے۔۔۔ ”ابھی کیرویلین نے نیک بات کی تھی نہ براہ راست پر آہٹ ہوئی اور پھر ست رانی خستہ ہوئی اندر آ گئی۔“

”اب لوگ بڑے پریشان ہیں میر۔۔۔ میں جی کہہ رہی ہوں آپ سے یہ ساری باتیں اس کیسے ہی میں نے کر لیں، میں نے لی وی پر ایک گانا سننا تھا جس میں گانے والی ٹوٹی بیکانیر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی تھی کہ میں بیکانیر سے آئی ہوں اور بہت سی باتیں میں نے آپ

سے سیکھی ہیں، اب تو میں ایک ایک کو خوب جان گئی ہوں، وہ جو تھے ستیہ جیت کمار جی انہوں نے مجھ باتیں ایسی ہی کی تھیں، پر مجھے کسی کی چٹا نہیں ہے، جو میرے ساتھ نہ اسلوٹ کرے کی موت نہ مرا جائے گا، میں کیوں چٹا کروں، چٹا کریں وہ جو کمزور ہوں۔“

”جی خوش کہہ یا تم نے ست رانی جی خوش کر دیا۔“ حسن شاہ خوش ہو کر بولا۔

”مگر میرا جی خوش نہیں ہے بابا بھگتی کہاں گئے، آپ لوگ انہیں بلا دیں ورنہ میں خود ان کی تلاش میں پڑوں گی۔“

”ست رانی! ایسا نہ کرنا، تم جو کچھ بھی کرنا چاہو، بونا ارے من میں آئے، وہ ہمیں ہٹاتا، ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔“

”بابا بھگتی، رادھیکا کی تلاش میں گئے ہیں نا!“

”تمہیں معلوم ہے اس بارے میں۔۔۔؟“

”کیسی باتیں کرتے ہو تم لوگ! بھگتی بابا سارا جیون اپنی بہن رادھیکا کے لئے خرچ کرتے ہیں پر بھگوان کی سائنس اس کے لئے میں بھی ان کی مدد نہیں کر سکتی، میں کہاں اسے تلاش کروں؟ میں نے بہت کوششیں کی ہیں، پر وہ نجانے سنسار میں کہاں کھو گئی ہے؟ کوئی پرندہ کوئی، کوئی جانور اس کی باتیں نہیں جانتا جو سنسار کے پردوں میں چھپی ہوئی ہیں، اگر رادھیکا کے پاس کسی کو پتہ ہوتا تو وہ خود اسے تلاش کر کے مجھے پہنچا دیتا، پھر بھی میں کوشش کروں گی، اس کی تصویر تو اب میرے من میں بھی ہے اور۔۔۔۔۔“ ست رانی جیسے خود سے باتیں کر رہی تھی وہ بولی۔

”آپ لوگ بالکل چٹا ست کر دیسے بھی ہو سکے بابا بھگتی کو تلاش کرو، میں بھی سوچتی ہوں۔ تلاش کروں۔“ یہ کہہ کر وہ واپس مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ حسن شاہ اور کیرویلین ہر ایک اپنے اپنے کام کی صورت دیکھتے رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

ہنسل ہانچا کا پناستہ جیت کمار کے پاس پہنچا تھا۔ ستیہ جیت کمار دیر سے سونے کا عادی تھا، اب بھی وہ کچھ سرکاری کام کر رہا تھا۔ ہنسل اس کا بہت ہی خاص آدمی تھا اور ان دنوں ستیہ نے اس کو ست رانی کے سلسلے میں مصروف رکھا تھا اس لئے اس نے فوراً ہی ہنسل کو اپنے پاس بلا لیا اور غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا ہوا۔۔۔؟ کیا ست رانی کو کیرویلین نے فرار کر دیا؟“

”میں مہاراج انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا، اگر ست رانی کو فرار کرنے کی کوشش کی جاتی

کیرویلین کے ملازموں کو بھی اس واردات کا پتہ چلا تھا۔ سب سے پہلے گیٹ کے پاس بڑے چوکیدار کی لاش دیکھی گئی تھی۔ ایک ملازم کو یہ چوکیدار نظر آیا تھا۔ وہ حیرانی سے چوکیدار کے پاس پہنچ کر اس نے شور مچا دیا تھا۔

”خون خون“ کی آواز سن کر باقی ملازمین بھی اپنے اپنے کوارٹروں سے نکل آئے تھے۔ واردات کرنے والے دروازے کھول گئے تھے۔ ست رانی دیر سے اٹھنے کی عادی ہو چکی تھی چنانچہ اسے سورتھل کا پتہ نہیں چل سکا تھا۔ ملازموں کے ہنگامے پر وہ بھی باہر نکل آئی۔

ملازم، چوکیدار کے خون کی اختلاخ دینے کے لئے اندر بھاگے تھے۔ کیرویلین کا دروازہ پینے کی کوشش کی گئی تو وہ کھلا ہوا ملا اور کچھ ہی دیر میں پتہ چل گیا کہ کیرویلین کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔ حسن شاہ کے بارے میں بھی فوراً ہی ملازموں کو معلوم ہو گیا تھا۔ ایک ملازم پولیس کو خبر کرنے کے لیے دوڑ گیا۔ ست رانی بھی باہر نکل آئی تھی اور خاموشی سے اپنے کمرے کے سامنے کھڑی ملازموں کی بھاگ بھاگ دیکھ رہی تھی۔

ایک ملازم نے اسے بتایا۔

”پھوٹی میم... مہذبہ قتل کر دیا گیا، شاہی کو بھی مار دیا گیا۔“

ست رانی نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ قدموں سے آگے بڑھی اور کیرویلین کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ حیران نگاہوں سے کیرویلین کی لاش دیکھ رہی تھی۔ پاس بڑے ہس کے کچھ لوگ بھی آ گئے۔ معزز اور صاحب اختیار لوگوں کی آبادی تھی۔ کیرویلین کا پرئس کچھ بھی تھا لیکن اس کی ساکھ بہت اچھی تھی۔ کبھی اس کے نام کے ساتھ کوئی ایسی بات نہ ہوتی تھی جو کسی کے لئے قابل اعتراض ہوتی۔ کچھ معزز لوگوں نے اپنے طور پر بھی پولیس کو فون کئے، تعذرتی دیر کے بعد ایک بڑا مجمع جمع کیا۔

بڑی بڑی گاڑیاں آ کر رکنے لگیں۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کا کیرویلین سے صرف کاروباری تعلق تھا۔ ملازم جانتے تھے کہ میڈم کے کس کس سے تعلقات ہیں؟ کیرویلین کی موت

بارے میں ان لوگوں کو جتنا بہت ضروری تھا۔ پولیس کا ایک بہت بڑا آفیسر رگبیر سنگھ ساکھ بھی لیا تھا اور اس نے چوڑی گٹھی کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ غیر متعلق لوگوں سے اسٹہ عا کی نفی تھی کہ اس کے کام میں مداخلت نہ کریں۔

ملازموں کو فوراً ہی حراست میں لے لیا گیا تھا۔ رگبیر سنگھ ساکھ کے ساتھ تھانے کے پنجارج پولیس پی بھی تھے۔ ملازموں سے یہ بات لیتے جانے لگے۔ اٹھوں کو تحویل میں لے لیا گیا۔

پولیس کی نگرانی میں لاشوں کے فوٹو گراف اور آس پاس کے پرس وغیرہ لے جانے کے ملازموں سے معلومات حاصل کی گئیں تو پتہ چلا کہ ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جو قاتل کے لیے سب سے پہلے تحویل سے ملاتی تھی۔ سارے کام سہرا انجام دینے کے بعد ملازم ہاپتے اپنے کوارٹروں میں گئے تھے۔ انیس بائیس علم نہیں ہو سکا تھا کہ یہ واردات کب اور کس طرح ہوئی۔

تلاشی لینے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ یہ قاتل زنی کی واردات ہے اور اس قاتل زنی کو پہچانے جانے کے خدشے کے تحت کیرویلین اور حسن شاہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ تجویزیاں خالی پڑی ہیں۔ بہت سی قیمتی اشیاء غائب تھیں۔

اس کے بعد رگبیر سنگھ ساکھ نے ست رانی کی جانب رخ کیا اور ایک ملازم سے پوچھا۔

”بڑی کون ہے؟“

”مہذبہ راج یہ ست رانی ہیں۔“

”سات ریاستوں کی رانی۔“ ساکھانی نے اپنے طور پر مذاق کرنے کی کوشش فرمائی۔

”انہیں مہذبہ راج ست رانی۔“

”میں نے تم سے پوچھا تھا کہ یہ کون ہے؟“

”یہ کیرویلین جی کی منہ بولتی بیٹی ہیں، ان کی ماڈل بھی ہیں، یہیں رہتی ہیں وہ ان کا تیسرا بھائی ہے۔“

”اچھا... دیر ہی گزرتی تو آپ ماڈل ہیں، خیر شکل سے تو واقعی سات ریاستوں کی رانی ہی تھی۔ ست رانی کے علاوہ اور کیا نام ہے آپ کا؟“ رگبیر سنگھ نے ست رانی کے چہرے کو غور سے دیکھا ہوئے کہا لیکن ست رانی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”میں نے پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی نام ہے آپ کا، کیا کیرویلین جی نے آپ کا یہ نام لیا ہے؟“

ست رانی نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ رگبیر سنگھ نے سخت ایس پی کی طرف دیکھا اور بولا۔

”ذرا معلوم کرو کیا یہ لڑکی کوگی ہے یا بھری ہے۔ میرے سوال اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہے۔“ ایس پی نے ست رانی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”مرتم سے سوال کرو ہے ہیں انہیں جواب دو۔“

”مجھے کچھ نہیں معلوم۔“ ست رانی نے کہا اور مڑ کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔

ایس پی نے رنجیر سنگھ کی طرف دیکھا۔ رنجیر سنگھ غصے سے گل کھا رہا تھا۔ اس نے ایس پی سے کہا۔ ”اتھکا کر گاڑی میں ڈال لو، لے جاؤ اسے۔“

دونوں ایس پی آگے بڑھے اور انہوں نے ست رانی کو دونوں طرف بازوؤں سے پکڑ لیا۔ ست رانی نے ایک نگاہ ایس پی کی طرف ڈالی اور نظریں جھکا لیں۔ دوسرا ایس پی اسے آگے دھکیل رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ست رانی کو پولیس کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا اور پولیس والے مزید جگہوں کا جائزہ لیتے گئے۔

کافی دیر کی کاوش کے بعد رنجیر نے پولیس افسران کو ہدایات جاری کیں اور اس کے بعد واپس چل پڑا۔ ست رانی کو پولیس ہیڈ آفس میں لے جا یا گیا تھا، وہ خاموش تھی اس کی نگاہیں نیچکی ہوئی تھیں۔

اس تیس کو ڈاکہ زنی کا کیس قرار دیا گیا تھا اور پولیس کے بہت سے افراد تفتیشی کام کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہ اطلاع جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ کیرو لین بہر حال ایک معزز شخصیت تھی۔

ستہ جیت سے قوراجہ قائم نہیں ہو سکا تھا کسی کالین کاٹی ناتھ واما کو کیرو لین اور حسن شاہ کے قتل کی خبر مل گئی اور واما بے چین ہو گیا۔ اس نے اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ کیرو لین کے ہاں ڈاکہ زنی کی واردات ہوئی ہے اور شاید مزاحمت کی کوشش کرتے ہوئے کیرو لین اور حسن شاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ کاٹی ناتھ واما نے خاص طور سے ست رانی کے بارے میں معلومات حاصل کرانے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ ست رانی پولیس ہیڈ کوارٹرس رنجیر ناتھ کی قید میں ہے۔

کاٹی ناتھ واما کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنے پی اسے کے ذریعے رنجیر ناتھ ساگت بات کرانے کا حکم دیا۔

راجہ قائم ہونے پر اس نے کہا۔ ”رنجیر ناتھ! میں فسر کاٹی ناتھ بول رہا ہوں۔“

”نیں سر، نہیں سر۔“

”کیرو لین اور حسن شاہ کے قتل کی اطلاع مجھے مل چکی ہے، جس لڑکی کو تم ان کے کمرے گرفتار

کھلائے ہو۔ اسے لے کر فوراً میرے پاس میرے کمرے پہنچ جاؤ، اس سے میرا گہرا رابطہ ہے۔“

”سر۔۔۔۔۔“

”رنجیر ناتھ! باقی ساری باتیں یہاں آ کر کرنا، جتنے اہم کام ہوں سب چھوڑ دو کہاں رکھا

ہے اسے، کیا لاک اپ میں؟“

”جی سر، وہ اصل میں۔۔۔۔۔“

”فوراً نکالو اسے اور لے کر میرے پاس آ جاؤ، میں انتظار کر رہا ہوں اور جانتے ہو کہ دیر

نتیجہ کیا نکلے گا؟“

”نیں سر، جانتا ہوں، میں اسے لے کر آ رہا ہوں۔“ رنجیر ناتھ ساگت نے کہا اور اس کے

ہاتھ نے فون بند کر دیا۔

واما گہرے غور و فکر میں ڈوب گیا تھا اور پھر اچانک اسے کیرو لین کے الفاظ یاد آئے۔ اس نے اسے کچھ ایسی باتیں بتائی تھیں جن کا تعلق ستہ جیت کمار سے تھا۔ کیرو لین نے کہا تھا کہ ستہ جیت کمار نے ست رانی کو ماٹھا ہے اور کیرو لین کو دھمکیاں دی ہیں کہ اگر اس نے ستہ جیت کمار کی سزا دی تو وہ اسے برباد کر دے گا۔ اچانک ہی کاٹی ناتھ واما کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس

نے کہا۔

”اگر سے ایک تیر سے دو شکر ہو گئے۔ مزہ آ جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہ کیا دھڑا ستہ کا ہو۔ زبردست، اگر ستہ جیت نے ایسا کیا نہیں ہے تب بھی اخبارات کے لئے یہ کہانی پسند ہوگی کہ مہاراج ستہ جیت کمار ایک لڑکی پر عاشق ہو گئے اور انہوں نے ڈاکے کی

سبکدوشی کا ناکہ رچا کر کیرو لین اور حسن شاہ کو راستے سے ہٹا دیا۔ مزہ آ جائے گا۔ جان بچاؤ مشکل ہے کی ان لوگوں کو۔“

رنجیر ناتھ ساگت نے رنجیر کے بعد اطلاع ملی کہ پولیس کمشنر رنجیر ساگت کا

سبکدوشی کا ناکہ واما نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ انہوں نے ملازم سے معلوم کر لیا تھا کہ

ست رانی بھی اس کے ساتھ ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ رنجیر سنگھ

نے کمرے ہو کر انہیں پرہام کیا۔ ست رانی اسی طرح بیٹھی رہی اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور وہ

سب سے بے حس نظر آ رہی تھی۔

"ڈاکر زنی کی واردات ہے ورنہ شاید وہ حراست کرتے ہوئے ماری گئیں۔"

"میں شہ ہے۔" کاشی ناتھ جی نے کہا۔

رنگبیر ناتھ چونک پڑا پھر بولا۔

"سمجھ نہیں سزا۔"

"سمجھ نہیں گے، سمجھا نہیں گئے۔ آپ تفتیش تو کر رہے ہوتا!"

"جی سر۔"

"اسل میں کیرو لین بے چاری کچھ عرصہ سے پریشان تھی، اسے اپنی زندگی کا خطرہ تھا۔ یہ

لڑکی صرف اس کی ماڈل نہیں بلکہ مذہب بولی بیٹی بھی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ کاشی ناتھ جی۔۔۔ ہو سکتا

ہے میں جتنی ضرورتوں سکوں۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو اس لڑکی کو آپ اپنی

پناہ میں لے لیں گے اس کا خدشہ خفیدہ نکلا۔"

"آپ کے خیال میں یہ صرف ڈاکر زنی کی واردات نہیں ہے؟" رنگبیر سنگھ نے پریشان

سے پوچھا۔

"دوبی جیسے کر سکتا ہوں۔ یہ تو آپ ہی مجھے بتائیں گے، البتہ ست رانی کو آپ میرے

پاس چھوڑ دیں۔ میں اس کی ہر طرف سے حمانت لیتا ہوں۔"

"جی۔۔۔ جیسا آپ پسند کریں۔" ساکاجی نے گردن خم کر کے کہا۔ ست رانی اس پورے

مہنگے دوران الا تعلق رہی تھی۔ رنگبیر سنگھ جب اسے چھوڑ کر چلا کر چلا تو بھی اس نے کسی عمل کا

دیکھا نہیں کیا تھا۔

کاشی ناتھ نے ست رانی کو دیکھ کر کہا۔ "یہ آپ کا گھر ہے: یوی جی۔ آپ کو یہاں کوئی

تکلیف نہیں ہوگی۔"

ہنہ۔۔۔۔۔ ہنہ۔۔۔۔۔ ہنہ۔۔۔۔۔

ستہ جیت لکھار کو ساری رپورٹیں مل رہی تھیں۔ وہ خوش تھا۔ خالص سیاسی آدمی تھا۔ کسی کی

زندگی، موت اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی، اپنے ملاقات کے لئے نہ جانے کیا چھوڑ چکا

تھا۔ کیرو لین بے شک زمانہ ساز تھی لیکن اس طرف سے جوڑ توڑ نہیں جانتی تھی۔ ستہ جیت کی بات

دن لگتی تو کھیاں ہی بدل جاتا لیکن اس نے اپنے دفاع کی کوشش کی اور زندگی کھو گئی۔

اس وقت بھی ہنسل کی آمد کی خبر سن کر ستہ جیت نے اسے اپنے کمرہ خاص میں بلا لیا۔

ہنسل نے آکر ستہ جیت کے پاؤں پھوئے تھے۔

"پہن ہنسل، کیا خبر ہے؟"

"دو کاشی ناتھ ورنہ ماری کو بھی پتہ چلی ہے۔"

"کیسے۔"

"پولیس کمنٹریز تبیر سنگھ ساچہ خود اسے لے کر کاشی ناتھ کی کوٹھی پہنچا ہے اور پھر اکیٹا والیس

"۔"

"کام جلدی جلدی ہو رہے ہیں ہنسل، ہم اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔ ہمارا خیال تھا

اس کام میں کافی سے گئے گا، یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اب دیکھو کب ہمیں کاشی ناتھ جی کے

میں کوئی اچھی خبر ملتی ہے۔"

"جی مہاراج! ہنسل نے عاجزی سے کہا۔

"ہاں ہنسل، کیرو لین کی تجویزوں سے جو کچھ ملا ہے اس کا تم نے کیا کیا۔"

"سب کچھ پیچھے رام جی کے پاس جمع کر دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، ہم غور اپنی صاحب سے کہہ دیتے ہیں کہ آدھا وہ تمہیں دے دیں، تم اس

سے مس طرف چاہو اپنے آدھے کو جو جھڑ پتا۔"

"جی مہاراج! آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں۔"

"اور کوئی کام ہے ہم سے۔"

"نہیں مہاراج، بس یہی خبر دینے آئے تھے۔" ہنسل نے کہا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر جھکا

باہر نکل گیا۔

ہنہ۔۔۔۔۔ ہنہ۔۔۔۔۔ ہنہ۔۔۔۔۔

کاشی ناتھ نے دو دن انتظار کیا۔ ست رانی کے لئے انہوں نے زبردست انتظامات کئے

اور اسے داخل رانیوں کی طرح رکھا تھا۔ ست رانی بھی خوش نظر آتی تھی۔ اس نے ایک بار بھی

ولین یا حسن شاہ کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

اس وقت کاشی ناتھ جی اپنی کوٹھی کی کھلی چھت پر اس کے سامنے بیٹھے تھے۔ انہوں نے

لباس پہنا ہوا تھا، بہترین خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ اپنی جگہ سے وہ اپنی عمر سے پندرہ سال

نے نظر آ رہے تھے۔ ست رانی بھی ایک خوبصورت لباس میں تھی یہ قیمتی لباس کاشی ناتھ جی

اسے مہیا کئے تھے۔

"آپ یہاں خوش ہیں رانی جی؟" کاشی ناتھ نے کہا۔

"پتہ نہیں!"

"میرا مطلب ہے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

ٹوٹ گیا

”نہیں۔“

”آپ دونوں سے میری مہمان ہیں مگر آپ نے ابھی تک اپنے من کی کوئی بات نہیں کی۔“
”میرے من میں کوئی بات نہیں ہے۔“

”آپ کو کیرو لین جی کی موت کا ذکر ہے؟“ کاٹی ماتھ نے پوچھا۔
ست رانی سوچ میں ڈوب گئی، پھر بولی۔
”نہیں۔“

کاٹی ماتھ حیران رہ گیا۔ اس نے ست رانی کو تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا۔
”کیوں...؟ میرا مطلب ہے کیا آپ کے ساتھ اس کا رویہ اچھا نہیں تھا؟“

ست رانی گہری سانس لے کر بولی۔ ”میں آپ کو بتاؤں۔ مجھے ایک تکلیف یا خوشی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نے بابا بھگت کی کے ساتھ سنسار دیکھا، بابا بھگت نے جو کچھ کہا اس نے مجھے بتایا بس میں اتنا جانتی ہوں اور کچھ نہیں۔“

”ارے... یہ بابا بھگت کون ہے اور کہاں ہے، تجھے تو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“
”میں... بس بابا بھگت کے ساتھ ہی سے جاتی رہی ہوں۔ ہم جہاں تھے وہاں سے نکلنے کے بعد نجانے کہاں کہاں گئے۔ جو کچھ بابا بھگت نے ہی کیا اور پھر وہ کھو گیا۔ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ وہ آ جائے تو مجھے بتائیے گا کہ اب کیا کرنا ہے، کیرو لین اور حسن شاہ بہت اچھے تھے، انہوں نے میرا خیال کیا۔ آپ بھی بہت اچھے ہو۔ کیرو لین اور حسن شاہ کے ساتھ جو کچھ ہوا مجھے نہیں معلوم کیوں ہوا؟ سنسار کے ہاسٹیل کے بارے میں ابھی مجھے سب کچھ نہیں معلوم میں انہیں جان رہی ہوں۔ جان گئی تو سوچوں گی کہ کیا ہوتا ہے۔ تکلیف کیا ہوتی ہے، ابھی تو سب کچھ نیلے رہی ہوں۔“

کاٹی ماتھ ایک لمحے کے لئے تم صدمہ ہو گیا تھا۔ ست رانی کا حسن دیکھ کر اس نے اسے اپسرا کہا تھا۔ کہیں جی جی کی آتش سے اتری ہوئی کوئی انہی آتما تو نہیں ہے۔ اس کے حسن میں جو خاص بات تھی وہ یہی تھی کہ وہ سنسار میں انوکھی لگتی تھی۔ کچھ دیر تک وہ خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر اپنے مہذب میں واپس آ گئے۔

”ست رانی! تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو، میں چاہتا ہوں کہ جیون بھر میں تمہارے ساتھ رہوں۔ تمہارے بھرتی جی جی کے ہیں۔ وہ دل چاہیں گے۔ میں کیرو لین جی کے نوکروں سے معلومات حاصل کروں گا کہ کیرو لین نے بھرتی بابا کو کہاں بھیجا ہے؟ دو جہاں بھی گئے ہیں میں انہیں وہاں سے ہوا لوں گا۔ ست رانی میں تمہارے من میں جگہ چاہتا ہوں۔ تم اپنے من میں

ٹوٹ گیا

لئے جگہ خالی۔ ایکشن آنے والے ہیں۔ اگر میں۔ ایکشن جیت گیا تو ہیٹ فٹ میں جاؤں۔ ست رانی تم ہندوستان کی بہت بڑی شخصیت بن جاؤ گی۔ میں تمہیں سارے سنسار کا دورہ لگاؤں تم مجھے اپنے دل میں جگہ دے دو۔“

ست رانی نے حیران نگاہوں سے کاٹی ماتھ کو دیکھا پھر بولی۔
”بہت سی باتیں ایسی ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ سن میں جگہ کیسی دی جاتی ہے، مجھے اسے میں بتائیے ورنہ میں خود سوچوں گی۔“

”ہرے رام، تم تو جی جی آتش سے اتری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔“ کاٹی ماتھ جی خوشی سے ہنسے ہوئے بولے۔

اب تک کی باتوں سے انہوں نے محسوس کیا تھا کہ ست رانی نے ان کے لئے ناپسندیدگی کا پس کیا تھا البتہ یہ ضرور سوچا تھا انہوں نے کہ کوئی ایسا عمل نہیں کریں گے جس سے ست رانی کو گلاب ہو۔ اس رات دوا کی کے بارے میں سوچتے رہے تھے۔ پھر انہیں دھرم کے دن ستی کار کا خیال آیا اور انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ستی جیت کمار کو انہوں نے فون کیا تھا اور یہ حکم دیا کہ جو اس فون کا انتظار ہی کر رہا تھا خود اسی فون پر سیدھا کر دیا۔

”مہاراج، آج ہم کیسے یاد آ گئے؟“
”آپ کو جوت کون ہے ستی جیت جی۔ آپ تو ہمارے ان دوستوں میں سے ہیں جن کا ہر وقت من میں رہتا ہے، اب یہ الگ بات ہے کہ ان خیال کے ساتھ اپنی حفاظت بھی کرنی چاہیے۔“ کاٹی ماتھ نے جا اور زور سے منس پڑے۔
”اتھم دوست ہیں آپ کاٹی ماتھ جی۔“
”رات کا کھانا... اے ساتھ کھالیں کھارے گا؟“

”دوست ہیں۔ انکار کیسے کر سکتے ہیں۔ پر ذرا خیال رکھئے گا، ہر نوالہ آپ کو پہلے پھینکا ستی جیت کمار بولا۔

کاٹی ماتھ منس پڑے پھر انہوں نے کہا۔ ”نہیں ستی جیت مہاراج، اب بلا وجہ ہی وزیر من گئے ہیں، اتنی رانی جی تو آتی ہے کہ انور شمن کو مارنا، تو اپنے گھر پر نہ مارا جائے تاکہ شہہ نہ آ جائے اور پھر آپ ہر رات کو نہیں ہیں، دوست ہیں گھر سے دوست ہیں۔“ کاٹی ماتھ نے کہا۔

ستی جیت منس لگا، پھر بولا۔ ”آپ اسے پریم سے بلا رہے ہیں تو حاضری دیں گے۔“
”سارے آٹھ بجے تک بیٹھ جائیے، سے نکالیں گے نا آپ؟“

”کہا مادہ دست بلا نہیں گئے اور ہم نہ جائیں۔“

”پھر آجائے... ساڑھے آٹھ بجے ہم آپ کا انتظار کریں گے۔“

”نچپ ساڑھے آٹھ بجے ستیہ جیت کمار کاٹی ماتھ دورا کی بھٹی پہنچ گیا۔ ورمائی نے ست رانی کے ساتھ ستیہ جیت کمار کا سواگت کیا تھا لیکن ایک حیران کن بات ہوئی۔“

”ست رانی نے ستیہ جیت کمار کو دیکھا تو جلدی سے آگے بڑھی اور ان کے سینے سے ٹک گئی۔ کاٹی ماتھ دورا سشدر رہ گیا تھا۔ ستیہ جیت کمار کو بھی حیرت ہوئی تھی۔“

”بہر حال اس نے وارن ٹھوکتا ست رانی کا سر تھپتھپایا اور بولا۔“ کہیں ہوسٹ رانی؟“

”نچپ ہوں۔“ ست رانی نے یہ سر خوشی کے عالم میں کہا۔ کاٹی ماتھ کو یہ سب بہت مزہ آ رہا تھا۔ وہ تو ستیہ جیت کمار کو سر پر انز دینا چاہتے تھے۔ ست رانی کے بارے میں بتانا چاہتے تھے لیکن ست رانی کا ستیہ جیت کمار سے اس طرح مانا نہیں عت مانگا اور گزرا تھا تاہم وہ مسکرا کر بولے۔

”ارے بابا، آپ ہماری رانی جی کے جاننے والے ہیں۔ یہ تو بڑی حیرت کی بات ہے۔“

”ہاں، ست رانی آپ کے پاس ہے، یہ ہمیں نہیں معلوم تھا، ویسے ایک بہت اچھی دوست ہے۔“

”تو پچھڑ گئی جس کا نام کیرولین تھا۔ ہم ان دنوں اتنے مصروف تھے کہ ہمیں بہت دیر سے کیرولین کی موت کی خبر ملی۔“

”آپ نے اندر آئیے۔“ کاٹی ماتھ جی نے اپنے خوبصورت ڈرائنگ روم میں ست رانی اور ستیہ جیت کمار کو بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا پھر خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

”ہاں بچاری کیرولین ایک حادثے میں ماری گئی۔ بڑی ڈکھ بھری بات ہے کہ ہم ایسے حادثوں کو روک نہیں سکتے۔ کمبخت ڈاکو تھوڑی سی رقم کے لئے ایسی ایسی غنیمتوں کو ہم سے جدا کر دیتے ہیں جن کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ کیرولین جی کو مزاحمت نہیں کرنی چاہیے تھی، پر انسان محنت کی کمائی کو کیسے لیتے ہوئے دیکھ سکتا ہے، آپ کیا کہتے ستیہ جیت جی؟“

”میں کیا کہوں گا جو تجربہ آپ کا ہے وہ میرا تو نہیں ہو سکتا، کاٹی ماتھ جی۔“

”کاٹی ماتھ جیسے لگا تھا۔ وہ ساری باتیں ایک ساتھ ہی نہیں کرتا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر آنے والے ایکشنوں کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ دونوں سیاست دان ایک دوسرے کو شکست کی پیشکش کر رہے تھے۔ دونوں ہی اس جگہ آئے چاہتے تھے جہاں ایک دوسرے پر حاکمیت قائم ہو سکے۔ دونوں ہی اپنے آپ کو برابر کا حریف سمجھتے تھے۔“

”ست رانی خاموشی سے ان دونوں کی باتیں سنتی رہی۔ دونوں کے چہرے دیکھتی رہی اور اس وقت کوئی اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھ لیتا تو حیران رہ جاتا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ست رانی

”ساری باتیں سن ہی نہیں سمجھ بھی رہی ہو اور ان باتوں کو اپنے ذہن میں بٹھاتی جا رہی ہو۔“

”نے کی میز پر بھی باتیں جاری رہیں۔“

”ہات وی کیرولین کی آجانی ہے۔ اچھا ایک بات بتائیے ستیہ جیت جی آپ جس طرح رانی سے ملے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کیرولین کے آس پاس رہے ہیں۔“ کاٹی ماتھ نے کہا کہنا چاہتا تھا۔

”کہتے رہیں۔ کہتے رہیں، میں سن رہا ہوں۔“

”میرا مطلب یہ تھا کہ آپ بجز گئی کو تو جانتے، نہ اگے۔“

”بجز گئی کے نام پر ست رانی نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا اور پھر کھانے میں مصروف ہو گئی۔“

”ہاں کیرولین جی نے بتایا تھا تھوڑا بہت بجز گئی کے بارے میں، لیکن بجز گئی کا کچھ پتہ نہیں لگا کہ کہاں گیا۔“

”ہاں، مجھے بھی نہیں مل سکا۔“

”لیکن کاٹی ماتھ جی آپ یہ بتائیے، آپ ست رانی کو اپنے ساتھ کیسے لے آئے؟“

”بھئی، کیرولین جی نے ایک بار خود کہا تھا کہ اگر میں اسے اپنی پناہ میں لے لوں تو بہت مشکل حاصل میں اسے کچھ لوگوں سے خطرہ تھا۔“

”خطرہ؟“

”ہاں... معاف کیجئے گا، ان لوگوں کے نام کیا بتاؤں میں آپ کو۔ البتہ ستیہ جیت جی ہم دوستی کے دعوے کر چکے ہیں۔ آپ ایک بات بتائیے؟“

”جی کہیے۔“

”کیا واقعی کیرولین جی کے ہاں ڈاکہ پڑا تھا؟“ کاٹی ماتھ نے چبھتا ہوا سوال کیا لیکن جی نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور بولا۔

”کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔ اخباروں میں تو یہی خبر آئی تھی۔“

”اخباروں کو چھوڑیے۔ یہ بات ہم نے مان لی ہے کہ آپ گرو ہیں۔ ایک دفعہ کیرولین سے کہا تھا کہ آپ ست رانی کو اس سے لینا چاہتے ہیں، کیرولین نے ہم سے درخواست کی کہ ہم ست رانی کو اپنی پناہ میں لے لیں۔ آپ نے شاید اس سے کہا تھا کہ وہ اسے ماؤل نہ لے گیا سمجھے؟“

”نہ لے گرو آپ ہیں کاٹی ماتھ جی۔ کوئی موقع نہیں چھوڑتے آپ وار کرنے کا۔ آپ لے لیتا چاہتے ہیں کہ چونکہ ہم ست رانی کو کیرولین سے مانگ رہے تھے اس لئے ہم نے اس کا

راستے سے ہٹا دیا۔

کاشی ماتھہ ہنسنے لگا تھا۔ اس نے گلاس اٹھا کر پانی کے دو تین گھونٹ لئے اور گلاس واپس رکھ دیا۔ ستیہ جیت اس کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے گہری نگاہوں سے کاشی ماتھہ کے اس عمل کا جائزہ لیا تھا۔

اس کے برابر ست رانی چٹھی تھی اور یہ بھی حیران کن بات تھی کہ ست رانی نے بھی اپنے گلاس سے تھوڑا سا پانی پیا تھا۔

ستیہ جیت کمار کے ہاتھ لرزنے لگے اس کا سانس پھولنے لگا۔ ایک نمایاں تیزی سے اس کے ذہن میں آیا اور اس نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ڈش کی طرف اشارہ کر دیا اور ملازم جو سروں کر رہے تھے انہوں نے فوراً ہی ڈش اٹھا کر ستیہ جیت کمار کی طرف بڑھا دی۔ ستیہ جیت کمار نے اس ڈش میں سے تھوڑی سی ترکاری نکال کر اپنی پلیٹ میں ڈال لی اور پیٹ رکھتے ہوئے اس نے اپنا کام دکھا دیا۔ انتہائی بدق رفتاری اور مہارت کے ساتھ اس نے کاشی ماتھہ اور ست رانی کے گلاس تبدیل کر دیئے تھے، کسی کو ڈر ویرا احساس نہیں ہوا۔ کاشی ماتھہ جیت کمار کھانے میں مصروف ہو گیا، پھر اس نے کہا۔

”بڑے عجیب ہیں آپ کاشی ماتھہ اور راجی، دوستوں کی طرح بلا تے ہیں اور چپے سے دشمنی کر رہے ہیں۔“

”نہیں یہ بات نہیں ہے ستیہ جیت کمار۔ اصل میں اس کیس کی تفتیش میں تھیں۔ چھوڑ کر رہا کرتے ہیں۔ آدھی ہیں، ست رانی کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے، ہم نے ان سے کہا کہ سیرولین نے ست رانی کو ہمارے حوالے کرنے کی بات کی تھی، آپ اس معصوم لڑکی کا نام سے پتہ چھوڑ دیں اور اپنے کیس کی بھرپور تفتیش کریں۔ چنانچہ انہوں نے جلد ہی ہدفیت پر عمل کیا، لیکن آدھی بہت ذہین ہے۔ وہ حقائق کی تہہ تک پہنچنا جانتا ہے۔ ہم نے ابھی اپنے بیان میں کچھ بھی نہیں کہا، ہم اپنی ان تفتیش سے اسے آگاہ کر دیں تو وہ آسانی سے ماننے والوں میں سے نہیں، انہیں کچھ نہ کچھ کر کے رہے گا۔“

”ہاں سیدھے کیسے۔“

”ست رانی کو آپ نے دیکھا کہ کس طرح وہ ہم سے آکر پٹ گئی۔ ہمیں خود بھی حیرانی ہوئی کہ یہ ہٹتا ہمارے دل میں ایسا کوئی جذبہ رکھتی ہے۔ حق ان کا آپ سے ہے، وہ رستے سے ہٹتی ہے۔ کتنی ہی سندھ تھی، پیاری کیوں نہ ہو، بچے تو بچے ہی ہوتے ہیں اور ان کے پیار کا جواب دینا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ آپ کے پاس ہے اور بقول آپ نے بیٹا آپ نے کہا کہ کیرولین

وش کتیا

سے آپ کو اپنی تحویل میں لینے کے لئے کہا تھا دوست رانی آپ کے پاس ہی رہے گی۔ ایک کے لئے اگر ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔“

”اعتراض تو ہے، لیکن اگر ست رانی اپنی خوشی سے آپ کے ساتھ جانا چاہے تو اب اس کا بھی نہیں ہے ہمیں کہ ہم اسے اس کی خوشی سے روکیں۔ کیوں ست رانی... کیا کہتی ہو تم؟“

”میں ستیہ جیت کمار جی کے ساتھ جاؤں گی۔“ ست رانی کو نجائے نیا ہو گیا تھا۔ کیا سوچ کر اسے اس کا نام ستیہ جیت کمار سے اتنا زیادہ نہیں رہا تھا اس کا لیکن یہ بات اس کے علم میں آئی کہ جب کچھ بڑے لوگ اسے بے ہوش کر کے لے گئے تھے تو ستیہ جیت کمار نے ان سے کہا کہ اسے لے لیا تھا شاید یہ تصور اس کے دل میں ہو یا پھر کچھ اور بھی ہو سکتا تھا۔ یہ تو اس کے اسرار لڑکی کے بارے میں کچھ طریقے سے کسی کو کچھ نہیں معلوم تھا اور کوئی بھی دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے؟ البتہ کاشی ماتھہ جی کو یہ بات پوری تھی۔ انہوں نے پانی کا گلاس اٹھا کر اس سے لگایا اور ایک ہی سانس میں اسے خالی کر کے پھر دیا۔

”ٹھیک ہے... ست رانی ایک دوا کے لئے آپ ستیہ جیت کمار صاحب کے ساتھ آئے، ویسے بھی ہم ذرا کیرولین کے سلسلے میں مصروف ہیں۔ ستیہ جیت جی! ہماری ست رانی کا کہنے گا۔“

”آپ بالکل چٹخا کر رہیں مہاراج۔“ ستیہ جیت کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا۔ اگر ڈاکٹر کا کہنا تھا تو نہیں تھا تو اس کا کام ہو گیا تھا۔ کاشی ماتھہ نے ست رانی کا چھوٹا پانی پی لیا تھا اور اظہار بھی کچھ ٹھوس کے بعد ہوا تھا۔

”دل پر کچھ بوجھ نہ رہا ہے۔ برداشت ماننے گا۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔“ کاشی ماتھہ نے کہا۔ ”چلتے ہیں جملہ لوگ۔ آؤ ست رانی۔“ ستیہ جیت نے کہا اور فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ کاشی ماتھہ بھی اٹھ کھڑا ہوا لیکن اس کے قدم لرز رہے تھے اور وہ سینہ مسل رہا تھا۔

ستیہ جیت اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اس کی خوشیاں غرور پر تھیں۔ اگر ڈاکٹر شراج اس کے درمست تھیں تو کاشی ماتھہ جی کا کام تمام ہو گیا تھا۔ ان کی کیفیت سے اس کا اظہار بھی کیا جاتا ہے اس نے ست رانی کی کیفیت کا جائزہ بھی لیا۔ وہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ کہا۔

”ایک سوال کروں ست رانی؟“

”ہوں۔“

”ہمارا زیادہ ساتھ نہیں رہا۔ لیکن جب میں تمہارے سامنے پہنچا تو تم مجھے بالکل ایسے ہی

شرح نہیں۔“
 ”ہاں۔“
 ”یہاں کون ہو کیوں؟“

”ہاں میرے من سے کہا۔ اور پھر مجھے وہاں اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کاشی ناتھ جی باہرے عجیب ہیں۔ آپ مجھے اپنے ساتھ لے آئے مجھے اچھا لگا۔“
 ”اگر کاشی ناتھ جی دوبارہ تمہیں اپنے پاس جائیں تو؟“ ”ستیا جیت نے کہا۔
 ست رانی نے گردن گھما کر معنی خیز انداز میں اسے دیکھا۔ بڑا عجیب انداز تھا۔ ستیا جیت نرم ہو گیا، اسی وقت ست رانی نے کہا۔

”آپ نے اس کی گنجائش کہاں چھوڑی ہے۔ میں نے آپ کو پانی کا گلاس بدلتے ہوئے دیکھ کر۔“
 یہ الفاظ ہم کے دھماکے سے کہ نہیں تھے۔ ستیا جیت کی سٹی کم ہوئی تھی۔ اسے چکراتے ہوئے تھا۔ اس کے بعد وہ کچھ نہیں بول سکا۔

☆...☆...☆

ہنسل، ستیا جیت کمار کی ناک کا بال تھا، ایسے تو وہ بہت بڑے جلدے پر فائز تھے اور بہت سے معاملات سمجھتے تھے، لیکن ان کے خفیہ امور میں ہنسل کی پیش پیش ہوتا تھا۔ ست رانی کو وہ بڑے پیار سے اپنے ساتھ اپنی کونٹی میں لاسے۔ ایک سماجیابا خوبصورت بیدروم اسے دیا اور اس کے بعد ہنسل کو طلب کر لیا۔ ہنسل تو ہر وقت خدمت میں حاضر رہتا تھا، حالانکہ کافی وقت ہو گیا تھا، لیکن ہنسل لحوں میں پہنچ گیا۔

”مہاراج کے چہرے پر کچھ سوچ کے آثار نظر آ رہے ہیں۔“
 ”یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ ست رانی یہاں آ گئی ہے۔“
 ”ایسا کیوں کہہ رہے ہیں مہاراج؟ ہنسل آپ سے تمہاری نیتیں لاسلے پر۔“
 ”ہنسل کام ہو گیا ہے، میں وہ کر آیا ہوں جو بہت بعد میں ہونا چاہیے تھا لیکن حالات کا اس بڑی رفتار سے پیش آئے کہ مجھے یہ کرنا پڑا۔ ہنسل میں کاشی ناتھ ورمات بہت تیزی سے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور میں نے اپنا کام دیکھا دیا، لیکن رستے میں ست رانی نے ایک ایسے جملہ کہہ دیا جس نے مجھے لرزاتا رکھ دیا ہے۔“ ستیا جیت کمار نے کاشی ناتھ کے گھر سے لے کر یہاں تک کی پوری داستان ہنسل کو سنائی۔

ہنسل منہ کھول کر رہ گیا۔ پھر بول۔ ”اُس سے وہ باتیں چاہتی ہیں مہاراج۔ ایک یہ کہ اتنا

سب سے والی لڑکی کو آپ بالکل بیوقوف نہ سمجھیں، وہ بہت پالاک ہے، اس نے آپ کو بتا دیا ہے کاشی ناتھ ورمات کے گھر رہنا چھوڑیں، کاشی ناتھ اور جب آپ نے اس کا جھوٹا پانی کاشی ناتھ کے سامنے رکھا تو اس نے دیکھنے کے باوجود کسی ایسے رد عمل کا اظہار نہیں کیا جس سے یہ اندازہ ہو کہ کاشی ناتھ ورمات کا بیون چاہتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ اس سے یہ بات بھی منظر ہوئی کہ اس کے دوسرے پانی کے بارے میں جو بات مشہور ہے وہ سچ ہے اور وہ جانتی ہے کہ جو اس کا جھوٹا پانی ہے، وہ بیون کی بازی ہار جائے گا۔ یعنی ڈاکٹر شوریج جی کا کہنا سچ تھا۔ پر مہاراج آپ چننا کیوں کرتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ اسے نہیں ہی گھر میں رکھیں۔ پر ایک بات یہ بھی سوچیں، سب کو اس کے دوش سے بچانا ہے۔“

ستیا جیت کو سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر وہ مسکرا اٹھا۔
 ”یار اس نے جس حد تک کام کیا ہے وہ تو بڑا ہی ادا تھا ہے۔ تھوڑے دنوں کی پریشانی ہے، ہوتی ہو اور سچ کھینے پڑیں گے، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس بڑے کام کے لئے میں نے اس کا نام کیا ہے، اس کا پتہ ان فیصلہ تو ہو گیا۔ کاشی ناتھ کا راستے سے بہت جانا معمولی بات نہیں ہے۔ سوچ نہیں سکتے کہ میں کتنا ٹینشن میں ہوں، بس آگے کی تفصیلات پتہ چل جائیں۔ مجھے اپنے دماغ کے راستے بھی اختیار کرنا ہوں گے کیونکہ میں وہ آدمی ہوں جو آخری ہار کاشی ناتھ ورمات سے ملا اور بات سنی نہیں ست رانی کے مسئلے میں بھی کوئی کہانی گھڑنا پڑے گی۔ بہت ضروری ہے۔“
 ”تک جو معمولات حاصل ہوئی ہیں، ان کے تحت مجھے کوئی اچھی کہانی گھڑنا ہوگی۔ ہنسل ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔ یہ نہیں کون کس انداز میں سوچے اور کس انداز میں کام کرے۔“

دوسرے دن کے سارے اخبارات کاشی ناتھ کی موت کی خبر سے خبریں ہوئے تھے۔ ستیا جیت ورمات انکشافات کے گئے تھے۔ یہ کہ کاشی ناتھ جی اپنے گھر سے مل سوبی کی طرح ہوئے پائے گئے۔ ان کا پورا بدن گل گیا تھا اور اندازہ یہ کیا جا رہا ہے کہ وہ کھائے جس زہر والی کا شکار ہو گئے اور ستیا جیت کمار نے ایک بڑے ماخیز کے دفتر کو فون کر کے کہا۔ ”میں آپ کو کاشی ناتھ ورمات کے بیچے میں بچھڑانا چاہتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ان آدمیوں کو جو منظر عام پر رہ کر ان سے لئے کام تھے، فوراً ہی مسدود کیا کہ وہ کاشی ناتھ ورمات کی موت کی مکمل رپورٹ حاصل کر کے انہیں دیں۔ انہوں نے خصوصی طور پر اپنے دوسرے معمولات ترک کر کے اس سلسلے میں اپنے دفتر کے بھاگ دوڑ شروع کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد اخبارات کے نمائندے ان کے پاس پہنچے۔ ستیا جیت کمار نے بڑے درد پھرے انداز میں ان لوگوں سے کہا کہ ایکشن کا مزد ختم ہو گیا۔

ان کا تو جوڑی کاشی ناتھ دور ما سے پڑا تھا اور وہ تو قح کر رہے تھے کہ انکیشن کا عروہ ان کے ساتھ مقابلے میں آئے گا۔ اب تو انکیشن کا مزدی ختم ہو گیا۔

انہوں نے میڈیا کو بتایا ”گچھلی رات انہوں نے مجھے زہر پر بلایا تھا۔ اصل میں سیاست اپنی جگہ دوستی اپنی جگہ انہوں نے مجھے دیکش کی کٹر میں اس حلقے سے انکیشن نے لڑوں تو وہ مجھے اپنے زیر اثر ایک دوسرے حلقے سے انکیشن لڑنے کا نہیں مگے اور اس میں مجھے کامیاب کرانے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ اپنے حلقے سے انکیشن جیت جاتے تو جس حلقے سے مجھے لڑانا چاہتے تھے وہ حلقہ ان کے ساتھ شامل ہوتا۔ بڑی اچھی بات جیت ہوئی ان سے میری۔ کھانا کھانے کے بعد انہوں نے مجھے اجازت دیدی اور میں ست رانی کے ساتھ گھر واپس آ گیا تھا۔“

”ست رانی کون ہے ستیہ جیت کمار جی؟“

”مارے دو۔۔۔۔۔ اصل میں وہ میرے ایک دوست کی بیٹی ہے۔ میرا ایک دوست جسے میں بچپن کا دوست کہہ سکتا ہوں۔ ایک دہائی علاقے میں رہتا تھا اور وہ اس وقت کا دوست تھا جب ہم دیہات میں درختوں پر چڑھ کر کیریاں توڑ کر کھاتے تھے۔ بعد میں دوسرے معاملات سامنے آ گئے۔ ہم جدا ہو گئے۔ ست رانی اسی کی بیٹی تھی جسے اس نے اپنے ایک گہرے دوست بھرجی کے دوالے کر دیا۔ بھرجی نے اس لڑکی کو ماں باپ بن کر پالا کیونکہ اس کی ماں مری گئی تھی، پھر بھرجی اسے لے کر شہر آ گیا۔ یہاں کیرولین جی نے جن کا مردہ ہو گیا ہے، اسے ماؤ لنگ میں لیا، لیکن ست رانی کو ماؤ لنگ پسند نہیں آئی اور اس نے انکار کر دیا۔ کاشی ناتھ جی کے بھی کیرولین سے تعلقات تھے اور ست رانی ان کے پاس بھی آتی جاتی رہتی تھی۔ کیرولین کی موت کے بعد وہ بد دل ہو گئی تھی اور کاشی ناتھ کے پاس ہی تھی۔ مجھ سے بھی ست رانی اپنے چٹا کی طرح محبت کرتی ہے۔ رات کو میں کھانے پر گیا تو وہ ضد کر کے میرے ساتھ آ گئی۔ کہنے لگی دو چار دن میں آپ کے پاس رہوں گی چا چا جی اور اس کے بعد کاشی ناتھ جی کے پاس چلی جاؤں گی۔ اصل میں بھرجی جی بھی کہیں گئے ہوتے ہیں۔ اس لئے ست رانی بد دل ہے۔ رات کو جب شہر وہاں سے واپس آیا تو کاشی ناتھ جی بالکل خمیک تھے۔ میرے خواب میں بھی نہیں تھا کہ انہیں ایسا حد آ جائے گا۔ میں حکومت سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کی موت کی مکمل تحقیق کرائی جائے۔ ان کی موت سے سیاست کی دنیا میں جو گہرا خطا پیدا ہو گیا ہے وہ کبھی پر نہیں ہو سکتا۔“

براؤن ٹریڈیان دیا تھا ستیہ جیت کمار نے۔ بہر حال پولیس اپنا کام کرنے میں معذور نہ تھی۔ ستیہ جیت، ست رانی کا جائزہ لے رہا تھا کہ وہ کس موڈ میں ہے۔ اسے حیرت تھی کہ ست رانی یہاں آکر بہت زیادہ خوش تھی۔

دش کیا

اس گھر میں ایک ہفتہ اور پھر دوسرا ہفتہ بھی گزر گیا۔ ستیہ جیت کمار نے ست رانی کو زیادہ نکالا تھا۔

بہر حال خاصا وقت گزر گیا۔ کاشی ناتھ جی کے بارے میں کچھ دن خبریں چھٹی رہیں۔ پتہ چل سکا تھا کہ آخر ان کی موت کس طرح واقع ہوئی، حالانکہ ستیہ جیت کمار کو یہ خیال بھی تھا کہ ابھی موجود تھا جس میں ست رانی کا جھوٹا پانی موجود تھا۔ پولیس نے زہر کے بارے میں کچھ نہیں کی، جبکہ بات بہت بڑے آدمی کی تھی لیکن پولیس کی طرف سے اسے کوئی نہیں ہوسکا۔

ست رانی بڑی خوشی سے ستیہ جیت کمار سے باتیں کرتی رہتی تھی، اکثر ستیہ جیت نے یہ لیا تھا کہ جب بھی ست رانی ان کی آنکھوں کی طرف دیکھتی ہے اس کا ذہن کھو سا جاتا ہے۔ لگتا ہے جیسے اس کی آنکھیں ان کے دماغ میں اتر کر کچھ تلاش کر رہی ہوں، لیکن اس نے ان کتابت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا، البتہ کبھی کبھی وہ افسردہ ہو جاتی اور کہتی تھی۔

”یہ بھرتی ہا تو بالکل بھروسے کے قابل نہیں ہیں۔ بار بار کھو جاتے ہیں۔ اب میں بھی ان سے باتیں کر رہی ہوں، پلیس کے تو بات نہیں کروں گی۔“

”میں انہیں تلاش کر رہا ہوں ست رانی۔“

”چھوڑیے، ستیہ جیت کمار جی۔ اصل بات بتائیے اب مجھے کیا کرنا ہے۔“ یہ الفاظ چوڑا لے لے تھے۔

”ستیہ جیت نے کہا“ میں تمہاری طرف سے پریشان ہوتا رہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تم کمار سے یہاں رہو، ہر کام اپنی مرضی سے کرو۔“

”آپ اپنے کام بتائیے ستیہ جیت کمار جی۔“

”میں۔۔۔۔۔ میرا کام۔۔۔۔۔“

”ہاں مجھ سے جو چاہتے ہیں وہ کام بتائیے۔“

”اب تم پوچھ رہی ہو ست رانی تو میں ایک نام لیتا چاہتا ہوں، یہ نام ہے کرم پو اسر۔“

"اب ان باتوں کو جانے دیجئے، آپ ایک غلطی کر رہے ہیں ستیہ جیت کا رنجی۔"

"مجھے گھر سے باہر نکالنے اور بتائیے کہ میں کرم دیواسر تک کیسے پہنچ سکتی ہوں۔ آپ بالکل چٹان نہ کریں۔ مجھے وہاں تک پہنچا دیجئے۔ میں وہ کام کر دکھاؤں گی جو آپ چاہتے ہیں۔"

"ستیہ رانی تم مہمان ہو۔ اب جب تم نے اتنی بات نہ کی ہے تو تمہیں بھگوان کا واسطہ کر مجھے بتا دو کہ آخر تم کیا ہو؟"

"آپ کو کیا لگتا ہے ستیہ جیت کا رنجی؟"

"نہیں مجھے تو یوں لگتا ہے جسے تم، ہم سب سے زیادہ سمجھو اور ہو، ہم سب سے زیادہ اچھے ہو، تم سنسار کا ہر کام کر سکتی ہو، تم وہ نہیں ہو جو نظر آتی ہو۔"

"میں کیا ہوں یا کیا نہیں ہوں۔ اگر میں آپ سے کہوں کہ میں خود اپنے بارے میں نہیں جانتی تو آپ یقین نہیں کریں گے، لیکن اب مجھے یہ بتائیے کہ کام کیا ہیں؟"

"چار دن بس چار دن ست رانی۔ چار دن مجھے دے دو۔ اس کے بعد میں تمہیں تمہارے کاموں کے بارے میں بتا دوں گا۔"

ستیہ جیت کمار کے اوسان خطا ہو جاتے تھے جب بھی وہ ست رانی پر غور کرتا۔ یہ بڑی عجیبی بات تھی۔ اس نے وہ نام لیا تھا جو ہر حقیقت کبھی اس کے سامنے نہیں لیٹا تھا۔ کرم دیواسر۔ یہ ستیہ جیت کمار کا دوسرا نام رکھتا تھا، جسے وہ ست رانی کے ذریعے اس سنسار سے ہٹانے والا چاہتے تھے۔ ست رانی نے اس کا نام لیا تھا۔ اگر یہ خطرناک لڑکی کسی طرح ستیہ جیت کمار کے دشمنوں کے ہاتھ تک پہنچ جائے تو ان کا تو کر یا کرم ہو سکتا ہے۔

بہر حال انہوں نے ہسل کو میٹنگ میں طلب کر لیا اور یہ طے کیا کہ ست رانی کو کرم دیواسر تک کیسے پہنچایا جائے۔ فیصلہ کیا گیا کہ ست رانی کو پہلے کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے اور اس کے بعد اس کے چہرے میں تبدیلی پیدا کی جائے اور پھر اسے بالکل اجنبی کردار کی ضرورت ہو گی۔ پہنچایا جائے اور اس کے لئے تیار رہیں ضروری تھیں، چنانچہ ان تیاریوں کا آغاز ہو گیا۔ ضرورت کے لوگوں کا انتخاب کیا جانے لگا۔

ستیہ رانی کے انداز میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ پرسکون تھی۔ اب وہ کرم دیواسر کا نام بھی نہیں لیتی تھی۔ اور ستیہ جیت نے اپنے ہر خوف کو نظر انداز کر کے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ ایک خوبصورت رہائش گاہ کا بندوبست کیا گیا تھا اور اسے زبردست طریقے سے آمادہ کر دیا گیا تھا۔

ستیہ جیت کو یہ لگتا تھا کہ اس نے اسے ہندو یا تھا۔

"ہم تمہارے چہرے میں تبدیلی پیدا کریں گے ست رانی۔ پھر تم ایک کلب میں کرم دیواسر کو ملو گے۔ اس کو اپنے پریم پال میں پھانسی اور پھر کسی طرح چالاک سے اپنا جھوٹا پانی پلا کر اس کو ختم کر دے گا۔ ست رانی میں رہو گی۔ ستیہ جیت نے غور سے ست رانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ میرا چہرہ کیسے بدل دیں گے؟"

"وہ تمہاری عیوب۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ پھر جب کام ہو جائے گا تو۔"

"تو تم واپس یہاں آ جاؤ گی۔"

"فہمک ہے۔ ست رانی نے اطمینان سے کہا۔

ستیہ جیت کمار نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک بات بتاؤ گی ست رانی۔"

"یہ کام تم کوئی سے کرو گی؟"

"ہاں۔"

"تم میرے پاس خوش ہو؟"

"ہاں۔"

"آخر اسکی کیا بات ہے۔ میں نے تمہارے لئے کچھ نہیں لیا تو کوئی ایسا کام نہیں کیا تمہاری طرف سے۔"

ستیہ رانی سوچ میں ڈوب گئی پھر یوں۔ "من کی بات کر رہی ہوں آپ سے۔ سنسار میں پہل کر میں نے بزرگی بابا کو اپنے جیسے منٹس کی شکل میں دیکھا باقی سب کچھ کچھیرا ہوا ہے۔ اس سے من کی باتیں کرتی تھیں۔ کچھ نہیں تھا کہ سنسار میں ہم دونوں کے سوا کوئی اور بھی بزرگی بابا نہ تھے۔ مجھے اس سنسار کے بارے میں بتایا اور مجھے لے کر چلی پڑے۔ تب میں نے کچھ دیکھا۔ پھر میں اس سنسار سے بہت سے کام میری سمجھ میں نہیں آئے۔ میں نے کہا کہ یہاں بڑے انوکھے کھیل میں میرا سہارا لیا جاتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ میں بھی اس میں کچھ ہوں۔ یہ سب اچھا لگتا ہے۔ میں اس سنسار میں سب کچھ سیکھ لینا چاہتی ہوں۔"

ستیہ جیت حیرت سے من سمجھنے لگی۔ یہ باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

لے کر تمہارے من میں کوئی اور وہ ہے؟"

نہیں۔ بزرگی بابا اپنی بہن کی تلاش میں ہیں، اور نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں۔ ان کے

میں میں اپنی بہن کے لئے مجھ سے زیادہ پر کم ہے۔ ورنہ وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ حسن شاہ اور کیرولین مجھ سے اپنے لئے کام لینا چاہتے تھے۔ جو مجھ میں کر سکتی تھی وہ میں نے ان کے لئے کیا۔ انہوں نے مجھے اچھی طرح رکھا۔ وہ اپنے کسی کھیل میں مارے گئے، تو کاٹی ماتھ مجھے اپنے ساتھ لے آئے۔ مگر وہ مجھے اچھے نہیں سلگے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لئے بُرائی تھی جو مجھے نہیں بھائی۔ اُنراپ مجھ سے پاس نہ لاتے تو میں خود وہاں سے چلی جاتی۔

”ست رانی تم نے مجھے پانی کا گلاس بدلتے دیکھا تھا۔“

”ہاں۔“

”کیا تم اس بار سے میں کسی کو جادوئی؟“

”میں نے کسی کو یہ بتایا کہ کیرولین اور حسن شاہ کو کبھی آپ نے ہی مر دیا؟“ ست رانی نے کہا۔

ستہ جیت کمار کو اپنے دل کی دھڑکنیں بند ہوتی محسوس ہوتیں۔ ستہ جیت کو یوں لگ رہا تھا جیسے ست رانی اس سے چوہے ملی کا کھیل کھیل رہی ہو۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہنا چاہا تو ست رانی نے اسے روک دیا۔

”نہیں کمار جی۔ جو پوچھ رہے ہیں بتا رہی ہوں۔ اور جو بتا رہی ہوں وہ سچ ہے۔ میرے وجود سے انکار نہ کریں۔ یہ میرا سب سے بڑا اہمیان ہے۔“

ستہ جیت نے مضبوطی سے ہونٹ بند کر لئے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی حسین اور معصوم لڑکی کے سامنے نہ ہو بلکہ ایک خوفناک عفریت اس کے سامنے ہو۔

سادری زندگی سیاست کی تھی۔ اپنے مخالفوں کے ساتھ بڑے جڑے اور سچے تھیلے تھے۔ لیکن اس نے اسرار لڑکی نے اس کے پچھلے چہرہ دیئے۔

پچھلے لحوں کے لئے ست رانی کا چہرہ بدل گیا تھا۔ اس پر ایک انوکھی تہمتاہٹ آ گئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ معتدل ہوتا گیا۔ وہ مسکرا کر بولی۔

”اور کچھ بوجھے ستہ کمار؟“

☆.....☆.....☆

ستہ جیت کمار پرانا کلاڑی تھا، سیاست کی دنیا میں بڑے بڑے معرکے سرانجام دے چکا تھا۔ ست رانی نے یہ انکشاف کر کے کہ اس نے پانی کا گلاس تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر ستہ جیت کی آسانی سے کہہ دیا تھا کہ کیرولین اور حسن شاہ کو بھی ستہ جیت کمار نے ہی مر دیا ہے۔ کمار نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا کہ ست رانی سے بحث نہ کی جائے، چنانچہ وہ تھوڑی دیر بیٹنے کے بعد مدہم لہجے میں بولا۔ ”تم بہت ذہین اور بہت ہی اعلیٰ شخصیت کی مالک ہو۔ اہمیان کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم نے میرے ساتھ جو اچھا رویہ رکھا ہے اور مجھے اپنا

دعا دیا ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی تمہارا ستہ جیت کروں۔“

میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا ہے ستہ جیت کمار جی کہ میں تمہارے اس سفار کو سمجھتا ہوں۔ کوئی ایسی بات مت کرنا جس سے یہ اختلاف ہو نہ تم مجھ سے الگ ہٹ کر سوچ رہے ہو۔ ہمارے ایک ایک کھیل سے مجھے روشناس کرادو۔ بس یہی میری خواہش ہے اور یہی میری تہمتاہٹ میں تمہارے لئے کیا کروں۔ مجھے جو کچھ آتا ہے وہ میں تمہارے لئے کروں گی۔“

ست رانی میں تمہارا بھائی ہوں۔ تم بالکل چٹان نہ کرو۔ ایک بات میں تم سے ضرور کہنا چاہتا ہوں۔ بات ناپسند ہو مجھے بتا دینا۔“

”نیک ہے۔“ ست رانی نے کہا۔

جنگ جو ست رانی کے لیے غیب کی گئی تھی۔ بے نہ حسین تھی۔ وہ جتنا کمار سے تھی اور قریب

ملی بھی بہت ہی خوش نما تھا، جسے ست رانی نے پسند کیا تھا۔

ستہ جیت کمار نے اپنے کچھ کام ست رانی سے لینے کا فیصلہ ضرور کیا تھا، لیکن وہ اس سے

توا گیا تھا۔ اس نے ہسل سے کہا تھا۔

حسل اب بات صرف اتنی نہیں ہے کہ وہ دشمنیا ہے اور اس کی نس نس میں ذہر خراجہ واس ہے، اس کی شخصیت کا ایک پراسرار پہلو بھی ہے، جسے نگاہوں کے سامنے رکھنا۔ اس نے

میرے من سے چرایا ہے۔ جسے اس کے بارے میں کوئی بھی بڑی بات نہ سنا۔ دو اہل

پہلے ہر بات سے آگاہ ہو جاتی ہے۔
جس نے گردن ہا کر اتر کر اور چرواہا کا ہوشیار ہو گیا۔ بہت ہی اسی پانے کا ایک
ایک اب میں میں کیا گیا جس کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھی۔ دونوں ایک ہی کام کرتے تھے
اپنے ٹھن کے استاد تھے۔ جس نے کوہ امت کر دی تھی کہ ایک اب میں اور اس کی بیوی کو مست
کنہ بہت بھی محفوظ رکھا جائے۔ یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا۔ لیکن جب وہ دونوں مست رانی کے
چہرے پر مصروف ہوتے تو جسٹل ان کے سر پر مسلط رہتا۔

تین دن تک وہ لوگ ایک ایک دھوکے کے لیے آتے رہے اور آخر کار مست رانی کا چہرہ
تبدیل ہو گیا۔ لیکن ان دونوں کو یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ یہ چہرہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو
چاہیے اور جب اس میں ایک اسپر ختم کیا جائے تو اس میں کوئی وقت نہ ہو۔ اس کے لئے ان لوگوں
بہترین معاوضہ دیا گیا تھا۔

دونوں مست رانی کا چہرہ دیکھ کر وہ بکھرے ہوئے تھے اور غور سے دیکھتا تھا۔
"سراپا آپ سیدہ پندہ میں گناہ کیا ہے جس نے چہرے میں تبدیلیاں کیں کر رہے ہیں؟"
"ہیں ایک ضرورت کے تحت۔" کول سوال بات کی گئی تھی۔ ان بے چاروں کو ڈول
مواہ سے غرض تھی جو بہترین دیا گیا تھا۔

شیشے میں جب مست رانی نے اپنا چہرہ دیکھا تو بہت خوش ہوئی۔ وہ کہنے لگی۔ "ایک
سندہ کے بہت سے تھیلے ایسے ہیں جن کے بارے میں پتہ تو نہیں چلتا۔ مجھے تو اب بابا بزرگ
بھی نہیں پہچان سکے گا۔ تو بڑے کمال کی بات ہے۔"

ای رات مقید حیات گزارنے۔ مست رانی سے ملاقات کی۔ "تم اتنی سندہ ہو مست رانی کہ
تمہارا چہرہ بدلا جائے تمہاری سندہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اب میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے یہ
کیوں بدلوایا ہے۔ تم نے کہا تھا کہ سندہ ساری باتیں تمہیں بتائی جائیں۔"

"ہاں۔" آپ میرے گردن بن گئے ہو سیدہ حیات کہہ رہی۔ "مست رانی نے ہنسنے پر کہا
"میرا خیال ہے مست رانی تمہیں مر رہے ہو۔ تمہارا کوئی مقابلہ نہیں۔ تو میں بتا رہا تھا کہ
ایک جگہ ہوتی ہے کلاب۔ یہ کلاب بڑے آدمیوں کے لئے تیار کیا ہوتا ہے اور یہاں لوگ آ کر
تفریحات میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ دیکھو اس جگہ آتا ہے کیونکہ وہ بہت بڑی حیثیت کا آدمی
ہے اور بے پناہ دولت مند ہے۔ اس کا بڑا احترام ہوتا ہے۔ دیکھو یہ تصویر دیکھو۔ یہ وہی
تصویریں ہیں۔" مست حیات نگار نے ٹھن چہرہ پر تصویریں مست رانی کے سامنے کر دیں اور مست

نے سامنے رکھا ہوا پانی کا گلاس اٹھایا اور آدھا پانی چہنے کے بعد است واپس رکھا اور پھر یہ پانی پی لیجئے دیکھو اسرتی، آپ کے لئے اسرت کا درجہ رکھتا ہے۔“

دیو اس کے ساکت ہاتھ پائی کے گلاس کی طرف بڑھے اور اس نے پانی کا گلاس اٹھ کر
 پی لیا۔ ست رانی نے دیکھا کہ جب اس نے گلاس کا آخری گھونٹ بھی لے کر اسے میز
 پر ڈال دیا۔ اس نے اپنے جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑے ناز و ادا سے چلتی ہوئی واش روم کی جانب بڑھ
 گئیں اب بھی اس کا جائزہ لے رہی تھیں اور اس کے قدم قدم پر شمار ہو رہی تھیں۔ واش روم
 میں پہنچ کر وہ بتائے ہوئے راستے کی جانب بڑھی اور پچھلا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور
 کچھ بعد وہ تھوڑی سی دور آگے بڑھی تھی کہ اچانک ہی وہ شخص جسے اس کے ساتھ یہاں تک بھیجا
 گیا وہ وہاں اس کے پاس پہنچ گیا۔

”مبارانی جی، آپ ہر کیوں بھگت آئیں؟“

”چلو! اچس چلتے ہیں۔“

”وہ...میں...میں“

”کان نہیں ہیں تمہارے، وہ انہیں چلنا ہے۔“ ست رانی نے کہا اور وہ شخص خاموش ہو گیا۔ جس کا ریس ست رانی یہاں آئی تھی، اس کی نمبر پوشیں بھی جعلی تھیں اور کار بھی ایک شوروم بل کی گئی تھی اور یہ طے کیا گیا تھا کہ اسے استعمال کے بعد وہ اس شوروم تک پہنچا دیا جائے۔

وہ مجلسِ ستِ رانی کو ساتھ لے کر چل پڑا، لیکن وہ تختِ ظلیان کا شکار تھا، کیونکہ اسے جو غلطی تھیں وہ کچھ اور ہی تھیں۔ ستِ رانی کو جتنا کنارے اس کی رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا اور کئے یہاں لانے والا برقِ رقاری سے ہنسل کی تلاش میں دوڑا۔ نہ صرف ہنسل بلکہ دو تین افراد بھی کارروائی کی نگہانی کر رہے تھے۔ ہنسل کی کار اس کار کے سامنے کی جو ستِ رانی کے پاس تھی اور ہنسل اس کے پاس پہنچ گیا۔

”کیا بھول ست رانی وہاں سے کیوں چلی آئی؟“

”مجھے کچھ معلوم نہیں مہاراج۔“ اس شخص نے کہا اور ساری صورت حال ہنسل کو بتانے لگا۔
ہنسل پر خیالی انداز میں بولا۔ ”ٹھیک ہے تم جاؤ، کار کی نمبر پلیٹ بدل کر اسے شوروم میں
لادو اور اس کے بعد آرام کرو۔ میں جلد ہی یہاں کے پاس جا رہا ہوں۔“

اس شخص کو واپس بھیج کر فہمیل، مستحقیت نہارنی کو بھیجی کن جانب چل پڑا۔

ستہ بیت سے جاگتا ہوا اسی ملا تھا۔ ”کوئی بڑی خبر تو نہیں لانے؟“ ستہ بیت نے پوچھا۔

چاہتا ہوں تاکہ آنکھوں کی پین کی مسافروں کو۔

ست راقی نے لگا ہیں انھا کراے دیکھ اور گردن خم کر کے ہوئی۔ ”جیسے۔“

دعا سر کر لی تھیست کر بیٹھ گیا، غمخیز ہوا۔ "کلب کی خوش نصیبی ہے کہ اب یہاں آکا شہ
اُتر رہی ہوگی اپنا اولیٰ نے بھی آنا شروع کر دیا ہے۔ ہم کون سی زبان سے آپ کا شکر یہ ادا کریں
آپ نے دھرتی پر رہنے والوں پر بھی مہربانی کی۔"

ست رانی مسکراتی نکلا ہوں سے دیو امر کا جائزہ لے رہی تھی اور بچانے اس کے کہہ میں
کیا خیالات جنم لے رہے تھے۔ دیو امر نے کہا۔ ”آپ اکیلی ہیں یا کوئی ہے آپ کے ساتھ؟“
”کوئی ہے۔“ ست رانی نے کہا اور شمس پڑی۔

دلہا سسر ادھر ادھر کی گئی، پھر بولا ”کون ہے، کہاں ہے؟“

”آپ ہیں، میرے سامنے ہیں۔ ایک بات بتائیے، آپ کون ہیں؟“

”کچھ نادانوں کو اس پر ہے جیسا کہ نام ہے۔ بس چھوٹا سونا سرکاری عہدہ رکھتے ہیں، پر آپ نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔“

”آپ نے کبھی سید دوست کو دیکھا ہے؟“

”یہ مدت، یہ مدت کو دیکھنے کے بعد بتانے کے لئے کون دندہ رہتا ہے، مگر آپ یہ سب کیوں کر رہی ہیں؟“

”اس لئے کہ میں یدوت ہوں۔“ ست رانی کہا۔ اسے یہ آوی ہانکل پسند نہیں آیا تھا کچھ عجیب و غریب کیفیت تھی اس کو۔ وہ اس آوی کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہتی تھی۔ دیو اسرا سے دیکھنے لگا، پھر مسکرا کر بولا۔ ”بتایا نہیں آپ نے مجھے اپنے بارے میں۔“ ”آپ مجھے دیکھ کر فیصلہ نہیں کر سکتے؟“ ڈراما مجھے غور دیکھئے۔“ ست رانی نے کہا۔

دو اسر مست نگاہوں سے مست رانی کا جائزہ لینے لگا لیکن جیسے ہی مست رانی کی آنکھوں اس کی نگاہ پڑی، اس کے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھنا چاہے لیکن ایسا بھی نہیں کر سکا۔ اب وہ حیرائی ہوئی تھا، ہوں سے اس کو دیکھ رہا تھا اور مست رانی نے اسے اپنی زہریلی آنکھوں کے عمر میں گرفتار کر لیا تھا۔ اس نے سوچا کہ جو کام کئی دن بعد کرنا ہے، اسے پہلے ہی ختم کیوں نہ کر دیا جائے۔ اسے ساری صورت حال بتادی گئی تھی کہ جب وہ اپنا کام ختم کرے گی تو اُسٹھ کر مشرقی گوشے کی طرف چلی جائے گی۔ وہاں واش روم بیٹے ہوئے ہیں، جن کے دروازے ہیں۔ ایک دروازہ باہر لان میں بھی کھلتا ہے۔ اسے اسی دروازے سے باہر آ جانا ہے لیکن اس سے پہلے دو اسر کا کریا کر ضروری ہے۔ چنانچہ دو اسر کو اپنی آنکھوں کی گرفت میں

”ہاں میں بہت پریشان ہوں۔“

”کیوں؟“

”ست رانی! اس کو تم بچاؤ اس سے بچاؤ۔ پانچ آیا تھا۔ لیکن نیک پتہ چاہیے

”میرا ہی دیر سے بعد تم وہاں سے اٹھ گئیں۔“

”ہاں وہ بڑی بیوقوفی کی باتیں کر رہا تھا۔ اسکی باتیں جو مجھے اچھی نہیں لگیں۔ مجھے تو اس دنیا

”میرا تھا، وہاں سے پانچ کا نام کیا ہو وہاں سے اٹھ گئی۔“

”کک۔ کک۔ کک۔“ کا نام کیا۔ ”میرا ہیست کی زبان بکلائی تھی۔“

”کیوں۔ کیا مجھے دوکان میں نہیں کرنا تھا؟“

”میرا مطلب ہے کہ اس نے تمہارا بھونا پانی پیا؟“

”ہاں۔ پیا۔“

”جس نے پیا؟“ ”میرا ہیست کی صورت تھی ہے معلومات حاصل کرو۔ ست رانی اس سے

”میرا ہیست کی باتیں کیا؟“ ”ست رانی کی باتیں تھیں۔“

”ست رانی نے تو اس کو مارا۔“ ”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”کہا ہے کہ اس نے میرا بھونا پانی پیا تھا۔“ ”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”فہم۔“ ”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”اس کے بعد مجھے پتہ نہیں چلا۔“ ”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”پتہ نہیں مہاراج۔ میں خود پریشان ہو کر آپ سے پانچ آیا ہوں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

”میرا ہیست کی باتیں تھیں۔“

ہوئی۔ ایک چنگامہ بچا ہوا ہے۔ پورا کلب پولیس کے قبضے میں سب سوسٹیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔
ستیہ جیت کمار نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی اور بولا۔ "اور اس لڑکی کے بارے میں پتہ لگنا ہے؟"

"وہی میں آپ کو خاص طور سے دکھانے آیا ہوں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک پراسرار لڑکی ہائی بار کلب میں آئی، وہ دھن دھن دھن میں ایک تھی۔ دیو اسر خود اٹھ لڑاسی میز پر پہنچا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی وہاں۔ اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ کوئی انجکشن کا نشان ملا ہے نہ کھانے پینے کی کوئی شے جیسے تنازعہ ہر یلا کہا جاسکے۔"
"اور تو کوئی خاص بات نہیں؟"
"میں مہاراج۔"

"چلو ہنسل جلدی سے سترانی کے چہرے میں تبدیلی کرنا اور اسے اصلی شکل میں لے آؤ۔"
سارے کام ہو گئے، پھر کئی دن اسی طرح ناموشی سے گزر گئے۔ دوسرا اہم ترین سرکاری عہدیدار دیو اسر خورانی کا قتل ہوا تھا۔ اخبارات نے طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی تھیں لیکن ابھی تک سترانی کی کوئی بات مدعی نہیں ہو سکی تھی۔

سترانی بڑی خوش دلی سے یہاں رو رہی تھی۔ نئی بارود میر کے لئے بھی لگی تھی، لیکن ان کے لئے ستیہ جیت کمار نے بہترین انتظامات کر دیے تھے۔ کالے شیشوں کی ایک قیمتی کا دست رانی نویرہ سیاحت کے لئے دی گئی تھی۔ اور اس کے بعد ستیہ جیت کمار کا آخری شکار تھا بابو پرشانت لعل۔ دوستیہ جیت کے بڑے مخالفوں میں سے تھا اور ستیہ جیت کو اس سے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔

بابو پرشانت لعل پر بھی جانی پھینک دیا گیا۔ سترانی ایک بالکل ہی انوکھی شکل اور انوکھے انداز میں اس سے ملتی تھی اور پرشانت لعل جی ذرا ہونگے تھے۔ البتہ ان کے سلسلے میں سترانی نے کچھ وقت لگایا اور آخر کار اسے موقع مل گیا اور اس نے پرشانت لعل کا بھی گریبا کریم کر دیا، لیکن اس کے بعد ایک دم چنگامہ آرائی ہو گئی تھی کیونکہ بابو پرشانت لعل کے رشتے داروں نے ایسا ایسی خوبصورت لڑکی کا تذکرہ کیا تھا جو اچانک کہیں سے نمودار ہوئی تھی اور بابو پرشانت لعل ان کے دیوانے ہو گئے تھے۔

جس رات بابو پرشانت لعل کا دیہانت ہوا اس رات وہ لڑکی آدھی رات تک بابو پرشانت لعل کے ساتھ ان کے فارم ہاؤس پر رہی تھی اور وہیں سے غائب ہو گئی تھی۔ اس کے گھر والوں نے لڑکی کا حلیہ بھی بتایا اور پولیس نے باقاعدگی کے ساتھ ان تمام چیزوں کو نوٹ کیا۔ بڑے بڑے پولیس آفیسرز کے بیانات آئے اور ان میں سب سے اہم بیان پولیس آفیسر رگھیر سنگھ کا تھا،

جس نے انکشاف کیا تھا کہ تین بڑے نامور سیاستدان اور سرکاری عہدے دار یعنی کاشی ناتھ ورما، دیو اسر اور پرشانت لعل زہر خورانی کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتر گئے ہیں اور تینوں ایک ہی طرح کی موت کا شکار ہوئے، لیکن یہ پتہ نہیں چسکی کہ ان کی موت سے کسی لڑکی کا کیا تعلق ہے۔

تینوں کے ساتھ الگ الگ لڑکیاں دیکھی گئی تھیں اور ڈاکٹروں سے تجزیہ کر دئے جا رہے تھے کہ آخر ایسا کون سا مشترکہ زہر ہے جو ان کے جسموں میں داخل ہوا ہے۔ ڈاکٹروں کا حتمی اس سلسلے میں تحقیقات کر رہا تھا۔

ستیہ جیت کمار جانتا تھا کہ اس پر بہت سی رد واریاں مسلط کی جائیں گی۔ آخر کار اخباری رپورٹوں کے پاس پہنچ گئے۔ ستیہ جیت کمار اپنے لئے آئندہ کا لائحہ عمل طے کر چکا تھا۔ وہ اخباری اسکندوں کو انتہائی نڈھال اور نروں ملا۔ اس نے ٹھیک اور ضرور لکھنے میں کہا۔

"میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی بڑا سرکاری عہدیداروں کے پیچھے لگ گئی ہے۔ اپوزیشن کو متولا جائے اور تھیش کی جائے کہ ان تینوں میں کون سی چیز مشترک تھی، جس کی وجہ سے انہیں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ میں اپنے گرو سکیورٹی چاہتا ہوں کیونکہ اس کے بعد مجھے بھی لالہ لال ہو سکتا ہے اور میرے جیسے اور بھی سرکاری عہدیداروں کو۔"

ستیہ جیت کمار کے خصوصی گروپ نے حکومت سے ان کی حفاظت کے لئے زبردست کیورٹی مہیا کرنے کی درخواست کی تھی اور اس کے بعد بہت سے ایسے کام ہوئے جن میں ستیہ جیت کمار کی زندگی کا تحفظ کے جانے کی کارروائیاں شامل تھیں۔ ان کے کھانے پینے کا بھی الگ سے اہم کیا گیا تھا، غرض ایک لمبا سا راہہ چل رہا تھا اور اس وقت ستیہ جیت کمار خاصے پریشان ہو گئے، رگھیر ساگ ان سے وقت لے کر ان کے پاس پہنچ گیا۔

ستیہ جیت کمار نے ہنسل سے بات کی۔ "ہنسل! یہ ایک مشکل پہلو ہے جس پر ہم نے ذرا غور نہیں کیا۔ رگھیر ساگ خطرناک آدمی ہے۔ ہم نے جہاں اتنے بڑے بڑے کام کئے ہیں، ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ساگ کو بھی راستے سے ہٹا دیا جائے کیونکہ وہ سترانی کے سلسلے میں ہمارے راز دار ہیں۔"

"جی مہاراج۔"

"خیر میں ان سے مل لوں پھر دیکھتے ہیں کہ اس اس کے بعد ہمارے لئے کون سا راستہ بہتر ہے۔"

"رگھیر سنگھ ساگ وقت کے مطابق ستیہ جیت کمار کے پاس پہنچ گیا تھا۔
"آئیے ساگ جی، بڑا اہم ہے آپ کا، بڑے بڑے کام کر رہے ہیں، کیسے ہم آپ کی کیا

”خیر، بس صبر ہے فیصل ہے کہ ان لوگوں کی جہت کا کوئی تعلق ان بڑائیوں سے

”بالکل نہیں اور پھر خاص طور سے آپ کے اخبار کی بیان گوئی آپ کے بہتہ زہر۔ ہلکے دوست کی بیٹی ہے۔ اس پر ہم ایسے کوئی شبہ نہیں کر سکتے، ہم معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ دوسری لڑکیاں کون تھیں اور نس طریت وہ ان وزیروں تک پہنچتی تھیں۔ نہیں کہ کسی نے انہیں ان خیتوں سے قتل کر کے لئے حاصل کیا ہو۔“

”بس بچی باتیں الجھائے ہوئے ہیں، معاف کیجئے گا! یہاں سے رانی سے مل سکتے ہیں؟“
 ”بالکل نہیں۔ میرا خیال ہے یہ کاشی یا تھوہی کی موت کے تیسرے یا چوتھے دن کی بات
 اس کا بچا آگیا تھا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔“
 ”وہاں کہاں رہتے ہیں؟“

پہلے تو وہ ایک دیہاتی علاقے میں رہتے تھے لیکن بعد میں مجھے یہ بتایا گیا کہ وہ کیتھ اور چلا
 میں مصروف آدمی ہوں اور پھر سچی بات یہ ہے کہ وہ ایک جاہل سا دیہاتی آدمی
 نے اس کی کچھ مافیہ دغبرد کر دی تھی لیکن اس سے زیادہ اس کے بارے میں کچھ معلوم
 وقت اور حالات ہی ایسے ہیں کہ تعمیر سنگھ کی انہی کو اپنا دشمن نہیں لڑا ہوتا ہے۔
 دوستوں کا انہی عمر میں اتنا غل بے شک ہوتا ہے کہ وہ کچھ پرانی یہ دلوں کے ساتھ ذہن
 ہیں، لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

گوئی اب آپ نوست برائی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اور نہ ہی اسے دوست کے

ہیں۔ لیکن وہ میرا کھر جاتا ہے، ہو سکتا ہے وہ دوبارہ آئے، اُن ایسا ہوا اور آپ نے
سے ملنا چاہتا تو میں ضرور آپ کو خبر کروں گا۔"

بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ اپنا خیال، سمجھئے گا۔

بہت شکریہ ادا کر دیا۔ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس کی پیشانی کی لکیروں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اور سچی رہا تھا

١٠٠

”چوتھو علوسہ کرنے آیا ہوں میں۔“ ٹیلیس۔ ”سنتے شہنشاہ ہوں۔“

”میں نہیں آپ کا خون کے، فحوا لے جس اور ہم کا خون میں، آپ بتائیے کیا سیدہ فاطمہ زہراؑ نے
”کچھ معصوم رونا چاہتا، اس سے یہ کہتی تھی۔“

”ہاں ہاں، یہاں پر۔“

ایک بڑی جوبہشتی قوم کی مالک تیرہ لین کی مالک تھی۔ تیرہ لین کے پاس واردات ہونے کے
 بلومات کے ساتھ پولیس بیروں کے اس کے تختے ایک دست بڑے تو بھی صوابی کاٹوں

یہ سب کچھ دیکھ کر وہ بے بسی سے کہنے لگی: "میں نے تو تم کو یہ سب کچھ بتا دیا تھا، مگر تم نے اسے نہ مانا۔ اب تم کو پتا چل گیا ہے کہ میں سچ کہتی تھی۔"

میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔

[illegible]

نے۔ لڑکی نے تھوڑی دیر پر سوئے۔ رات سنی بہت ہی یہ تو، اس کی کہانی سنائی ہے۔ اسی طرح
کئی اور ایسے واقعات ہوئے۔ اس کے بعد مہاراجے نے شانت علی بھی اسی طریقہ پر روکا۔ ان کے بارے میں

تو کہو تو جو جانتی ہے میں غلط ہے۔ خدا ان قسم کے آدمیوں کو سزا دے گی۔ یہ سچ ہے۔

آپ نے اس کتاب سے جو چیزیں سیکھیں وہ آپ کی زندگی میں بہت زیادہ کام آئیں گی۔

کھینچا اپنی نگاہوں پر تھم گیا تھا۔ اس کے پوچھنا اس کے اس بار سے جس انبار سے یہ ۔
 سے حیرت کیوں ہو رہا ہے۔ اپنی من میں منی ٹہرے نہیں۔ ان قیاموں پر یہ سب ۔

”میں نے ان کو اپنے گویہ سے سست دیا۔ اور میں نے ان کو اپنی قوم کو گویہ سے سست دیا۔“

فصل اول میں دیکھا کہ اس کا نام یہ جاتا ہے جو کہ کسی خاص قوم کے لیے ہے۔

کہ معاملہ نہیں نکھین نوعیت نہ اختیار کر جائے۔ کام بھی بس اس کا اتنا ہی تھا۔ اس سے زیادہ اسے
ستہ رانی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ایک خمیدہ آہنی تھا۔ ان تینوں کی طرح عاشق مزاج نہیں تھا جو
اپنی عاشق مزاجی کا آسانی سے فکڑ ہو گئے تھے اور سنیہ جیت کے لئے راستہ خالی ہو گیا تھا اور اب
امید کی جاسکتی تھی کہ وہ چیف منسٹر بن جائے گا۔ ان لوگوں کے راستے سے ہٹ جانے کی خوشی تو
سنیہ جیت کمار کے دل میں تھی ہی، لیکن پولیس کو اب شبہ ہو گیا تھا کہ ان تین وزیروں کی موت ست
ستہ رانی کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ رکھیر سنگھ ساگا ایک ذہین پولیس آفیسر تھا اور اس کا سنیہ
جیت کمار سے ملنا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ اسے تحوڑا بہت شبہ ضرور ہے۔ سنیہ جیت کمار نے
بال خواستہ یہ کہہ کر تو دیا تھا کہ ستہ رانی کو اس کا چہلے گیا ہے۔ ایک طرف اس نے کہہ دیا کہ وہ اس
کے دوست کی بیٹی تھی تو اس نے اسے کیہ ولین کے پاس ماڈل فٹ کے لیے کیوں بھیج دیا تھا۔ پھر
اس نے اسے ماڈل فٹ کرنے سے روکنے کی ہدایت بھی کی تھی۔ ان تمام باتوں میں تضاد تھا اور اگر
رکھیر سنگھ ہر ایوں میں جھانکنے کے لئے مستعد ہو جائے تو یہ تضاد بہت سے شبہات کا باعث بنتا تھا
اور سنیہ جیت کمار اس کی زد میں آ سکتا تھا۔ ہنسل سے اس موضوع پر بات ہوئی تو ہنسل نے کہا۔
"میں بتاؤں مہاراج اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے لندن ڈاکٹر شوراج کے پاس بکھوا دیں۔ ڈاکٹر
شوراج بھی خوش ہو جائیں گے اور ہر کام بھی بن جائے گا۔"

"نہیں ہنسل! یہ بیوقوفی کی بات ہوگی۔ ہم کسی ایسے کردار کو جیون ہی کیوں دیں جس کے
بارے میں ہمیں یہ خطرہ لاحق رہے کہ اگر بھی اس کی زبان کھل گئی تو ہم مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"
"کہتے تو آپ ٹھیک ہیں مہاراج تو پھر۔۔۔"
"ہنسل، بہت کچھ کہہ رہے ہو۔ لے لے۔ کیا تجھے ستہ رانی کو ختم کرنے میں کوئی
بڑی مشکل پیش آئے گی؟"

"نہیں مہاراج۔ بھلا اس میں کیا مشکل ہے۔ آج کل جتنا بھی باڑھ پر ہے۔ ستہ رانی
کو جتنا ہی کے ایشیاں کے لئے چھوڑ دیں گے۔"

"یہ تو بہتر چاہتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب تو یہ کام کراہل۔"

"ہو جائے گا مہاراج، داؤٹ ہو جائے گا۔"

دوسرے دن پورن ماشی کی رات بھی چھوڑا آسمان پر چڑھا ہوا تھا۔ ہنسل نے آج کا دن
جتنا کنارے والی ہو گئی تھی میں گزارا تھا۔ وہ کچھ تیاریاں کر رہا تھا۔

ستہ رانی نے اس سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کر رہے ہو ہنسل مہاراج؟"

"رانی جی! آج رات چندرہ آسمان پر چڑھا ہوگا۔ یہ کشی میں نے خاص طور سے بنائی

پورن ماشی کی رات میں جتنا کی سیر خاص طور سے کرتا ہوں۔ آپ یقین کریں آج کی رات
جل پر یہاں نظر آتی ہیں۔"
"جل پر یاں ایہ کیا ہوتی ہیں؟"

"جمنائی کی سیر کے دوران ایسی ایسی سندھاریاں جن کا اوپر کا بدن انسانوں جیسا ہوتا ہے
کچھ کچھ جیسا وہ پانی میں تیرتی ہیں تو بھلو ان کی سوکند یوں لگتے ہیں جیسے آکاش پر چمکنے والی
انسانی روپ دھار کر جمنائے شرن میں آ جاتی ہوں۔"

ستہ رانی کے چہرے پر بچوں جیسی دلچسپی پیدا ہو گئی اس نے کہا۔ "اور وہ نظر بھی آتی ہیں۔"
"اسی ویسی، ابھی کبھی تو وہ میری اس کشی کو جمنائے دھارے پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ میں صبح
تک جتنا دھارے پر رہتا ہوں۔ کشی کتنی بھی زور بھگ جائے، پھر اسے خارے پر لے جاتا
اور وہاں چھوڑ دیتا ہوں اور خود واپس آ جاتا ہوں۔"

"میں بھی چلوں تمہارے ساتھ؟"

"بچہ مہارانی جی آپ تو کون روک سکتا ہے؟ ہنسل نے کہا اور ستہ رانی تیار رہی۔
رات کو بارہ بجے جب آسمان پر چاند چڑھ چکا تھا، ستہ رانی نے ایک خوبصورت لباس
پنسل کے ساتھ جمنائے دھارے چل پڑی۔ ہنسل نے دو تین بار اسے دیکھا اور دل ہی دل میں
کہ ستہ رانی جی سے لئے تو سو بیویوں وار جا سکتے ہیں، پر فائدہ کچھ بھی نہیں۔ آپ وٹس بھرنی ہیں
مگر یہ مجھے ہو چکا ہے اور کسی وٹس کیا سے پریم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور ویسے بھی میں نے
سنیہ جیت کو تک کھایا ہے۔ ان سے نمک حرامی تو نہیں کر سکتا۔

خوبصورت کشی جمنائی لبروں پر چھکے لے لے رہی تھی۔ ہنسل نے سہارا دے کر ستہ رانی کو
تھکا ہوا اور خود کھونٹے سے رسی کھول دی۔ رسی کھول کر اس نے کشی میں پھینکی اور خود بھی
کسی میں سوار ہو گیا اور پھر اس نے چادر سنبھال لئے۔ کشی جمنائی لبروں پر آہستہ آہستہ
پنسل اسے بیانی احتیاط سے آئے ہو دھار با تھا اور ستہ رانی چاندنی کو جمنائے پانی پر
کھینچ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسی بہت سے چھوڑا جمنائے آتے ہیں۔ اس کی
کسی آنکھیں ہر طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کشی آگے بڑھتی ہی جاری می اور ہنسل
اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔ ایک خوبصورت لڑکی کی موت کے گھات اتارنا کوئی
ات نہیں تھی، لیکن اس کے اندر تو جرم بھرا ہوا تھا۔ سنیہ جیت کے اس طرح کے بہت سے
لے سرا انجام دیئے تھے۔ اس کے لئے یہ کامیوں سے مشکل تھا۔

ستہ رانی نے کہا۔ "ہنسل جی ابھی تک تو مجھے ایک بھی جل پر یہ نظر نہیں آئی۔"

ابھی تھوڑی دیر ہو رہی تھی۔ آپ دیکھیں گی بس تھوڑی دیر کے بعد ہمیں نگرانی شروع ہو جائے گی۔ ان کے سندر سندر چہرے پانی کی سطح پر ابھر رہے تھیں تو آپ خود انہیں دیکھ لیں گی۔“

ست رانی کی نکلیں پانی پر جمی ہوئی تھیں اور وہ تھیں انداز میں چاروں طرف نگاہیں ڈال رہی تھیں۔ ہنسل اپنے کام کے لئے بھرپور طریقے سے تیار تھا۔ اس نے چوڑے سنبھال دیئے تھے اور ہر ایک کی دوڑا رہا تھا۔ اچانک ہی اس نے کہا: ”وہ دیکھتے ست رانی کی وہ جملہ پرک۔“ یہ کہہ کر اس نے سامنے اشارہ کیا اور ست رانی کشتی کے بالکل کنارے پہنچ کر جہان میں جھانسنے لگی۔

اسی وقت ہنسل نے پوری قوت سے اسے آگے بٹھیل دیا۔ ست رانی کے حلق سے ایک دھڑکن چلی آئی اور وہ چھپوٹ سے پانی میں جا کر گر پڑی تھی۔

ہنسل نے کشتی کو زرخ کا نشانہ شروع کر دیا۔ ست رانی بار بار پانی پر ابھر رہی تھی اور وہ اس کے لئے چن چن رہی تھی، لیکن ہنسل نے اپنے کان بند کر لئے تھے اور آنکھیں بھی بند کر دیں۔ وہ بے شک ست رانی کو دیکھ رہا تھا اس وقت وہ ایک ظالم درندے کی حیثیت رکھتا تھا جسے صرف اپنا کام سرانجام دینا تھا۔ ست رانی کے بارے میں اس نے یہ خطرہ تھا کہ وہ تیرا کب نہ ہو کیونکہ بہت سی قوتوں کی مالک تھی، لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ ست رانی تیرا نہیں جانتی اور ابھی چند دیر کے بعد وہ وہاں سے چلے گی اور ایسا ہی ہوا، جتنا کہ لہریں ست رانی کے چکے پھٹنے لگیں اور وہ اپنے سر پر انھیں تیز سے آگے بڑھتی رہیں۔ اس کا بہنو بہت تیز تھا۔ آن کی آن میں ست رانی نکلا ہوا سے وہ بھل ہوئی تو ہنسل نے ایک نشتہ کی سانس لی اور کنارے کی طرف کشتی کھینچ لگا۔

جز ...

پورن۔ ش کی رات تھی، پر بھو دیال ساری رات تمپیا کرتے رہے تھے اور اس سے بھی وہ جہنم کنارے آ رہے بدن سے لگے جنو پہنے آنکھیں بند کئے دونوں ہاتھ جوڑے سو رہے تھے۔ انتظار کر رہے تھے۔ رات بھر کا جاپ پورا ہونے کو تھا۔ جو بھی سورج دیوتا کی پہلی کرن جہان لہروں کو چھوئی ان کا جاپ ختم ہو جاتا۔ ہر صبح چودھویں رات کو وہ یہ جاپ کر سکتے تھے اور صبح کے بعد یہ ست رہتے تھے۔ اس سے بھی وہ اپنے جاپ میں مصروف تھے آج چاکل کی کوئی دہائی چیز کے پیروں سے نکل رالی اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ جہان کی لہروں نے تھکائے کیا ان پر پیچیدہ تھا۔ آنکھیں کھلیں تو سورج کی پہلی کرن نظر آئی۔ اسی کے انتظار میں تو وہ تھے لیکن یہاں سے نکلنے والی چیز کو دیکھا تو سب کچھ بھول گئے۔

وہ ایک انسانی بدن تھا اور غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ کسی نوجوان لڑکی کا جسم ہے۔ جلد

وہ لڑکی اپنے ہاتھوں سے پانی لیا۔ کہیں جہان کا بہاؤ اسے آگے نہ لے جائے۔ وہ نجانے کس طرح لگا لگی تھی اور اسے پانی میں تھکی کدھر پر بھو دیا اسے نکالنے کی کوشش کرتے تو انہیں وقت نہ ملا تھا۔ اچھی خاصی عمر کے آدمی تھے اور مقررہ کے ایک مندر کے پاس سے بھاڑی تھے، لیکن دست و توانا تھے۔ چنانچہ اس جسم کو پکڑ لیا جو آگے جانے کا منظر تھا اور جہان کی لہروں پر پلر تھا۔ ایک لمحے کے اندر اندر ہنسل اس میں ہو گیا کہ نوجوان لڑکی جیوت ہے۔ انہوں نے ہنسل کی دیکھ لیں اور پھر وہ بھل قدم اٹھاتے ہوئے کنارے کی طرف دوڑے۔ تھوڑے دیر کے بعد پتہ چلا کہ وہ موجود تھے۔ انہوں نے چن چن کر انہیں آواز دی اور کچھ ہی لمحوں میں وہ نوجوان اور بہنے کئے سر منڈ تھے وہاں پہنچ گئے۔

”بے بھگون۔ یہ کیا ہوا راج۔“

”بھاراج۔ کتنے بچے سنبھالو است اور اس کے مندر چلو۔“ پندت جی نے لڑکی کو زمین پر ہونے کہا۔ ساری رات کھڑے رہنے سے ان کے پاؤں بھی ٹھل ہو گئے تھے اور وہ جانتے ہی لڑکی کو مندر تک لے جاتا ان کے پس کی بات نہیں ہے، لیکن بھاریوں سے فوراً ہی اس نے ہاتھوں میں سنبھال لیا اور اسے لے کر مندر کی جانب چل پڑے۔

لے بھو دیال خود بھی ان کے پیچھے پیچھے قدم اٹھا رہے تھے حالانکہ ان پاؤں ٹھل ہو رہے تھے۔ اپنی قوت اور اس سے کام لے کر وہ تیز تیز ان نوجوان بھاریوں کے پیچھے چل رہے تھے۔ ہر ایک کے بعد وہ مندر میں داخل ہو گئے۔ پر بھو دیال نے انہیں اپنے نواس کی جانب ماسے کا پور تھوڑی دیر کے بعد وہ مندر کے ایک اندرونی حصے میں کسی قدر گرم جگہ پہنچ گئے۔

”یہ جیوت ہے تم ایسا کرو وہ شکر ہاتھ کو ہلاؤ، جلدی بلا کر لاؤ۔“

دو تین نوجوان بھاری برق رفتاری سے باہر کی جانب دوڑ گئے۔ دو تین دیر کے بعد وہ پتہ چلا کہ انہیں لے گیا۔ ”جہادی جاؤ دیوتا کو! کچھ اور ہٹنے کے لئے لڑو اس کے لئے۔“

پورن ایک کھل لڑکی کے بدن پر ڈال دیا گیا۔ پندت جی اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد وہ یہی آئے اور انہوں نے لڑکی کو دیکھا۔ بالکل ٹھیک تھا کہ ہے، مندر سے ہے، پانی میں ہے ہوش کے عالم میں بہتی رہی ہے۔ پورن میں ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کے تلوؤں اور پتیلیوں کی مائش کریں۔“

”کیا دوا دارو؟“

”کس جس جاگ جائے تو تھوڑا سا گرم دودھ پلائیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ پندت جی نے کہا۔ پوچھا پٹھو کا سے ختم ہو گیا تھا۔ سورج نکل آیا تھا، اس

وہی لپکا

بھرتی باتیں ہیں کہ وہ اس بارے میں سوچے اور فیصلہ کرے کہ اسے آگے کیا کرنا ہوگا۔
اس ساری تفصیل بتا کر وہ اس معصوم سا مٹو یا بچھنوں کا شکار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے
بھرتی کے اپنے بارے میں واقفیت کا اظہار کرے۔ بہت اس نے بھولی بھائی باتیں ضرور کی
اور پھر بھولی بات سے پوچھا تھا۔

”مبارک ایک بات بتائیے۔“

”ہاں پوچھو۔“

”کیا چارون ماشی کی رات جتنا جی کے پانی میں جل پریاں تیرتی ہیں۔“

بڑا معصومانہ اور بچوں جیسا سوال تھا۔ پھر بھولی بات سنا دینے۔ یہ اندازہ انہیں ہو گیا تھا کہ

چھوٹے ذہن کی ملک ہے اور شاید اپنے ماضی کو بھول گئی ہے۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں بیٹا! جتنا میں بھی جل پریاں نہیں ہوتی اور جل پریاں نہیں بھی ہوتی۔“

”اچھا۔“ ست رانی نے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ پھر بھولی بات جی پھر بولے۔

”جتنا تھے ان جل پریوں کے بارے میں کس نے بتایا؟“

”نہیں بس میں نے سنے ہیں دیکھا تھا کہ میں جتنا جی میں بہہ رہی ہوں اور میرے آس

کا پریاں تیر رہی ہیں۔ سندر سندر کھڑکی والی جل پریاں۔“

”کیا تو ان جل پریوں کے پیچھے ہی پانی میں کودی تھی۔“

”نہیں مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔“

”بھگوان نے چاہا تو آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آ جائے گا تو چلتا۔ ست رانی تھوڑے دن

آرام کر، جیسے ہی پتہ لگا کہ تیرے ماما چاہا کہاں ہیں؟ میں تجھے ان کے پاس بھجوا دوں گا۔“

ست رانی نے غمگین انداز میں گردن ہلا دی۔

☆ ☆ ☆

لئے فرصت تھی۔ چنانچہ پنڈت جی نے لڑکی کی تیار داری شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد اچانک
اس لڑکی نے اپنی خوبصورت آنکھیں کھول دیں۔ جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولی کر پنڈت جی کو
دیکھا پنڈت جی کی آنکھوں کو ایک جھٹکا سا لگا۔ انہیں یوں لگا جیسے ان کی آنکھوں کو کرنٹ لگا دو۔
انہوں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ یہ صرف ان کا وہم ہے۔ پھر انہوں نے پیار سے لڑکی کے سر
پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”بیٹا کیسی ہے تو؟“

لڑکی پریشان لگا ہوں سے ادھر ادھر پکھڑی تھی، پھر اس نے کہا۔ ”مم۔ میں کہیں ہوں؟“

”میری رانی بیٹا، بالکل چلتا ہے کہ میں سوچو پھر بھولی باتوں اور ٹو مندر میں ہے۔ کتنی بات

کی چٹا مت کر، دودھ پیئے گی۔“

”دودھ۔۔۔ لڑکی نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا پھر بولی ”ہاں ہوں گی۔“

”مہ بھی بنگوا۔ ہوں میری بیٹا رانی۔“ پھر بھولی بات سے لے کر لڑکی میں کہا اور نوجوان

بھاریوں کو آواز دی۔

پھر انہوں نے لڑکی کو سہارا دے کر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے اسے دودھ پلانے لگے۔ ان

کے انداز میں بہت زیادہ پیار تھا۔ لڑکی بھی ایسی ہی سن مٹتی صورت کی مالک کہ ایک ٹکاد دیکھ کر

تھیال پر پڑ آئے۔

آنکھوں کو لگنے والا دودھ جھٹکا نہیں اب بھی یاد تھا۔ پتہ نہیں کیوں اب ہوا تھا لیکن اب اس کی کوئی

بات نہیں تھی۔ انہوں نے بار بار لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ ان آنکھوں میں انہیں کوئی لپکا

خاص بات محسوس نہیں ہوئی تھی۔ بس ایک سادگی ایک بھلا پن، انہوں نے ان آنکھوں میں پاتھا

”بیٹا کہاں سے آئی ہے۔ جتنا میں جیتی ہوئی تھی مجھے۔ وہیں سے نکال کر لایا تھا تجھے

جتنا میں کیسے گریزی تھی۔“

لڑکی نے خیال نکالیں سے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ اس کے بعد بولی ”مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔“

”مہ بھی یاد نہیں ہے اپنا۔“

”ست رانی، ست رانی ہے میرا نام۔“

”جئے بھگوانی، کیسا اچھا نام رکھا ہے تیرے ماما چاہا نے۔ ذرا یاد کر کے مجھے بتا ست رانی کہ

تو جتنا میں بہیں سے آگئی؟“

لڑکی نے ایک بار پھر ایک دیوار پر لگا چس جھادیں۔ اسے سب کچھ یاد تھا۔ اسے یاد تھا کہ

رات کو وہ سسکی کی سیر پر تھی۔ غسل است جل پریاں دکھانے کے لیے مشتکی میں بٹھا کر لایا تھا

پھر انہوں نے اسے جتنا میں دھکا دے دیا تھا، لیکن وہ کسی کے بارے میں کچھ بتا نہیں چاہتی تھی۔

مندروں کی یہ دنیا بڑی انوکھی تھی، یہاں ٹوک پوجا پانچ کر لے آتے تھے۔ پر پھر دیاں ہی ایک شریف انھیں انسان تھے اور اپنے عقیدے کے مطابق پوجا پانچ اور انسان دوستی میں مصروف رہا کرتے تھے، دوست رانی دیکھنا ان کی دین سمجھتے تھے اور انہوں نے اسے ایک خاص مقام پر کرنا جو ان پیرروں سے کہا تھا کہ ان کی دیکھ بھال ایک اہم شخصیت کی حیثیت سے کی جائے۔ رانی خوش نصیب تھی کہ ہر جگہ اسے عزت ملی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دش لیاں بھی رہیں تھیں لیکن وہ پردہ یہاں مندروں کی اس دنیا میں وہ بڑی آسانی سے اپنے مقام پر لے آئے ہیں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس کی معلوم فطرت، معلوم مسکراہٹ اور معلوم معلوم باتوں نے سب کے دل سہلے گئے۔

مند کی اس دنیا کے جو ریت رواج تھے رانی ان کی پابندی کرتی تھی، صبح کو کھانا پر اٹھنا، اس کے بعد پوجا پانچ، پھر شام کو مندر کی رانی کا وہ پوجا کرنا جو لوگوں کے بچے آتا اور انہیں خوشحالت کر دینا، یہ ساری باتیں اسے پسند تھیں اور اسے یوں لگتا تھا جیسے اب زندگی کے بہت سے پہلے ہوئے مناظر سے اسے کوئی دلچسپی نہ رہی ہو اور مندروں کی یہ دنیا اس کے لئے انتہائی خوشگوار ہو۔

یہاں حد تک مندر ہی مندر پھیلے ہوئے تھے، بہت سی جگہوں پر ایسے بے شمار ویرانے بھی تھے جہاں دیکھ کر احساس آتا کہ وہاں کچھ ہے، جگہ جگہ منہ بھی بنے ہوئے تھے اور مندروں میں اپنے طور پر پوجا پانچ کرنے والے رہا کرتے تھے، کون کس رنگ میں ہے، سب کو معلوم نہیں تھا۔ بس کوئی کوئی جانتا تھا کہ کہاں کون کیا کر رہا ہے۔

مندروں کی دیواروں پر اور آس پاس کی جگہوں پر مندروں کے ذریعے تھے اور رانی کو مندروں کی حرکات بہت پسند آتی تھیں۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ بندہ جو اپنی اتک مملکت قائم کئے ہوئے تھے، انہیں وہ انسان کے لئے کافی خطرناک ثابت ہوتے تھے اور کہیں وہ انسانوں میں اس طرح کیلئے جاتے تھے کہ یقین آجائے کہ ان کا قد بڑھ کر انسانی رشتہ انسانوں سے ہے، رانی

کسی گوشے میں جا کر بیٹھ جاتی تھی اور بندروں کی دلچسپ حرکات کا جائزہ لیتی رہتی تھی، یہ بندہ ان کے قدموں میں بھی آ کر بیٹھ جاتے تھے لیکن زیادہ تر اس سے دور ہی رہا کرتے تھے، شاید انہوں نے زیادہ جانوروں کو اس بات کی شائبہ تھی کہ اگر وہ سست رانی کے بہت قریب ہو گئے تو ان کی سانسوں کا زہر ان سے زندگی چھین لے گا۔

اس دن بھی وہ ایک بڑے سے مندر کے قریب تھی جس میں ایک چتر پر چھٹی نبی سنا کھ سوچاں کی تم تھی۔ ماضی کے واقعات تھے ہی کتنے جن سے ہارے میں بہت زیادہ سوچتی۔ اس نے مندر کے کھد رات میں زندگی گزار دی اور چھوٹے چھوٹے واقعات سے دوچار ہوئی۔ پھر اس کے بعد ان کو نیا سنسار دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ اس کا تو خیر ایک الگ مسئلہ تھا، رادھ کا کوپانے کے لئے ان نے اپنا جیون وقف کر دیا تھا لیکن سست رانی کو اس سنسار سے دلچسپی بھرتی ہی کی وجہ سے پیدا کی تھی اور اس کے بعد یہ سنسار اسے برا نہیں لگا تھا۔ پتہ نہیں کیسے کیسے واقعات اس سنسار میں لے ہوئے تھے اور اب وہ یہاں موجود تھی۔

صبح ہی سے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، کوئٹہ گرمیوں کے دن تھے اور آسمان پر کھد لیاں چھ جاتیں تو زمین بہت خوبصورت لگنے لگتی تھی۔ وہ اپنے مندر سے کافی دور نکل آئی اور یہاں پہنچی ہوئی چھا جانے والی جگہوں کے سائے میں موجود پرندوں کا جائزہ لے رہی تھی اچانک اسے احساس ہوا کہ سامنے والے مندر کی دیوار کے عقب میں وہ خوفناک آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

اس نے اُدھر نکالیں دوڑائیں تو ایک عجیب سا خیرد ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ سست رانی کی اس اُدھر نکلتی رہیں۔ کون ہے وہ شخص بھری نکالوں سے اُدھر دیکھتی رہی۔ اچانک وہ پھر پھر اُدھر ہوا، اُدھر نکال رہی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، سفید دانت، لیکن سب سے زیادہ خوفناک اس آنکھیں تھیں جن کی چمک بڑی انوکھی تھی۔

جیسے ہی سست رانی کی نگاہ ان پر دو بار پڑی وہ پیچھے ہٹ گیا۔ سست رانی چھٹیوں میں ڈوبی رہی ہوئی اور پھر وہ تیز قدموں سے مندر کی دیوار کے پاس پہنچ گئی لیکن مندر کے آخر کی سرے ان نے ایک آسانی وجود کو گم ہوتے ہوئے دیکھا۔

سست رانی، مندر کی اس بھلی دیوار کے سرے پر کھڑے ہو کر اُدھر دیکھنے لگی، کچھ لمحے وہ اسی جگہ کھڑی رہی، ایک بار پھر کافی فاصلے سے اس نے اس چہرے کو جھانکتے ہوئے دیکھا، لیکن کچھ دیکھتے ہی وہ پھر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

سست رانی کا منہ ہن گیا، نبھانے کوں ہے اور اس طرح اسے چھپ چھپ کر لیں، کچھ دیر

ہے۔ اس نے سوچا اور اپنا تجسس ختم کر کے وہاں سے واپس پلٹ پڑی۔ بادلوں بھرے اس مست موسم سے اب اسے کچھ آکتابت سی ہو گئی تھی۔ وہ وہاں اپنے سر نو اس مندر کی طرف چل پڑی۔ اس کے ذہن میں کچھ عجیب سی کڑواہٹ بھیس گئی تھی، کوئی دور چلنے کے بعد اس نے پاٹ کر پیچھے دیکھا تو بہت دیر سے وہی بدن نظر آیا جسے وہ دیوار کے دوسری طرف غروب ہوتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ کوئی پاگل ہی معلوم ہوتی ہے، اونہہ ہو گئی۔

وہ تھوڑی سی اور آگے بڑھی کہ اچانک اس کے کانوں میں کچھ دلکش قہقہے گونج اٹھے، بائیں جانب اس باہنوں بھرے موسم میں اسے کچھ رنگین لباس نظر آئے تھے، یہ وہ تین لڑکیاں تھیں، دونوں کی پلٹی آ رہی تھیں ابھی تک ان کی نگاہ مست رانی پر نہیں پڑی تھی، لیکن جوڑی انہوں نے مست رانی کو دیکھا، ہنسنے لگیں۔

فاصلہ اتنا نہیں تھا کہ ایک دوسرے کے چہرے نہ دیکھ پا سکیں، لڑکیاں اچھی زرخش شکل و صورت کی مالک تھیں، وہ تھوڑا سا پتہ ہوئے تھیں۔
مہربان بھی مست رانی سے برابر ہی تھیں، پھر وہ خود ہی مست رانی کی جانب بڑھ آئی تھیں، مست رانی ان سے دیکھ کر رک گئی۔

”مائے نام کتنی سندر ہے، دیکھو تو بالکل اپسرا لٹ رہی ہے۔“
”اکیلی ہی ہے، اس پاس تو کوئی نہیں۔“ لڑکیاں اس کے بارے میں باتیں کرنے لگیں۔
مست رانی خاموش بیٹھا ہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے آگے قدم بڑھائے اور تھے کہ ان لڑکیوں میں سے ایک کی آواز ابھری، ”سنو اور مست رانی کے قدم رک گئے۔ لڑکیاں تھیں تین قدموں سے چلتی ہوئی اس کے پاس آ گئیں اور بھران میں سے ایک نے کہا... بھگوان کی سوگند تھ بہت سندر ہو، کہاں رہتی ہو، مندر وہاں کی یہ ذرا کے لئے آئی ہو، ماما کا کہہ رہی ہیں بتاؤ گی؟“
مست رانی انہیں دیکھتی رہی پھر اس سے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میں مرجاؤں، بھگوان نے ساری سندر، اس پر ختم کر دی ہے۔“ ایک اور لڑکی نے کہا۔
”تم لوگ کون ہو اور کہاں رہتی ہو؟“ مست رانی نے پوچھا۔

”آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔ اگر جلدی نہ ہو تمہارے ساتھ کوئی ہے؟“
”جاں ہے۔“

”کون ہے؟ کہاں ہے؟“ ایک لڑکی نے سوال کیا۔

مست رانی نے شراوت سے اس طرف اشارہ کر دیا جہراں نے اسے اس بوڑھی بھیا تک اشارہ کیا۔
”مست رانی نے شراوت سے اس طرف اشارہ کر دیا جہراں نے اسے اس بوڑھی بھیا تک اشارہ کیا۔“

”اوسر تو کوئی نہیں ہے۔“

”تھی... غائب ہو گئی۔“

”تمہارے ساتھ نہیں تھی۔“

”نہیں، میرے پیچھے آ رہی تھی۔“ مست رانی بولی۔

”بہولی کوئی آؤ یہاں بیٹھیں۔ بے بھگوان بارش ہو جائے تو مزہ آ جائے!“ ایک لڑکی نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بادل خوب گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ پھر تینوں نے اپنا اپنا تحارف کر دیا۔ ایک کا نام حاتھ، دوسری پشپا اور تیسری کا کرن۔

”تمہارا کیا نام ہے؟“

”مست رانی“ مست رانی نے سادگی ہی جواب دیا۔

”مست رانی تم کہاں رہتی ہو؟“

”مندر میں۔“

”مندر میں رہتی ہو، میرا مطلب ہے یہ ذرا کے لئے آئی ہو؟“

”نہیں، میں مندر میں ہی رہتی ہوں، سب تو اس مندر میں۔“

”اچھا، یو کیا ہو؟“

”نہیں، دوش کیا ہوں۔“ مست رانی بولی اور لڑکیاں ہنس پڑیں۔

”دیتا تو تمہیں بٹش کیا ہی چاہیے تھا، انگ انگ میں بھگوان کی سوگند دوش ہی بھرا ہوا ہوگا۔“
میں جو نہ تھا، دوگ گھائل ہو جاتا ہوگا، اب بتاؤ گی نہیں اپنے بارے میں، دنیو داسی ہو، مندر میں رہتی ہو؟“

”نہیں... میں وہاں رہتی ہوں، تم لوگ کون ہو؟“

”بتانا نا، میرا نام سدھا ہے، یہ پشپا اور یہ کرن۔ ہم اپنے تاج کی کے ساتھ یہاں آئے ہیں کرن جو ہے، یہ تاج کی کرنی ہے اور ہم دونوں اس کے چاچا کی بیٹیاں ہیں۔ یہاں تین بھیا کو لے کر آئے ہیں۔ ارے واو تم ہو کس مست رانی اور کشن بھیا سات مندر میں کی پوجا کے لئے آئے ہیں، یہ بھی بات کرنی ہے، کہاں سدھا؟“ پشپا نے کہا اور اس پر پڑی۔

وہ جوانی کی دین سے سرشار تھیں جو ہمیشہ انسانی وجود میں گند دیتی بھرتی رہتی ہے، یہ انگ ہے کہ کسی کو کوئی نہ تھ، کسی کو کوئی دکھ، لیکن جوانی ان دکھوں کو خاطر میں نہیں لاتی ہے، وہ تینوں کی ہنسی بولتی رہیں اور مست رانی کو تو ویدی کے گھر کا مامول یاد آ گیا، جہاں اس کی بیٹیاں بھی

دش

کشن داس ندری طرح بے چین ہو گیا تھا، اس وقت نے کچھ نہیں کہا لیکن بعد میں باپ نے ساتھ دوسری نشست میں اس سے کہا۔

”چاچی! بات وہی قصے تمہاریوں والی ہو گئی ہے کہ ماما چنانے اولاد کے بیوی بچہ کے لیے لڑوئے اور اوراد پر دے داری ذیل دی نہ وہ ان کی آگیا کا پالنہ کرے، پر چاچی سے نہ بدل کیا ہے، ہم اپنے جیون کے لئے جو بھی فیصلے کرتے ہیں، ان میں ہماری مرضی کا بھی تو جوش نہ پاتا ہے۔“

”جناہات واقعی قصے کیا نہیں بھی ہے، کیا تم یہ جانتے کیوں کہہ رہے ہو مجھے یہ بتاؤ۔“

”چاچی اس لئے کہہ رہا ہوں میں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کر لیا ہے۔ نندن میں ایک بڑی شہین نام کی ہے، بہت اچھے گھرانے کی ہے اس کے ماما چا آ کرے میں ہوتے ہیں اور وہاں ان کے بڑے کاہ وہاں ہیں۔ چاچی... میں نے شہین کے ساتھ پھیر سے لے لیے ہیں۔ ہم وہاں سے یہ طے کیا ہے کہ ہر رات گونا گونا گے ماما چنانے کریں گے۔“

ادت نارائن دھک سے رو گئے تھے۔ خوفزدہ سچے میں بولے۔ ”مگر جینا، ہم نے تو بہت سب سے یہ بات کہہ دی ہے۔“

”معافی چاہتا ہوں چاچی، یہ ایک ایسی غلطی ہے جس کے لئے میں اپنی اپنی دس سکتا۔ آپ کو اپنا یہ ارادہ بدلنا ہوگا۔“ کشن داس کا لہجہ بہت مضبوط تھا، ادت نارائن نے بڑی مشکل سے اپنے غصہ برداشت کیا تھا۔

اس کے بعد ایک خاموشی طاری ہو گئی، ادت نارائن اور اس کے لئے، انہوں نے شہین کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھا تھا، اور یہ بات طے ہو چکی تھی کہ جب تک شہین کی تعلیم مکمل نہیں ہو جاتی کوئی کام نہیں کیا جائے گا۔“

ادت نارائن کو سب سے زیادہ ساوتری دیوی کا خیال تھا۔ جنہوں نے اپنی سہ لڑکیوں کو ان ہی سے آگے رکھ رکھی تھی، بہر حال یہ سارے مسئلے حل رہے اور پھر پانچ تک ہی کشن داس کو چھ چھ گھنٹہ بستر پر پہنچ گیا یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی جس سے اتنا پریشان ہونے کی ضرورت ہو، لیکن اس کے بدن پر عجیب سے پیلے پیلے نشان ابھر آئے تھے اور یہ نشان آبلوں جیسی شکل اختیار کر گئے تھے، جو اس طرح پکڑے رہتے تھے جیسے پانی میں بلبلے بنتے ہیں۔

عجیب بیماری تھی، علاج شروع ہو گیا، برڈ انٹرے تحقیق کر لی لیکن مرض کا پتہ نہ چل سکا، ادت نارائن جی بے حد پریشان تھے، ساوتری دیوی بھی مقرر اسے آگئی تھی، ان کے ساتھ ان کی بیوی پریشان بھی تھی، اسی بڑی سے کشن داس کی شادی کا فیصلہ ہوا تھا، پوچھتا بہت ہی مفرد قسم کی لڑکی

دش

کسی سے مختلف ہے۔ نہیں کرتی تھی۔ لیکن کشن داس کے گرد وہ ہر وقت چکراتی رہتی تھی۔ کشن داس کے علاج کے لئے ہر ممکن کوشش کر لی گئی، چار مہینے بیت گئے، لیکن اس کے کوئی نمایاں تبدیلی نہیں رونما ہوئی، تیز بخار کے درمیان یہ آٹے بنتے اور پھوٹے رہتے تھے۔

سب، ویدوں اور دوسرے ہر طرح کے علاج کرائے گئے تھے۔

پھر ایک سنت مہاراج بالکل اتفاقی طور پر آئے اور انہوں نے ان لوگوں کو آگے کیا کہ کشن پر جادو کر لیا گیا ہے اور یہ جادو بہت خطرناک ہے، اس کے تیز کے لئے کسی بڑے مہرین سنت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کے لاکھ علاج کرائے جائیں، ورنہ پھر اس سے گھبرا لیا جائے، جب تک اس جادو کا توڑ نہیں ہوگا یہ ٹھیک نہیں ہو سکے گا۔

ادت نارائن جی کو اس طرح کی باتوں پر بہت یقین تھا، بہت سے ایسے واقعات انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ کچھ لوگوں نے مخالفت بھی کی، خاص طور سے ساوتری دیوی نے کہ جادو وہاں کے چکر میں نہ پڑا جائے اور اگر ہو سکے تو اسے ملک سے باہر لے جایا جائے، لیکن ادت نارائن جی نے ان کے اختلاف کیا اور کہا کہ کشن ساوتری دیوی میرے بیٹے پر واقعی جادو کر لیا گیا ہے اور مجھے اس جادو کا توڑ پتا ہے۔

بہر حال بڑی مشکل آپڑی تھی ان پر، ادت نارائن کے گھر میں ان کے بھائی کی بیوی اور سہتر بھی رہا کرتی تھیں اور دوسرے بھی کئی لوگ ان کے ساتھ موجود تھے، سب کے سب ان پریشان تھے، ان کی بیوی کرن جی ہر وقت انہیں دیکھتی تھی۔ بھائی کے لئے اس کا بھی دکھ رہا تھا، اپنی سنت مہاراج نے کہا کہ کشن داس کو سات مندروں کی زیارت کرنی چاہئے، سات مندروں میں جا کر وہ پوجا پانچ کرے تو شاید اس کے جادو کا کچھ توڑ ہو سکے۔

ادت نارائن نے فوراً ہی اتفاق کر لیا، ہر جگہ و کشن داس کو مندروں کے ورثین کراستے لئے، بہت سے شہروں میں گئے جہاں مشہور مندر تھے۔ مندروں میں پوجا پانچ کرانی گئی، لیکن متکونی نہیں اور اس کے بعد اس طرح مندروں کے ورثین کرتے ہوئے وہ خطرناک پچھے، ساوتری دیوی کا شاندار گھر تھا، انہوں نے کہا کہ مقرر اس میں اپنی کے گھر ڈیرہ لگایا جائے لیکن ات بھی سنت جی نے ہی کبھی تھی کہ نہیں بھی دولت کا مظاہرہ نہ کیا جائے اور جس طرح یا تریوں کو جاسٹے ہیں اسی طرح سات مندروں کی یا تری کی جائے۔ چنانچہ مقرر آئے سے بعد بھی گھر لگائے گئے اور مندروں کی پوجا کی جائے گی۔

ادت نارائن جی نے بے شک ساوتری دیوی کے ہاں قیوم نہیں کیا تھا، لیکن وہ جس طرح ان پر ان کی سیدھا کر رہی تھیں۔ نوکر چاکر گھر سے لکھا جاتا کرتے۔ بستر وغیرہ بھی سب

ساتری دیوی ہی کے ہاں سے آئے ہوئے تھے اور کشن داس کو مندروں کی یہ سرائی پر رہی تھی۔ کشن داس بالکل نوکھ کرکھٹا ہوا تھا۔ تھوڑی سی روغنی جانت بھی متاثر ہوئی تھی۔ بس کسی کو دیکھ کر تو دکھائی دیا کہ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے بسی اور بے بسی چھائی رہی تھی۔ کوئی بات کرنا تو جواب نہ دیتا، مانتا ہے صبر پریشان تھے۔

کرن سب سے زیادہ آزاداں تھی۔ پشپا اور سدھا بھی مندروں میں ساتھ ہو کر رہتی تھیں، لڑکیاں تھیں۔ بیروہا مت سے انہیں دلچسپی تھی اور وہ تھوڑا سا تر بھی خوب مہم پھر رہی تھیں۔ یوگیتا یہاں ہی ان کا ساتھ نہیں دیتی تھی، بس وہ جب بھی جھناکے پاس آتی رہیں کشن داس نے پاس نہیں دیتی۔ اس سے باتیں بھی کرتی تھی وہ، لیکن ہر سے ہی سرسری انداز میں۔ اس نے ہاں کے ساتھ بات چیت میں بھی اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ کشن داس کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی۔

یہاں لوگوں کی کہانی تھی۔ پشپا، سدھا اور کرن نوست رانی ملی تھی اور وہ اس سے بہت متاثر ہوئی تھیں۔ بہت دیر تک وہاں کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔

”عجیب نہیں تھی اور میں تمہیں ایک بات بتاؤں بڑی دھوکہ۔“

”کیا؟“

”ایک بار میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا تو مجھے ایسا لگا جیسے میرے پورے شریک کو بجلی کا کرنٹ چھو گیا ہو، حالانکہ اس کی آنکھیں بڑی سندھ تھیں پر نہ جانے کیوں مجھے ایک زور کا جھکا پڑا تھا۔“

”وہ جس طرح ہمیں دیرانے سے آتی ہوئی ملی تھی اس سے تو یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی بھنگی ہوئی آتما ہے، پر جب تربیب آکر اس نے ہم سے باتیں کیں تو بھگوان کی سولندہاتی بیداری تھی وہ کہ میں تو بتائی نہیں سکتی۔“ پشپا نے کہا۔

”سچی تو اچھی لگی تھی نہ ہی کسے لگی وہ؟“ کرن بولی۔

”سدھا کہنے لگی تھی کہ کشن بھیا کو آج بھی مندروں لے جانا ہے، کیوں نہ ہم انہیں سرنواس مندر لے چلیں، ابھی تک ہم وہاں گئے ہیں یا نہیں۔“

”چہ نہیں، میں بتاتی سے کہوں گی کہ آج کشن بھی سرنواس مندر لے چلیں۔“

”نمیک ہے۔“ تیوں نے یہ بات طے نہ کی اور پھر جب وہ تیوں میں واپس پہنچیں وہاں کا ماحول وہی کام ہی تھا۔ کشن داس اپنے خیمے کے اندر بستر پر بیٹھا منہ ہی منہ میں ہنسنے لگا رہا تھا۔ اوت نارائن کافی غمزہ نظر آ رہا تھا، تیوں کو کچھ کرو خیمے سے باہر نکل آیا۔

کشی

”تمہارے کدو جلی چکی تھیں؟“

”بس ایندھی مندروں کے بیچ ورتت چلے گئے تھے تاپا جی۔“ سدھا نے کہا۔

”بیٹا! مارا خیال رکھا کہ وہ کئی جگہ سے، پھر یہاں بندر بھی بہت ہیں اور شناپ بھی بھیجی پتچاوتہ ہیں۔“

”آئندہ خیال رکھیں گے تاپا جی۔۔۔ ایک بات بتائیے کیا آپ سرنواس مندر گئے ہیں؟“

”نہیں۔۔۔ لیکن تم نے یہاں یہ سوال کیا؟“

”پتا جی آج ہم وہاں ہیں چلیں گے۔“

”اتفاق سے، ام سرن بھی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ سرنواس مندر بہت اچھا ہے، وہاں ہر سے چنڈت پر بھو، یان بڑے سد بانو آدمی ہیں اور شناپ کچھ پیچھے ہوئے بھی ہیں۔“

”بس تو پھر نمیک سب آج وہاں چلیں گے۔“ کرن بولی اور اوت نارائن نے سران ہلا کر تو کسی نہ کسی مندر میں جانا تھا سرنواس ہی تھی۔

www.paksociety.com

جہاں کوڑا کیوں سے خاص طور سے تیراں تھی کشن ساتری دیوی اور یوگیتا بھی مندر ساتھ چلی تھیں۔ اوت نارائن بھی تیار تھے، ان کا دل آدمی ران سرن جو ان کا استاد خاص تھا، تھی اس صحت یہ پوری مندر کی سرنواس مندر چل پڑی۔ پشپا اور سدھا چڑھ دے کھڑے ہوئے تھے۔

مندر میں پوچھا پتہ کرنے والوں کی بھیڑ تھی۔ انہوں نے بھی اپنے بھگوان ایک جگہ بنایا، پھر تری پر بھو دیال جی سے پوچھا کرائی۔

نام کا دن سے فراغت ہوئی۔ سدھا، پشپا اور کرن کی نظر مندر کی ان داسیوں پر لگی جو پوچھا پتہ سے لے آئے والوں کو پرشودے رہی تھیں۔ انہیں پانی و خیرہ بھی پلا رہی تھی ان میں انہیں ست رانی نظر نہیں آئی۔

”پشپا جی سے سدھا نے ست رانی کے بارے میں پوچھا۔“ تمہارا جی یہاں ایک مندر کی رانی بھی ہوتی ہے کیا؟“ نظر نہیں آئی، ہر کی کھلی رہی ہے وہ۔ کبہ رہی تھی کہ سرنواس میں

”ہاں۔۔۔ ست رانی ادھر بیچے کے ہاں ہیں۔“

”میں ان سے مل سکتے ہیں؟“

”بول نہیں۔۔۔ آپ اس طرف چلے جاتیے۔“

نہا

مندر کے قطبی حصے میں ایک چھوٹا سا باغچہ تھا۔ ست رانی اس باغچے میں سفید چھونوں کے درمیان ست رانی کے بجائے، چھوٹوں کی رانی لگ رہی تھی، حالانکہ شام کے جیت پٹے۔ یک ایک طرب سے رات کا پکے لپٹا اندھیرا فضاؤں میں اتر آیا تھا لیکن ست رانی چاندنی کی طرح ان چھوٹوں کے درمیان چمک رہی تھی۔

اس نے ان تینوں کو دیکھا تو خود ہنستی ہوئی آگے آگئی۔ "ارے تم لوگ..." کیا میری تلاش میں یہاں آئی ہو؟"

"تو اور کیا ست رانی... ہم نے تم ہی کہا تھا کہ ہم تم سے مندر میں ملنے آئیں گے۔ ہمیں تو یوں لگا جیسے تم نے ہمیں دھوکا دیا ہو اور تم یہاں نہ رہتی ہو۔"

"لو... تو پھر میں کہاں رہوں گی۔؟" ست رانی نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "ان تینوں کو سن کر کھنکھانے لگی۔"

"تم دوسری دیو کنیاؤں کی طرح یا ترانہ کرنے والوں کی سی انہیں نہ رہیں؟" سدھانے پوچھا۔

"مہاراج پر بخود پال نے مجھ سے کہا ہی نہیں۔ جب یہ کہیں گے تو میں بھی ایسا کروں گی۔ وپے مجھے یہ سب بات بہت اچھا لگتا ہے۔"

"ست رانی کیا تم غنی غنی یہاں آئی ہو؟"

"تو اور کیا... تم بڑے ہی فوجی ہو گئے ہیں۔"

"کہاں سے آئی ہو؟"

"جمنامی سے۔" پر بخود پال مہاراج نے مجھے جمنامی سے نکالا تھا۔

"کیا مطلب۔؟" وہ تینوں خیریت سے بولیں۔

"تم پر بخود پال مہاراج سے پوچھ لیٹا۔"

"تم بھی تو کچھ بتاؤ۔؟"

"بس میں کیا بتاؤں، چھبڑوان پر قوس کو۔ مجھے تمہارا یہاں آنا بہت اچھا لگتا ہے۔"

"تم تم بھی جو رے فوجی۔ پو آؤ مائیکس سے۔"

"آ جاؤں گی۔ مجھے کوئی ستاؤنی تھوڑی ہے۔" ست رانی نے کہا۔ یہ چاروں ہاتھیں نہ

تلیں۔

ابھر پوچھ فٹہ ہوئی تو اوت نارائن جی نے لڑکیوں کو تلاش کیا، جس بیماری نے

تینوں کو ست رانی کا راست بتایا تھا اس نے انہیں بتایا کہ یہ لڑکیاں اس طرف گئی ہیں۔

نہا

"آؤ ذرا دیکھیں کیا کر رہی ہیں وہ وہاں..." بڑی دیر ہو گئی انہیں وہاں ملے ہوئے۔

نارائن نے کہا اور سب لوگ آتے تھے اس طرف چل پڑے۔

باغ میں روشنی ہو رہی تھی، اس روشنی میں انہوں نے چاروں لڑکیوں کو پیٹھے ہاتھ کرتے۔

تو اوت نارائن جی مسکراتے ہوئے اس طرف چل پڑے، اس سے واس اور رام سر نہ بھی

سہی تھے، جبکہ دوسری بزرگ عورتیں پیچھے تھیں۔

یوگیتا اپنے مزاج کے مطابق انگ تھلک ہی تھی۔ اوت نارائن وہاں پہنچے، پھر انہیں نے

کی کو دیکھا جو ان کی منہوں سے ٹپٹپٹی باتیں کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر اوت نارائن جی کو بہت ہی

پتا چلا۔

"ارے۔ یہ بٹیا کون ہے؟" انہوں نے سوال کیا۔

"ست رانی ہے پانی۔" بیماری دوست، انہیں اس مندر میں رہتی ہے۔ مہاراج

دیال جی، جو یہاں سے بڑے بچہ کی ہیں اسے اپنی بیٹی مانتے ہیں۔"

اتفاق سے کشن داس نے اسی سے نکالیں انہیں اٹھا کر ست رانی کو دیکھا، ست رانی نے بھی کشن

کو بالکل اتنے قہ طور پر دیکھا کشن داس کو اچانک ہی ایک جھٹکا سا لگا اور وہ ڈنگ کر گرے

تھے، بھاگتے بہت عجیب سا لگا تھا جب کہ ست رانی نکالیں بھاگے مسلسل اسے دیکھ رہی تھی۔

انہوں نے کشن داس سے نکالیں بتالیں۔

اوت نارائن نے ست رانی کے سر پر پیو بھر کے انداز میں ہاتھ پھیرا اور بولے۔ "چنا تم

بہا ہی ہو؟"

ست رانی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ اس کے مزاج کے مطابق تھا۔ جسے چاہتی اور پسند

نہی جواب دے دیا کرتی اور نہ خاموش رہا کرتی۔ اس وقت بھی وہ خاموشی ہے ان لوگوں کو

پہنچ رہی۔

اوت نارائن نے وہ چار ہاتھیں کس اس کے بعد بیٹیوں سے بولا۔

"چلیں چنا؟ سے زیادہ ہو گیا ہے۔"

"چلیں چنا جی... ہم ست رانی سے کہہ رہے تھے کہ یہ ہمارے ڈیو سے پر آئے۔"

"تو کہنے کی کیا بات ہے چنا، جیسے تم میری بیٹیاں ہو ویسے ہی یہ بھی ہے، چنا! اگر مہاراج

دیال تمہیں آگیا ہیں تو تم ضرور ہمارے پاس آؤ۔ بھوجن کرو ہمارے ساتھ۔"

ست رانی نے کوئی جواب نہیں دیا، البتہ دو تین بار اس نے کشن داس کو دیکھا تھا، پھر تھوڑی

بے بعد یہ لوگ چلے گئے پھر یہاں مسکرا رہی تھیں۔

پشپا سنے کرن سے کہا... "بھگوان ترے میرا بھیا ٹھیک ہو جائے، اب بھی جبکہ اس کی حالت بُدی ہو گئی ہے، لڑکیاں اسے دیکھ کر من بار بیٹھتی ہیں۔ تم نے دیکھا کہ ست رانی کشن بھیا ہر کسی طرف بار بار دیکھ رہی تھی، مجھے لگتا ہے کہ کشن بھیا سے بھی بہت پسند آگئے ہیں۔"

"کشن بھیا ہیں ہی ایسے، پر اس بچاری کو کیا معلوم وہ شادی شدہ ہیں اور یوگیتا جی ان کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"یوگیتا! بیٹھی ہیں تو بیٹھیں رہیں، بس میرا بھائی ٹھیک ہو جائے۔" کرن نے منہ سنبھرا کر کہا۔

پھر دوسرے دن صبح دس بجے کا وقت تھا، سدھا جی باہر نکل گئی۔ وہ اپنے ٹیکے سے نکل کر دوسرے ٹیکے میں جا رہی تھی کہ اس نے ست رانی کو دیکھا جو اسی سمت آ رہی تھی، سدھا خوش ہو کر اس کی طرف بھاگ گئی اور جلدی سے اس کے قریب پہنچ گئی۔

"تمہارے پاس آ رہی تھیں نا۔" اس نے خوشی سے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور جی آ رہی تھی۔"

"آ میرے ذریعے پر آؤ۔" سدھا نے بولی اور ست رانی کو لے کر اپنے ٹیکے میں پہنچ گئی، پھر اس نے کہا۔ "قرۃ را چنھو، میں پشپا اور کرن کو بھی بلا لاؤں۔"

"سنو میری بات سنو، کل جب تم مندر آئی تھیں تو تمہارے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا، وہ کون ہے اور کہاں ہے؟"

"وہ میرے کشن بھیا ہیں، انہی کو لے کر تو ہم سر نو اس مٹے تھے، میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ یہاں ہیں؟"

"ہاں... کہاں ہیں وہ؟"

"کیوں پوچھ رہی ہو؟" سدھا نے مسکراتی نگاہوں سے ست رانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن ست رانی کا چہرہ سہاگہ ہا، اس نے خاصی اعتیاد کی تھی۔"

"پہلوان سے بھی ملاویں گے تمہیں، ذرا سب کو بتا دوں کہ ہماری جہاں ست رانی آئی ہیں۔"

"سدھا نے کہا اور تیزی سے نیچے سے باہر نکل گئی۔

ست رانی مسکراتے ہوئے تھی تو تھوڑی دیر کے بعد پشپا اور کرن بھی دوڑتی ہوئی اندر آئیں۔ وہ سب بہت خوش تھیں، لیکن ست رانی کی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر وہ ان کے ساتھ باہر نکل آئی، سدھا وغیرہ نے کہا تھا کہ وہ آج ہی کو ست رانی کی آمد کے بارے میں خبر دیتی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب بھی باہر نکل آئے۔ چار پانچ فیصے نگار کے تھے انہوں نے، سچا انداز نشہ ست کا وہ بانی گئی تھی، کسی ایک فیصے میں تو سرے لوگ نہیں آ سکتے تھے۔ نشست کا وہ طرح سے انتظار کرتے کرتے گئے تھے، چنانچہ ست رانی وہاں بیٹھ گئی، کشن کو بھی باہر لے آیا۔ ام شرات ست بھری لڑکیوں نے کیا تھا۔

کشن واقعی بہت کمزور ہو گیا تھا، چلتے چلتے لڑکھڑا جاتا تھا، اسے سہارا دے کر لایا گیا تھا، رانی کو دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ پتہ نہیں اس کے ذہن میں کیا تھا۔ وہ ست رانی کے ساتھ ست رانی نے بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دی تھیں۔

اتنی دیر میں یوگیتا اور ساوڑی دیوی بھی آ گئیں۔ ست رانی نے سر ہٹا کر ان کی طرف دیکھا، پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ پتہ نہیں کسی دوسرے نے انہیں بتایا تھا، لیکن ساوڑی دیوی کو اپنا سر جھکا کر اس کا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ ست رانی کی آنکھوں سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی، ست رانی مسکراتی رہی۔ بار بار اس نے کشن کو دیکھا تو کشن نے سر جھکا لیا۔

سدن اور پشپا، ست رانی اور کشن کا جائزہ لے رہی تھیں، بہر حال اوتاراؤں نے ست رانی کا خاطرہ اتارنے کے لئے کہا، ان سے ابھی کے بارے میں پوچھتے تھے۔

"بس میں پر جھوڑیال جی کے ساتھ رہتی ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کون ہیں۔" کہتی ہوئی آئی تھی۔ اوتاراؤں جی نے جھٹکے نکال لیا، مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے میں کتنی تھی کیا کرتی تھی۔ آپ لوگ مجھ سے بار بار یہ سوال نہ کریں۔"

"نہیں بیٹا کوئی بات نہیں ہے، شاید اب بھول ہو گئی۔" اوتاراؤں نے کہا۔ اب وہ ذرا ٹھکے ہوئے ست رانی کو دیکھ رہے تھے، لیکن ان نگاہوں میں کوئی بُرائی نہیں تھی، بس ایک پیرانی سی دیر کی طرح نظر آ رہی تھی۔

ست رانی ان کے سامنے پینے کے لیے کچھ چیزیں دی گئیں جنہیں اس نے پی پی ہے رہی تھی۔

"میں چتی ہوں... شاید تمہیں تر کیا ضروری؟"

"کچھ نہیں، تم رہو، تمہارے ساتھ پورا دن گزار دو، میں تو کوئی کام نہیں ہوتا، کیونکہ مجھے سننے

"نہیں سہج چھپنے سے پہلے تمہاری جگہ آ جانا جہاں ہم لوگ پہلے ملے تھے۔"

"چلو ٹھیک ہے، اگر تمہیں وہ جگہ پسند ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اس طرح ست رانی وہاں سے اٹھ رہی تھی، پھر ہی شام چو بجے کے قریب وہ اسی جگہ پہنچ

دش کشیا

"کشن بھیا ملک سے باہر پڑھنے گئے تھے وہاں انہوں نے کسی لڑکی سے پریم کیا اور اس لڑکی کو بھیرے کر لئے انہوں نے پرونا تو مانتا پتا کرتے ہیں۔ لڑکی آکر سے کی رہنے کشن بھیا یہاں آئے اور انہوں نے پناہی اور مانتا جی سے بات کی لیکن سب ان کے ہو گئے کیونکہ پناہی نے اپنی بہن سوتری دیوی کی بیٹی یوگیتا سے ان کا دل چاہا۔

سوت رانی چونک پڑی۔ "سوتری دیوی وہی سازشی والی عورت؟"

"ہاں۔"

"اور یوگیتا وہ جو اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔"

"ہاں۔"

"یوں، مجھے پتہ چل گیا تھا۔"

"کیا؟" سدھا حیرت سے بولی۔

"یہی کہ اس عورت کے من میں کھوٹ ہے۔"

"تس کے؟"

"سوتری دیوی۔۔۔ یہی نام بتایا تھا، تم نے۔"

"ہاں تروہ تو سوتری دیوی بھی ہے، ہوا ہے ہماری دو۔"

"اور اس کی بیٹی سے کشن داس کا رشتہ طے ہوا تھا۔"

"یوگیتا سے طے تھا۔"

"اور اب کشن داس نے شادی کر لی۔"

"ہاں پتہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"ہمارے دوں تمہیں۔" سوت رانی نے اسرار سے بولی۔

"ہاؤ۔"

"کشن پر جادہ کیا گیا ہے، بہت سخت جادہ اور وہ اسی جادو کے زیر اثر ہے اور جانتی ہو۔۔۔

"کس نے کرایا ہے؟"

"کس نے کرایا ہے؟" کرن حیرانی سے بولی۔ سوت رانی مسکرائے گی۔ اس نے تھوڑے لے آنکھیں بند کر لی تھیں، تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بولی۔

"تمہاری بوا سوتری نے اور وہ اس لئے کہ یوگیتا کی شادی ان سے کر دے۔ کشن داس کے بچے کے بعد اسے دور سے پڑنے لگیں گے اور پھر وہ لڑکی کو بھول جائے گا جس سے

دش کشیا

کئی جہاں پچھلے دن ان لڑکیوں سے ملاقات ہوئی تھی، اس نے دیکھا کہ سدھا کرن اور پشپا وہاں موجود ہیں، وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ ان کے پاس پہنچ گئی۔

"تم لوگ جلدی آگئیں۔"

"کیا کریں ست رانی، تم نے ہم پر جادو ہی ایسا کیا ہے کہ ہمیں لگتا ہے کہ تمہارے پاس

سے جا کر ہمارا من ہی نہیں لگے گا۔"

چاراں وہاں موجود چٹروں پر بیٹھ گئیں، تھوڑے فاصلے پر بہت سے ہندو بیٹھے ان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"اچھا ست رانی ایک بات بتاؤ، تم نے کبھی کسی سے پریم کیا ہے؟"

ست رانی نے خالی خالی آگاہوں سے انہیں دیکھا، پھر سر دھجے میں ہلکی۔ "نہیں۔"

"بالکل نہیں۔"

"نہیں۔۔۔ بھرتی بابا مجھے بہت یاد آتا ہے اور کوئی نہیں۔"

"یہ بھرتی بابا کون ہے، کیا تمہارا پریمی؟"

"ہاں، وہ میرا سب سے بڑا ہے، میرا مان مان، میرا پتا، میری ماما، میرا بھائی، میری بہن۔۔۔

کچھ ہے۔"

"ارے۔۔۔ ہم نے اس رشتے کے بارے میں تمہاری پوچھا ہے تم سے۔۔۔

"تو پھر۔۔۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ، کشن بھیا تمہیں کیسے لگتے ہیں، سچ جانتا؟"

ست رانی نے ٹکائیں اٹھا کر کرن کو دیکھا جس نے سوال کیا تھا پھر بولی۔

"میں تمہیں انہی کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں، کیا تم نے یہ پوچھا کہ انہیں کیا یاد ہے؟"

"کو۔۔۔ ہمارے پوچھنے سے کیا ہوتا ہے، بس دو بتا رہی ہیں، بڑا علاج ہوا ہے ان کا پر نہیں

ہی نہیں ہوتا ہے، پتہ نہیں کیا ہوا ہے پیاروں کو، میرا اکلوتا بھائی ہے، بھگوان کی سوندھ کر کوئی مجھ سے میری جان بھی مانگے تو میں اس کے لئے دے دوں۔ بھگوان کر کے میرا بھائی ٹھیک ہو جائے۔

ست رانی تم مندروں میں رہتی ہو، تمہارا تو سب سے واسطہ دیتا ہے۔ میرے بھینے کے لئے کرونا کوئی پتہ کر کے ان کیلئے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔"

ست رانی کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہو گئے، پھر اس نے کہا۔۔۔

"ان کے بارے میں تجھے پتہ اور بتاؤ۔"

اس نے پھیرے نئے ہیں اور یونگیتا سے شادی کے لیے تیار ہو جائے گا۔ جب وہ لڑکی کو بھول جائے گا تو اس کی محبت بھی خفک ہو جائے گی۔ بعد میں جب بھی وہ لڑکی اس کے سامنے آئے گی تو اسے گھٹا کر اسے نہیں جائے گا۔

"تمہیں لڑکیاں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگیں پھر بولی۔ تمہیں یہ باتیں نیسے ہو نہیں ست۔ ائی؟"

ست رانی بیٹھے بیٹھے اٹھ کھڑی ہو گئی۔ "میں چلتی ہوں اب!"

"ارے! کیا ہوا ناراض ہو گئیں؟"

"پتہ نہیں۔" ست رانی کرخت لہجے میں بولی اور اس کے بعد وہ وہاں سے واپس چل پڑی۔

وہ لوگ اسے آواز میں دیتی رہ گئیں، لیکن ست رانی اس طرح ان سے بے تعلق ہو گئی جیسے ہاں پہچان ہی نہ ہو، لیکن قیوں لڑکیوں کو وہ ششدر چھوڑ گئی تھی۔ لڑکیاں جی ادا اس واپس آئی تھیں، پھر قیوں تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے سے سر جوڑ کر بیٹھ گئیں۔

"وہ لڑکی عجیب سی نہیں ہے، ہم نے بے شک اسے سرنواس میں دیکھا تھا، لیکن اس نے پہنچے ہم نے اسے جہاں دیکھا اس جگہ کے بارے میں تمہیں معلوم ہے یا ایک بات بتاؤ کیا ہم پر واقعی جادو بھی کیا جاسکتا ہے۔"

"اور وہ بھی مرسوتی ہوا ہے مگر بات تو ماننے کی ہے، ان کے من میں کروہ تو ہو گا، اب بتاؤ ہم کیا کریں؟"

"کیا کیا جاسکتا ہے، اگر چاہی کے سامنے اس طرح کی کوئی بات کرنے کی ہوشیاری کی تو درپڑے گی کہ یاد رکھیں تم سب!"

"تو اور کیا چاہی ابھی اپنی بہن کے بارے میں کچھ سننا پسند نہیں کریں گے۔"

"یاد رکھو ایسا تو ہو سکتا ہے، اگرچہ مجھے واقعی ایسا ہوا تو پھر نیا کریں ہم لوگ۔"

"یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے۔"

"سو تو سب بولو۔"

"کیونکہ میں ہمارے خراب ہو کر رہ گیا۔" اس کے بعد وہ مسلسل اسی الجھن میں رہیں۔

رات کو شش کو ایک دوسرے مندر میں سے جایا گیا، انہوں نے کوشش تو کی تھی کہ وہ سرنواس کی چلیں، لیکن اس وقت ان آج گتس اور جانا چاہتے تھے اس لئے وہ خاموش ہو گئیں۔

وقت گزرتا رہا اور پھر رات مارا تو ان کے ساتھ وہ سب بھی کسی اور مندر میں چلی گئیں۔

وہ سب سب اپنے اپنے گھروں میں لیٹ گئے تو وہ قیوں ایک ٹیپے میں جمع ہو گئیں۔

دوست رانی کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں، ہاں اصل خاموشی طاری تھی، پھر کرن اٹھ کر

خیمے کی جانب چلی تو اس نے دیکھا کہ برائے کے خیمے سے ایک سایہ ہاں نکلا اور ایک جانب

کرن نے انی سے است دست دیتی رہی۔ یہ کون ہے؟ اس نے حیرت سے سوچا، گھر وہ پیشہ اور

کے خیمے کی طرف دانی ہو رہا ہے، وہاں ہی تھا۔ وہ وہاں جا۔ لیکن نہیں، کرن کو اس طرح دیکھ کر

اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"کیا ہوا کرن؟" انہوں نے سوال کیا لیکن کرن نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں نہ بات

اور پھر جا۔ آئے کا اشارہ کیا۔ قیوں پہر نظر آئیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد ان قیوں نے

کے نو لیہ لیا تھا جو چھپتا چھپتا ایک سمت جا رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟" پیشپا نے حیرانی سے پوچھا۔

"تھوڑے سا آئے جا کر پتہ چلا کہ ہمارے گھروں سے لگا ہے۔"

"وہ یہ؟" نے لیا۔" سدا جادو تو وہ سب سے مر ہوئی۔"

"چوہاں طرح سے پہچان چھوٹا لڑکا ہے۔ اس نے ہمارے خیمے سے کچھ لیا بھی ہے

میں نے منہ کے چھوٹے دروازے سے ایک چہرہ نمودار ہوتے ہوئے دیکھا۔ ایک خوفناک
 وہ جو کچھ نگوں کے بعد پورے کا پورا باہر نکل آیا تھا۔

یہ ایک غمزدہ عورت تھی لیکن اس کا چہرہ اتنا بھیاں تھا کہ دیکھ کر دل دھڑکن چھوڑ دے
 ساوتری دیوی دونوں ہاتھ سامنے کر کے اس کے سامنے جھک گئیں۔
 ”یو کیئے آتا ہوا ...؟“

”ماتاٹی! ان دنوں میں جتنی پریشان ہوں، آپ کو پتہ ہی ہے جو کام آپ نے کیا ہے۔
 اس کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا نظر نہیں آ رہا، میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد یہ کام مکمل ہو جائے، وہ
 میں آجائے اور اپنا منی بھول جائے، کم از کم اس لڑکی کو ضرور بھول جائے جس کے ساتھ اس
 میرے کئے ہیں، مہاشی بھائی جی! میرا کام کر دیجئے، آپ مہمان ہیں، آپ چاہیں تو میری یہ
 منی میں مل ہو جائے، آپ جو انگلیں کی دو میں آپ کو دیوں گی، بات میری جی کے جیون
 ہے ہمارے جیون کی ڈور الجھ گئی ہے، یو کیئے راتوں کو سو نہیں پاتی، دیوی جی! میرا کام جلد
 کر دینا، کیوں میرا من ڈرتا ہے، بھائی جی! مہمان مندروں کی یا ترانہ کر رہے ہیں، مجھے بھی
 ساتھ دینا پڑتا ہے، میرا من ڈرتا ہے کہ کہیں ہنگو ان میرے اس دہرے کام سے ناراض نہ ہو
 گا۔“

”بک بک کر چکی ہے ڈ خاموش ہو جا!“ عورت کی مکروہ آواز ابھری۔ ”پہلے بھی میں نے
 کہا تھا، میرا کام کا ایک سے ہوتا ہے، ابھی تو اسے لگا گا اس کام کے پورا ہونے میں اسے
 پتہ نہیں ہے کہ اگر وہ بک بک جا رہی رہے گی تو میرا دماغ خراب بھی ہو جائے گا۔“

”نہیں مہاشی جی! بس کچھ ایسی ہی باتیں ہیں جن سے میرے من میں کرودھ جاگ اٹھا
 ہے، میں کیوں میرے من میں ایک ڈر سا بیٹھ گیا ہے، تھوڑے سے پہلے ہم سرفرواں مندر گئے
 سرفرواں مندر میں ایک پیرن رہتی ہے، ست رانی ہے اس کا نام ... بھائی جی! انجانے کیوں
 اس کے ڈر گئے لگا ہے۔“

”ڈر کا کارن ...؟“

”وہی تو من میں نہیں آتا، کوئی کارن ضرور ہے۔“

”سب نہیں ہو جائے گا لیکن سے گئے گا، کل کا کام آج نہیں ہو سکا، کل کا کام کل ہی ہو گا
 میں نے تجھے پہلے بھی کہا ہے کہ میرے پاس زیادہ آتا ہے۔ نئے خطرناک ہو سکتا ہے۔“

”جے مہاشی! یہ تھوڑی سی دھنالا ہی ہوں ساتھ ہو بیگا کر لیں۔“ ساوتری دیوی نے
 پہلے ڈھالے لباس سے کوئی چیز نکال کر چیل ٹھا عورت کو دی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر دو

”ہائے رام! مجھے تو بڑا ڈر لگ رہا ہے، چلو واپس چلتے ہیں، یہ جو کوئی بھی ہے، بھاڑ میں
 جائے، ہم کوئی اسے پکڑ تھوڑی لیں گے۔“ پیشانی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
 ”تھوڑا اور آگے چلو، پتہ چلے کہ ہے تو ان!“ کرن بولی۔

”میری بات مانو واپس چلو، یہ جو کوئی بھی ہے، کوئی مصیبت نہ بن جائے۔“ پیشانی بولی۔
 سدھانے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔ ”خاموش ہو جا پیشانی! سنانا پھیلا ہوا ہے، ہماری سرگوشی
 بھی دور تک سنی جاسکتی ہے۔“
 پیشانی خاموش ہو گئی۔ وہ لوگ اور آگے نکل آئیں۔

آسمان پر بادل مسلسل چھائے ہوئے تھے، اچانک ہی زوردار کڑا کا ہوا اور تینوں لڑکیاں
 ہم کر ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔ سایہ ابھی تک ان کی موجودگی سے ناواقف تھا۔ وہ لوگ
 فاصلے طے کرتی ہوئی آخر کار منہ تک پہنچ گئیں۔ کالے رنگ کے اس منہ میں چراغ جل رہا تھا جس
 کی ٹلکی روشنی تھوڑے فاصلے تک پھیلی ہوئی تھی۔ ماحول انتہائی خوفناک اور بے اسرار نظر آ رہا تھا۔

یہ تینوں بے آواز چلتی ہوئی اس منہ سے تھوڑے فاصلے پر بے ہوئے دوسرے منہ کی آواز
 میں پہنچ گئیں۔ یہاں سے اس منہ کا فاصلہ کوئی دس گز کے قریب تھا اور وہ اس سے نو منہ کے
 چہرے سے دروازے کے پاس دیکھ رہی تھیں۔ پھر دوبارہ ٹرٹا ہوا اور ساتھ ہی بجلی بھی چمکی۔ اس
 روشنی میں انہیں سائے کا چہرہ نظر آ گیا اور ان کے دل دھک سے ہو گئے۔

ساوتری دیوی کو تینوں نے ایک لمحے میں پہچان لیا تھا۔ کالے لباس میں لمبوس ساوتری
 دیوی نے اپنے سر پر ایک سنسٹوپ چڑھا رکھا تھا۔ بجلی دوبارہ چمکی اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان کی
 بھو بھی ساوتری دیوی ہی ہیں۔ ابھی ساوتری دیوی کے منہ سے آواز نکلی۔

”مہاشی بھائی! دیوی! میں آپ سے ملنے آئی ہوں، بھائی دیوی! میں آپ سے ملنے آئی
 ہوں، باہر آ جائیے۔“

تینوں لڑکیاں پھر کے بتوں کی مانند خاموش کھڑی ادھر دیکھ رہی تھیں۔ کچھ ہی لمحوں کے

جینے کے لیے اپنے لباس میں پوشیدہ کر لی۔

”جا بارش ہونے والی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ واپس اپنے تھکے دروازے کی جانب واپس پڑی۔ سواتری دیوی نے بھی آگے بڑھ کر راستہ اختیار کیا تھا۔

سردھا، پشپا اور کرن نشتے کے غلام میں کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جو منظر دیکھا تھا، اس نے انہیں سانس نہ لے دیا تھا۔ سواتری دیوی کافی دیر تک گھسیں تو سردھا نے کچھ ہنچا یا لیکن کرن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور سرگوشی میں بولی۔ ”جھڑی سے یہاں سے نکل پو، کوئی بات نہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

سردھا بھی ایک دم خاموش ہوئی اور اس کے بعد وہ منہوں کا سہارا بنتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔ کافی فاصلے پر انہیں سواتری دیوی سانس کی شکل میں جاتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ دو لڑکیوں کے اور دور لنگھ جانے کا انتظار کرتی رہیں اور جب سواتری دیوی آنکھوں سے اوٹھ گئیں تو انہوں نے بھی جھڑی جھڑی آگے قدم بڑھا دیے۔ فاصلہ کافی تھا۔

اور یہ فاصلہ طے کرتی ہوئی آٹھ گھنٹوں تک پہنچی تھیں۔ کرن کے غیصے میں داخل ہو کر پشپا اور سردھا بھی کرن کے ساتھ زمین پر لیٹ گئیں۔ یہ سہا سفر طے کرنے میں وہ برقی طور پر تھک چکی تھیں اور اس نے ملا، اور کافی خوفزدہ ہو چکی تھیں۔ جب تھوڑی دیر آرام کر چکیں تو تینوں اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

”بھائی! اسکی جو کہتی ہیں، کشن بھیا پر جاؤ انہوں نے کرایا ہے، کسی نام بھی بات ہے، ہم انہیں ”یوانگی“ دیتی ہیں۔“ کہتے نہیں تھکتے اور یوانگی نے جو۔ کشن بھیا پر جو ظلم توڑا یا ہے، جانے، انہیں کیسے ہو گئے ہیں وہ۔ یہ سب۔ سواتری دیوی کی ہنسنے سے ہوا ہے، یہ اچھا نہیں ہوا، سواتری دیوی نے اس پر یہ چڑھتی ہیں۔ اس طرح سنیں، کیا کوئی ہو جس کی رائے تو بھگوان کی سوگند میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اولی، میں دن کے جاؤ کو تو دکھاؤں کروں گی۔“

”ایک بات یاد رکھیں، جیسی تھی۔ ست رانی نے کیا کہا تھا۔ کیا یہ سب کچھ ست رانی نے کہیں نہیں بتا دیا تھا؟“ کرن بولی اور ایک بار پھر ان سب پر سستہ سلاہ دی ہو گیا۔

پھر کرن نے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ یہ ست رانی بڑی مہمان ہے، میرے من میں اس بات آئی ہے کہ میں ست رانی سے کہوں کہ وہ اس جادو کا توڑ تلاش کرے، بھگوان کی سوگند جب اس نے پہلی بار میری آنکھوں میں دیکھا تھا تو مجھے یوں لگا تھا جیسے میرے چہرے پر شہرہ کو کرنٹ لگا دیا ہو، مہا گیلی ہے، دوسری بات یہ کہ میں چاہتی کو بھی اس بارے میں بتاؤں گی تم لوگ میرا ساتھ دینا۔“

”یوں نہیں دیکھ گئے، کشن میرے پاس سے نہیں ہیں۔“ دو تینوں بہت دیر تک خاموش رہیں۔

”جی، میں پھر دوسرے لیے گئیں لیکن ان کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں تھا کہ باہر ان کے غیصے ہے، لگائے سواتری دیوی دیوی کھڑی ہے۔“

سواتری اپنے کام کر کے اپنے غیصے میں آئی تو پوچھتا گہری غیند سوری تھی۔ سواتری دیوی نے پشپا، سردھا اور کرن کو ایک محفوظ جگہ رکھا پھر بات کچھ کھسک پھسکی اور سنائی دیں اور وہ پڑی۔ نجانے کیا وائیں کیسی تھیں؟ غیصے سے باہر نکلی تو برابر کے غیصے میں جو کرن کا تھا، اسے انہوں نے آواز سنائی دیں۔ وہ صورت حال جاننے کے لئے بے چارے ہو گئی اور غیصے سے کان لگا کر دیکھنے لگی۔

ان کی باتیں سن کر سواتری دیوی کے ہوش اڑ گئے۔ بات بالکل سچی تھی۔ سواتری نے اپنی باتیں جاننے کے بعد کہ کشن نے شادی کر لی ہے۔ بڑی بے چینی سے سوچا کہ اب کیا کرنا ہے؟ نتیجے میں وہی جادو ٹوٹنے والی بات سامنے آئی اور انہوں نے کسی ایسی ہستی کو تلاش کرنا شروع کر دیا جو کام کرے اور کسی نے مہم منہ کے پاس رہنے والی کھیاں کا پتہ بتا دیا جو ایک بڑی بے جا ہوئی مہر تھی، وہ بہت سوں کا جاب خراب کر چکی تھی۔

سواتری دیوی کھیاں سے گئیں اور انہوں نے اپنی مشکل کھیاں کو بتائی تو کھیاں نے انہیں ایسے جادو منتر دیئے جن کے ذریعے کشن بھیا ہو جائے، کچھ عرصے بعد اس کے بعد اس کے اوزار میں فرق آ جائے، وہ اس لڑکی کو بھول جائے جس نے اس سے شادی کی ہے اور اس کے بعد محنت یا ب ہو جائے، ٹھیک ہونے کے بعد وہ خوشی کے ساتھ پوچھتا کو سوچا کر لے گا۔ اس کے بعد اس بھاری معاوضے ملے ہوا تھا جو سواتری دیوی مشکوں میں ادا کر رہی تھی۔

یہ لوگ مندروں میں یا ترا کرتے ہوئے مچھرا آ گئے جہاں سواتری دیوی رہا کرتی تھی۔ سواتری نے سواتری کی میزبانی بھی قبول نہیں کی تھی لیکن سواتری دیوی خود ان کے پاس یہیں رہتی رہتی تھی، بس کبھی کبھی اپنے گھر کا چکر بھی لگاتی تھی۔ وہ صورت حال سے آگاہ رہنا چاہتی تھی۔ رات کی رات اس کے لئے غضب کی رات بن گئی تھی۔ وہ اپنی دانست میں بڑی احتیاط سے کھیاں سے ملنے پہنچی تھی۔ اصل میں نجانے کیوں اس کا من بھی اچھلے سے ڈر رہا تھا اور اس نے اس میں بھی وہی لڑکی آئی تھی جس کا نام ست رانی تھا۔ اس نے اس کو پہچان لیا۔ غیصوں میں بھی تھا اور اس سے پہلے سر نو اس مندر میں بھی اس نے اسے دیکھا تھا۔ نجانے کیوں اسے یہ لگا تھا کہ اس کے لئے خطرہ ہے، ہو سکتی ہے اور اب وہی بات اسے سامنے آ گئی تھی۔ وہ لڑکیاں جو سواتری تھیں، وہ وہاں بھی تھیں اور سواتری یہ سوچ رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہوگا۔

دوسرے ہی دن اس نے ادب داران سے اجازت مانگی۔

”بھائی جی! ذرا اٹھ کر چکر لگائیں، دیکھ لوں گے نوکر چا کر نیا کر رہے ہیں، دوپہر یا شام تک ایسے آجاذوں کی کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجئے۔“

”سب چھوٹی تو تم نے یہاں لڑکر ڈھیر کر دیا ہے، سادری، ضرورت اور کس چیز کی دوستی ہے، جاؤ تم کہہ دو، ایک آدمی آجاذوں کی آملو تو کوئی بات نہیں، ہم تو ابھی یہاں کی دن رہیں گے۔“

”جی...!“ سادری نے کہا اور اس کے بعد وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ یوگیتا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔

یوگیتا نے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔ ”کیا بات ہے ماما جی! کچھ پریشان پریشان ہی ہیں؟“ ”نہیں، کوئی پریشانی نہیں ہے۔“ سادری نے کہا اور یوگیتا کو دیکھ کر آکھ ماری۔ مطلب یہ تھا کہ ڈرائیور کی موجودگی میں اس طرح کی کوئی بات کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔

یوگیتا خاموش ہو گئی۔ اس کی طرح وہ بھی خستہ دل اور تھوڑی سی کینہ پرور لڑکی تھی۔ ساری باتیں اسے معلوم ہو چکی تھیں، یہ تب پتہ چلا کہ ماں نے کتنی دس پر جاو کر لیا ہے اور اس کے لئے بھاری رقم خرچ کر رہی ہے۔

آخر کار دونوں گھر پہنچی گئیں۔ بڑی خوبصورت کوٹھی تھی۔ سادری دیوی بیوہ تھیں، پتی بہت کچھ چھوڑ گئی تھی جس سے بیش کر رہی تھیں اور پھر ادت نارائن کی اکیلی بہن تھی اس لئے ادت نارائن بھی ان کا پورا پورا خیال رکھتے تھے اور ہر طرح سے ان کی مدد کرتے رہتے تھے۔

”خیر، بچے کے بعد دو ذرا تنگ روم میں داخل ہو گئیں۔ یوگیتا ان کے سامنے آ بیٹھی تھی۔ انہوں نے یوگیتا سے کہا۔“ بڑا غضب ہو گیا ہے یوگیتا! پرسوں تم نے غموں میں اس لڑکی کو دیکھا تھا جو بہت خوبصورت سی تھی اور سدھا اور پشپا وغیرہ سے ملنے آئی تھی؟“

”ہاں، بڑی آؤ بھرت ہو رہی تھی اس کی، شاید کسی مندر کی راسی ہے، ماما جی بھی بڑے پیار سے اس سے مل رہے تھے، پر نہاتے کیوں میرا من چل رہا تھا۔“ ”تم کی تھیں اس کے پاس؟“

”میں نہیں جانتی، ایسے کام میں نہیں کرتی۔“ یوگیتا نے ناک چڑھا کر کہا۔ ”یوگیتا! راسا کھیل بھڑ گیا ہے۔“ یہ کہہ کر سادری دیوی نے جی کو ساری کہانی سنائی اور یوگیتا کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔ ”مگر چٹا کس بات کی ہے؟“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ بھائی جی کو یہ ساری باتیں نہیں معلوم ہونی چاہئیں تھیں، حالانکہ وہ مجھ سے بہت پریم کرتے ہیں اور انہیں خود اس بات کا بڑا اہمیت ہے۔ کتنے نے ایسا کام کر لیا، وہ

کئی چاہتے ہیں کہ کتنی طرح اپنی سوچ سے باز آ جائے پر یہاں وہ اپنے آپ کو ناکام سمجھتے ہیں، کئی کم از کم یہ بات ان کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہیے تھی کہ میں نے کتنی پرچہ کر لیا ہے، ابھی کو تو میں کسی طور پر سنبھال لوں گی، وہ لڑکی سست رانی مجھے بڑی خطرناک لگتی ہے، بعض خط میں سوچتی ہوں کہ وہ انسان ہے بھی یا نہیں... کہیں کوئی دیوی نہ ہو۔“

”آپ بھی کہیں باتیں کرتی ہیں ماما جی! وہاں اس طرح آکاش سے اتر کر مندروں میں رہتی ہیں، ہونب...! اب ایسی بھی کوئی خاص بار نہیں ہے، میں آپ کو ایک مشورہ دوں؟“ ”تو پھر تجھے یہاں بٹھایا کس لئے ہے میں نے میرا دماغ تو کام نہیں کر رہا۔“ سادری نے

کے گہری گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”اپنا دلار سے کام نہیں آئے گا کیا؟“ یوگیتا نے کہا۔

سادری دیوی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگیں۔ ”نیا مطلب! میں کبھی نہیں؟“ ”بد معاش ہے ایک نمبر کا، آپ کو پتہ ہے کہ گیراج پر آنے والوں کو اس نے ٹھیک کر کے لیا ہے، اس پاس کے سارے لوگ اس کی بات مانتے ہیں اور پھر گیراج پر کام کرنے والے ”استاد استاد“ کہہ کر اس پر اپنی جان دینے کو تیار رہتے ہیں۔“

”اور سے پایا آگے تو کچھ بول۔“ سادری دیوی، یوگیتا کی بات نہیں سمجھ سکی تھیں۔ ”ذرا ان سست رانی جی کے ہاتھ، پاؤں، تڑواویں، دلارے سے کہہ کر، دلارے سے یہ کام لے کر سکتا ہے، ایسا کر، میں کہہ دیتے ہیں، کاش ہی نہ رہے، پہلے تو ہم ایک دشمن کو سے بنادیں، ویسے بھی وہ لڑکی بچانے کیوں نہ تھی بڑی چالاک۔“

سادری دیوی سوچ میں ڈوب گئیں۔ دلارے ان... گیراج پر کام کرتا تھا۔ یہ موٹر سائیکل سادری دیوی کی زمین پر قائم تھا، وہ دلارے سے کرایہ لیتی تھیں۔ دلارے تھا بھی بد معاش آدمی مگر سادری دیوی کی بڑی عزت کرتا تھا، وہ اس کی ویسے بھی مدد کرتی رہتی تھیں۔ موٹر گاڑا تھا اور اس نے وہاں اپنا گیراج بنا رکھا تھا، چار چھڑکے اس کے ساتھ کام کرتے تھے اور وہ غنڈے تھے۔ بات سوچنے بکھنے والی تھی۔ کم از کم سست رانی کے تو دارغ ٹھیک کر دیتے جائیں، کوئی اتنی سیدھی بات نہ کرے، بعد میں دیکھا جائے گا، کوشش کی جائے گی کہ ادت نارائن کے لئے ایسی کوئی بات بیٹھنے نہ دی جائے اور سارا کام بھی ہو جائے۔

وہ ایک دم مسکرا پڑیں پھر انہوں نے کہا۔ ”تیری کھوپڑی تو مجھ سے بھی تیز تر مارتی ہے۔“ یوگیتا مسکرائے لگی تھی۔

دش کنیا

پا لیکن آپ کیا سمجھتے ہیں بواجی نے اس بار کو تسلیم کر لیا، نہیں پتا جی! بواجی اس بات کو مشت نہیں کر سکتی۔

”تو کہنا کیا چاہتی ہے؟ یہ تو تو جانتی ہے کہ جس طرح تو اور دشمن داس میری دلوں میں کی روشنی ہیں مای طرح ساو تری کو بھی۔ میں نے باپ بن کر ہی پانا ہے میری بیٹیوں کی بھی ہے وہ!“

”ہمارے لئے بھی وہ اتنی ہی چار دیواری تھیں جتنی شراب نہیں!“

”جو کچھ تو کہہ رہی ہے دھندلی یک دست میں تھکے بار بار یہ بات جبر ہا ہوں کہ میں وہ یرونی پریشانی والی بات برداشت نہیں کر سکتا۔“

”پتا جی! دشمن بھیائی جو یہ حالت ہوئی ہے، وہ بواجی نے ہی کرائی ہے، کہنے کو وہ ہمارے ہی ہیں لیکن انہوں نے دشمنی کی ہے ہمارے ساتھ۔“

”تو کیوں کر رہی ہے تو؟“

”جی کہہ رہی ہوں پتا جی! بہت راتیں گئے ہم سے کہا تھا کہ یہ ہمارے کام تمہاری چھو بھی کیا ہے اور ہم چکر آورہ گئے تھے، ہمیں یقین نہیں آیا تھا لیکن پچھلی رات ہم نے اپنی آنکھوں سے کچھ دیکھ لیا۔“

”کیا دیکھ لیا؟“

”رات کو بواجی اندھیرے میں ایک کالا لباس پہن کر بہت لمبا فاصلہ طے کر کے مندروں پہنچے بنے ہوئے مصلوں میں سے ایک منہ کے پاس گئیں اور وہاں انہوں نے سترے چیل جیسی عورت کو دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ عورت اپنا کام جلد کرنے کیونکہ ہاتھ کے کھل جانے کا خدشہ بھی انہوں نے اس عورت کو پیسے بھی دیئے اور ہمیں ساری باتیں پتہ چل گئیں کہ اس نے دشمن بھیجا تھا وہ کیا ہے، دشمن بھیائی یہ حالت اسی لئے ہوئی ہے۔“

”کرن۔۔۔ اس نے سکھائی ہیں تمہیں یہ باتیں، اس نے تجھے آما دیکھا ہے ہم بھی بواجی کے لئے ڈانٹے پر جواب دے اس بات کا؟“

”میں جی کہہ رہی ہوں پتا جی! سداھا اور پشپا ہم بیٹوں نے ان کا دیکھا تھا، وہ مجھے نے مجھے میں سے ایک چیل جی عورت باہر نکلی، اور اس سے ان کی باتیں ہوئیں، ہم بیٹوں کی گواہ ہیں۔“

”اور ست رات کون ہے؟“

”وہ جی جی جو ہمارے پاس آئی تھی اور جو ہر نو اس مندر میں ہمیں ہی تھی۔“

پشپا اور سداھا بھی دشمن داس سے محبت کرتی تھیں لیکن کرن کے من میں جو تڑپ تھی، وہ اٹل کی تھی۔ دشمنی دشمنی، بھائی کے ہرے میں تھیں، اسے معلومات دیوہنگ تھیں اور اسے سب یہ سب پتہ چلا تھا تو۔۔۔ یہ بیٹوں کو کیا تھا کہ یقین ہو گیا تھا کہ ساو تری، یو، دشمن داس کی دشمنی میں ہیں اور اسے ہر طرح سے تصدیق ہو چکا ہے کہ وہ اپنے جس رسورس باتیں آہستہ آہستہ اس کی بھینس میں آ رہی تھیں۔ وہ اوت نارائن کے پاس پہنچ گئی۔ اوت نارائن نے بیٹی کو دیکھا، بہت ڈر کر تے تے وہ اس سے دشمن داس کی وجہ سے ان دنوں کافی پریشان نظر آتے تھے، ان سے کہنے لگے۔

”آج پتا جی! تیرے چہرے سے پتہ چلتا ہے کہ کئی کام ہے تجھے مجھ سے۔“

”ماں پتا جی! بہت خبر دہنی کام ہے۔“ کرن نے سنجیدہ لہجے میں اب اور ات نارائن کے سامنے کہا۔

”ات نارائن نے یہ خبر جی نکالیں سے اسے کچھ مرگہ۔“ نارائن نے بات سے ان کی قہقہے ”ہاں یہاں سے!“

”دشمن پتا جی! میں اپنے دشمن جیہا کے لئے توئی ہوں اور اس نے ملک دس تک جلد میں دشمن بھیجا کہ ہاں میں نہیں دے سکتا میں تیرے بیٹوں کی ہنگاموں سے میری بیویوں کی آنکھوں سے۔“

”پتا جی! اس کی بیٹی راجہ راجہ اور اس کی بیٹی آکھوں کی، دشمنی ہو تمہارے سامنے سے ہی تو یہاں آ جاؤ۔“

”ایک بات دنا پتا جی! توں جانی“

”جانی بواجی!“

”آپ و سرور کچھ اور کچھ مانگتے ہیں۔“

”نہیں جی! توں جانی بات کا بھی برا جواب نہیں دے سکتا توں جانی جانتے ہیں کہ پتا جی! توں جانی توں جانی برداشت نہیں کر سکتا۔“

”پتا جی! بواجی جانی میں چھری مار رہی ہیں، انہوں نے ہم پرانی باتیں دے دی ہیں۔“

”توں جانی!“

”دشمن بواجی کی بات کر رہی ہوں، ساو تری کی دیوہنگی۔“

”انہوں میں چھری مار رہی ہے تو کہنا کیا چاہتی ہے۔“

”پتا جی! آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ دشمن بھیائی سے شادی ہو جیتا ہے راز چھپتے تھے پر دشمن جیہا نے وہاں دشمنی سے شادی کر لی، پتا جی! توں جانی خاموش ہو گئیں، پتا جی! توں جانی توں جانی۔“

نیا

"ہوں... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس لڑکی نے چہ آگ کیوں لگائی، ویسے میں تم فی ایک ہفتہ کیوں خبردار اس سے دوبارہ مت ملنا، وہ ہمارے کسی دشمن کی ایکٹ معلوم ہوتی ہے جو ہمارے گھر میں پھوٹ ڈلوانا چاہتی ہے، یقیناً ایسی ہی بات ہے اور میں تجھ سے کہے دیتا ہوں کہ ان دوبارہ اس سے ملنے کی کوشش مت کرنا۔"

"چنانچہ! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن ایک بات آپ ذہن میں رکھئے، جس طرح ساوتری دیوی آپ کی بہن ہیں، ہماری پھوپھی بھی ہیں، ہمارا منہ انہیں بڑا کہتے کہتے نہیں سونگتا، دوسری بات یہ ہے کہ یوگیتا بڑی گہری لڑکی ہے، آپ نے دیکھا ہوگا وہ ہر رے ساتھ نبھتی نہیں ٹیٹھی اچھی بھگوان نہ کرے اگر کشن بھیا سے اس کی شادی ہو بھی جاتی تو آپ یوں بھی لیتے کہ سب کی پسند و ہمیں چھوڑ دیتے، دونوں ماں، بیٹیاں ایک جیسی ہیں۔"

"کرن...! باز نہیں آئے گی تو؟"

"نہیں پتہ جی! باز نہیں آؤں گی، جہاں بات آپ کی بہن کی ہے، وہاں میرے بھائی کی بھی ہے۔"

"میں نے تجھ سے کہہ دیا ہے خبردار دوبارہ ست رانی سے مت ملنا اور نا اچھا نہیں ہوگا۔" کرن خاموشی سے اٹھ کر باپ کے خیمے سے باہر چلی آئی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اوت تارائن بی، ساوتری دیوی کے بارے میں کوئی بات سننا نہیں چاہتے۔

پھر اس نے سدھا اور پشپا کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "سنو! میرا خیال تھا چنانچہ میری بات پر غور نہ کرے کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے اور کچھ نہیں تو کم از کم معلومات ہی حاصل کریں گے لیکن دھرم سے اس بات کو ماننے کے لیے تیار رہیں نہیں ہیں کہ ان کی بہن ایسا کوئی کام کر سکتی ہے۔" سدھا اور پشپا بھی سوچ میں ڈوب گئیں۔ پھر انہوں نے بے بسی سے کہا۔ "تو پھر اب کیا کرنا ہے کرن...!"

"چنانچہ سے بھی کہہ دیا تھا میں نے کہ جس طرح چنانچہ کو اپنی بہن سے پریم ہے، اسی طرح مجھے اپنے بھائی سے بھی ہے، کشن بھیا تو بالکل آؤٹ ہو چکے ہیں اور جیسے جیسے سے بیستہ رہا ہے یوں ٹھنکا ہے جیسے ان کا دماغ ٹم ہوتا جا رہا ہو، میں اپنے بیٹا کا یہ حال بھی نہیں ہونے دوں گی چاہے اس کے لئے مجھے چنانچہ سے بغاوت ہی کیوں نہ کرنی پڑے! نیا کریں گے زیادہ تر بات میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے گھر میں ڈال دیں گے، پر میں ایسا ہونے نہیں دوں گی، انہوں نے مجھے ست رانی سے نہ ملنے کے لئے کہا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ وہی ہمارے ذہنوں کا سر ہم ہے گی، وہ سہ ماہی باتیں اپنی جگہ... اس نے تو کھلی کر ساوتری دیوی کا نام لے لیا تھا، انہیں میں

دش

لوگ تھے کہ پتہ نہیں ہو جاتی ایسا کام کر سکتی ہیں یا نہیں لیکن اب تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اب ہمیں ہی پتہ چل کر رہا ہوگا۔"

اور اسی شام وہ اسی طرف چل پڑیں جہاں ست رانی اور ان کے درمیان ملاقات سے تھی۔ ان امید نہیں تھی ست رانی کے آجانے کی لیکن جب انہوں نے دور سے اسے آتے ہوئے دیکھا تو ان کے چہرے بھی اٹھے۔ ست رانی اس وقت بھی ایک سادو سے لباس میں ملہوں تھی لیکن یہ لی جس قیامت کی تھی، اسے غفلتوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ وہ تینوں اسے دور سے دیکھتی اور پچھلے گھوڑوں کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گئی۔

"جسٹیس پتہ چل گیا تھا کہ ہم یہاں آنے والے ہیں؟"

"ہاں! پتہ تھا مجھے۔"

"بات تو نہیں ہوئی تھی تم سے؟"

"تو اس سے نیا فرق پڑتا ہے۔" ست رانی بڑا سراہہ لہجہ میں بولی اور ان کے سامنے ہی

"ست رانی! ویسے تو کہنے پر بہت سی باتیں ہیں، ہمارا من چاہتا ہے کہ تم سے تمہارے خیمے میں پوچھیں جبکہ تم نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ تم زیادہ دن نہیں ہوئے کہ اس مندر میں پہنچی ہو۔" سے پہلے تم کہاں تھیں؟"

"مجھے خیال ہوتے ہیں جیون کے اور بھی بات یہ ہے کہ تمہارا بھسار بڑا اونگھا ہے، جب میں بھسار میں تھی تو میرا واسطہ بس غلو پھیر دوں سے تھا اور وہ مجھے آکاش پانیوں بناتے تھے، کے بارے میں بتاتے تھے، منٹس کے بارے میں بتاتے تھے، میں سوچتی تھی کہ میرے جیسے کیسے ہوں گے اور بھی بات یہ کہ جب بزرگی بابا مجھے اس جنگل سے نکال کر انسانوں کی دکان لے گئے تھے یہ سب کچھ بہت اچھا لگا، میں نے سوچا کہ لو میں نے تو ایک بڑا حصہ جیون کے زمانوں میں کرنا ہے۔ چناں بہتہ آہستہ پتہ یہ چلا کہ انسان بہت خطرناک ہیں، وہ ایک دوسرے کو مار دیتے ہیں لکھا جاتے ہیں، انہی کبھی تو بھٹوان کی سونہ مجھے ان انسانوں سے ڈر گئے لگتا ہے میں تم جیسی پرہیزگار نہیں بھی ہیں، تم تینوں بہت اچھی ہو، مجھے اور بہت اچھی اچھی لڑکیاں مل گئیں ہیں کہ وہ بھائی ہیں وہ اور یادیں رہ جاتی ہیں، میں نے یونی مشکل سے اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کیا ہے کہ جو ہیت گیا، اسے کل جانوں اور یہ دوں کو اپنے من سے نہ لگاؤں۔" "اب بزرگی بابا ایک بار کھو گئے تھے، نہ جانے کیسے مجھے ملے، اب پھر کھو گئے ہیں، میں نہیں جانتی ہوتا ہوا پھر ہم ہے مجھے ان سے، میں نے جب آکھ کھولی تو بزرگی بابا وہی دیکھا۔"

”کہاں چلے گئے وہ؟“
”یہ تو نہیں معلوم۔ کچھ پکیر بھی ان کا پتہ نہیں دیتے۔“ ست رانی کے لہجے میں ایک درد سا ابھرا آیا۔

قیوں لڑکیاں خاموشی سے اس حسین عورت کو دیکھ رہی تھیں۔ ران نے کہا۔ ”ست رانی ایک بات بتانا چاہتی ہوں میں تمہیں؟“
”ہاں بولو، خواہ مخواہ میرا من میلا ہو گیا۔“ ست رانی نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

”ست رانی، تم نے میری بوا کے بارے میں جو کچھ کہا تھا!“
”جی کہتا تھا کہ اس نے تمہارے بھیا پر جاوے اور اس کے من میں تمہارے لئے کرودھ ہے وہ سنا کتا چنگی نہیں ہے۔“
”ست رانی! انگلی ٹھیک کہتا تھا تم نے، تم یہاں رہتی ہو، کیا تم نے کبھی اس چڑیل عورت کو دیکھا ہے؟“
”چڑیل عورت؟“

”ہاں بھیا، غفیر سچہ ہاں کا، مڑی ہوئی ناگ، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، بکھرے ہوئے بال۔“
”ارے ہاں دیکھا تو میں نے اُسے، ایک بار میں ایسے ہی دور نکل آئی تھی تو میں نے اُسے لہنا چھپا کرتے ہوئے دیکھا، اچھپ کر میرا چھپ کر رہی تھی پھر پتہ نہیں کہاں غائب ہوئی، یہ دن دن کی بات ہے جب تم لوگ مجھے پکارتا باؤلی تھیں۔“
”وہ بہت دور ایک منہ میں رہتی ہے۔“

”کہاں، کس طرف؟“ ست رانی نے سوال کیا تو پشپا نے اشارے سے وہ جگہ بتائی جہاں انہوں نے ساوتری دیوی کا چھپا کیا تھا اور اس کا چھپا کرتی ہوئی اس منہ تک پہنچی تھیں۔
”ہاں... میں نے دور سے یہ سچہ دیکھے ہیں، کبھی ادھر جی نہیں، میں نے بتایا تھا تمہیں کہ بہت دن نہیں آئے مجھے ادھر آئے ہوئے پھر بھی میں پر بھودیاں جی سے پوچھ کر ہی آتیں ہوتی ہوں، وہ بہت اچھے انسان ہیں، میں کوئی کام ان سے پوچھتے بغیر نہیں کرتی۔“

”ادھر جی رہتی ہے وہ... ست رانی! انہیں یقین ہو گیا ہے کہ ہماری بوائے اس عورت کے ذریعے کشن بھیا پر جاوے گا، کشن بھیا کے بارے میں محض میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ پتا نہیں اور ساوتری دیوی اپنی بیوی کی تاس سے ان کو دوا کرتا چاہتے تھے پر انہوں نے یہ دن ملک ٹرلین نامی ایک لڑکی سے پھیر کر لئے، دوا اگر سنی رہے والی ہے، بھی پڑھ رہی ہے، واپس آئے۔“

”کشن بھیا کا گونا گونا ہو گا پر بواجی نے یہ بات من سے نہیں مانی، انہوں نے فوراً ہی عمل کر ڈالا اور یہ عمل اس سے ختم ہو گا جب کشن بھیا سب کچھ بھول جائیں گے، تم نے بھی تو یہی کہا تھا۔“

”ہاں!“ ست رانی نے کہا، اور چند لمحوں کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سب ست رانی دیکھ رہی تھیں پھر ست رانی نے آنکھیں کھلیں اور بولی۔ ”چٹا مت کرو، ٹھیک ہو جائے گا، میں گی تمہیں کہ اب کیا کرنا ہے۔“
”ست رانی! میرے بھیا۔“

”ٹھیک ہو جائے گا، چٹا مت کرو۔“ ست رانی نے بڑے ہڈے اٹھا لہجے میں کہا۔

ساوتری دیوی نے دنارے کو بھیجا۔ دنارے سے گھر کے پدے عا شوں میں شمار ہوتا تھا اور بہت سے بڑے بڑے کام کر چکا تھا جو پولیس کی نگاہوں میں ٹھکتے تھے لیکن چالاک آدمی تھا، ہمیشہ سب کو بچائے رکھتا تھا۔ ساوتری دیوی کے بلاسنے پر وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔
”سلام کرتے ہیں سادی سادی دیوی!“ وہ ساوتری دیوی کو ہمیشہ سی ساوتری کہتا تھا۔
”دنارے! ایڈ جاؤ، مجھے تم سے ایک کام ہے۔“

”جی میں دیوی جی! دنارے کوئی اچھا آدمی نہیں ہے، جب کوئی اس سے کہتا ہے کہ اس سے کوئی کام ہے تو دنارے ایک سی بات سوچتا ہے کہ کسی کی ناگ، چوٹی سونانی ہے، کسی کے من چھری اتارنی ہے یا کوئی اور بات... اب آپ شہر میں سیدھی سادھی اور شریف، کیا آپ سے؟“

”کو بکواس بند کر سہ گیا نہیں؟“ ساوتری دیوی نے کہا اور دنارے سے پشنے لگا۔
”اچھا بولنے، کیا بات ہے؟“
”دنارے... ایک ایسا دشمن ہے میرا جو میرے پرکات رہا ہے، مجھے نقصان پہنچا رہا ہے چاہتی ہوں تو اس سے ہاتھ پاؤں توڑ دے۔“
”کون ہے وہ تیرا دشمن؟ نوٹ جائیں گے ہاتھ پاؤں اس کے؟“
”کوئی ہے وہ ایک اور بہت خوبصورت۔“

”ارے...؟ خوبصورت لڑکی کے ہاتھ پاؤں توڑنے ہیں، ارے نہیں سی ساوتری جی! آپ کے بھرم کے مطابق بھگوان کی دین ہوئی ہے۔“
”نہیں باز آسنے گا دنارے! اگر میرا کام نہیں کرنا تو جابھاگ جا، میں تو یہ سوچ رہی تھی

کہ تجھے ایک اچھی خاصی رقم دے دی جائے۔“

”تو اب کہی نا آپ نے کام کی بات، جب کوئی سودا ہوتا ہے نا کسی چیز کا تو پہلے خریدے، ایک روپیہ نکال کر سامنے والے کو دیتا ہے، اس کے بعد سودے کی بات ہوتی ہے۔“

”بڑا ہی کمینڈا انسان ہے ٹو، یہ لے!“ ساوتری دیوی نے یہ کہہ کر کئی بڑے بڑے نوٹ نکال کر دلارے کے سامنے رکھے۔

دلارے کی آنکھیں حیرت سے مچھنی کی پھٹی رہ گئیں۔ ”ارے باپ وے باپ ابویں جلدی یو لیں، یہ ہم اپنے ہاتھ میں لے لیں؟“

”ہاں لے لے۔“ دلارے نے جلدی سے ساوتری دیوی کے ہاتھ سے نوٹ لے لئے تھے۔ ”جی اب کام ہوتا

ڈالنے، تیار تو سانس پھول رہا ہے۔“

”لڑکی ہے، سر نو اس مندر میں رہتی ہے، لوگ اسے ست رانی کہتے ہیں، بہت خوبصورت ہے پر میرے ایک بہت بڑے کام میں آئے آ رہی ہے، میں چاہتی ہوں کہ اس کی صحیح طرح ٹھکانی کر دی جائے۔“

”کام بہت چھوٹا سا ہے لیکن بہت بڑا بھی ہے مندر کی ایک داسی آپ نے کہا ہے۔ مندر ہی میں رہتی ہے، ایک بات بتا دیں آپ کو، کہیں کسی کو کانوں کان بھٹک بھی لگے گی تو ہندو مسلم فرقہ ہو جائے گا۔“

”کچھ بھی ہو جائے دلارے اتم یہ کام ضرور کرو، رقم یہیں تک محدود نہیں ہے، میں جسے دے دوں ہزار روپے اور دلوں کی اس کے علاوہ۔“

”ان کے علاوہ...؟“ دلارے نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے نوٹ دیکھ کر کہا جو کہ اتم کے ہزار روپے تھے۔

”ہاں! ان کے علاوہ۔“

”ہو جائے گا، ہم آنکھوں پر پانی باندھ کر یہ کام کریں گے، آپ چھامت کرو۔“

”تم ہوش دو اس کے عالم میں یہ کام کرو گے، سمجھے؟“

”ہر ایک بات بتائیے، مندر میں کس کس کام کرنا تو بڑا مشکل ہے۔“

”نہیں، وہ مندر میں ہر وقت نہیں رہتی، انہیں اس کا چھپنا کرنا پڑے گا وہ باہر جاتی ہے مٹھوتی ہے اور ادرہ!“

”اب پھر ٹھیک ہے، اسے سنسان ہی جڈ لے آتے ہیں اسے اور اس کے بعد ساریا کر

”اس کے اس کا!“

”جتنی جلدی ہو سکے، یہ کام کرو۔“

”ٹھیک ہے جی! آپ چھٹا نہ کریں۔“ دلارے رخصت ہو گیا اور اس کے جانے کے بعد دیوی نے یوٹینا کو بلایا۔

”چلو تیار ہاں کرو، زیادہ وقت ہمیں یہاں گھر میں نہیں گزارنا چاہئے، بھائی جی سوچیں یہ نہیں کیوں دباں جا کر بیٹھ گئی، میرا خیال ہے وہ اسے یہ کام آسانی سے کر دے گا۔“

”چھٹا ہوا بد معاشرہ ہے مانتا جی، ضرور کر دے گا، مجھے بھی۔ ست رانی کے لئے ہوئے ہاتھ بہت اچھے لگیں گے۔“ یوٹینا نے کہا اور دلوں ماں بیٹیاں ہنسنے لگیں۔

۶۶ ۶۷ ۶۸

شام ہوئی تو ست رانی اس طرف چل پڑی جہاں لڑکیوں سے ملاقات ہوا کرتی تھی۔ اسے اب ان لڑکیوں سے ملنے کی عادت پڑ گئی تھی اور اب وہ شوق سے ادھر جاتی تھی جہاں سدھا، پشپا

ہون تو اس کی دیوانی ہو گئی تھیں۔ وہ اس سے پہلے ہی وہاں موجود تھیں۔ ست رانی مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔

”کیس ہو تم لوگ؟ میں تمہیں سچ بتاؤں، میں ترویدی مہاراج کے پاس رہتی تھی، ان کی مجھے بہت اچھی لگی تھیں اور کھرچی بات یہ ہے کہ سنسار میں سب سے پہلے میری سہیلیاں

تھیں، پر بابا ترویدی مجھے لے کر گرچین سنگھ مہاراج کے پاس پہنچ گئے، گرچین سنگھ جی کے

سے کی سیدہ کی تھی، میں نے وہ ٹھیک ہو گیا مگر گرچین سنگھ نے خود ہی اسے مروادیا، میرا مطلب یہ تھا

تاکہ اس کے بعد میں نے کوئی تبدیلی نہیں بنائی، پھر جانے کون کون میرے دیوان میں آیا، پر ترویدی جی کا گھر آج تک یاد ہے، چلو چھوڑو تم لوگ بھی مجھے بہت اچھی لگتی ہو، جب تم ہل جاؤ

تو یہاں ہی رہو مجھے بڑا دکھ ہوگا۔“

”ہم بھی تمہیں چھوڑ کر خوش نہیں رہیں گے ست رانی! پر تم ہماری سہانچا کرو، ہمارا بھیا ٹھیک

ہوئے۔“

”ہاں، وہ ٹھیک ہو جائے گا، تم اس کی چھامت کرو۔“

”تم نے کچھ کیا ست رانی...؟“

”کہاں؟ ابھی تو مجھے اس کی ساری باتیں معلوم ہوئی ہیں، مجھے بتاؤ کہ وہ مجھ کون سا ہے،

نہیں وہ؟“

”ہر تمہیں بتائے دیتے ہیں، چلو ہمارے ساتھ چلو کی؟“

تھ ایک سہا چکر کاٹ کر ان لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

کھانی کا منہ زیادہ دور نہیں تھا۔ اس سے تھوڑے پہلے ہی دلار سے اور اس کے ساتھ ہی بچے چھپائے ہوئے لڑکیوں کے سامنے آگئے۔ لڑکیاں اس کے حلیے دیکھ کر بڑی طرح خوفزدہ ہو گئیں۔ ست رانی انہیں غور سے دیکھ رہی تھی۔

”اے لڑکی! آگے آ! دلار سے ست رانی کو اشارہ کیا اور دو قدم آگے بڑھا۔

لڑکیوں کے منہ سے چھپیں لکھ گئی تھیں۔ ان لوگوں کے ارادے صاف ظاہر تھے۔ ست رانی نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ قرب و جوار میں مٹھوں اور مندروں کی عمارتوں پر بہت سے بندر بھاگتے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔ ست رانی نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بھونپو بنایا اور پھر اس منہ سے عجیب سی آوازیں نکلتی گئیں۔

دلارے فٹھک کر ڈک گیا تھا۔ ست رانی کا یہ عمل اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن لڑکیوں نے یہ ضرور دیکھ لیا کہ قرب و جوار میں دوڑتے بندر ڈک کر ابھر متوجہ ہو گئے تھے۔

دلارے یا اس کے ساتھیوں نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ز کے ساتھ لیکن اس کے بعد وہ پھر آگے بڑھے، پھر اس وقت ایک انوکھی بات ہوئی۔ بندروں کا معمول بھرا مار کر آگے بڑھا اور ان لوگوں پر ٹوٹ پڑا۔ یہاں عام طور سے بندر انسانوں پر حملے کرتے تھے۔ یہ بات دلارے جانتا تھا۔

بندروں کے اس حملے نے چاروں ہی کو حواس باختہ کر دیا۔ بات یہیں تک محدود رہتی تو سب تھا، انہوں نے پیچھے سے کچھ اور بندر آتے ہوئے دیکھے، ان کے ہاتھوں میں درختوں کی جھنجھیں جو اچھی خاصی موٹی اور مضبوط تھیں، ان ڈنڈے پر دار بندروں نے چاروں کتاب اس پر حملہ کر دیا اور دلارے اور اس کے ساتھیوں کے حلق سے چیخیں نکلتی گئیں۔

بندر انہیں کوچ کھسوت رہے تھے، کاٹ رہے تھے اور ڈنڈوں سے ہٹائی کر رہے تھے۔ دلارے کے پاؤں اٹھ گئے۔ ست رانی نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ لڑکیاں پہلے تو بہت خوفزدہ تھیں لیکن بندروں نے جس طرح ان کتاب پوشوں کی ہٹائی کی اور جس طرح وہ چیختے ہوئے جوتے کھینچ کر بھاگے، وہ بڑا مسخک خیر منظر تھا اور لڑکیوں کے بے اختیار قہقہے گونج اٹھے تھے۔ بندر جو تماشے دیکھ رہے تھے، انہیں دیکھ کر لڑکیوں کو انسی پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ ہیٹ بکڑ بکڑ کر رہی تھیں۔

کتاب پوش گر رہے تھے، اٹھ رہے تھے، ان کے کپڑے جگ جگ سے پھٹ گئے تھے اور جسم کے کھلے حصوں سے خون بہتا نظر آ رہا تھا۔ وہ حشر کیا تھا بندروں نے کتاب پوشوں کا کرد دیکھنے سے رکھتا تھا۔

”ہاں، کیوں نہیں، مجھے دور ہی سے دکھا دینا، پاس نہیں جاؤں گی میں!“

”بابا پاس تو ہم بھی نہیں جائیں گے، وہ عورت چل رہی ہے مجھے، پوری چڑھل!“

”میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں، میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ کون ہے اور اس نے میرا پیچھا کیوں کیا تھا۔“ ست رانی نے کہا۔

چاروں وہاں سے اٹھ گئیں۔ سہ حار پشپا اور کرن، ست رانی کو راستے بتاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔

دوسری طرف دلارے اور اس کے آدھی سرنو اس مندر سے ست رانی کا پیچھا کر رہے تھے۔ دلارے نے جب ان تینوں لڑکیوں کو دیکھا تو کسی قدر متشکر ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”یار خندے! یہ تینوں لڑکیاں بھی ساتھ ہیں، اب کیا کریں؟“

”تو استاد ہم بھی تو چار ہیں، وہ چار ہو گئیں تو کیا، ایک ایک منجھا لیں گے۔“ اس کے ساتھی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“ ”تو تمہیں ہزار روپے کی رقم ہاتھ آ رہی ہے، میں ہزار روپے نہیں گے۔“

”بھیس کتنے دو گے استاد۔“ ”جیسے خدا کا ہاتھ تھا، اس نے اپنے غلیظ، انت نکالتے ہوئے کہا۔

”خندے! تیرے دلارے میں بہت کچھ سوچنا پڑے گا مجھے، بیسیوں پر ہی مہر تارہتا ہے، کیا نہیں دیتا تجھے، کبھی تیرا حصہ رکھا ہے میں نے؟“

”سوری، سوری استاد!“

”سوری کا پیچہ... میں کہہ رہا ہوں کریں کیا؟“

”استاد! کون سے ہمیں پچھانے والے موجود ہیں پھر منہ ڈھک لو، کھیل ختم ہو جائے گا، انہ کو مارنا ہے، دہرتے ہیں، ویسے ہے بڑی سندھ... ایسی کسی لڑکی کو، رناتی دل کر دے کا کام ہے، تم نے صحیح پیسے لئے ہیں استاد!“ قیسر نے آدلی نے کہا۔

”اچھا فضول باتیں مت کرو، چلو چہرے ڈھک لو، آگے جو جھکنا رہی ہے وہ وہ رہے کام کی سب سے ہمیں پچھائی پلہ سنبھال کر اوجھڑتی جانا چاہیے باقی تینوں لڑکیوں کو ہاتھ مت لگانا، ویسے بھی ڈر پوک ہی گئی ہیں، صرف اپنا کام کرنا، چلو تم از ہم اتنا تو ہے کہ دو تینوں کی تینوں زخمی لڑکی کو اٹھ کر لے جائیں گی، پیچاری باتوں، وجہوں سے محروم ہو جائے گی۔“

”تمہیک ہے استاد!“ انہوں نے اپنے چہرے نقابوں سے ڈھکے اور پھر قاسم ارادوں کے

پھر خرید کچھ ہوا۔ بہت سارے بندر لڑکیوں کے گرد گھیرا ہوا نہ کرکھڑے ہو سکے، وہ سر سے بندر خراب پوشوں کو بہت دور تک پہنچا آئے تھے۔ جن بندروں نے گھیراؤ والا تھا، وہ وہاں پہنچ کر آگے کر کے جھکے اور انہوں نے اس طرح سرزد میں پر نکالیا جیسے ست رانی کو تعظیم دے رہے ہوں۔

آہستہ آہستہ بندر چپچپے بنے اور پھر سارے کے سارے غائب ہو گئے۔ اچانک ہی سدھا، پشپا اور کرن کو کچھ خیال آیا۔ ان کی اس ٹرک گئی اور آنکھیں پھاڑ پھڑ کر ست رانی کو دیکھنے لگیں۔

کرن کے منہ سے نکلا۔ "ہے بھگوان! یہ کیا تماشا تھا، یہ کیا ہوا ست رانی! کیا تم نے ان بندروں کو آواز دی تھی، وہ سے ہاں تم نے منہ سے آگے بھونپو بنا کر منہ سے آوازیں تو لگائی تھیں مگر یہ کیا پھیل تھا؟"

"ہماری ست رانی کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے، وہ سرفرواں میں رہتی ہے اور بھگوان نے پتہ نہیں اسے کیا کیا تو تیس دن ہیں تم لوگ اسے سمجھ نہیں پا رہیں۔" پشپا نے مجید و لہجے میں کہا۔

سدھا بھکر بن بھی ست رانی کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ "ہاؤ گئی نہیں ست رانی! یہ سب کیا تھا؟"

"میں نے اپنے دشمنوں کو بھگا دیا، بات ختم ہو گئی۔" ست رانی لا پرواہی سے بولی۔

"مگر کیسے...؟ آخر یہ بندر کیسے تمہاری سہانگیا کے لئے آ گئے؟"

"بس میری انسانوں سے زیادہ جانوروں سے دوستی ہے، تم جب بھی کہو گی، میں بہت سے جانوروں کو آواز دے کر اپنے پاس بلا سکتی ہوں۔"

تینوں لڑکیاں جو اس منظر کو دیکھ کر کافی تعجب لگا چکی تھیں، اب حیران لگا ہوں سے ست رانی کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کے ذہن میں پہلے بھی سبکی خیال تھا کہ ست رانی عام لڑکیوں سے ہٹ کر کوئی اور ہی ہستی ہے لیکن اب انہیں یقین ہو گیا تھا۔

سدھا نے سرسراہٹ ہو کر آواز میں کہا۔ "کیا تم ہومان جی کی دہی ہو؟"

"پتہ نہیں۔" ست رانی کا لہجہ کچھ خشک سا ہو گیا۔ شاید وہ سوالات برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

"آؤ چلو، وہ تو سب بھاگ گئے، پتہ نہیں کون تھے اور کیا چاہتے تھے؟ مجھے تم وہ منہ دکھاؤ جہاں وہ عورت رہتی ہے۔"

"ہاں چلو" لڑکیوں نے اب صمت سے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا لیکن اچانک ہی کھانے کے منہ کے پیچھے جا کر انہیں جھانکنے لگا۔ بس کسی انسانی جسم کی ایک جھلک نظر آئی تھی۔

پشپا ایک دم بول پڑی۔ "اے وہ کھودہ... وو... کوئی ہے۔"

ست رانی نے منہ کی جانب دوڑ لگائی اور کچھ ہی لمحوں کے بعد یہ سب منہ کے قریب

لیکن انہوں نے دیکھا کہ کافی فاصلے پر دوسرے کچھ منٹوں کے درمیان ایک عورت بھاگی ہوئی ہے۔ وہ سفید رنگ کی دھوئی باندھے ہوئے تھی اور بھاگتے ہوئے اس کی دھوئی کا پلہ نیچے رہا تھا۔ چھوٹی لمبوں کے بعد وہ لنگاہوں سے اور بھل ہو گئی۔

سدھا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بھگوان کی سوکند یہ وہی تھی، میں نے اس کی عورت دیکھی لیکن جتنا اسے دیکھا ہے، اس سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ یہ وہی عورت تھی جس نے تمہارے لئے بوا یہاں آئی تھی۔"

"ہوں... بھاگ گئی اور یقیناً مجھے بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا ہے کہ یہ وہی تھی جس کے لئے بوا یہاں آئی تھی۔"

"ہوں... بھاگ گئی اور یقیناً مجھے بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا ہے کہ یہ وہی تھی جس نے تمہارے لئے بوا یہاں آئی تھی۔"

دونوں میرا پیچھا کیا تھا، چلو بعد میں دیکھ لیں گے اسے، تم نے مجھے اس کا منہ تو دکھائی دیا ہے۔"

کرن کہنے لگی۔ "کیا خیال ہے کیوں نہ ہم منہ کے اندر جا کر دیکھیں؟"

"نہیں، یہ ٹھیک نہیں ہوگا، وہ اس کا گھر ہے اور کسی کے گھر میں گھسنا پاپ ہے، آؤ واپس آؤ۔"

ست رانی نے کہا، وہ چاروں کی چاروں وہاں سے واپس پلٹ پڑیں۔

حیرتوں کا طوفان اٹھ رہا تھا لیکن لڑکیوں کے دل میں ایک اطمینان بھی تھا کہ انہوں نے ایسا سہارا حاصل ہو گیا ہے جو کافی طاقتور ہے، جسے پرندوں اور جانوروں کی حمایت حاصل ہوگی۔ انہوں پر غور کر رہی تھیں جب بندران چاروں کی پٹائی کر رہے تھے اور انہوں نے مار مار کر ان کا حلیہ خراب کر دیا تھا۔

خندوں لڑکیاں بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتی جا رہی تھیں، لیکن اب نہ وہاں بندر موجود تھے اور نہ وہ جس کی پٹائی ان بندروں نے کی تھی، لیکن وہ بھرپور کر کے انہیں بدنی فحش آ رہی تھی۔ راستے میں سدھا کہنے لگی۔ "پرائیک بات بتاؤ ست رانی۔ آخروہ کون؟ کیا وہ بڑے لوگ تھے جو ہم لڑکیوں کو لپیٹا دیکھ کر ہمارے پیچھے نکل گئے تھے یا پھر کوئی اور بات تھی؟"

"مجھے یوں لگتا تھا جیسے وہ ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہوں۔ ایسا لگا جیسے وہ ہمیں مارنے کے لیے آئے ہوں۔ انہوں نے اپنے چہرے میں تو پھپھار رکھے تھے۔"

"بھگوان جانے کون تھے۔ پر بندروں نے ان کی خوب پٹائی کی۔"

ست رانی نے پچھو دیر کے بعد ان سے کہا۔ "تم لوگ اپنے ڈیرے پر جاؤ، میں مندر جا رہی ہوں۔"

سدھا نے کہا چاہا کہ ست رانی ہمارے ساتھ ہمارے ڈیرے تک چلو۔ لیکن پھر اسے یاد آ گیا کہ اوت نارائن نے انہیں منع کیا تھا کہ دوبارہ ست رانی سے نہ ملا جائے چنانچہ وہ خاموش ہو گئیں۔

ست رانی اپنی منزل کی جانب چلی گئی اور لڑکیاں اپنے غیموں تک پہنچ گئیں، لیکن بجانے نفی دیر تک وہ اس بارے میں باتیں کرتی رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

پر بھودیال نے اس چڑیل نما بوڑھی عورت کو دیکھا جس کے بارے میں انہیں معلوم تھا کہ وہ کالا جادو کرتی ہے اور مندروں سے پیچھے دور ایک مٹھ میں رہتی ہے۔ اس عورت کا نام کلیانی تھا۔ کلیانی کے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور تھیں۔ وہ کبھی کبھی مندر میں بھی آ جاتی تھی، لیکن اسے پوچھا پوچھا کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ خود کو کالی کی داسی کہتی تھی۔ بہر حال لوگوں کے متضاد خیالات تھے کلیانی کے بارے میں۔ لیکن اسے مندر آنے جانے سے کوئی نہیں روکتا تھا۔ وہ سزاوارتہ مندر کے دروازے پر پہنچی تو پر بھودیال خود ہی اسے دیکھ کر باہر نکل آئے۔ کلیانی نے اپنے

انت نکال دیئے تھے۔ "جے مہاکالی۔" اس سے دونوں ہاتھ جوڑ کر پر بھودیال کو پر نام کیا۔ پر بھودیال جی اسے دیکھنے لگے، مگر بولے۔ "کیا سزاوارتہ میں پوچھا کرنے آئی ہو کلیانی؟"

"ارے نہیں، ہمارے ایسے بھاگ کہاں؟"

"تو پھر ادھر کیسے نکل آئیں؟"

"آپ سے باتیں کرنے کو سن چاہا تھا پر بھودیال مہاراج۔" کلیانی نے کہا۔

"تو پھر آؤ ادھر چل کر بیٹھتے ہیں۔" پر بھودیال نے کہا اور تھوڑے فاصلے پر پھر کی بی ہوئی

چل کر بیٹھ گئے۔

کلیانی پر بھودیال کے چہروں میں زمین پر بیٹھ گئی۔

"ہو کلیانی کیا کام ہے ہم سے۔ کیسے آ ہو؟"

"ایک لڑکی کے بارے میں بات کرنی ہے آپ سے۔"

"کون لڑکی؟" پر بھودیال نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہاراج بڑی مندری ہے اور ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کے مندر میں ہے۔ پر مندر کی داسی نہیں ہے۔ اس نے اپنا ڈیڑھ اینٹ کا مکان الگ ہی بنا رکھا ہے۔"

"سمجھ گیا میں تم کس کی بات کرتی ہو؟ ست رانی ہے اس کا نام۔ جتنا میں بہتی ہوئی آئی تھی اپنی یادداشت کھوٹ گئی ہے۔ پر بڑی اچھی۔ آج تک کبھی کسی کو اس نے کوئی تکلیف نہیں لگائی تھی اس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"میرا اس سے سبندھ کر دوں مہاراج۔"

"کیا؟"

"ہاں مہاراج اور میرے کام کی ہے۔ آپ کہتے ہو کہ وہ مندر کی داسی نہیں ہے۔ دیکھ لیا ہے کہ وہ اب اور اتھ پر لگتی بھی نہیں ہے، جب وہ کچھ نہیں ہے مہاراج تو پھر اس کے میرا بندھن

کلیانی..... وہ ایک پوتر لڑکی ہے اور تم ٹھہری جادو نو نے والی۔ تیرا اور اس کا کیا سبندھ ہے۔"

"پر مہاراج میں اس کے بارے میں جاننا ضرور چاہتی ہوں۔ کون ہے؟ کہاں سے ہے اور اگر اس کے بارے میں آپ کو نہیں پتہ تو آپ کو اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔"

"تو..... وہ کیسے؟"

"آپ کے چرنوں کی یہ دھول تھوڑا بہت گیان رکھتی ہے مہاراج۔"

"پر ہم اسے تیرے حواسے نہیں کر سکتے۔ وہ مندر میں رہتی ہے اور بڑی پوتر لڑکی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ہمارا اس سے من کا رشتہ ہو گیا ہے۔ بہت اچھی ہے۔ سب سے پریم کرتی ہے۔ بحال ہے جو اس نے کبھی کسی کا دل دکھایا ہو۔"

"ہم بھی اس کا دل تھوڑی دکھائیں گے مہاراج۔ آپ سوچ لیں ہم آپ کو بتائیں گے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ البتہ ایک بات ہم آپ کو ضرور بتا دیں مہاراج۔ وہ گیانی ہے۔ اتنے گیانی ہے۔"

گیب سی بات ہے جو بات ہمیں آج تک نہیں معلوم ہو سکی وہ تجھے معلوم ہو گئی۔ یہ بات سن لے، اگر وہ خود تیرے پاس آنا چاہے گی کبھی، نو دوسری بات ہے، مگر ہم اسے تیرے پاس نہیں بھیج سکتے۔"

"من توڑ دیا آپ نے مہاراج ہمارا۔ کبھی ہم سے کوئی بات کہہ کر دیکھئے۔"

"تجھ سے ہم کیا کہیں گے سوائے اس کے کلیانی کہ اپنے کلیان کی فکر کر۔ بھگوان سے لڑائی اچھی نہیں ہوتی تو بھگوان سے لڑ رہی ہے۔"

جواب میں کلیانی ہنسی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ مٹی تھی۔ "بھگوان سے لڑائی بھی کوئی آسان بات نہیں ہوتی، پر بھو مہاراج... چلو ٹھیک ہے ہم خود ہی کوشش کر لیں گے۔" کلیانی وہاں سے آگے بڑھ گئی اور پر بھو دیال تشویش بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے رہے۔

☆.....☆.....☆

کنگوتری نے کتنی ہی بار بھگوان کو اس غار میں جاتے ہوئے دیکھا تھا جہاں چند رکھ کا لہجہ موجود تھا، حالانکہ قبیلے کے کسی فرد کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ اس غار کی طرف جائے۔ کنگوتری اپنے آنسو اور اپنے آپ تک ہی محدود رکھنا چاہتا تھا، لیکن نجانے کیوں وہ بھگوان کو منع نہیں کرتا تھا۔ یہ بات آج تک اس کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی کہ بھگوان کا چند رکھ سے کیا تعلق تھا۔ کھوئی ہوئی یادداشت کا یہ مریض اپنے آپ ہی میں الجھا ہوا تھا، لیکن اس کے الفاظ بڑے ناثر انگیز تھے جب اس نے کہا تھا کہ میں نہیں جانتا سردار کنگوتری کہ میرے من کے بارے میں سے کیوں بندھے ہوئے ہیں۔ جس دن مجھے کوئی اپنا یاد آ گیا تو یہ بھی یاد آ جائے گا کہ اس سے کیا سبب تھا۔

نجانے کیوں کنگوتری اس دن کے بعد سے بھگوان کے سلسلے میں کافی نرم ہو گیا تھا۔ اس نے لوگوں کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ اس کھوئی ہوئی یادداشت کے مریض کو کوئی نقصان نہ پہنچے، پھر اس نے

توں کیا

سردار کنگوتری غار کی جانب جا رہا تھا۔ اس کا کوئی دن یا وقت مقرر نہیں تھا۔ جب بھی اس کے پیش بینی کی آگ بھڑکتی تھی وہ غار میں داخل ہو کر چند رکھ کے جیسے کے سامنے بیٹھ جاتا تھا اور یہاں ٹہرتا۔

اس دن اسے نہیں معلوم تھا کہ بھگوان بھی غار کے اندر موجود ہے۔ وہ غار کے قریب پہنچ ہی تھا چاک اس نے اندر سے تیز چیخوں کی آواز سنی اور بڑی طرح چونک پڑا۔ چند ہی لمحوں میں اندازہ ہو گیا کہ یہ آوازیں بھگوان کی ہیں۔ وہ دروازہ پر ہاتھ رکھ کر دھڑک دھڑک رہا تھا۔

"میری بچی، میری بیٹی، میرے من کی رانی ست رانی۔ رانی یہ سب کیا ہو گیا۔ میں کہاں؟ ست رانی یہ تو پتھر کیسے بن گئی ہے۔ ہے بھگوان، کیا ہو گیا؟"

کنگوتری اندر داخل ہو گیا اور حیرت سے بھگوان کو دیکھنے لگا۔ بھگوان بھی یہ احساس کر کے کہ وہ بھی اس غار میں آیا ہے، چونک کر پلٹا۔ کنگوتری کو دیکھتا، باور پھر اس کے بعد شاید اسے یاد آ گیا کہ وہ کہاں ہے! وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھا۔ "میں نے اسے پہچان لیا ہے مہاراج۔ مجھے یاد آ گیا ہے کہ میرے من کے بارے میں سے کیوں بندھے ہوئے ہیں؟ مہاراج۔ رانی سے ست رانی سے مہاراج۔"

"کون ست رانی، تجھ پر پاگل پن کا دورہ پڑا ہے کیا؟ کون ست رانی۔ میں تجھے بتا چکا اس کے بارے میں کہ یہ میری چند رکھ ہے۔"

"بھگوان کی سوگند مہاراج۔ بھگوان کی ساچھی مان کر کہہ رہا ہوں کہ یہ ست رانی ہے مہاراج۔"

"ست رانی نہیں چند رکھ۔ اب تو یہ بھی کہے گا کہ یہ تیری بیٹی ہے۔"

"میں مہاراج ان دونوں کا آپس میں کوئی سمبندھ ضرور ہے۔ آپ کی چند رکھ اور میری رانی بالکل ایک جیسی ہیں۔ آپ نے مجھے پہلے بھی چند رکھ کے بارے میں بتایا تھا۔ اب میں سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں مہاراج۔ مجھے یہ بتائیے کہ چند رکھ کو آپ سے دور ہونے سے کتنے عرصے گئے۔ جب مجھے اپنی ست رانی یاد آ گئی ہے تو اور بھی بہت سی باتیں یاد آ گئی ہیں۔ بڑا ناگوار ہے کہ اب مجھے مہاراج۔"

"چند رکھ میری بیٹی تھی۔ جان سے زیادہ چاہتا تھا میں اسے۔ بہت ہی چھٹی تھی میری۔ دیوا میرا سنا نہیں تھا اسے چاہنے لگا، مگر قتل میں ناک کا پیوند نہیں لگتا۔ دیوا، چھوٹے اپنی اوقات کھ کر بات کی تھی۔ میں نے اسے قید میں ڈال دیا اور اپنی چند رکھ کا وادہ کر دیا میں نے ایک کھڑکے سے۔ پر وہ جیتا نہ رہ سکا۔ ہم لوگ ناگوں کاوش لکال کر اسے شہروں میں بیٹھ

جس۔ چند رکھ کے پتی کو بھی ناگ نے ڈس لیا تھا۔ اس سے میری چند رکھ کے ہاں اولاد ہونے والی تھی کہ دیوانا چھو قید سے نکل بھاگا۔ ایک خوفناک رات کو اس نے میرے گھر میں قفس کر جبکہ میں اپنے گھر میں موجود نہیں تھا، میری چند رکھ کو اغواء کر لیا اور اسے گھوڑے پر بٹھا کر راتوں رات وہاں سے دور نکل گیا۔ اس کے من میں بدلنے کی بجائے ناگھی۔ پتہ نہیں کہاں لے گیا میرے بچے کے گھر سے کو۔ بس پھر مجھے اپنی چند رکھ کا پتہ نہیں لگا۔

”آگے کی کہانی میں آپ کو سناتا ہوں مہاراج۔“ بھرتگی بولا۔

”کیا مطلب؟“

”جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ میرا نام بھرتگی ہے لیکن اس سے پہلے میرا نام کچھ اور تھا۔ کچھ دشمنوں نے ہزاری غربت سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور میرے ہمارے ایک انعام لگا کر جیل میں بند کر دیا۔ میرا بھائی ایک نیک آدمی تھا۔ جو نے انعام کا صلہ برداشت نہ کر سکا اور اس نے تمام ہتھیار کر دی۔ میں اور میری بہن راویہ کا اکیلے رہ گئے۔ پھر ان دولت والوں نے میری راویہ کی عزت پر ہاتھ ڈالنا اور جب مجھے پتہ چلا تو میں نے بدلہ لینے کی کوشش کی۔ میں نے اس عزت دار آدمی کے گھر پر حملہ کیا اور کئی بندے مار دیے۔ پھر مجھے سزا ہو گئی اور میری راویہ کا نبھانے کہاں کہاں لٹو کریں کھاتی پھری۔ مہاراج جس طرح آپ کی چند رکھ کھو گئی اسی طرح میری راویہ کا بھی نہیں ملی۔ مگر چند رکھ کے بارے میں آپ کو مزید باتیں بتا سکتا ہوں۔“

گنگوتری کے صبر کا پیمانہ لہریز ہو گیا اور اس نے آگے بڑھ کر بھرتگی کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔ ”بتاتا مجھے میری چند رکھ کے بارے میں بتا۔ کیا جانتا ہے تو اس کے بارے میں۔ میں دے مجھے میرے بھائی بتا دے۔“ سردار کی آواز دھمکنی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ زار و قطار رو رہا تھا اور بھرتگی کو جھجھور جھجھور کر کہہ رہا تھا۔ ”مجھے بتا میرے بھائی، مجھے بتا بھرتگی آگے کیا ہوا؟“

”دیوانا چھو چند رکھ کو لے کر دور نکل گیا۔ میں ان دنوں ایک ٹوٹے مندر میں شیش نامی جگہ نے تپسیا کر رہا تھا۔ منتظر پڑھ رہا تھا۔ اس دن میں پڑوس کی ایک ہستی گیا ہوا تھا۔ وہاں آج میں نے دیکھا کہ ٹوٹے مندر کی ایک دیوار کے ساتھ ایک لڑکی کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اس لڑکی نے ایک بچی کو جنم دیا تھا اور ناگوں نے ماں بچی کو نرمی طرح ڈس لیا تھا۔ بچی بھی نیچے رنگ ہو رہی تھی۔ بھگوان ہی جانتا ہے کہ اس ماحول میں اس کی پیدائش کیسے ہوئی۔ پر بچی جیتی تھی۔ ماں مر چکی تھی۔ مہاراج میرا من تڑپ کر رہ گیا۔ میں کیا کر سکتا تھا۔ میں نے اس مندر لڑکی کی جلائی اور اس بچی کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اسی کو میں نے ست رانی کا نام دیا اور اس کی پرورش کی۔“

ڈس کنیا

اسی لے لی اور وہ شخص جو چند رکھ کو لے کر وہاں پہنچا تھا، وہ ایک نہرے پھلے کا شکار ہو گیا۔ اور اس کے گھونڈے کی لاش مجھے گھوڑے سے فاصلے پر ہی مل گئی تھی۔ بہر حال مہاراج ست رانی نے اپنے پرہیز خانہ چھوڑ دیا۔ وہ جوان ہوئے تک وہیں ٹوٹے مندر میں میرے ساتھ رہی اور پھر اسے مندر دکھانے کے لئے مندر سے دور لے آیا۔ مجھے اپنی راویہ کی بھی تلاش تھی۔ اس کے بعد بہت سے مرحلے آئے۔ ست رانی نے مندر دیکھا۔ اس کے بارے میں شری نے اترایا ہوا تھا۔ اس کی نس نس میں نہرے پھر ہوا ہوا تھا اور جب بھی کسی ایسے شخص کا اس سے سامنا ہوتا تو اس کے بارے میں نہرے انداز میں سوچا وہ اس کے ڈس کا شکار ہو گیا۔ مہاراج اس کے چلنے چلتے بھرتگی کے لئے دلی میں تیس کچھ لوگ سے۔ کیرولین نامی ایک عورت نے ہماری سہاگانی اور آخر کار ان کی کوششوں سے میری راویہ کا پتہ پل گیا۔ میں راویہ کی تلاش کر گیا تو وہاں ہمارا ایک ایسا دشمن جس کا بھائی ست رانی کے ڈس کا شکار ہو گیا تھا مجھے پانے کی بات ہو گیا۔ اس نے مجھے پکڑ لیا۔ دھوکے سے بلایا تھا اس نے مجھے اور آخر کار غصے میں اس نے مجھے ایک کشتی سے مندر میں پھینک دیا۔ بس مہاراج مندر میں نبھانے کتنا سے گزارا کرے اور آخر کار میرے وہ رخ کی قوتیں شہر ہو گئیں اور پھر اس ساحل پر آ گیا جہاں گنگا دھرن کے کھانا۔ وہ مجھے یہاں قید میں لے آیا۔ یہ ہے میری کہانی۔ مہاراج! ست رانی بالکل اپنی جگہ جس ہے۔ آپ کی جینی بھگوان کے چہنوں میں پہنچ چکی ہے۔ یہ آپ کی نواسی ست رانی کے گھر میں موجود ہے۔“ بھرتگی نے ساری کہانی سنا دی۔

گنگوتری بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رہا رہا۔ ”تو میری چند رکھ فتم ہو گئی۔ پتہ نہیں چلا کیا نھیک؟“ دیوانا چھو، اگر جیتا ہوتا تو میں اس کے گھر سے بدن پر سانپ لپیٹ دیتا۔ اپنی کر: جاتا۔ اسی طرح کہ اس کی ہڈیاں بھی نہ بچتیں۔ پرسرا مر گیا۔ میری بچی کو بھی نے میرے بھائی میں اپنی ست رانی سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس کے روپ میں اپنی بچی چند رکھ کا چاہتا ہوں۔“ بھرتگی مجھے اپنے ساتھ لے چلی۔

”میں سکتے ہیں مہاراج تو دلی چھو۔ میرے من میں آج بھی اپنا بہن کی بھاؤنا ہے۔“ میری بچی، میری بچی اور میری ست رانی۔

”میری بچی میری بچی۔“ گنگوتری نے فوراً ہی کہہ اور ایک بار پھر آگے بڑھ کر بھرتگی سے

ست رانی

ست رانی کا چہرہ کر رہی تھی۔ ست رانی معمول کے مطابق اس طرف جا رہی تھی

دش کنیا

جہاں است سدھا کرن اور پشپا سے ملتا تھا۔ یہ جگہ کافی دور اور کسی حد تک دیوانے میں تھی۔ ست رانی ہنستی کھیلتی اسی طرف بڑھ رہی تھی کہ اچانک کھیاانی اس کے سامنے آ گئی۔

ست رانی اسے دیکھ کر ٹھٹھکی گئی تھی۔ کھیاانی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے سامنے پہنچ گئی۔ ست رانی کے چہرے پر خوف کی کوئی علامت نمودار نہیں ہوئی تھی بلکہ کچھ لمحوں کے بعد وہ مسکرا دی اور اس نے کھیاانی سے کہا۔

”کون ہو تم؟ کیا وہی نہیں جس نے اس دن میرا پیچھا کیا تھا، جب میں پشپا اور کرن سے ملی تھی، کیا تم وہی نہیں ہو جو کشن باں کو جاؤ کا شکار بنا رہی ہو، جس وہی ہونا تم؟“

کھیاانی نے پکار کر ہنس دی۔ ”ٹھیک پہچانا تم نے۔ میں وہی ہوں مگر تم کون ہو؟ کیا تمہیں اپنے بارے میں کچھ معلوم ہے؟“

”میں ست رانی ہو۔ سرفراز مندر میں پرہو دیال مہاراج کے پاس رہتی ہوں۔ میرے پتا مکان ہیں۔“

”بہت اچھے منٹس ہیں وہ۔ پرست رانی تم وہاں کیا کرتی ہو؟“

”رہتی ہوں وہاں۔ پوجا پائٹھ کرتی ہوں۔“

”مجھے ایک بات بتاؤ؟ کیا مہاراج پرہو دیال نے تمہیں تمہارے بارے میں کچھ بتایا ہے۔“

”ہاں بس یہ بتایا ہے کہ ان کے لئے بیٹیوں جیسا مقام رکھتی ہوں۔“

”ست رانی آؤ میرے ساتھ کچھ میں چلو۔ میں تمہیں تمہارے بارے میں بہت کچھ بتاؤں گی۔ وہ جو کسی نے تمہیں نہیں بتایا۔ آؤ میرے ساتھ۔“

”وہ میرے پاس آنے والی ہیں، میری کھیاں۔“

”دیں منٹھ میں آ جائیں گی۔ میں بلا لوں گی انہیں وہاں۔ تم چلو۔“

کھیاانی نے کہا اور ست رانی شانے ہذا کرواں سے چل پڑی۔ اس کے انداز میں ذرا ذرا خوف نہیں تھا حالانکہ کھیاانی چل چکی تھی کی مالک تھی نہیں اس کے سامنے جو بڑی کھیاں نجانے کون سی تھیں لے کر اس سنسار میں آئی تھی۔

تمہاری دیر کے بعد وہ اس منٹھ کے پاس پہنچ گئی۔ کھیاانی پوری طرح ست رانی کو اپنے میں جکڑنا چاہتی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ سامنے کئے تو سامنے ہی دو سنگھاسن آ گئے جو کہ خوبصورت تھے۔

ست رانی نے مسکراتی کھیاں ہوں سے اسے دیکھا تو کھیاانی بولی۔ ”ہیحو۔ ست رانی! تم

دش کنیا

کھیاانی نہیں بلکہ مہارانی ہو۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ آج تک کسی نے تمہیں صحیح راستہ نہیں بتایا۔ یہاں تم دیویوں کی طرح پوجی جاسکتی ہو۔ تمہیں وہی دے گا جو تم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔

ست رانی سے بارے میں زیادہ نہیں جانتی پر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس سنسار میں تم جج ست رانی کی آئی ہو۔“

سنگھاسن پر بیٹھ کر ست رانی نے کھیاانی کو دیکھا اور بولی۔ ”مجھ سے لیا چاہتی ہو؟“

”وہیجو، میں سب سے پہلے تم سے تمہارے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔“

”میرا سن کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاؤں۔“

”تو میں تمہارے من سے ساری باتیں خود نکال لوں گی۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے، اگر ایسا ہو گیا تو پھر میں تمہاری دای ضرور بن جاؤں گی۔ چلو من سے جو نکال سکتی ہو نکال لو۔“

کھیاانی مسکرائی۔ اس نے زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھالی۔ اس پر بڑھ کر کچھ پھونکا اور من اچھا دی۔ ست رانی مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ تب کھیاانی نے ست رانی کی من میں جھانکا۔ ست رانی اسے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً یوں لگا جیسے کسی نے کھیاانی کو سنگھاسن سے نیچے پھینک دیا ہو۔ کھیاانی بہت زور سے نیچے گری تھی۔ اتنی زور سے کہ ہڈیاں کڑکڑائیں۔

طرح خوفزدہ ہو کر ست رانی کو دیکھنے لگی اور ایک ہاتھ اٹھا کر پیچھے بٹنے لگی۔

ست رانی اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھی۔ اس نے کھیاانی کو سہارا دیا اور بولی۔ ”اٹھو... تم کھیاانی ہو۔ تم نے وہ کیا جو تمہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس میں میرا دوش نہیں ہے۔“

کھیاانی ایک ہاتھ سے اپنا منہ پونچھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دوسری ہاتھ ست رانی کی من میں نہیں دیکھا تھا بلکہ کافی حد تک خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔

ست رانی پھر اپنی جگہ پر چکر بیٹھ گئی اور بولی۔ ”تم نے ان بڑکیوں کو نہیں بلایا۔“

”آگئی ہیں وہ۔ دیکھو ان کے سامنے میرا پران منہ کرنا“ وہ بولی اور سنگھاسن پر بیٹھ گئی۔ سدھا کرن اور پشپا اسی طرف آ رہی تھیں۔ وہ کھیاانی کے منٹھ سے تھوڑے فاصلے پر جا کر کھیں۔ ست رانی انہیں دیکھ رہی تھی۔ جب وہ کئی منٹ تک وہاں سے آگے نہ بڑھیں تو ست رانی نے حیرانی سے کہا۔ ”یہ یہاں کیوں نہیں آ رہیں؟“

”میں نے انہیں وہاں روک دیا ہے کیونکہ ابھی مجھے تم سے باتیں کرنی ہیں۔“

”روک دیا ہے۔“ ست رانی حیرت اور دلچسپی سے بولی۔ ”یہ سب تم کیسے کر لیتی ہو کھیاانی؟“

”تمہاری آنکھوں سے آنکھیں تو نہیں ملاؤں گی کیونکہ جو میرے ساتھ بیٹ تھی ہے وہ

سیری قلم لٹیک کرنے کے لیے کافی ہے۔ پر تم سوال کر رہی ہو تو مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے۔ خبر جواب دینا میرے لئے ضروری ہے۔ میں کالا جادو جانتی ہوں اور اپنے کانے گیان سے غیبت سے کام کرتی ہوں۔"

"والہ! تم نے یہ سنگھارن اس طرح منگوائے میں حیران ہوئی۔ تم نے نشان دہا کر دیا۔ مجھے تعجب ہوا۔ تمہارے بارے میں اور بھی بہت کچھ جانا چاہتی ہوں۔ کالے علم یا کالے گیان سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن سنسار کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا سنا کرتا ہے اس لئے تم سے یہ ساری باتیں پوچھ رہی ہوں۔"

گیانی نے واقعی ست رانی سے آنکھیں نہیں ملائی تھیں۔ پھر ان نے کہا۔ "ست رانی نے جانتے بوجھے حیران کر دیا ہے۔ گیان دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک کالہ گیان اور ایک دیوتاؤں کا گیان۔ میرے جیون کی کہانی بہت لمبی ہے اور مجھے حکم بھی نہیں ہے کالی ماما کا کہ میں وہ کہانی کو سناتاؤں۔ اپنے بارے میں تو تمہیں نہیں بتا سکوں گی، لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ دیوتاؤں کا گیان بڑا ہوتا ہے اور کالے گیان والے: تن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ گیان تمہیں کہاں سے ملا؟ پر ایک بات ہے تمہارا گیان مجھ سے بڑا ہے۔ اگر تم نے دیوتاؤں کا گیان حاصل کیا ہے ست رانی تو میں تمہیں تمہارے اسی گیان کی سوگند دے کر کہتی ہوں کہ مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اپنے کالے گیان سے تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کروں گی۔ دیسے مجھے تمہوڑا سنا یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسی بہاؤ شکتی اس طرح تھر تھر رہی ہے اور سنسار ہاسی اس سے بے خبر ہیں۔ کالی ماما کی سونگند تمہارا چاہو تو تمہیں ایک دیوی کی طرح پوچھا جاسکتا ہے۔"

ست رانی دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "مگر مجھے ایک بات مانو گیانی۔ دیوی بن کے مجھے ملے گا کیا؟"

"دہانت کے انبار، سونا ٹٹری، رانی ہوئی تم۔ سونے کے ٹکس میں رہ سکتی ہو اگر تم چاہو تو۔ بڑا گیان تمہارے پاس ہے اس سے تم نچا سنے کیا کیا حاصل کر سکتی ہو۔ دیکھو ست رانی میں ایک بات بتاؤں۔ یہ سنسار بڑا الو بھی ہے اور جس کے پاس مایا ہے وہ سنسار کا سب سے بڑا مان ہے۔ تمہیں حسن بھی ملا ہے اور گیان بھی۔ اتنی حسین ہو تم کہ اگر چاہو تو آدھا سنسار تمہارا پیچھے پیچھے پھرے۔ جیون چاروں کا ہے ست رانی۔ چاروں کے اس جیون کو اگر سندھ دھانے کا لٹا ہے تو تمہارے کیوں چھوڑتی ہو؟"

ست رانی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ اسے یہ باتیں بڑی اچھی لگ رہی تھیں۔ اس نے

ڈس کنیا

"تم مجھے بہت تجربہ کار دکھائی دیتی ہو کیرنی۔ بھرتی بابا نے مجھے پہلے دن سے پروان چڑھایا۔ پھر وہ مجھے سنسار دکھانے کے چلے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ سنسار بڑا اچھا ہوتا ہے اور اسے مناسب سے مشکل کام ہے۔ گیانی تم مجھے سنسار کے بارے میں بتاؤ۔ میں تمہیں اپنا ٹیوٹو بنائے گا۔ ہوں۔ تمہارے پاس غم کلا ہے۔ وہ تمہاری مرضی سے کہ تم اسے جیسے چاہو استعمال کرو۔ تم نے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ تم نے مجھے سوگند دی ہے کہ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتی ہوں اور ابھی تفصیل سے بتاتی ہوں۔ یہ ایک شرط پر۔ تم مجھے بارے میں سب کچھ بتاؤ گی۔"

"ارے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ سنسار کے بارے میں تمہیں اتنا بتاؤں گی کہ تم سنسار کی سب سے سمجھ دار غور مت بن جاؤ گی۔ مان لو میری بات۔ جو میں کہہ رہی ہوں سمجھ لو۔ وہ تمہارے دوست ہو گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتی ہوں کہ میں نے ایک مندر میں آنکھ دلی۔ ٹونا چوٹا مندر تھا جو سنسار کی آجڑائیوں سے بہت دور تھا۔" ست رانی نے اسے مختصر الفاظ اپنے بارے میں تفصیل بتائی اور پھر بتائی۔ "اور میرا کوئی گیان نہیں ہے میں نہیں جانتی کہ میں نے میرے اندر کیا کیا اتار دیا ہے۔ میں کچھ پکیر دیرے دوست رہے ہیں نہ سنسار میں سے والے یزے مکڑے جو اس کی گانٹھ ہوں یہ منصوبہ ست جیون بتانے والے۔ سب کے میرے دوست ہیں۔ جب کوئی یاد ہو رہا ہے تو یہ کچھ پکیر دیکھو اس کا علاج بتاتے ہیں چونکہ اس کی جڑی بوٹیوں سے انہی طرح واقف ہیں۔ یہ میری طلب کردہ چیزیں مجھے لا کر بھی دیتے ہیں۔ میں یوں سمجھتی ہوں کہ یہ میرے ساتھی ہیں۔ باقی بھوان نے میرے من میں جو کچھ اتار دیا ہے۔ یہ میری چیزیں میرے ساتھ ہیں۔ میں تمہیں بتاؤں کہ میں ڈس کنیا ہوں۔ بڑے بڑے مانگوں نے اس میں میرے شری میں اتارا ہے۔ میرا جھوٹا پانی کبھی مست چنا۔ میں زہری پوٹ ہوں سمجھ رہی ہوں سیری لیس لیس میں زہر بھرا ہوا ہے۔" ست رانی نے کہا۔

کیرنی کا چہرہ سکڑ گیا۔ پھر وہ بولی۔ "تو کیا تمہارا جھوٹا پانی کسی کو نقصان پہنچا رہا ہے؟" "نہ کد کر خیریت دیتا ہے منٹو کو۔ اس کے بہت سے تجربے ہو چکے ہیں۔" "جے مہا کالی۔ جے مہا کالی۔ پھر تو تم بہت بڑی ہوسٹ رانی۔ میں تمہارے چہلوں کی ہوں۔"

"اب تم میری دوست بن چکی ہو۔ کیا تمہیں؟" "ہاں اب مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہو گا۔ پر ست رانی میں یہ چاہتی ہوں کہ سنسار

اسیوں کے کا سر آیا جائے اور اپنے کا مر بھی آیا جائے۔
 ”وہ کہے؟“

”میں تمہیں اس کا تجربہ نہ ادا ہو گی۔ میرے پاس ایسی بہت سی ترغیبات ہیں جن سے تم دولت کے انبار دیکھ سکتے ہیں۔ تم اپنا کام کرنا میں اپنا کام کروں گی۔ تم مندر میں رہنا، میں مندر میں رہوں گی۔ میں تمہیں دینی بنائے رہوں گی۔ پر بھودیال جی تو کچھ بھی نہیں جانتے، کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ تمہارے بارے میں۔ دو بے بیارے ایک سیدھے سادے پہاڑی ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ ان میں یہ جانا سکتا ہے کہ وہ واقعی آدمی ہیں اور سندھ میں لوگوں کی بہتری چاہتے ہیں۔ چاہو، دو دست بن گئے۔ سب سے پہلے مجھے اپنے کوئی کام دینا۔“

”کیا سہو ترقی دیونی نے تم سے کشن داس پر جادو کر لیا ہے۔“ سستہ رانی نے منہ چڑھا۔
 ”جی ہاں اور اس نے مجھے جھارنی میں بھی رکھا ہے۔“

”کشتی داس کی شاؤں ہو چکی ہے۔ ساوتری دیونا اس کا من خراب کر کے اسے اپنی بیٹی کے ساتھ یہ ہنچا ستی ہیں جبکہ کشتی داس اس لڑکی سے پھیرنے کو چاہے جو مبرا ہے۔ تمہیں وہ رہے۔“

”ہاں! یقیناً بات ہے۔“

”تو اب تم کیا کر رہی ہو؟“

”میں نے کہا تا میں اس سے لئے جا پ کر رہی ہوں۔ یہ کام اب تک ہو بھی چکا ہوتا۔ پر یہ سسرے سنسار باقی صرف اپنے مطلب کی بات کرتے ہیں۔ میں ساوتری ویدی سے اس کی جوہیں نکالی کر رہی ہوں۔ جب وہ میرا منہ مانگا معاوضہ مجھے دے گا تو میں کسٹن اس کا دماغ بائبل آئٹ دیوں گی اور وہ بالکل ہی بخول جانے گا اس لڑکی کو جس سے اس نے پھیرے لئے ہیں۔“

”مگر میں چاہتی ہوں کہ آپ سنا لیں؟“

”میں بہت اُسے بڑھ چکی ہوں۔ تم سے جانے دو! مجھے جو کہ تم کو کھوٹی میں وہ کروں گا۔“
 ”نہیں سوچا، پشپا اور مرزا سے میں نے وعدہ کر لیا ہے اب تم صرف اتنا کرنا کہ نشی و نس

میں نے یہ سب کچھ دیکھا اور اس کے بعد اس نے میری طرف دیکھا۔

”تو چہ منورہ متری و بیوی کے پاس آئی۔ ہوگ میں پانی ہے۔ یہ پانی وہ چالائی سے لیا
و اس کو اپنی بیوی پر لیتے گئے۔ یہ پاہو بھی ہے اور اس پانی پر میں نے کالی و چوکی کو منتر پڑھا ہوا ہے۔
اسے وہ پانی پیٹے سے روک دو۔ مادی متری جب میرے پاس آئے گی تو میں اس سے اپنے اپنے خیر و
بور کی بر آ کر کوئی کام نہیں کروں گی۔ یہ میرا ارادہ ہے۔“

402

1. 1990-1991

•

تاریخ: ۱۳۸۵/۰۵/۰۵

...the ...

نیویں ویں اسی طرح بیت کے۔ ہر غریب کی کوئی۔ 'باز' اب وہ تمہارا انتظار
 ہے میری طرف سے احمقانہ، اور تم سے خودی حتیٰ کہ وہی۔ کبھی طرح یہ بعد
 کی جیسے۔

برای مقاصد دیگر

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

موجودہ اس کی مثال کا دیا ہے۔ یہی تمہیں رہنما میں اختیار۔ لیچ کر اس نے جڑی پہ نکالیا کہ
 کو کہا گیا کہ۔ بعد میں کہیں یہ نہ نکالنا چاہا گیا۔ اپنی دانست میں اس نے جڑی کو ہٹو
 یہ ایک وقت ہے کہ۔ مارنے سے کھینچ لیا۔ طاقت ور بچا ہے وہ اس وقت ہے۔
 اپنی۔ دانست میں یہ کام چھل نہ لیا تھا۔ شخص جو قی تو رت کے فیل کے مطابق نہیں ہے
 کیا تھا۔ قی۔ چن نہ کے سکھائی ہوئی تو اس کا ہر قسم۔

ملا توں کو نہ تھیں پاس تھا۔ بہت پر ایسا تو بھائی کا چہرہ آنکھوں نے سامنے آ جا، تھا۔ سب
 محسوس کی بات یہ تھی۔ بھائی ٹھیک ہو گیا تھا۔ بہت دیر ہوئے کے بعد وہ غیر قدرتی
 تھا۔ غم لرزہ تھیں سے جھانک نہیں جا، رہا تھا۔ بھائیوں سے محبت تو ہوتی ہے، انہوں نے اسے اپنے
 حق تھا۔ اب وہ بھتیجی کی انتہائی منزل میں داخل ہو چکا تھا۔ زندگی بھر کھانا نہ تھے
 کھا ہوں گی، بہر حال اسے کی تھی وہ اس کے لئے نا قابل برداشت ہو رہی تھی۔ بہر حال
 تھے سے تھوڑا بہت سکون نہ ہو، رہا تھا اور اس کے بعد وہ سارا دن وہ رہا اس آگیا تھا۔

ان کے ذہن پر گہرے جرحی درام اور نو نونداں اس کے ساتھ ملے لیکن اپنی جھپٹیں بھر پور
بھرتے رہتے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ کس طرح کو بچیں سنبھالنے بھرنی کے لئے توڑ پ
توڑ کا حال سباز بن پور آئے ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ گزار دیا۔ ایک دن گرینڈ شہزادے بن
نے پاس بلا لیا۔

”تمہارا کیا خیال ہے، نیا میرے ذہن کی آگ بجھ گئی کیوں؟“

ابھارا ج! جو پریم آپ کو اپنے بھائی سے ہے اس کو دیکھتے ہوئے تو کوئی بھی یہ سوچ سکتا

تہ آپ کے من میں اب کبھی نہیں بچے گی۔" گووند اس نے کہا۔

"ایسا ہی ہے گووند اس۔ آٹھ گیس بند کرنا ہوں تو اس کی موٹی صورت آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے اور من بے چین ہو جاتا ہے۔ میں کیا کروں، مجھے بتاؤ میں کیا کروں کرچن سگھ نے کہا۔

گووند اس نے فوراً ہی مدتیج سے فائدہ اٹھایا۔ "مہاراج ہمارا منہ چھوٹا ہے، بڑی بات کہتے ہوئے من ڈرتا ہے۔"

"تمہیں میں نے دوستوں کا درجہ دیا ہے۔ یو لو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مہاراج! اصل تو خیر بھرتی ہی تھا جسے موت کے گھاٹ اترنا تھا اور بدھائی ہو مہاراج کو مہاراج نے اس سے اپنا ہاں لے لیا۔ پر وہ ناگن ابھی چلتی ہے۔ کیا آپ اس ناگن کو چھو دیں گے؟"

"ہنگوان کی سوگند ہرگز نہیں۔ میرے بھائی کی موت کا ذریعہ تو وہی بنی ہے۔ ہاں میرا جگن کیسے مرا ہوگا اس کے دس کوئی کرے۔"

"جی مہاراج۔ تو پھر کیا حکم ہے اس کے لئے؟"

"مجھے بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"مہاراج! اگر مناسب سمجھیں تو دلی چلیں جہاں سے وہ اشتہار چھپا تھا اور جہاں سے بھرتی تار سے پاس آیا تھا۔ ست رانی وہیں ہوگی۔ ہم دلی چل کر کسی ہوٹل میں قہرے ہیں اور ست رانی کو تلاش کرتے ہیں۔ بس مہاراج اس کے بعد آپ کے ان داسوں کا کام ہے کہ وہ ست رانی کے ساتھ کیا سوک کریں۔"

"میں اسے گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔ اسے زخم لگاؤں گا اس کے شریر پر کہ گئے جائیں۔ اس کے شریر کا سارا خون زمین پر بہا دوں گا۔" کرچن سگھ کی آنکھیں خون اٹھنے لگیں پھر اس نے کہا۔ "تیاریاں کر دلی چلنے کی۔"

کرچن سگھ، گووند اس اور ہری رام کے ساتھ دلی آ گیا۔ دلی کے ایک ہوٹل میں کمرے کے بعد تھوڑا سا بھیس بدل کر اس پتے پر پہنچ گیا جہاں کا پتہ اخبار میں چھپنے والی خبر دیا گیا تھا۔ بیلن وہاں پہنچ کر اسے عجیب ہی کہانی معلوم ہوئی۔

اسے پتہ چلا کہ کسی نے کیرویلین اور اس کے دست راست حسن شاہ کو قتل کر دیا اور ست رانی اس لڑکی کا وہاں کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ ایک دھوکہ بھری خبر تھی، لیکن یہ لوگ کیا کر سکتے تھے۔ یہ ممکن ذریعے سے انہوں نے پتہ لگایا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بھی ست رانی کے بارے

میں حاصل نہیں اور بڑی چاقی سے ساری باتیں معلوم کر کے وہ کرچن نے پاس پہنچ گئے۔

نے یہ دیکھ بھری خبر کرچن کو دی کہ ست رانی کے بارے میں اب کسی کو پتہ نہیں معلوم کہ وہ کرچن ان دونوں کی صورت دیکھ کر دھمکا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم پیاسے کے پیاسے رہ گئے۔ ہم اپنے بھائی کی قاتل نوکری کو پکڑنا چاہتے۔"

گووند اس اور ہری رام نے گردن ہٹائی۔ پھر وہ لوگ مہاراج پورو انہیں چل چکے، لیکن اس کی بے چینی ختم نہ ہوئی۔ وہ تیار ہو گیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کا ذہن کم ہوتا جا رہا تھا۔ چدر سے لپٹ چکی تھیں ایسا روک لگا تھا اسے کہ کسی طور دور نہیں ہو رہا تھا۔

گھروالے ابھی سخت پریشان تھے۔ کچھ بزرگوں نے مشورہ دیا کہ وہ یا تو ان کو نکل جائے۔ مہینوں اور جوڑیوں سے رابطہ کرے کہ وہ اس کے من کی شنائی کے لئے دعا میں کریں۔

بزرگوں نے مشورہ اس کو کرچن نے قبول نہ کیا اور اس کے بعد کینا تارنی، رنٹھ، اشور، یہ اور وغیرہ کے مندروں میں جا کر پڑا تھا انہیں کی نہیں۔ پھر اس کے بعد اس کا رخ متھرائی ہو گیا۔

متھرائی کے بعد اس کا ارادہ بندراون چلنے کا تھا۔ متھرائی پہنچنے کے بعد اس نے جمن کمار۔

دل دیا جہاں بہت سے یاتری اپنے اپنے گیسے گائے یا ترا کے لئے آئے ہوئے تھے۔ کرچن سگھ بہت بڑا آدمی تھا۔ زندگی میں نجائے گیا کیا کچھ کر چکا تھا۔ بے شمار لوگ اس کا نام کا شکار ہوئے تھے، لیکن آخر کار انسان پر ایک ایسا وقت ضرور آ جاتا ہے جب وہ خود کے بس ہو جاتا ہے جتنا ہے اسے وہ دوسروں کو کر دیتا ہے۔ کرچن سگھ بھی اس وقت بے بسی رہ گیا تھا۔

بھائی کی موت نے اس پر اتنا اثر ڈالا تھا کہ ایک طرف اس کی دیوانگی عروج پر پہنچ ہوئی دوسری طرف اس کا دل سینے میں پروقت پڑ پڑا رہتا تھا اور اس کی کچھ میں نہیں آتا تھا کہ بلائے کے لیے کیا کرے؟ ہری رام اور گووند اس نے کرچن سے بہت دیر کئی کئی گھنٹوں کے ساتھ ساتھ بیٹھا وہ اس سے مجلس بھی تھا اور جانتے تھے کہ کرچن سگھ کا نام دور ہو۔

بہر طور اس کے بعد مندروں کی یاترا نہیں شروع ہو گئیں۔ کرچن سگھ کے ساتھ پچھلاؤ، ڈاکے، تھے جن میں اس نے خاندان کی عمر میں بھی تھیں۔

بہر حال وہ اس خاندان کا سربراہ تھا اور اب ہی اس کے جیون کا سلسلہ چاہتے تھے۔

جا رہی ہیں۔ متھرائی تو مندروں اور بندروں سے بھرا ہوا ہے۔ نئی مندروں کی

”و پھر“ کہیں جلدی سے ہوئی۔

”خجریا۔ جو میں چاہتی تھی اور ہو گیا۔“

”مت رانی! تمہیں بھگوان کی سونگڑ جلدنی پتاؤ۔ غم جانتی ہو کہ انہیں نشن بھیا سے کتھاپار ہے اور تم اس سے بڑے پویشان ہو گئے ہیں۔ پڑ جی ہیں کہ کوئی بات ماننے کے لئے تماری نہیں ہیں۔“

”مانزہ جانیں گے۔ اب سب کچھ مان جائیں گے۔ میری ایک بات سنو۔ سادہ سادہ پانی کو
کے نیسے میں پانی کی انیل بوتل سے جس میں پڑھا ہوا پانی موجود ہے۔ یوگیتا یہ پانی نشن داس کو
دلاتی ہے اور نشن داس جادو کے زیر اثر آتا چارہ ہے۔ تمہیں یہ کام رکنا ہوگا۔ میں تمہیں اس کا
طریقہ بتاتی ہوں۔ کسی بھی طرح یوگیتا اور سادہ پانی کو ان کے خیسے سے نکال دو اور پھر وہ پانی
کھیں گے چائے کی کڑواہٹ اور اس کی جگہ اس کا ہی سادہ پانی بھر دو۔ اس طرح کہ یوگیتا کہ پانی نہ
پانی کے شعلے ہونے سے ناراض اثرات ختم ہو جائیں گے اور نشن کی حالت بہتر ہوتی
جائے گی۔“

”ہم برویں گے۔ یہ نامیش کل نہیں ہوگا۔ پر میں تو یہ چاہتی ہوں کہ سادہ دینی دیونی کسی
 شخص سے متعلق نہ آجائیں۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کا پتا جی تو پتہ چل جائے۔“

”ختم ایف کا سرگرم سواترنی ویونی سے بارے میں ایک بار پھر اوست نامانہ جی کو بتاؤ اور جو نتیجہ نکلتا ہو مجھے بتاؤ۔ پھر میں دیکھتی ہوں کہ میں کیا کر سکتی ہوں بلکہ ایف دور کام کرو۔ تم اوست نامانہ جی کو بتاؤ کہ رات کی چار بجی میں سواترنی دیوی ایک کالے جادو کی ماہر کے پاس جاتی ہے کہ دشمن واس پر کانا جادو کر رہی ہے۔ وہ اس کا پیچھا کریں تو سارا خطر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ پھر بھی انہیں اتر یقین نہ آئے تو وہ جانیں اور ان کا کام۔“

پشپا جبراً کر سدا سدا کی طرف دیکھنے لگی، لیکن کرن بولی۔ "یہ کام میں کروں گی۔ آخر میرا

"چاہیے۔"

”اگر کام ہو جائے مست، اُن تو ہم جیون پھر تپہیں رو، میں دیں گے۔“

”ہو جائے گا جیسا جس نے تم سے کہا یہ کام ہو جائے گا۔“ سے رانی نے پوچھا۔ اسے اندازہ کے ساتھ تھا۔ کافی دیر تک باتیں کرتے رہنے کے بعد وہ سب دھماکے سے اندھ لکی تھیں۔

وہ تو کشتن داس سب کا پہیچ تھا نہیں نہ تو نے اس میں جھانکی تھی۔ سب سے زیادہ

یہ تو انہیں کرنے کے بعد ذخیرہ کر چکی تھیں۔ مصلحتوں کے مطابق ایک قدمہ میں پہنچا اور وہاں پر اسے لٹھ مارنے لگا۔

آج درگاہ چلتی اور پورے مٹھر اسکے مندروں میں اس دن خاص پوجا ہو کر رہی تھی۔
 گرجن سنگھ اور اس چہرہ والے ایک ٹوٹے میں بیٹھا تھا۔ اس کی نگاہیں گھاٹی کے نیچے
 چائے خانہ تھی۔ اس کی نگاہوں میں بڑی تسرت و یاس تھی۔ درگاہ کی قدر آدم ہنس رہا تھا۔
 اس کے ساتھ تپ گائے بٹھے کلاہی رنگ کی مارٹھی باندھے ایک پوکیا کھڑی ہوئی تھی۔ یہ
 بہت خوبصورت ٹنک رہی تھی۔ گرجن سنگھ نے پہلے تو اس پر توجہ نہیں دی۔ لیکن پھر اس کی اتنی
 نئے چہرے پر پڑی اور دوسرے نمبر اس کے پورے بدن کو شدید جھٹکا لگا۔ یہ پوکیا
 والی جان پہچانی ہے۔

☆ ☆ ☆

سدا عدا کریں اور پشیمانیوں سے برائی کا انتظار نہ کریں۔ انہوں نے خود سے موت کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہی دست چال، وہی بکیش انداز، مسکراتی ہوئی چل آ رہی تھی اور پہلو سے لہجہ دہان کے پتہ پہنچ چکی۔

”غیر تو ہے ست رانی! آج تجھ پر ہوئی تھیں“ سدھا بولی۔
 ”کہاں۔ میں تو سے پر آئی تھی۔ تم لوگ ہی یہاں موجود نہیں تھیں۔ میں تنہا
 ہوئی آئے بڑھتی۔“

”مذہب تو ابھی اسی یہاں پہنچے ہیں۔ تم کہاں سے آگے بڑھ سکتے ہو۔ تم خود آگنی ہو۔“

”ہاں شاید ایسا ہو گا۔“

“کبریا کی تعریف کیلئے ہر شے کا نام ہے۔“

”ہاں... آتے علی گئی تھی۔ ٹھیکانی کے منہ کے پاس۔“

”کلیانی کے منہ کے پاس؟“ تینوں بڑیاں خوفزدہ لہجے میں بولیں۔

”بہن بیویں؟ وہ کوئی چیز ہے جو مجھے کما جائے گی۔“

”نہیں۔۔۔ وہ جگہ توجہ کی خوفناک ہے۔ وہاں جاتے ہوئے اڑتا ہے۔ تم، بالیہ پٹی مٹی تھیں۔“

"میں نے تمہیں وچن دیا تھا تاکہ تم یانی، کشن واس پر آئندہ اپنا جاوہ ٹھیس چا سکے
اسے دست باری ہوتے گی۔"

”ہٹائی۔ آپ نے شن بھیا کے لئے کچھ کیا؟“

”کیا مطلب؟“ ادت نارائن نے کہا۔

”میں نے آپ کو بذاتی کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ اپنا کام مسلسل کر رہی ہیں۔“

سنے جا۔

نارائن غصے سے کرن کو دیکھنے لگا پھر بولا۔ ”میں نہیں جانتا تمہیں اچانک ساوتری سے اتنی

دشمنی کیوں ہو گئی ہے۔ کیا تم پھر اس لڑکی سے ملتی تھیں؟“

”جی۔ بوا جی کی میں اب بھی عزت کرتی ہوں لیکن وہ اپنے مقصد کے لئے میرے

بھائی کی دشمن بن گئی ہیں۔ میں انہیں اس دشمنی میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ چاہے آپ کچھ

بھی کر لیں۔ بس اب جو مجھ سے ہو سکے گا میں کروں گی۔“ یہ کہہ کر وہ خیمے سے نکل گئی۔

ادت نارائن پریشان ہو گیا تھا۔ وہ اس بات کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دوسری طرف کرن، سدھا اور پشپا کی مدد سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ جیسے ہی موقع ملا

انہوں نے پانی کی بوتل میں پانی بدل دیا۔

شام کو وہ ست رائی کے پاس گئیں اور اسے سام کی بات بتائی۔ ست رائی نے آگاہیں اند

کر لیں تھیں۔ کچھ دیر کے بعد وہ آگاہیں کھول کر ان تینوں کو دیکھنے لگی۔ پھر بے اسرار سبکے میں

ہوئی۔ ”رات کو ساوتری، بھائی کے پاس جانے کی۔ تم ادت نارائن جی کو اس کا پوچھا کرنے پر مجبور

ایٹا۔ سب لکھتے ہو جانے گا۔“

لیکن لڑکیوں کو کچھ کرنے کی ضرورت تھی نہ آئی۔ ادت نارائن بے حد پریشان ہو گیا تھا۔

رات کو اسے خیمہ نہ آئی اور جب ساوتری اندھیرا ہونے کے بعد بے اسرار طریقے سے چھپتی پہنچاتی

خیمے سے نکل کر گائی سے ملنے چلی تو ادت نارائن بھی خاموشی سے اس کا پیچھا کرنے لگا۔

پتہ ... پتہ ... پتہ ...

وہ ساوتری دیوی کا پیچھا کرنا رہا۔ روشنیاں پیچھے رہ گئی تھیں۔ مندروں کی روشنیاں ویسے

چمکی تھیں۔ اور جتنا کنارے مٹھ پیچھے دوسرے تھے اور ان مٹھوں کے درمیان ایسا بھیا تک

تھا کہ وہاں بہشت سے کانپ اٹھے۔ آخر کار ساوتری دیوی ایک ایسے مٹھ کے سامنے رک گئی،

جس کے اوپر ہی جسے میں دیا روشن تھا۔ اس نے مٹھ کے دروازے پر پہنچ کر آواز دی۔ ”کھیلی،

... باہر آؤ کیا تم جاگ رہی ہو؟“

ادت نارائن نے ایک مٹھ کے پیچھے اپنے آپ کو چھپا لیا تھا جہاں ساوتری دیوی کھڑی

تھی وہاں اس مٹھ کا خاصہ چند گز سے زیادہ نہیں تھا۔ وہ گناہ آواز میں آسانی سے سن سکتا تھا۔

اس کے بعد اندر کچھ آگئیں ہوئیں اور پھر مٹھ کے چھوٹے سے دروازے سے ایک بھیا تک

کا عورت باہر نکل آئی۔ اس کے ہاتھ میں دیا تھا جسے وہ اپنے چہرے کے قریب کئے ہوئے

ہاں سے رہتی ہو دیکھا اور بولی۔

”جب تمہارا دل چاہتا ہے نہ اٹھ کر چلی آئی ہو کہ اگر کم آنے کی خبر تو دی ہوتی۔“

”میں تمہارے پاس بہت ضرور ہوں۔“

”ہاں بولو۔“

”بڑی گز بڑ ہو گئی ہے۔۔۔ پہلے تم یہ پیسے سنبھالو۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں

پتہ پتہ دے دوں گی۔“

”اسان مست کرو مجھ پر، بتاؤ مشکل کیا پیش آئی ہے؟“

”تم ست رائی ہو جاتی ہو؟“

”میں نہیں جانتی بس یوں سمجھو کہ تمہارے ہی سے پہلے میں نے اس کا نام سنا ہے۔“

”وہ مجھے کافی خراب لڑکی لگتی ہے۔ اس نے کچھ ایسا چکر چلا رکھا ہے کہ میں بھی چکر اکر رہ

پر جھوٹا دل اس سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی کرے اسے مہربان ہے۔
 ”تم ہمارا مطلب ہے کہ۔“ سداوتری نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ جس اس سے زیادہ تمہاری اور کوئی مدد نہیں کر سکتی، اب تمہیں اپنے مددگار سے
 دیکھنا ہوں گے۔“

”لیکن بھائی تم نے کہا تھا کہ جب تک کشن داس کے ذہن سے وہ لڑکی نہیں اٹھ جاتی
 یہ بی بی مدد نہ کرتی رہو گی، یہاں تک کہ وہ میری بی بی سے شادی کر لے گا۔“

”اور سے بایا! ایسے معاملات میں تو کالی دیوی بھی کچھ نہیں کر سکتی، کیا سمجھیں تم؟“
 ”تم کالی کی داس ہو۔“

”میں کالی کی داسی ہوں، کالی کی ماں نہیں ہوں، کیا سمجھیں تم؟“ کھینچی نے جھڑپے سے
 سب سے پہلے کہا اور سداوتری کا منہ حیرت سے کھلے کا حلقہ بن گیا۔

”کلیانی! کیا تمہارے اندر کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہو گئی ہے؟“
 ”ہاں ہو گئی ہے، پھر۔“

”میری جو تم سے بات ہوئی تھی۔“

”اب تو جاؤ نہ تیرے حق میں اچھا نہیں ہو گا اور میں تمہیں بتاؤں یہ ابھائی تیرے لیے
 کفر اور ہے۔ میں نے اتنے کچھ نہیں بتایا تو نے خود ہی اپنی راہ پر کھینچی اُسے سنا دی ہے۔ جا سداوتری

جا اور اس کے بعد میرے پاس کبھی مت آنا۔“ یہ کہہ کر کھینچی واپس اپنے گھر میں چلی گئی۔
 لیکن سداوتری کے لئے یہ الفاظ ایم کے دھماکے سے کم نہیں تھے جو کھینچی نے کہے تھے۔

اسی نے پٹ کر خوفزدہ لہجے میں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر آواز دی۔ ”بھائی، بھائی،
 تم یہاں ہو؟“

ادت نارائن منہ سے چیخے سے نکل آیا اور پھر اس نے افسوس بھرے سب سے کہا۔

”ہاں میں یہاں ہوں، کاش میں یہاں نہ ہوتا، بھوان نے جو کچھ مجھے سنا ہے
 کیوں سنا ہے، آ سداوتری، واپس چلتے ہیں، آنا میں نے اپنا بیٹہ کچھ بھڑکایا ہے یہاں،

کھو دیا ہے یہاں، اپنی بہن کھو دی ہے، تو میری بہن کہاں ہے سداوتری، تو نے میرے بیٹے کو
 پھر اٹھو نہ پاتے، مرتے سے تک میں اس کی تکلیف سے نجات نہیں حاصل کر پاؤں گا۔ مان لو

سب میرا دل اسیلا رہ گیا ہوں سداوتری۔“

”بھب۔۔۔ بھینچی، ہم۔۔۔ میں نے۔۔۔ میں نے کیا کیا ہے؟“

”اب بھی مجھ سے چرچا چھوڑتی ہے سداوتری کی امان ہے۔“ ادت نارائن نے کہا اور

سداوتری بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی۔
 ”میری بات تو سنو بھینچی۔“

”میرے شن کا کیا حال کر دیا تو نے، مجھے وجہ کا دے کر اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتی
 رہی۔ مجھ سے بھردی کا اظہار کرتی رہی۔ اورے دس تو ٹوٹی دے رہی تھی اُسے سداوتری۔

یو گیتا میری بھی بیٹی تھی۔ اب تم دونوں میری کچھ نہیں رہیں، اس لئے تھی کا لفظ استعمال کر رہا
 ہوں۔ میں بھی اس کے لئے پریشان تھا۔ میرے من میں بھی یہی آشا تھی کہ یو گیتا میرے گھر

میں بہو بن کر آئے۔ سداوتری کیا کیا تو نے۔۔۔ انا سال ہو گیا ہے میرے بیٹے کا۔ تو نے اسی کا
 زمانہ ہی اُلت دیا۔ میں تو نا پریشان تھا تیری بی بی کے لئے۔ میں بھی اسے پاتا تھا مگر کیا کروں

تم نے میرا مان ہی نہیں، من بھی توڑ دیا، بھگوان تمہیں سکھی رکھے، سداوتری ایک بات کرال تم
 سے، مجھے اور تمہیں دمت کرنا۔ صبح کو تم اپنے خیمے سے گھر چلی جاؤ یو گیتا کو نے کر اور پھر میرے

اس مت آنا۔ میں بچوں سے بولی بہانہ بنا دوں گا۔ میں خود بھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اب
 میں یہاں رہ کر کیا کروں گا۔ تمہیں رو کر میں کیا کروں گا۔“ ادت نارائن کا لہجہ بھرا تھا۔

اس نے آسو پونچھے۔
 سداوتری اس سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ دوسری صبح وہ خانہ موٹی سے بچتے کو لے کر وہاں

سے چلی آئی تھی۔ ادت نارائن بھی اپنے خیمے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ صبح کرن اور پشپا کو یہ بات
 معلوم ہوئی کہ سداوتری دیوی اپنا سامان اٹھا کر منہ اندر میرے چلی گئی ہیں، لیکن ڈریوں نے کوئی

وال نہیں لیا تھا۔ دوسری طرف حیرت انگیز طور پر کشن داس کچھ بہتر نظر آ رہا تھا۔ لیکن حیران
 کن بات یہ ہوئی کہ ست رانی بغیر کسی اطلاع وہاں آ گئی۔ اس کے چہرے پر بڑے اسرار کا اثر

تھا۔ لڑکیاں اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں، لیکن انہیں خوف ہوا کہ کہیں ادت نارائن اس کے خلاف
 کوئی بات نہ کہیں۔

یہ چاروں لڑکیاں میموں سے تھوڑے قاصصے پر ایک جگہ بیٹھیں تو کشن داس، وہاں پہنچ گیا،
 دلائل دواتا کھڑے ہو چکا تھا کہ اب تیز رفتاری سے چل پھر نہیں سکتا تھا، لیکن اس وقت وہ بالکل

مست نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کے پاس پہنچ گیا اور مسکرا کر بولا۔
 ”کیا سچ نہیں ہو رہی ہیں لڑکیاں؟“

”بھینچی آپ کیسے ہیں؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“

”ہاں یار سچی تو رہا ہوں کہ آج طبیعت حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو گئی ہے یہ کون ہیں؟“

کشن داس نے ست رانی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ لیکن اچانک ہی اس نے کمرے سے

"کووندے!" کووندہ اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"مجھے یہ عورت چاہیے کووندہ اس، میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اسے کتیا کا کر لیں گا۔ اس کے گلے میں پٹا ڈال کر اسے اپنے کمرے کے دروازے پر ہانڈھوں گا تا کہ بھرتی کی جاتا رہے۔ تو نہیں جانتا میرے من میں کیسی آگ تلک رہی ہے۔ وہ کجھت پہنچا کہاں رہا پوٹس ہوئی ہے۔ جیتا رہوں گا میں اس سے تک۔ بس تب مجھے ست رانی کا پتہ مل گیا۔ جیتا جلاؤں گا اس کو۔ ساراوش دھرے کا دھرا رہ جائے گا، ایسا ماہوں گا اسے کووندہ اس کے لیے آتما شانت ہو جائے اور میرا بھائی خوش ہو جائے۔"

"جی مہاراج۔"

"تو سمجھ لے کووندہ اس یہ کام تجھے کرنا ہے، اس مندر کا نام کیا ہے؟"

"رام کلی مندر کہلاتا ہے مہاراج۔"

"ہری رام کے ساتھ بیٹھ کر بات کر، بلکہ تھوڑی دیر کے بعد ہم قیوں یہ مشورہ کریں گے کہ اس طرح اسے یہاں سے سہاراں پور لے جایا جاسکتا ہے۔"

رات کو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کووندہ اس، ہری رام اور گرچن سنگھ مر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ہری رام نے کہا۔ "مہاراج! دیو کنیا کی بڑی پوتر ہوتی ہیں۔ ان کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ اگر کبھی کسی کو پتہ چل جائے کہ کسی نے کسی دیو کنیا پر ہری نگاہ ڈالی ہے تو دیوتاؤں کا شراب تو ملتا ہے پر ساتھ ہی بھاری کجی جیتا نہیں چھوڑتے۔ ایسے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں مہاراج۔" کسی بھی قیمت پر یہ کام کرنا ہے ہری رام، کجھ لے یہ بہت ضروری ہے، اگر تم لوگ میرا ساتھ دیتے ہو تو یہ کام کرو۔"

"تمہیک ہے مہاراج میں دیکھتا ہوں۔"

ہری رام نے تین دن تک کووندہ اس کے ساتھ رام کلی مندر میں پوجا پاتھ کی تھی اور اس کے ادھی آدھی رات تک یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ مندر میں رہنے والی دیو کنیا کون ہیں، کہاں اٹھتی بیٹھتی ہیں۔ صبح کو جب وہ اٹھان کرنے جتنا کھارت جاتی ہیں تب بھی اتنا لکھوتا ہے کہ ان کے پاس پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔

"تین دن تک کوشش کرنے کے بعد ہری رام نے گرچن سے کہا۔"

"مہاراج! ہم اکیلے کوئی کام نہیں کر سکتے، اتنا سخت پہرہ ہوتا ہے کہ کسی دیو کنیا کو نکال جانے کی کوئی ترکیب نظر نہیں آتی۔ میرے من میں ایک بات ہے مہاراج۔ دلی جانا ہے گا وہاں ہمارے ایسے بندے موجود ہیں جو ہمارے لئے بندوبست کر سکتے ہیں۔ دس

بچنے کے لیے سدھا کا سہارا لینا۔ اس کی آنکھیں ست رانی کی آنکھوں میں پوسٹ ہو رہی تھیں اور ست رانی اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

کچھ لمحے تک وہ اسے دیکھتی رہی اور اس کے بعد ایک ہم اس نے نگاہیں بٹائیں۔ نشن اس بھی بڑی طرح چونک پڑا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے کئی بار گردن جھٹکی اور بولا۔

"یہ... یہ کون ہیں؟"

"جی جی یہ ست رانی ہیں، ہماری دوست ہماری محسن۔"

"پتہ نہیں کیا ہو گیا مجھے، میں چلا ہوں تم لوگ باتیں کرو۔" کشن داس نے کہا اور وہ اپنے گھر کے لیے پلٹ گیا۔

ست رانی مسکرا رہی تھی۔ اس نے کرن، سدھا اور پٹپا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بدعاقبتی ہو تمہیں، تمہارے کشن بھیا ٹھیک ہو گئے۔ اب اگر چاہتی ہو کہ ساتری دیوی کوئی اور کیل نہ بھلیں تو جلدی سے ان کو وٹا کر دو۔"

"ہم لوگ کشن بھیا کو لے کر کاشی ہی نہ لے جانے کہاں کہاں پھرے پر تمہارا کام ہو گیا۔ بھگوان تمہیں شلخی رکھے ست رانی۔"

دو تین دن کے بعد اوت نارائن اپنے پرورد کو لے کر تھرا سے پلٹ گئے تھے۔

☆...☆...☆

بات بہت پرانی تھی، لیکن گرچن کی چٹائی اور نخل دونوں ٹھیک تھیں۔ اس نے جڑی کی بہن رادھیکا کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ رادھیکا کی عمر بے شک آگے بڑھ گئی تھی، لیکن خوبصورتی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اس وقت بھی وہ جوان اور سند تک رہی تھی۔ گرچن کے دامن میں ریل سی چل رہی تھی۔ بے شک، بھرتی مرچکا تھا لیکن یہ اس کے بدترین دشمن کی بہن تھی اور اس کے من کی آگ کسی طور بجھ نہیں رہی تھی۔ اس وقت کووندہ اس پاس موجود تھا، اس نے اس کے عام میں کہا۔

"کووندے... اس دیو کنیا کو دیکھ رہا ہے وہ جو مورتی سے لگی کھڑی ہے۔"

"جی مہاراج، کیوں؟" کووندہ اس نے ٹیکھی نگاہوں سے گرچن کو دیکھ کر کہا۔

"جانتا ہے یہ کون ہے؟" گرچن سنگھ سانپ کی طرح پھنکارا۔

"بس اتنا جانتا ہوں مالک کہ وہ دیو کی ہے۔"

"میرے سینے کی آگ ہے وہ۔ اسی کی وجہ سے سارے کھیل شروع ہوئے تھے یہ بھرتی۔"

بہن رادھیکا ہے، کجھام یہ ہے، دشمن کی بہن ہے۔"

روا دی ہمیں وہاں سے لانے ہوں گے جو بیماری لگیں گے، پر مہاراج وہ بیماری نہیں دے گا۔
تے بکدایتے لوگ ہوں گے جن کے من میں دیویوں اور دیوتاؤں کا کوئی خوف نہ ہو۔ وہی اتنا
بدنام کر سکتے ہیں۔"

ٹھیک ہے، وہ سپہ پیہ کی چھامت نہ رہا، جتنا بھی خرچ ہو جائے میں وہاں گا، پر یہ۔
دشمن کی بہن میرے جوتوں میں ہونی چاہئے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج، آپ جو قہر میں گئے ہیں اس کا پلن کر لیں گا۔" ہری رام نے جواب دیا۔

۴۶ ... ۴۷

گنگوتری تیار پاں کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں گنگا دھرن اس کا دست راست تھا۔ سب سے
زیادہ بہادر اور سب سے اعلیٰ کارکردگی کا مالک تھا گنگا دھرن اور گنگوتری اس پر بہت اعتبار کرتا تھا۔
پہلے تو یہ سوچا گیا کہ زیادہ لوگوں کو ساتھ لے کر دی چلا جائے پھر یہ فیصلہ ملوثی کر دیا گیا اور یہ طے
کیا گیا کہ سپیروں کے روپ میں گنگوتری، بھرتی اور گنگا دھرن دی جائیں اور ست رانی کو اس
کر لیں۔ گنگا دھرن ایک دوبارہ ہر بیچنے سے لئے دی جا چکا تھا، اس لئے اسے راستوں وغیرہ کی
معلومات تھیں۔ آخر کار تیار پاں کھل ہوئیں اور یہ لوگ ریل میں بیٹھ کر چل پڑے، مختلف راستے
اختیار کئے گئے تھے یہاں تک کہ وہ دی پہنچ گئے۔

بھرتی کا دل دھڑا دھڑا کر رہا تھا، دھڑکنے والے دل کے ساتھ وہ کیرولین کے ٹھکانے پر پہنچا تھا
مگر یہ دیکھ کر اس کا دل ڈوبنے لگا کہ کیرولین کا بھگدیران نظر آ رہا تھا اور بڑے گیت پر تالا پڑا ہوا
تھا۔ دوسرا ٹھکانہ حسن شاہ کا، استوڈیو تھا لیکن اسٹوڈیو پر بھی تالا نظر آیا تو اس نے اس پاس کے
لوگوں سے رابطہ کیا۔ کافی دن یہاں رہ چکا تھا اس لئے کچھ تعلقات بھی ہو گئے تھے۔ ایک بنگلے کے
چوکیدار سے مل کر وہ توجہ تیار کرنے لگا۔

"ارے بابا صاحب! آپ کہاں چلے گئے تھے۔ بھارتی نیرو لین اور حسن شاہ کا تو خون
کرو یا گیا۔ ڈاکہ چڑھا ان کے گھر میں۔ ڈاکوؤں نے مال بھی لوٹا اور انہیں قتل بھی کر دیا۔"
بھرتی پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ گنگوتری اور گنگا دھرن ساتھ ہی تھے، مشکل تمام بھرتی نے نوا

کو سنبھال اور بولا۔

"اور بنگلے کے ڈاکہ چڑھا کہاں گئے؟"

"لو جب مالکین ہی نہ ہیں تو لوگر چا کر بھارتی کیا کرتے؟"

"ہمیں، میرا مطلب ہے ایک بڑی بھی تو یہاں رہتی تھی، ست رانی تھا اس کا نام۔"

"ہاں جی وہ بھی یہاں سے چلی گئی، کچھ پتہ نہیں ہے ہمیں اس سے زیادہ۔"

بھرتی پاگلوں کی طرح گنگوتری کو دیکھتے گنگوتری کا چہرہ بھی غمزدہ ہو گیا تھا۔ پھر بھرتی نے
کہا، ست رانی بہر طور زندہ تھی اور وہ ملتا ہے وہ وہی میں ہی کہیں مل جائے، اپنے طور پر وہ
حاصل کرتا رہا، ایک وہ جگہ سے پوچھ گچھ کی، ایک ایسی جگہ ان لوگوں نے اپنا پردہ لگایا تھا
کہ بدلتی بھی لگتی تھی، یہ ٹھہر جاتے تھے اور پھر وہی کی خاک چھانٹتے تھے۔ گنگوتری اور گنگا
دھرن الگ الگ ست رانی کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

پھر اچانک ہی ایک دن اسے ہری رام نظر آ گئی۔ ہری رام کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا
سبھی تھا اور اس سے بھی وہ وہی موجود تھا، جب گریٹن نے بھرتی کو سمندر میں پھینکا تھا۔
گو دیکھ کر بھرتی نے آنکھوں میں خون اترایا چونکہ وہ سپیروں کے رامپ میں تھا، اس لئے
سناں تھا کہ ہری رام آسانی سے نہیں پہچان سکے گا۔ دیتے بھی قبیل کو تر سری میں رو کر بھرتی
دلہاس کا بی بدل چکا تھا۔

بھرتی احتیاط سے ہری رام کا پیچہ کر چڑھا، ہری رام پتہ نہیں کس چکر میں پھر رہا تھا۔ پھر وہ
لانے پر رہے۔ ہوئی میں داخل ہو گیا اور بھرتی کو پتہ چلا کہ وہ اسی ہوئی کی ہوئی منزل پر
نے میں مقیم ہے۔ بھرتی نے دل میں طرح طرح کے منصوبے بنائے تھے۔ پھر اس نے
گنگوتری اور گنگا دھرن کو ہری رام کے بارے میں خبر دی۔

اس بات کے امکانات ہیں کہ ہری رام سے ست رانی کا کچھ پتہ مل سکے، ہمیں اس کے
پتہ ہوگا۔"

جگہ جہاں ان دو گوں نے ڈیرے ڈالے تھے کافی سمنان تھی۔ اس پاس کچھ بھی نہیں
تھیں نے اپنا ایک ایسا ٹھکانہ بنایا تھا جہاں وہ رات گزار سکیں، پہلے انہوں نے اس
کے اس قافلے بنایا کہ اگر کسی کو اغوا کر کے وہاں لایا جائے تو وقت نہ ہو اور اس کے بعد وہاں
بگئے جہاں ہری رام مقیم تھا۔

اس وقت تمام کو بیٹھے فٹہ دس میں اتارے ہوئے تھے، جب ہری رام اپنے ہوئی سے باہر
نکل ہی ایک طرف چل پڑا، یہ تینوں اس کے پیچھے تھے۔ منصوبہ بنایا تھا کہ ہری رام کو
مکراتے۔ گنگا دھرن اس منصوبے میں پیش پیش تھا۔ اپنے ساتھ دو طرح طرح کے
لایا تھا تاکہ سپیروں کا زور پہ برقرار رہے۔ پھر جب ایک ایسی سمنان جگہ نظر آئی
تو وہ تک کوئی نہیں تھا تو گنگا دھرن اور گنگوتری آگے بڑھ کر ہری رام کے سامنے پہنچ گئے۔
تک کر رک گیا۔

جب مہاراج کی، آپ کا نام ہری رام ہے نا؟" ہری رام نے چونک کر ان سپیروں کو

دیکھا جن کے پاس چٹکیاں تھیں اور اٹھل سیرے نظر آ رہے تھے۔ اسے حیرت ہوئی کہ کسی سیرے کو اس کا نام کیسے معلوم ہوا۔

"نہں ہے، پھر کیا بات ہے؟"

"مہاراج! ہم اپنی زبان میں نہیں بولتے ہمارے لوگوں کی زبان میں بولتے ہیں، یہ کہنے سے ناگ آپ کو سمجھ دیتا چاہتے ہیں۔" یہ کہہ کر گنگا دھرن نے اپنی ہانگی سے ایک کوزہ لے کر اس کا دھارنا نکال لیا اور بری رام کو بہشت زدہ ہو کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"تم کیا چاہتے ہو، کیا تم مجھے لوٹنا چاہتے ہو؟"

"نہیں مہاراج، ہم تو ناگوں کی اچھا پر آپ کے پاس آئے ہیں۔ آئیے ذرا ہمارے ساتھ چلئے ہم آپ کو وہ دیں گے جو جیون میں کبھی آپ کو نہ ملا ہوگا۔ سونے چاندی کے انار۔ ایک ایسا تعویذ جو آپ کو راج بنا دے۔ آئیے ناگ، یہی چاہتے ہیں۔" یہ کہہ کر گنگا دھرن نے کوزہ پانی کا سانپ زمین پر چھوڑ دیا اور سانپ بری رام کی طرف لپکا۔

"ارے پکڑو اسے۔ ارے یہ نہیں مجھے کاٹ نہ لے۔"

"ضرور کاٹ لے گا مہاراج، آپ ہمارے پیچھے پیچھے چلے آئے۔ آپ نے آپ کو بھی ادھر ادھر رکھنے کی کوشش کی تو یہ آپ کو جیتا نہیں چھوڑے گا۔"

بری رام نے حیرت سے سانپ کو دیکھا۔ وہ کوئی ایک گز کے فاصلے پر، بری رام کے پیچھے چھن اٹھنے لگا تھا۔ بھگتی کافی پیچھے تھا اور اس دلچسپ خیل کو دیکھ رہا تھا۔ گنگا دھرن اور گنگا دھرن آگے بڑھے تو سانپ نے ایک پھنکار ماری اور بری رام نے آگے کی طرف چھلانگ لگا دی۔

"ارے پکڑو، تمہیں بھگوان کا واسطہ داتے پکڑو، کہیں یہ مجھے کاٹ نہ لے۔"

"آپ ہمارے پیچھے پیچھے چلے آئیے مہاراج، یہ آپ کا بال بیک نہیں کرنے کا وقت ہے۔" یہی آپ نے ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کی سمجھ لیجئے یہ آگے بڑھ کر آپ کی ہڈی میں کاٹ لے گا۔ بری رام کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ان سپیروں کا پیچھا کرے۔ عجیب مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا، یہاں آنے کے بعد اس نے رادھیکا کے اغوا کی تیاری شروع کر دی تھیں اور اس کا کام ایک دو دن میں مکمل ہونے والا تھا مگر اس وقت یہ انوکھی بات پڑ گئی، بھانے اس کا کیا نتیجہ نکلتے والا تھا۔ سب سے پریشانی کی بات یہ تھی کہ اسے ان سپیروں کا مقصد نہیں معلوم ہو سکا تھا، اگر وہ اسے لہوٹا چاہتے ہیں تو یہاں بھی جو کچھ اس کے پاس اس سے نہیں نکلتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد سپیرے اسے لئے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں انہوں نے اپنا

یہاں پہنچنے کے بعد گنگا دھرن نے کہا۔

"اگرچہ چاہتا ہے تو جیسا ہم کہہ رہے ہیں ویسے ہی کرنا، کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے اسے حیرت واقع ہو جائے۔ یہ سانپ تیرا چوکیدار ہے اور تجھے ایک ہلنگا ہوں سے اٹھل نہیں دے گا۔"

"مگر مہاراج، مجھے اتنا تو بتا دو کہ آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" بری رام نے پریشانی سے اپنی دیر میں بھگتی بھی ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بری رام اسے پہچان نہ سکا، اسے اس کے آدمی کے آجائے پر حیرت ہوئی تھی جو خود بھی سپیرے اپنی ملک رہا تھا۔

"کوزیال سانپ کی کئی کئی چوکیدار کی طرح تھوڑے فاصلے پر چکر کھینچ رہا ہے۔ بری رام کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور بری رام کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس چہرے سے کئی بہت شناسائی ہو رہی ہے۔ غور سے دیکھا، باتیں بھگتی نے کہی۔

"مجھے پہچاننا بری رام۔"

"ارے باپ رے۔" بھگتی نے کہا۔ "بری رام کے حلق سے حیرانی کے سبب میں نکلا۔" دیر سے پہچاننا بری رام اور پہچاننا بھی کیسے؟ تم لوگ تو میرا کریا کر رہے تھے اب تم لوگوں کے بری رام کہ تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا میرے ساتھ؟

"پراس سے پہلے اتنا تو بتاؤ کہ تو جیتا کیسے ہے؟"

"تمہاری موت سے پہلے میرا مرنا کیسے ممکن ہو سکا تھا، تو مجھے ساری باتیں بتائے گا بری رام۔" بھگتی نے کہا۔

"یہ چکر کیا چلایا ہے؟ بھگتی، ان سپیروں سے تیرا تہجد کیسے ہو گیا؟"

"انہا مجھ سے سوالات کر رہا ہے، تو دیکھو گنگا دھرن اسے یہ ضرورت سے زیادہ چالاک کی کوشش کر رہا ہے۔ گنگا دھرن نے اپنی ہانگی سے دو چھوٹے سانپ نکالے اور ان میں سے ایک بری رام کی طرف اچھا لایا۔

بری رام سانپ سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹا اور گرتے گرتے ہوا اس کا سپروہ دینے والے کے سانپ نے ایک پھنکار ماری تھی، جس سے بری رام اپنی اوقات میں آ گیا۔ دوسری طرف گنگا دھرن نے وہ سانپ پھینکا تھا وہ بری رام کے گلے سے لپٹ گیا اور بری رام کے حلق میں لپکے لپکے۔

گنگا دھرن بولا۔ "جب تک تیرے منہ سے آواز نہیں نکل سکتی ہیں چنگر رو، کوئی بات تو یہ کہناں زور زور تک کسی انسان کا کوئی پتہ نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ جب حیرتی نظائیں اس

دھنک پوری کی برداشت سے باہر ہو چائیں لی، یہ تجھے دس لے گا۔
 "اورے تمہیں بھگوان کا واسطہ اسے میری گردن سے لگا لو۔"

"ایک شرط پر ہری رام، اب تو آرام سے بیٹھے گا اور بیکار باتیں کرنے کے بجائے صرف وہ باتیں کرے گا جو بزرگی تجھ سے پوچھے گا۔ بھگوان کی سوگند اگر تو نے اس سے انگ کیا تو پھر میں بھی ان دونوں ناگوں کو نکس روک سکوں گا یہ تیرے شریہ کو اس لیس گے اور تو پانی ہو کر بہہ جے گا۔"

گنگا دھرن کے ان الفاظ اسے خوفناک تھے کہ ہری رام کا بدن پسینہ پسینہ ہو گیا، اسے اندازہ نہ کیا تھا کہ بزرگی عجیب و غریب بڑے اسرار قوتیں حاصل کر چکا ہے۔ کوئی بات تو یہی اس کے لئے حیران کن تھی کہ بزرگی کو کھیلے سمندر میں پھینکا گیا تھا، جہاں کسی کے جیتا لے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا، پر وہ جیتا جاگتا اس کے سامنے موجود تھا، حلیہ بے شک بدل گیا تھا، پر ویسے کا وہ یہاں ہی تھا، انہیں یہ بڑا سراہہ پیچھے سے مزید کچھ سوچنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ ہری رام نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تو بزرگی نے کہا۔

"پہلے مجھے یہ بتا ہری رام کہ مجھے ہمہنی بلانے کی سازش کیا تھی؟"

ہری رام نے خوفزدہ لگا ہوں سے ادھر ادھر دیکھا، وہ سانپ ابھی تک اس کی گردن سے لپٹا ہوا تھا، اس نے گھٹکی گھٹکی آواز میں کہا۔ "بھگوان کی سوگند! سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا، مجھے اس سانپ سے نجات دلاؤ۔"

اس سے پہلے کہ بزرگی کچھ بولنا کنگوڑی نے کہا۔ "تجھے جیون بھی مل سکتا ہے ہری رام اس کا شکل میں جب تو ہر بات سچائی سے بتا دے۔"

"بتا دوں گا مہاراج اوش بتا دوں گا۔" ہری رام نے کہا۔ گنگا دھرن نے منہ سے ایک آواز نکالی اور سانپ ہری رام کی گردن سے نکل کر گنگا دھرن کے کندھوں پر چڑھ گیا۔ دوسرے سانپ نے بھی اپنی جگہ سنبھال لی تھی۔

ہری رام کی قوتیں اب جواب دے گئی تھیں۔ اس نے کہا۔ "جی مہاراج، خباہت میں رادھ کی کی تصویر چھپی تھی، مگر بچن مہاراج نے دیکھ لی، پھر ان کے کہنے پر گووند داس اور میں بھیجی گئے تھے مطلب تمہیں مارا تھا، مگر بچن سنگھ مہاراج نے اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے تمہیں سمندر میں پھینک دیا۔"

"ہوں پھر اس کے بعد کی بات بتاؤ، تم لوگوں نے سست رانی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

"بھگوان کی سوگند کچھ نہیں کیا، وہ ہمیں ملی ہی نہیں۔"

دھنک پوری

"کیا یہ دھنک پوری اور حسن شاہ کا خون تم نے نہیں کیا؟"

"اے نہیں ہمیں اس بار سے میں بالکل نہیں معلوم، ہم تو خود سست رانی کی تلاش میں کر رہے تھے، پھر رہے تھے وہ تو خود ہی مارے گئے اور سست رانی غائب ہو گئی، مگر بچن سنگھ مہاراج تھے، ان سے اپنے بھائی کی موت برداشت نہیں ہو پا رہی تھی، انہیں مندروں کی یا ترا پھر رہے ہیں اور ہم اسی یا ترا کے دوران "ہری رام خاموشی ہوا۔

دلوگ اس کے آتے بولنے کا انتظار کر رہے تھے، جب ہری رام نے منہ سے کچھ نہ کہا تو ان بولا۔

"آگے نہیں بڑھوئے ہری رام؟"

"ہم ... مہاراج بس اتنی ہی کہانی تھی۔"

پانک ہی گنگا دھرن کے کندھوں پر بیٹھے ہوئے دونوں سانپ نیچے اترنے لگے تو ان نے مسکرا کر کہا۔ "ہم سے زیادہ یہ تمہارے جھوٹ کے بارے میں جانتے ہیں، پر اس حرافہ نہیں کریں گے۔ مجبوری ہے، جو کچھ تمہارے من میں ہے صاف صاف بول دو، اصل دو، سچ جاؤ گے، ورنہ یہ تمہیں جیتا نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہے بھگوان کس مصیبت میں ڈال دیا مجھے، اور یہ نہیں چھوڑیں گے، اور مگر بچن مہاراج کو مل گیا تو وہ مجھے جیتا نہیں چھوڑیں گے۔"

"دیکھ لو ابھی مرنا چاہتے ہو یا تھوڑی دیر کے بعد۔"

"ان دنوں مگر بچن مہاراج تھرا میں ہیں، وہ تھرا کو گئے تھے لیکن وہاں ایک ایسا کام ہو گیا تھا۔"

"کیا؟" بزرگی نے پوچھا۔

"وہاں رادھیکا مل گئی۔" ہری رام نے کہا اور بزرگی کے دماغ میں جم پھرت گیا۔ اس کا پورا منہ لگا تھا۔

کنگوڑی اور گنگا دھرن اس کی کیفیت سے واقف تھے، گنگا دھرن نے کہا۔ "آگے بولی، رادھ کا سبب مت رہ۔"

رادھیکا اس وقت رادھ کی مندر میں ایک داسی کی حیثیت سے رہ رہی ہے۔ مگر بچن سنگھ جی کے خون کے بدلے کی بھانڈا میں پاگل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ رادھیکا کو زندہ کر کے سہارن پور لے جائیں گے اور اس کی بے عزتی کریں گے، اسے دروازے پر پھینک دیا جائے گا، لیکن رادھیکا رادھ کی مندر میں ایک عزت دار دیو کنیاؤں کی

بجریگی قہر میں ڈوبیں۔ رات بھر ہی دو گئی تھی، سپردوں نے کچھ کھایا پیا اور تھوڑا سا ہری رام کو
 ہری رام بار بار خوفزدہ نگاہوں سے سانپوں کو دیکھ لیتا تھا پھر گونگا دھرم وہاں سے ہٹ گیا،
 بھگت بھی ہٹ گئے تھے۔ صرف وہ ایک کو زیالہ سانپ کھدائی مار سے پیچھے ہوشیار بیٹھا ہوا تھا۔ یہ
 سب یاد دہانہ تھا۔

ہری رام کے اندر جھنجھکاہٹ پیدا ہو رہی تھی۔ وہ کافی خطرناک آدمی تھا۔ یہاں وہ کئی
 سال کا تھا۔ چکا تھا اور دوسرے کچھ ایسے کام بھی جن کی مدد سے راجہ کا کورام کلی مندر سے
 بات اٹھا کر، باں سے دور نکال دیا تھا، لیکن یہ جو کچھ ہو گیا تھا وہ اس کے خواب و خیال
 میں نہیں تھا، پھر وہ ٹوٹ سونے کے لیے لیٹ گئے۔ کئی جگہ کھانا علاقہ تھا۔ چاروں طرف ویران
 تھا۔ دور دور تک کسی انسانی وجود کا پتہ نہیں تھا۔ صرف وہ ایک خطرناک کو زیالہ سانپ تھا
 جس کی طرف سے ہری رام کو خوفزدہ کر دیا گیا تھا اور اب اتنی رات گئے وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کیا
 یہاں سے نقصان پہنچا سکے گا۔

دوسری طرف اس کے ذہن میں بجریگی کے خلاف ایک لاوا پک رہا تھا۔ اس بجریگی کو ختم
 کر دینا اس کے بھائی چاہنے والے طریقے کی تھی۔ اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی تھیں، پھر اس
 نے تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی وہ ٹاہٹ پرانی اینٹ نظر آگئی جسے وہ ہاتھ پر سٹا کر اٹھا سکتا تھا۔
 اینٹ کو دیکھتے ہی اس کے ذہن میں منصوبے بننے لگے۔ یہ اینٹ اٹھا کر تاک کر کو زیالہ
 سانپ پر مارنی چاہئے تو بجریگی جاٹ جائے گا اور وہ بھی جو بڑا سپرد معنوم ہوتا ہے یعنی گنگا دھرم دور
 کے پاس وہ انوکھے سانپ "وہود" تھے جو انسان سے چٹائی اٹھا لیتے تھے۔ دونوں میں سے کون
 کس کا ہاتھ بڑھائیے گا؟ بجریگی ہی کا بھی پاش پاش کر دے جو اس سے چند گز کے فاصلے پر
 اسے زہن پر لینا سوراہا تھا، یا سانپ زہار کرے یہاں سے ہٹ گئے کی کوشش کی جائے۔ آخر کار
 فیصلہ کیا کہ بجریگی کو ہلاک کر دے اور اس کے بعد یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے جو بڑا
 خطرناک کام تھا۔ اس نے ہاتھ آٹے بڑھا کر نہشت اٹھائی اور پھر اسے مضبوطی سے اپنی گرفت میں
 لے لیا اور چوڑی قوت سے بجریگی کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن اس کے خواب و خیال میں
 کچھ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔

اچانک ہی پیچھے ہٹتے ہوئے خوفناک سانپ نے فضا میں اڑ کر ہری رام کے ہاتھ کو
 تھمت میں لے لیا اور پھر ہاتھ پر اپنے بدن کو لپیٹتے ہی اس نے ہری رام کی آنکھوں کے نیچے
 چھین مارا۔ ہری رام کے حلق سے دھڑاں چھینک اٹھی تھی۔ اینٹ اس کے ہاتھ سے گر

نشیت رہتی ہے۔ اسے وہاں سے نکالنا آسان کام نہیں ہے کیونکہ دیو کنیاؤں کی بیوی خنا خور
 ہوتی ہے، اس یہاں دلی آیتھا۔ ایسے لوگوں کو ساتھ لے جانے کے لئے جو ادھیچ کا کو اغوا کر کے
 میں رہ رہ کر نکلتی۔

بجریگی کا چہرہ جسم پر ستور کا رنگ رہا تھا، گنگوڑی نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ
 رکھتے ہوئے کہا: "شانیت ہو جو بجریگی۔ دیوتاؤں نے جب ہمیں راجہ کا پتہ دیا ہے تو اس
 سبب انہی نے کی شکتی بھی دی ہے۔ شانیت کر داپنے آپ کو، بدھائی دیتے ہوں تمہیں کہ تمہاری ہر
 کا پتہ چل گیا، اب اسے تھرا جا کر حاصل کرنا مشکل کام نہیں، دھکا خود کو شانیت کرو بجریگی۔ خود
 شانیت کرو۔

بجریگی روتا ہوا گنگوڑی سے لپٹ گیا۔ "آخر کار میری بین کا پتہ چل ہی گیا۔ بھگوان
 تو لوگوں کو جیون کی ہر خوشی دے، بھگوان تمہارے من کی آگ بھی ٹھنڈی کر دے، گنگوڑی
 مہاراج۔"

"ہاں ست رانی کہاں ہے، ہری رام ست رانی کہاں ہے؟" اس پر گنگوڑی نے بے
 راست ہری رام سے سوال کیا تھا۔

گنگوڑی کی سبکدہ نہیں نہیں ہی، ہم نے خود اسے دلی میں تلاش کیا، وہ ہمیں نہیں ملی،
 سے ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں چلا۔ "ہری رام نے جواب دیا اور خوفزدہ نگاہوں سے گنگوڑی کے شانے
 پر براجمان ناگوں کو دیکھنے لگا، ناگ پر سکون تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ ہری رام جیون دے رہا ہے۔
 "ٹھیک ہے، اب ہم تیرے تھرا چلیں گے، تو مجھے گریچن سنگھ تک پہنچائے گا اور
 گریچن سنگھ سے بدزبانوں کا، سمجھا۔" بجریگی نے کہا۔

"اب تو میں نے آپ کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے مہاراج، یہ بھی بتا دیتے کہ راجہ کا
 کئی مندر میں دیو داسی کی حیثیت سے موجود ہے۔ اب تو مجھے چھوڑ دیجئے۔"
 "تاکہ دوڑا دوڑا تھرا جائے اور وہاں جا کر گریچن سنگھ کو سب کچھ بتا دے، دیکھو
 رام، میں تیرے ساتھ تھرا چلوں گا، تیرا مجھ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے لیکن گریچن سنگھ کو میں اب
 نہیں چھوڑوں گا، انہی ناگوں سے استا سواہوں گا۔" بجریگی نے کہا۔

"مہاراج! مجھے جانے دو۔"
 "کیوں نہ ہم اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیں؟" بجریگی نے کہا۔

"نہیں بجریگی! مجھے ان ناگوں پر ہونا پورا ہونا ہے، یہ است نہیں جانتے ہیں انہی
 ہری رام کو اسی طرح رہنے دو، وہ یہاں سے بھاگ نہ سکتے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔"

تی اور سوئے واسٹہ بیٹوں اثر و جاک مٹے۔ ہری رام بری طرح سانپ کو اپنے چیر سے الگ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سانپ نے زلمہ کے بعد اس کی گردن پر چھن مارا اور اس کے بعد سینے پر۔

گنگوتری، گنگا دھرن اور بھرتی کھڑے ہو گئے اور ہری رام کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر روتے پھر گنگوتری نے کہا۔

"ختم ہو گیا۔ یہ ختم ہو گیا۔"

بھرتی یا گنگا دھرن نے گنگوتری کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ ساری صورتحال ان کے سامنے تھی۔ بہت دیر کے بعد دو سنبھلے گنگا دھرن نے جھک کر ہری رام کو دیکھا پھر بولا۔ "اب کریں مہاراج؟"

"کرنا کیا ہے اسے ہمیں پڑا رہے دو ہمیں کس نے یہاں دیکھا ہے اور ہمیں کون جان ہے۔ لوگ بھی سمجھیں گے کہ اسے کسی سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

"اس کی جیسے تلاش کرو۔۔۔۔۔ بھرتی بولا۔

"ہمیں اس کی جیبوں سے نیا لینا ہے۔ چھوڑو۔ آخر ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔"

"اب کہاں جائیں گے؟"

"مید سے تھر۔۔۔۔۔ گنگوتری بولا۔

"اور ست رانی۔۔۔۔۔ گنگا دھرن نے کہا۔

"کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے؟ ہمارے بھاگوں میں ہوگا تو ہمیں مل جائے گی۔ دیوتاؤں نے بھرتی کی، لیکن کا پتہ بتا ہے۔ میں دیوتاؤں پر وشواس رکھنا چاہئے۔ وہ میرے من کی منو کا منا اوش پوری کریں گے۔ میری چند رتھ کی جی جیسے بھگوان نے چند رکھنے کا روپ دیا ہے مجھے مل جائے۔ اس کے سوا جیون میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ چلتے ہیں۔ باقی وقت بچے اسٹیشن پر گزاریں گے۔ جیسے ہی مقررہ کی ریل آئے گی ہم چل پڑیں گے۔"

"لنیک ہے مہاراج۔ گنگا دھرن نے کہا۔ اپنے سانپ کو اس نے نوکری میں بند کر لیا تھا اور اس کے بعد دور چلے۔ اسٹیشن پہنچے۔

ادھر مقررہ میں گرہن ٹنڈ اور گووند داس۔ بی۔ اے کی انیس سالہ لڑکی تھی۔ ہری رام کی خاصا وقت لگ گیا تھا اور ٹرین میں آ جاتا تھا۔ گووند داس سے کہتا تھا۔

"یہ ہری رام بھی بس ٹنڈا ہو کر رہ گیا ہے۔ تم مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔ وہ اس لڑکے کی طرح پتے سے ہٹا دیا۔"

میں بیٹے اور اسے جھوکا۔ اسے کراہنے ساتھ چلتے پڑا مادہ کر بیٹے تو یہ وں ی بڑی بات تھی؟

"کام بہت مشکل ہے مہاراج! آپ کے ضم پر میں برابر رام کلی مندر کے دروازے پر کھڑے رہا ہوں، کوئی ایسی ترکیب نہیں ہے کہ کسی دیو کنیا سے ایسے میں ملا جائے، بس پوجا کے کسی ایسے سے جب دیو کنیا میں سورتیوں کے سامنے دس کر رہی ہوتی ہیں، اسے دیکھا جاتا ہے۔ دیو کنیاؤں کے معاملے میں یہ بھارتی بڑے سے چوکس رہتے ہیں اور اس کی طرف نرمی لانے والے کو کبھی نہیں چھوڑتے، مہاراج اتنا آسان کام نہیں ہے، آپ تھوڑا سا دھیرج ہری رام معمولی بندہ نہیں ہے، کوئی بڑا ہی کام کر کے آئے گا۔ پر ایک سوال میرے من میں اٹھتا ہے، اگر آپ کو نہ اند لگے تو پوچھ لوں۔"

"ہاں بولنا یا سوال ہے؟"

"مہاراج میں نے جیون کا بڑا حصہ آپ کے ساتھ گزارا ہے۔ آپ ٹیروں کے شیر ہیں، آپ نے اپنے من پر کوئی بوجھ نہیں رکھا، پر عجیب سی بات ہے آپ نے اپنے من و اتنا گہرا دیکھا ہے۔ اپنی انہی قوتوں سے کام لیجئے جنہوں نے آپ کو شیر بنا رکھا تھا۔"

"تو ٹھیک کہہ رہا ہے گووند داس، بھگوان کی سوند مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں اور میرا دل دونوں ٹکڑے ہوئے ہیں اور اب میرے شری سے میرا بھائی ٹکڑا گیا ہے، میری آتما میرا دل تو اس سے تلاش کرتا ہے۔ لیکن بھائیوں کے رشتے بڑے مضبوط ہوتے ہیں، پر اس نے بھائی کا دل و اند کوئی نہیں ہوتا، میں خود بھی اپنے من کو سمجھتا ہوں کہ اس کی جگہ میں بھی ملتا تھا۔"

"آپ کو جگن راج کو بھولنا ہی پڑے گا۔ اس کے سوا اب چارہ کار نہیں ہے، براہیچکا بھرتی کی ہے جسے وہ جیون بھر تلاش کرتا رہا ہے۔ اب اگر وہ آپ کے ہاتھ لگ بھی جائے تو فائدہ کیا، گنگوتری تو اس سنا رہی ہیں کہ راہیچکا کو آپ کے خنک میں لکچ کر اسے دکھا دیں۔"

"بس طرح میرا من اپنے بھائی کو تڑپ رہا ہے گووند داس میں چاہتا ہوں کہ بھرتی کی آتما اپنے لیکن کے لئے اسی طرح تڑپے، بھگوان کی سوند میرے من میں کوئی اور بات نہیں ہے۔ بس راہیچکا کو اتنے اند سے حال میں رکھنا چاہتا ہوں کہ بھرتی کی آتما چتر پر سکتی رہے، وہ آتما کھوں سے، لیکن کا حال دیکھے اور تڑپتا رہے، تو دیکھنا تو کسی راہیچکا کو اپنے ہاتھ لے جا کر اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں اور اگر ست رانی بھی مجھے مل جائے تو سمجھ لے انہی رات میں جس کے میں بالکل پہلے جیسا ہی بن جاؤں گا۔ بھول جاؤں گا میں اپنے بھائی کی موت کو، ست رانی کو میں زخمی جلاؤں گا، تو دیکھنا میرے من میں جو کچھ ہے میں اسے کر کے مانوں گا، پر یہ ہری

گر پہچن سگھ اسے دیکھ رہا تھا، آجھ ہی محلوں کے بعد کھپائی نئی طرح چونک پڑی۔ اس نے جو کچھ معلوم کیا تھا وہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ اس شخص کو ست رانی کی تلاش تھی، لیکن کھپائی کا کیا انکار نہیں تھا کہ وہ یہ پتہ چلائی کہ اسے ست رانی کی تلاش کیوں ہے؟ اور پریشان کی ہوئی۔ اس نے دونوں ہاتھ سامنے رکھے اور بولی۔

"وہ آجائے گی، وہ بے شک آجائے گی، پر تجھے یہ بتانا پڑے گا کہ تو ست رانی کو کیوں تلاش کرنا چاہتا ہے؟"

"کھپائی، ہر کام تیری مرضی سے نہیں ہو سکتا، پہلے تو ست رانی کو بلا دیا مجھے بتا کہ وہ کب اور کہاں مل سکتی ہے، اس کے بعد میں سچے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔" گر پہچن سگھ نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا اور کھپائی نے خیال انداز میں سر ہلانے لگی۔

☆.....☆

کھپائی تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "ٹھیک ہے تم دونوں کل تین بجے کے میرے پاس آ جاؤ، میں تمہیں بتا دوں گی کہ وہ لڑکی جسے تم تلاش کر رہے ہو کہاں مل سکتی ہے۔ اگر میرے بیان سے صحیح کام کیا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اسے بلوا دی لوں۔"

"کیا وہ قحطی میں موجود ہے؟" گووندہ اس نے تہرانی سے سوال کیا۔ کھپائی اسے تنکسی نظروں سے دیکھنے لگی۔ "یا تو تو پاگل ہے یا پھر ضرورت سے زیادہ ناگ بننے کی کوشش کر رہا ہے، بچ بھانگ جا، ورنہ دسے چکا ہے اور میں نے بھی ورنہ دیا ہے، میں اسے اپنے ورنہ کا پالنے کروں گی اور تو بھی ایسا ہی کرنا، مگر مجھے یہ بتا کہ تو اپنے ورنہ کا پالنے کر رہے گا؟"

"تو نے ایک مندر بنانے کی بات کی ہے، مجھے بھگوان نے بہت کچھ دیا ہے، میں نے سنا ہے اسے پورا کروں گا تو چھامت کر، اب ہم چلتے ہیں کل تین بجے میرے پاس آئیں گے۔"

کھپائی نے گردن جھٹکی اور وہاں منہ میں چلی گئی۔ گر پہچن اور گووندہ اس تھوڑی دیر تک وہاں رہے رہے۔ پھر انہوں نے بھی واپسی کے لئے قدم اٹھائے۔

☆.....☆

ست رانی ذرا ناگراج کی لڑکی تھی۔ غریب کے ماحول میں ضم ہو جانا اس کی فطرت کا حصہ تھا، لیکن آج کل وہ ادا اس تھی، کرن وغیرہ بھی چھی گئی تھیں۔ ویسے تو سبھی اس کا ہر کھتے تھے اور اس سے پیار بھی کرتے تھے۔ اس کی موہنی صورت اور ہر ایک کے ساتھ اس کا انداز سبھی کو پسند تھا اور سرلو اس مندر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پوجا سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے من میں کبھی کسی دنیوی یا دنیویہ کے لئے کوئی خاص کچھ نہ تھا۔

لے دے کے کھپائی رہ گئی تھی جو دنیا جہاں کی باتیں بتا رہی تھی۔ یوں تو بہت سے تھے

وہ کیا

اور ایک تو سہی، اچھا چلن چھوڑ ایک انوکھی بات بتاؤں تجھے۔ میرے پاس کل دو آدمی
 آئے تھے، انہوں نے مجھے بڑی دولت کی پیشکش کی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا تمہارا نہیں ایک
 لاکھ کی تلاش ہے، اگر اس لاکھ کا پتہ مل جائے تو وہ سب تجھ کو دے دیتا ہوں۔ اس کے لئے وہ
 لے جاؤ گا سہارا لینا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا میں ان کی منوگہ مزا پر راضی ہوں گا۔
 مجھے گمان سے کام لے کر اس لاکھ کی تلاش چاہوں گی کہ وہ کہاں ہے۔ پر نہیں اس کے ہر سانس میں
 کی دلیلی کہ مندر خواہنا ہو گا اور وہ آدمی تیار ہو گیا، وہ کوئی بہت ہی دولت مند آدمی ہے اور وہ سہارا
 کا بہت بڑا اہل میراث ہے اگرچہ اس کا نام؟

گلگیا فی نے کہا اور سست راہی چوگ پڑی۔

”میں نے بتایا تم نے اس کو“

۱۱۰۰

”اور اس نے محمدؐ کی کتاب پڑھا ہے۔“

سہارن پور کیوں؟

"میں اسے مانگتی ہوں۔" عفت زانی نے کہا۔

”جانتی ہوں؟“ کھٹائی ہوئی۔

14-00000

”مجھے اندازہ ہو گیا تھا، میں سمجھتی تھی کہ اس کا ٹکڑے سے خرد رزق پھینکا ہے۔ وہ جس لڑکی

لکھنا چاہتا تھا، جو سے تو۔"

”ہیں۔“ است رانی حجہ این سے گلہائی کو رکھتے ہوئے ہوں۔

”اٹھ جاؤ، یہاں کوئی نہیں رہتا۔“

”بس جانتی ہوں یہ سوال مت کر مجھ سے، وہ میری تلاش میں ہے چل ٹھیک ہے میں اس

100

”ایک بات یاد رکھو: تم سے پریم کرتا ہے، کیا وہ تیرا پریمی ہے، ویسے تو پوچھنا ہے، پر اس

۱۰۰

مجلسه ۱۲۸ - ۱۳۰۰ هجری قمری

۱۱۱۱

ست رانی کو ہو چکے تھے لیکن کلیانی نے اسے سلسار کی جو صورت دکھائی تھی وہ بڑی انوکھی تھی۔ ست رانی کو پتہ چل گیا تھا کہ اس سلسار میں انسان، انسان پر اپنی چاکر کر لے کے لئے ایسی ہی کبھی نہیں کرتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ دولت اس سلسار کی ہاں ہے، اسارے دیوی دیوتا اس کے سامنے بیچ ہیں، جس کے پاس دولت کے انبار وہی سب سے مہمان۔ کلیانی اتنی تھی کہ اس سلسار میں دولت کا حصول ہی سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ ست رانی بھی اس انوکھی چیز کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔ لے رہے تھے اس کی یاد آتی تھی تو وہ بھڑکتی تھا۔ بوش کے پسینے دن سے بھڑکتی اس کی بجلا ہوں کے سامنے تھا اور وہ اس کے سینے سے ہٹ کر اپنے آپ کو اس سلسار میں سب سے زیادہ محفوظ سمجھتی تھی۔ اس کے بعد چنگو پکھیر دتے، اکیرے بکوزے تھے، ناگ تھے جو ان کے انچھین کے ساتھ تھے لیکن اب ان سے ذرا کم ہی ملاقات ہوتی تھی۔ ہاں اس کی آواز پر یہ سب دوز پڑتے تھے اور اس کا تجربہ ان دن بندروں سے ہو گیا تھا جنہوں نے اس کے ایشنوں کو اس طرح دوز دیا تھا کہ جیون بھر وہ اس بار کو یاد رکھیں گے، جب بھی کبھی ست رانی اس کے بارے میں سوچتی اسے اسی آ جاتی تھی۔

اس وقت بدھیاں کی جانب جارہی تھی۔ تصویریں دیر کے بعد وہ نمایاں سکے نہیں پہنچ سکی۔

کھیلنے اپنی خود بخود اسرار مستجاب سے اس کا سوا گت کیا۔

وہی سہرا، بچے مہاراجہ سہرا۔ سہرا کی طرف سے وہ یہاں آئے ہیں۔

”تم عجیب باتیں کرتی ہو علیؑ بی ادب میں تمہاری باتوں کے بارے میں سوچتی ہوں تو غصے

بہت ہی آتی ہے۔

اور سب تو وہ جن کے کی جو جس چاہتی تو پھر تیرنی خوشیوں کا شیکہ نہ نہیں ہوگا۔

ہوا اچھا لپٹا تو نہ۔ جس بجے ایک عجیب راستہ بنانا چاہی جوں۔ دونوں منہ دے سائے نہ۔

کہہ رہا تھا: "اے اظہار آئے گستاخا، غلامی کے کہاں" جیسا کہ میں نے تجھ سے کہا کہ مجھے ادا ہے۔

دش کنیا

”وہ آنے والا ہے، اچھا ہوا تو آگئی، ہم ایسا کریں گے کہ تو میرے منہ میں چلی جاتا۔ میں اسے یہ قیوف بنا کر اس سے رقم وصول کروں گی اور اس سے کہوں گی کہ ست رانی اسے اسی وقت نظر آ سکتی ہے اور میرا کیا ان اتنا ہی بڑا ہے کہ میں اسے جادو کے زور سے کھینچا لایا۔ کیا کہتی ہے تو؟“

”ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔“ ست رانی نے غیر متوقع جواب دیا اور کلیانی عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”کیا تیرا من بدل رہا ہے ست رانی؟“

”صرف اتنی بات کرو مجھ سے کلینی جیشتی میں کہوں، سمجھ رہی ہوں۔ میرا من بدلا تو تم اسے روک تو نہیں سکو گی، میں جانتا چاہتی ہوں کہ بچن میرے پاس کیوں آ رہا ہے، یہ جانتا ہوا ضرور ہے۔“ ست رانی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

”جارتی ہو تم؟“

”نہیں، مجھے کچھ کام کرنا ہے۔“ ست رانی بولی اور اٹھ کر منہ کے پچھلے حصے کی جانب چل پڑی۔ کلیانی کچھ دیر تو حیران حیران بیٹھی رہی، اس کے بعد وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

.....

بجری مٹھرا پہنچ گیا، اس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ اگر کوئی اس سے اس کی کیفیت کے بارے میں معلوم کرتا تو وہ کتنی الفاظ میں جواب نہیں دے سکتا تھا۔ ایسا ہی دیوانہ ہو رہا تھا وہ بہن کی مصورت دیکھنے کے لئے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ گنگوتری اور گنگا دھرن اس کے ساتھ بہترین تعاون کر رہے تھے۔ گنگوتری اپنے جگر گوشے کی تلاش میں نکلا تھا، لیکن اس نے بہت بڑا ہونے کا ثبوت دیا تھا، یہ معلوم ہونے کے بعد کہ رادھیکا مٹھرا میں موجود ہے، اس نے ست رانی کی تلاش کا ارادہ فوری طور پر ملتوی کر دیا تھا اور بڑے خلوص سے کہا تھا کہ بھگوان نے جب رادھیکا کو پتہ بتا دیا ہے جو یہ سوں سے پھڑکی ہوئی ہے تو اسے اپنی نواسی ست رانی کا پتہ بھی چل جائے گا، جس کے بارے میں بجری نے کہا تھا کہ وہ چند رکھ کی مشعل ہے بلکہ چند رکھ کا دھرا روپ لیتی ہے۔ اس وقت گنگوتری کے دل میں ست رانی کو دیکھنے کا جوا لاکھی پھٹ رہا تھا۔

بہر حال مٹھرا کے انیشین پر اترنے کے بعد وہ مندروں کی جانب چل پڑے۔ جتنا تھارے ایک جگہ استھان بنا کر گنگوتری نے بجری سے کہا۔ ”دیکھ بجری تجھے ایک بات بتاؤں۔“ ہلد بازی سنسار کی سب سے بڑی بھول ہوتی ہے، بھگوان نے تجھے تیری بہن کا پتہ بتایا ہے تو وہی تیری رہنمائی بھی کرے گا۔ میں تجھ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فوراً رادھیکا کے سامنے مت آ جانا۔ ذرا سادھیر رکا رکھنا۔ اتنے غریبے وہ تجھ سے پھڑکی ہوئی ہے۔ وہ تجھے مشکل سے پہچانے گی۔“ رادھیکا

دش کنیا

اور ایسے بھی تیرا حلیہ بدلا ہوا ہے۔“

میں جانتا ہوں مہاراج اچھی طرح جانتا ہوں، آپ چھ نہ کریں، میں ہر اپورا خیال دیکھتا ہوں۔ بجری نے جواب دیا۔

بہر حال پہلی رات بتائی گئی، جگہ جگہ بے شمار یاتریوں کے ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ دس دن رام کلی مندر کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں اور پھر اسی شام ستیوں پوجا کرنے کے لیے رام کلی مندر چل پڑے اور مندر میں داخل ہو گئے۔

بہت سے یاتری اپنے اپنے طور پر پوجا پٹھ کر رہے تھے، اسے آنے پر مندر کے بوڑھے لڑکے نے پوجا کرانی اور اس کے بعد چاروں طرف دیپ جل اٹھے۔ بڑے بال میں ایک ایک کے چود پو کیٹا میں داخل ہو گئے۔ بجری کی تڑپتی ہوئی نگاہوں نے رادھیکا کو دیکھا اور بجری کا اہا کہہ جا کر بہن کو گنگا لگا لگے۔ سارے ریت دریا توڑنے سے زیادہ سے زیادہ لوٹ گیا کریں گے سے ماریں گے، پر جب رادھیکا کو پتہ چلے گا کہ وہ اس کا بھائی ار جن سنگھ ہے تو وہ اس کے ساتھ احوال بن جائے گی اور چیخ چیخ کر لوگوں سے کہے گی کہ لوگو! یہ میرا بھائی ہے۔ بجری کے من کو فاقہ اٹھ رہے تھے اور اس کے اعصاب کشیدہ ہوتے جا رہے تھے۔

اسی وقت پاس بیٹھے ہوئے گنگوتری نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور نمبرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”نہیں بجری، یہ اصول کے خلاف ہے۔ ہمارے تمہارے بچے بات ہو چکی ہے اس وقت تمہیں ابھی اپنے آپ کو قابو میں رکھنا ہے، سمجھ رہے ہو تم میری بات۔“

بجری کی آنکھوں سے آنسو اداں تھے۔ اس نے گردن ہلائی اور محبت بھری نگاہوں سے رادھیکا کو دیکھنے لگا جو اس بات سے بالکل بے خبر تھی کہ اس کا بھائی اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر موجود ہے۔ شاید اس نے بھی اپنے بھائی کو زندگی کی آخری سانس تک تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن اسے پتہ ہی نہیں تھا۔

پوچھا ختم ہوئی وہ کیا نہیں ایک ایک کر کے اپنی رہائش گاہوں میں چلی گئیں۔ گنگوتری نے گواٹھیا اور اس کے بعد وہ اپنے ڈیرے پر واپس آ گئے۔ بجری مسلسل روئے جا رہا تھا۔

”کتنی سندھ لگ رہی ہے دو۔“ کتنی سندھ لگ رہی ہے، میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ کسی میں ایک عزت دار لڑکی کی حیثیت سے جیون بنا رہی ہوں تو نے وہ کیا کیا ہے بھگوان جو کسی کے لئے کرموں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا جیون میں، میں نے کبھی کوئی اچھا کرم کیا ہے، پر میرے اوپر بڑا احسان کیا ہے۔“

”تمہیں رادھیکا سے ملنے سے روکنے کا ایک اور بھی کارن تھا، تم نے جذبات میں آ کر اس

بات پر غور نہیں کیا۔ "شکوہ رنی سے سلجید، لہجے میں کہ اور بجز مٹی موالیہ لگا ہوں سے شکوہ رنی کو دیکھتے لگا۔

"میں جانتا ہوں برسوں کے بعد بہن کو جیتا جاگتا دیکھ کر تمہارے من میں جو آگ بھڑکی ہوگی وہ سنسار کی ہر سوچ کو جھٹک کر سننے کے لئے نکالی ہوئی۔ لیکن میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بجز مٹی میرا من جو کچھ ہے وہ عمر بھر کے تجربے کا پھول ہے۔"

"مانتا ہوں شکوہ رنی جہاں راج۔ اچھی طرح مانتا ہوں۔" بجز مٹی نے گردن جھکا کر کہا۔

"تو بھول گئے برنی رام اس نے دنی آیتا تھا کہ پتھر لوگوں کا بندوبست کر کے سحر اب اسے ایک دیو کیلئے اٹھا کر سننے کا بندوبست کر کے آئے۔ اس کا مطلب ہے کہ گرہن بھی مندر کے قریب آس پاس ہوگا اور تم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچانتے ہو۔ کیا تم جان لینے کی دھڑکرتے والے دشمن کو ایسے ہی چھوڑ دو گے۔ دوسری بات یہ کہ وہ ابھی رادھیکا کو لے جانے کے چکر میں ہے۔ تم کوئی اندھا قدم اٹھاؤ گے تو اس کے نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔ رادھیکا تو مندر میں محفوظ ہے اور تم دیکھ چکے ہو کہ آسانی سے اس پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ پجاری اتنے بے بس نہیں ہوتے کہ ان تیس دنوں کیلئے وہ دوسروں کے رتم و کریم پر چھوڑ دیں، وہ ان کی بھرپور حفاظت کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں رادھیکا کو گرہن سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن گرہن نکلے اس پر غور رکھو ہونے ہے تو تم ضرور اس کی نگاہوں میں آ جاؤ گے۔"

"جیسے ہو مہاراج کی۔ سچ ہے، میں نے اس بارے میں نہیں سوچا۔ آپ کی سوچ تجربہ سے بھرپور ہوئی ہے۔"

"شکوہ رنی بجز مٹی ہمیں سوچ سمجھ کا کام کرنا ہوگا، ہمارے روپ تو بدلے ہوئے ہیں۔ گرہن نکلنے آسانی سے ہمیں نہیں پہچان سکے گا، لیکن ہم اسے مندر کے آس پاس ضرور تلاش کریں گے اور پھر میں تمہیں اتناؤں گا کہ تمہیں اپنے دشمن کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔"

"جو حکم مہاراج۔" بجز مٹی نے سر جھکا دیا تھا۔

کھلیانی اس طرف پہنچی جہاں ست رانی تکی تھی۔ کھلیانی کو اب یہ بھرپور طریقے سے احساس ہو چکا تھا کہ جس لڑکی کو وہ صرف ایک سیدھی لڑکی سمجھتی ہے، وہ درحقیقت کیسی زیادہ تر اسراروں سے اس کے پاس لولنا ہی تو ہیں، کھلیانی جیسی کھاگ عورت کو کچھ نہیں پتا چل سکتا تھا۔

ست رانی ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ارد گرد پرندے گھومتے ہوئے تھے۔ ایک عمر رسیدہ گدھ بھی ست رانی کے بالکل سامنے اس طرح گردن بٹھکائے ہوئے بیٹھا تھا جیسے پوچھ

دش کئی کھلیانی یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔ ست رانی کی آنکھیں بند تھیں اور وہ کسی گہری

لکھوں کے بعد اس نے اس انداز میں گردن ہلائی جیسے کسی کی بات کو سمجھ رہی ہو اور اس کے گرد گردی ہو کہ وہ اس کی بات سمجھ گئی ہے۔ اس نے گردن اٹھائی تو گدھ نے بھی اپنی تھکنی پیٹ دی اور پھر اسے قدموں پیچھے بٹھکے لگا۔

کھلیانی عجب سے احساس کا شکار ہو گئی، گدھ تھوڑا سا پیچھے ہٹا، اس کے بعد اس نے رخ بدلا اور پیچھے زمین پر دبا کر فضا میں چھلانگ لگا دی۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ اڑتا ہوا لگا ہوں لگا تھا۔

ست رانی نے جیسے ہوئے دوسرے پرندوں کو بھی اڑایا اور تھوڑی دیر کے بعد سارے گھبراہٹ میں پرواز کر گئے۔ تب ست رانی نے گردن جھٹکی اور پھر اس کی نگاہیں ایک دم کھلیانی پر پڑیں۔ اس کے پاس کھڑی تھی۔ ست رانی کی مترنم ہنسی ابھری اور کھلیانی چونک پڑی۔ ست رانی کا منہ اٹھا کر دیکھ کر کھلیانی کی ہمت بڑھ گئی اور وہ آگے بڑھ گئی۔

"وہاں کیوں کھڑی تھیں کھلیانی میرے پاس آ جاتیں؟" "کیسے ہمت کرتی ست رانی، تمہیں دیکھ کر تو میرے ہوش و داس ہی م ہوئے تھے، یہ ہمارے پاس کیا کر رہے تھے؟"

"باتیں کر رہے تھے، مگر تو میرے دوست ہیں، یہی تو ہر جگہ میرا من بھلاتے ہیں۔ میرا دل تو اب پریم ہے، یہ مجھے ساری باتیں بتاتے ہیں اور انہوں نے مجھے گرہن کے بارے میں بھی بتا دیا ہے۔ اس لیے میری تلاش میں آیا تھا۔"

"پرندے تمہیں یہ بات بتاتے ہیں؟" "ہاں۔"

"تو انہوں نے تمہیں یہ بھی بتایا ہوگا کہ گرہن تمہیں کیوں تلاش کر رہا ہے، کیا وہ تم سے پریم لگا ہے؟" کھلیانی نے کہا۔

ست رانی پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ "ہاں ایسا پریم جو خاص دن لوگ سنسار میں کسی سے نہیں۔ وہ مجھے مار دینا چاہتا ہے۔"

"کیا؟" کھلیانی چونک پڑی۔ "دشمن ہے وہ میرا اور اس کی کچھ وجہ ہے۔" "مجھے نہیں بتاؤ گی؟"

”نہیں۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں خدائی جو کسی کو بتانے کے لئے نہیں ہوتیں۔“

ٹھیک ہے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی، پر کیا تم مجھے اتنا یاد دلاؤ گی کہ تم اس کے سامنے پسند کر دو گی یا نہیں۔“

”جیسے تم کہو گی، ویسے کہوں گی۔ اب تو تم میری گہری دوست ہو۔ اگر تمہیں میری بہن

کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو میں اس کے لئے تمہیں بھی انکار نہیں کروں گی۔“

”بہت پیاری سستی من گئی ہو تم میری، پر اب یہ بتاؤ کریں کیا؟“

”وہ آئی آئے گا؟“

”ہاں۔“

”تو پھر تم اپنا وہاں سے کل بلاؤ، ہم اس کے ساتھ کوئی کھیل کھیلتے ہیں۔ دو بجے، دیکھتے

جھپٹ تو نہیں پڑے گا، کچھ بندوبست کر لیں گے، ہم اس کا۔ بس جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ تمہاری

کیاں سے مجھے بلاؤ گی اور میری ایک جھلک آئے دکھاؤ گی وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی چیز دے

دے گا۔ یعنی دو وہلت جس کے لئے تم نے اس سے کہا ہے۔ ایسا کریں گے کل میں پر محمود یال

سے آجہ دوں گی کہ میں رات کو میرے لئے لنگوں گی اور جتنا کنارے زور تک جاؤں گی۔ وہ

سے بہت پریم کرنے لگے ہیں، بڑا احسان رکھتے ہیں میرا۔ اس لئے میں ضروری سمجھتی ہوں

انہیں بتا کر آؤں اور نہ میں آج ہی تم سے کہہ دیتی کہ انہیں بلاؤ اور میرا سامنا کرادو۔ پھر رات

کھیل کھیلتے ہیں، رات جب آسمان پر چند ماٹکے گا تو میں اندر سے کپڑے پہن کر ایک جگہ

جاؤں گی اور تم انہیں میری جھلک دکھا رہا میں وہاں سے غائب ہو جاؤں گی اور انہیں تم

پوچھیں کہ اب میں انہیں کہاں ہوں گی تو تم بتاؤ کہ یہیں اسی جگہ تم میرا ہاتھ پکڑ کر اس کے

میں رہے ہوں۔“

فلانی کسی سبق میں بے وہب مٹی، دست رانی کی باتوں کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھ رہی

پھر بھی وہ نہیں پڑی۔ ”یہ تو تم نے خوب سوچا دست رانی! چلو ایسا ہی، دس کی۔“

دست رانی نے گردن جھکا دی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک غیبی شرات نھل

تھی۔ بہر حال یہ نظر اب دیکھا اور دلچسپیاں اختیار کرنے والے تھے۔

☆.....☆.....☆

اور یہ یہی ہوا، اگرچہ منگھ راجہ کا کو تو پاؤں چکا تھا۔ اسے ہری رام کی آمد کا انتظار تھا اور

کے بعد دورا بھیکا کو لے کر وہاں سے مبارک پور چل پڑا۔ بعد میں جو کچھ بھی ہوتا دیکھا جاتا

اب اسے دست رانی کے ملنے کی آس بھی ہو گئی تھی، ہری رام پر وہ بہت زیادہ غصہ کر رہا تھا۔

توں

”میں نے ان کو خود ہی ضرورت سے زیادہ لگا یا ہے۔ اب بولی جا کر بیٹھ گیا ہے کہیں نہیں

بہر حال رات میں مست ہو گا، بہ کردار آدمی ہے، نمک کے کھائے کا کون پاس کرتا ہے آج کل۔

کھائے دیکھ لوں گا اس کو، چلو گوشت اس اس بھرنی سے مل لیں۔ میں نے خاصی بڑی رقم لے لی

اپنے ساتھ۔ رقم کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں اپنے ایک رشتہ دار کو بھیج کر مزید رقم منگوا رہا ہوں۔

میں نے کہا، یہاں اس نے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ آئے تھے جو کہ بچن نے ایک فیملی

بہاؤ دیے تھے۔ آیا تو وہ یہاں یا ترانے کے لئے تھے، لیکن راجہ کا کو دیکھ کر آپ بار پھر اس کی ماری

کے شیت اخیر آئی تھی اور اب اسے ست، اپنی کوئل جانے کی بھی کچھ امید بندھ گئی تھی۔ وہ وہ

مطابق خدائی کی جانب چل پڑا اور غیب فاصلے طے کر کے آخر کار خدائی کے منہ کے سامنے پہنچ

ای خدائی کو اس کا منتظر تھا، ایک آواز میں وہاں پر کل آئی۔

”آؤ اگرچہ منگھ مبارک! پیسے یہ بتاؤ میری دلچسپی لائے ہو؟“

”ہاں خدائی، میرے پاس وہ ہوتا ہے اور اب تم مجھے بتاؤ کہ تم اپنے مقصد میں کسی حد تک

کامیاب ہوئیں یا نہیں۔“

خدائی نے شعلہ بارنگا ہوں سے ٹکرائیں وہ دیکھا اور بولی۔

”کیا تم میرا ایمان کرنے آئے ہو اگرچہ منگھ میں ایسی دوست پر لعنت بھیجتی ہوں جو ایمان

کے نتیجے میں رہے۔“

”کیا پوچھا ہے تم نے مجھ سے، یہی تا کہ میں اپنے کام میں کامیاب ہوں یا نہیں، کیا تم یہ

کہتے ہو کہ میں کافی کی داسی اتنی کچی ہوں کہ کوئی کام پورا نہ کر سکوں۔“

”تمہاری مہربانی خدائی، اگر میری باتوں سے تمہیں ایمان محسوس ہوا ہے تو میں تم سے شکر

مکارتا ہوں، اب تم مجھے یہ خوشخبری سنو، وہاں ہے دست رانی؟“

”کل رات داسی سے میرے پاس پہنچا جب چند ماٹکے والا ہوں میں تمہیں دس

نی کی ایک جھلک دکھا دوں گی۔ پہچان لیتا کہ وہی ہے یا نہیں اور یہ کتنی رقم لائے ہو تم،

خود بتائے کیلے کیا پوچھ چاہتے ہو؟ میں اس کا اندازہ ہے؟“

دیکھو خدائی جب میں نے کافی کے نام کا مندر خوانے کا وعدہ کر لیا ہے تو سمجھ لو کہ میں یہ بھی

انتہا ہوں کہ وہ چن پورا نہ کرنے پر مجھے مہا کافی کا سٹکا کر دے، جھگڑا پڑے گا۔ اس لئے تم اس بات کی

گمان نہ کرو، یہ بہت بڑی رقم ہے اور وہ چار دن کے بعد میرا آدمی اور رقم لے کر آئے گا وہ میں تمہیں

سے جاؤں گا تم بالکل چنہ مت کرو، اگر میں اپنے گھر واپس پہنچ گیا تب بھی اپنے آدمی بھیج کر

میں کافی دیوں کے مندر کی کھیل کروں گا اور اس کے لئے میں کافی دیوں کی ہی قسم کھا کر کہتا ہوں

آہ میں کوئی دھوکے بازی نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، پھر کل آ جاؤ۔ تم سست رانی کی ایک جھلک دیکھ لو گے، بعد کی باتیں بعد میں کریں گے۔" کلیانی نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گئی۔

"گرہن اور گووند داس کچھ مٹے وہاں خاموش کھڑے رہے تھے۔ پھر گرہن نے گووند داس سے واپسی کے لئے کہا اور دونوں وہاں سے چل پڑے۔

"مہاراج! میں تو بڑی جیسپ ہی کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔" گووند داس نے کہا اور گرہن چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا؟"

"مہاراج! سکتے کمزور ہو گئے ہیں اس کا آپ کو اندازہ نہیں ہے۔ آپ زیادہ پریشان نہ ہوں، جو جٹوں کی مرضی ہوگی وہی ہوگا، ہم اس میں کوئی ترمیم تو نہیں کر سکتے۔"

"تو نہیں کیا چاہتا ہے گووند داس؟"

"مہاراج! کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ کیا آپ نواس عورت پر بھروسہ ہے؟"

"یار مجھے یہ بتا کس پر بھروسہ کروں اور کس پر نہ کروں۔ ہے کوئی ایسی ترکیب جو کسی پر چا بھروسہ کروں۔" گرہن نے مایوس لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے مہاراج! یہ عورت جو کچھ کہہ رہی ہے کر کے دکھا دے گی، یہ خود بھی تو کالی کی بہارن ہے، اگر کالی کے ہم پر ہمیں دھوکہ دے گی تو اسے خود بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"ہاں ایک بات بتائیے مہاراج۔ اگر سست رانی کا پتہ چل جائے تو آپ کیا کریں گے؟"

"اس کا پیچھا کروں گا، یہ معلوم کروں گا کہ وہ یہاں کھڑی کہاں رہتی ہے اور جب وہ کہیں

برہی رام با دمیوں کو لے کر آ جائے تو وہاں کام ایک ساتھ ہی کر لئے جائیں گے۔ سست رانی کو میں یہیں ختم کر کے اپنے من کی پیاس بجھاؤں گا یا پھر اسے اغوا کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"یہ خطرہ کبھی مول نہ میں مہاراج، آپ کو پتہ ہے کہ وہ ایک زہریلی نائین ہے جس کی نسیں میں زہر بھرا ہوا ہے اسے یہیں ختم کر دیں تو اچھا ہوگا۔"

"فکر تو آ جانے میں اسی سے فیصلہ کروں گا کہ آگے مجھے کیا کرنا ہے۔" گرہن سگھنے نے کہا اور گووند داس گردن ہلانے لگا۔

☆.....☆.....☆

گنگوڑی کا کہنا بالکل سچ نکلا۔ اس شام بھی دورا مکی مندر کے سامنے ہی موجود تھے۔ بھی دیو کنیاؤں کا قہقہہ ہوا تھا اور رادھیکا بھی اپنی اسی ج و ج میں نکل آئی تھی۔ ایک خانہ

سائمنٹ رادھیکا کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی، لیکن یہ بات بھڑنگی ہی محسوس کر سکتا تھا نہ رادھیکا کی نگاہ سے۔ اس کی مسکراہٹ میں بھی ایک کرب نمایاں تھا۔ بہر حال رادھیکا کو کچھ کر بھڑنگی کی باتوں میں سکون اُترنے لگا تھا۔ گنگوڑی کے کہنے کے مطابق وہ جبر کئے ہوئے تھا، وہ نہ دلی تو کیا چاہتا تھا کہ دوز کر رادھیکا سے لپٹ جائے، لیکن حالات کا علم ہونے کے بعد گنگوڑی نے صبر کی پدایت کی تھی اور صبر کا بڑا فریضہ نکل ہی آیا۔

بھڑنگی نے گرہن اور گووند داس کو بھیجا تھا، چو جا کے بعد دونوں باہر نکلے تھے۔ مندر کے سڑک کے باہر اندھیرا پھیل ا ہوا تھا، لیکن احاطے میں ہی بھڑنگی نے گرہن سگھنے کو دیکھ لیا تھا اور ساتھ ساتھ اس کو بھی۔ پاس کھڑے ہوئے گنگا دھرن کا شانہ دبا کر اس نے کہا۔

"گنگا! اگر گرہن سگھ ہے۔"

گنگا دھرن جو اس سارے مداخلت میں پوری طرح دلچسپی لے رہا تھا، ایک دم چونک کر طرف دیکھنے لگا۔

"کون سا؟"

"وہ جو دعوتی کرتے ہیں ہے اور اس نے سگھے میں چھندہ بار ڈال رکھا ہے۔"

"دیکھ لیا میں نے اور اس کے ساتھ یقیناً گووند داس ہوگا، جس کا ذکر ہری رام نے کیا ہے۔"

گنگوڑی بھی ان دونوں کو کھسر پھسر کرتے دیکھ کر ان کی جانب متوجہ ہو گیا اور تھک کر بولا۔

"نیا بات ہے؟"

"مہاراج! وہ وہ گرہن اور اس کا ساتھی گووند داس۔"

"ہوں۔ وہ سفید دعوتی کرتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک کہتا تھا میں نے کہ وہ تمہیں رام کی کے آس پاس ہی ملے گا۔"

"جی مہاراج۔"

"ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ بے شک تمہارا طبع بدلا ہوا ہے، لیکن مجھے وہ چہرے سے چالاک محسوس ہوتا ہے، تمہیں پہچان لے گا۔"

"اب ہم کیا کریں مہاراج؟"

"اس کا پیچھا کرو۔ اس نے یقیناً کچھ منصوبے بھی بنائے ہوں گے، اس کے ساتھیوں میں دن ہے، ہر چیز کا بھرپور طریقہ سے جائزہ لو۔"

"ٹھیک ہے مہاراج۔" بھڑنگی نے کہا اور وہ گرہن سگھ کی تاک میں لگ گئے۔

آنے والی ایک بے نامی صورت انسانی شکل و صورت اختیار کر گئی ہو۔ اچانک ہی گرین اپنی حالت سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”کھیاں میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا، بنگوان کی سولڈ میں اتنی دولتوں کا گھر کہ تیرے سارے ارمان پورے ہو جائیں گے۔ ایک مندر کیا تو اس دولت سے چھ مندر بنوا دیتے، اسے میرے حوالے کر دو، اسے میرے حوالے کر دو، کھیاں۔“

گرین میں وعدوں پر نہیں جھٹکتا، جب تو اتنی دولت مجھے دے دے گا تو میں اس کا ہاتھ کر تیرے ہاتھ میں دے دوں گی۔“

”میں تجھے وچس دیتا ہوں کہ۔“ گرین اپنی جگہ سے اٹھ کر ست رانی کی جانب پر اچانک ہی کھیاں آگے بڑھی۔ اس نے اپنی مٹھی میں پکڑی ہوئی کوئی چیز زمین پر سے ماری، ایک تراخا ہوا اور فضا میں جھونک کا گہرا سفید بادل چھا گیا۔ یہ بادل گرین اور ست رانی کے درمیان جا مل ہوا تھا، نگوتری، بھرتی اور گڑگا دھرن بھی چونک کر سنبھل گئے تھے۔

ادھر گرین اس تراخے کے خوف سے پیچھے ہٹ گیا تھا، کھیاں تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہو کر غضب ناک لگا ہوں سے گرین کو دیکھ رہی تھی، آہستہ آہستہ ستر میں کا بادل چھٹا تو وہاں اس کا چہرہ جہاں ست رانی بیٹھی ہوئی تھی، کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

”گووند، دیکھ اسے کدھر تلی وہ؟“ گرین شگہ دھاڑا اور گووند اس ادھر ادھر کر بن گھاٹ لگا۔ اس کی ہمت آگے بڑھنے کی نہیں ہوئی تھی۔

تجسسی کھیاں کی غضب ناک آواز ابھری۔

”یہ میرا گھت منزل ہے گرین، کوئی ایسا کام مت کرنا کہ جیون بھر کا پچھتاوا ملے۔“

تیرے پورے بدن کو مٹی کا ڈھیر بھی بنا سکتی ہوں، ایسا کر سکتی ہوں کہ تو اپنی جگہ سے مل بھی نہ سکے۔ کیا سمجھتا ہے تو، میں نے جو کچھ کیا ہے وہ کافی نہیں تھا تیرے لئے؟ تیرا سپنا پورا کر دیا ہے میں اور وچس بھی دے رہے کہ اگر تو میرا سپنا پورا کرے گا تو میں بھی تیرا سپنا پورا کر دوں گی، کیا سمجھا۔“

”میں تیری ہر خوشی پوری کر دوں گا کھیاں، تو جس طرح چاہے مجھ پر دشواری کرے دو۔“

کا وقت دے دے مجھ۔ میں تیرے سامنے دولت کا ڈھیر لگا دوں گا۔ بہت کچھ ہے میرے پاس۔ وہ لڑکی مجھے دے دے اسے میرے حوالے کر دے۔“

”کہا ہوا ہو جائے گی وہ تیرے حوالے دے دوں گی میں تجھے۔ پر اس سے شک نہیں ہے۔“

”جنگ تو اپنا کیا ہو اور وعدہ پورا نہیں کر دے۔“

”ارنی پوٹوف! مندر ایک رات میں تو نہیں بن جاتے، اسے چاہئے ہوتا ہے ان۔“

قریب تھا اس لئے بھڑکی سے عقل سے کام لیا اور سلحوں کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے وہ اس منہ سے تموزی دور نکل آئے، یہ تو وہ دیکھ ہی چکے تھے کہ ست رانی اپنی جگہ سے غائب ہو چکی ہے۔ کھپائی کے بارے میں بھی تھوڑا بہت دغا دے دیا تھا کہ وہ کبلی کا لے غلہ کی ماہر عورت ہے جس جگہ یہ ٹوک کھڑے تھے وہاں ہی سر پہن اور گوند اس دور جاتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

گرچہ کچھ دیر کے بعد بھڑکی کے دل میں لٹرتے کا ٹوکھاں اُٹھ رہا تھا۔ اس شخص نے بڑی بے دردی سے اسے سمندر میں پھینک دیا تھا، اس شخص سے انتقام لینے کا تصور بھڑکی کے ذہن میں تھا، اس نے سرد لہجے میں کہا۔

”سردار گنگوٹری! اس آپ کو اس کے بارے میں پتا چکا ہوگا، یہ وہی سر پہن ہے جس نے مجھے بے دردی سے سمندر میں پھینک دیا تھا، وہ تو جیون ہائی تھا کہ میں ساحل پر جا بھاؤں۔ میرے من میں یہ لے کی آگ سُلگ رہی ہے اور پھر آپ نے یہ بھی من لیا کہ وہ ست رانی کو حاصل کرنے کے لئے کالے جادو کا سہارا لے رہا ہے۔ اگر آپ آگیا تو اس کا ٹریا کر میں، میں راستے میں کر دوں۔“

گنگوٹری نے آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

”تم سے بس ایک بات کہوں گا بھڑکی۔ ہمیں گرچہ کچھ کاٹھکانہ معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ست رانی کو حاصل کرنے کے لئے اس عورت کے پاس آتا ہے اور اسے ہماری رقیس دے رہا ہے، وہ ہماری نگاہوں سے دور نہیں ہے تم بد لے کی بھاد کا پوری کر سکتے ہو۔ پراگرتھوڑا سہر کر لو تو کوئی حرج نہیں ہے میں اس وقت بالکل اندھا ہوں۔ میں نے برسوں کے بعد اپنی چند دیکھ کو دیکھا ہے تم یقین نہیں کر سکتے کہ میرے دل میں کیا کیا ابھر رہا ہے۔ آدھی گھیب ہات ب، میری چند دیکھ دو بار دہی اٹھی ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کے زوہپ میں جنم لے لیا ہے، میرے تن میں کیا کیا ہے بھڑکی۔ بھگوان کے لئے اس سے میری مدد کرو، میں تمہارا یہ احسان جیون بھر نہیں بھولوں گا، میں کہیں بیٹھا چاہتا ہوں۔“

بھڑکی کو گنگوٹری کی کیفیت کا پورا احساس ہو گیا تھا، اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”آئیے مہاراج! اصرار دیتے ہیں۔“

اس کا اشارہ دیکھ کر کافی فاصلے پر ایک ایسی جگہ پر تھا جہاں کسی قدیم مندر کے ٹھنڈا رات بکھرے ہوئے تھے۔ یہ تینوں اس طرف چل پڑے اور ٹھنڈے کے ایک گوشے میں ٹولی ہوئی ایٹھوں کے ایک ذخیر پر جا بیٹھے۔

گنگوٹری نے کہا۔

”بے بھگوان! میں تو چنے میں ہی نہیں سوچ سکتا تھا۔ کبھی اس طرح میری چند دیکھ کے ہو سکتے ہیں، ست رانی ہے اس کا نام، پر میں تو اسے چند دیکھ ہی کہہ کر پکاروں گا۔ ایک ہات بھڑکی، تمہارے خیال میں یہ عورت کون ہو سکتی ہے، کیا اس نے ست رانی کی جو بھٹک دکھائی دہا اپنے گیند سے دکھائی ہے یا پھر کچھ ست رانی کے بارے میں ابھی طرح جانتی ہے۔“

بھڑکی نے کچھ دیر سوچا پھر بولا۔ ”نہیں مہاراج! ست رانی نہیں آس پاس موجود ہے۔“

”ہم اسے تلاش کریں، چلیں اس عورت کے پاس۔“

”وہیستے تو مہاراج رانی کی مجھ تم سب سے زیادہ سہ، پر میرا خیال ہے اس کے لئے اُردن کی بات بکرا کر لیا جائے تو اچھا ہے۔“

”جیسے سمندر میں پن گئے ہم نوٹ، ایک طرف تمہیں تمہاری رادھیکا مل گئی ہے تو دوسری مجھے میری ست رانی۔ کیا اچھا لگے گا مجھے اس کے پاس جا کر اور وہ چہ نہیں لکھنے مانا سو بیکار لگتی یا نہیں تم کیا کہتے ہو بھڑکی؟“

”صرف ایک بات گنگوٹری مہاراج، بھڑکی اس سے جو کچھ بھی کہے گا وہ آنکھیں بند کر کے مان لے گی۔ آپ اس بات پر دھیان کریں جتنا مجھے رادھیکا سنبھل جانے سے خوشی ہے اتنی بھڑکی کے یہاں موجود ہونے سے۔ چون لگتا ہے جیسے بھگوان نے ہمارے سارے نشست اور پچھے ہیں۔ ایک طرف رادھیکا کا سر میرے سینے سے لگا ہوگا تو دوسری طرف ست رانی آپ سے ملے گی ہوگی۔ ہم دونوں کو بھگوان نے خوشیوں سے بھر دیا ہے۔“ بھڑکی کی آواز لرز رہی تھی

بھڑکی بھی اس کے جذبات کو محسوس کر رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

لگا دھرن کی بات کی تائید کی۔

ست رانی "ان سے کافی فاصلے سے گا۔ ریش می، کیونکہ کچنڈر اس راستے سے بہت کر تھا جو انار سے بنے ہوئے مندروں کی طرف چلا تھا، جب وہ آئے نکل گئی تو وہ لوگ احتیاط کے اس کا پیچھا کرنے لگے اور پھر انہوں نے اسے سر نو اس مندر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ مندر میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بیماری آرام کرنے لیٹ گئے تھے۔ ست رانی جب اس ہوئی تو گنگوڑی، لگا دھرن اور بھرگی مندر سے کچھ فاصلے پر ہی رُک گئے۔

"ایک بات کہوں بھرگی؟" گنگوڑی بول۔

"جی مہاراج کیسے۔"

"میں یہاں سے نہیں نہیں جاؤں گا، ہوسکتا ہے رات کے کسی سے وہ یہاں سے نکل کر اور چلی جائے، اب میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔"

بھرگی نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور بول۔ "کھونا تو میں بھی نہیں چاہتا مہاراج، یہ کی مرضی۔"

"نہیں تم دونوں جاؤ آرام کرو۔ میں سوچ کو تمہارا انتظار کروں گا۔"

یہ کیسی بات کرتے ہیں مہاراج میں نے اس سے سے پالا ہے جب اس کی عمر چند سے زیادہ نہیں تھی۔ اگر میں اپنی بہن کو اپنی اولاد کی طرح چاہتا ہوں تو ست رانی بھی اس سے نہیں بہ۔ میں بھی آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا۔"

"پھر ان لوگوں نے مندر سے کچھ فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں تو جگہ یا تری ایسے ہی لے پڑے ہوئے تھے۔ کچھ نے ٹیپے لگائے ہوئے تھے۔ کچھ کھلے آسمان کے نیچے پڑے۔ ان نے بھی سر نو اس مندر سے تھوڑے فاصلے پر ایک درخت کے نیچے پڑاؤ ڈال لیا تھا اور تلاکس کی آنکھوں میں آتی۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے جب بیماریوں نے پوجا شروع کرنا تری بھی اٹھ کر مندر میں پوجا کے لئے جانے لگے تو گنگوڑی نے کہا۔ "میں بھی پوجا گاؤں۔ ذرا معطوم ہو کر میں ہم کہ ست رانی یہاں کہاں رہتی ہے۔"

آپ اور لگا دھرن چلے چلے مہاراج، وہ میری بوسنگے کر مجھے تلاش کر لیتی ہے، اس سے پہلے جوئے کر وہ اس مندر میں رہتی ہے یا نہیں۔"

لگا دھرن اور گنگوڑی نے آخر کار یہ پتہ لگا لیا کہ ست رانی اسی مندر کی وادی ہے اور یہیں مہاراج کے چرنوں میں رہتی ہے۔ اس طرح انہیں اطمینان ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک خاموشی چھا کی رہی تھی۔ رات آہستہ آہستہ آگے کا سفر کر رہی تھی۔ ایک طرف گنگوڑی جذبات میں ڈوبا ہوا تھا تو دوسری طرف بھرگی بھی ایسی ہی کیفیات کا شکار تھا بلکہ اسے وہ بھی خوشی تھی۔ رادھیکا کی تلاش میں اس نے ایک عمر بادی تھی، شیش باگ تو نہیں جائے تھے لیکن رادھیکا کا مل گئی تھی۔

وہ بے حد خوش تھا کہ آخر کار اس کی بہن اس کے پاس آنے والی ہے۔ رادھیکا اگر خود بات کہہ دے کہ اس کا کھویا ہوا بھائی مل گیا ہے تو پھر مندر والے بھی اسے نہیں روکیں گے۔ انہی دنوں سوچوں میں گم تھے کہ اچانک انہوں نے دور سے ایک سارے کو آتے ہوئے دیکھا۔ یہ سارے مسٹوں کی جانب سے بنی آ رہا تھا اور ستاروں کی مدھم روشنی میں انہیں اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ کوئی نسوانی وجود ہے۔ کیا ست رانی ہے۔... بھرگی اور گنگوڑی کے دل میں یہی ایک خیال اُبھر رہا تھا اور کچھ ہی لمحوں کے بعد بھرگی نے اس خیال کی تصدیق بھی کر دی۔

"ست رانی آ رہی ہے مہاراج جو ست رانی ہی ہے، میں اس کے چلنے کے انداز کو پہچانتا ہوں۔" گنگوڑی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیا کریں اب ہم کیا کریں، ماؤ اسے روکتے ہیں۔"

"نہیں مہاراج! اگر آپ آگیا ہیں تو میں کچھ بولوں۔" لگا دھرن اپنی سوچی کے مطابق بولا۔ "ہاں کہو۔"

"میرا خیال ہے ہم خاموشی سے اس کو پیچھا کرتے ہیں۔ دیکھیں تو سہی کہاں جاتی ہے۔" مگر کیوں؟" گنگوڑی نے سوال کیا۔

"اس طرح اچانک ہم اس سے میں گے مہاراج تو اس پر نجانے کیا اثر ہو۔ تھوڑا سا انتظار اور کر لیجئے۔"

"لگا دھرن ٹھیک کہہ رہا ہے مہاراج! ہم خاموشی سے اس کا پیچھا کرتے ہیں۔" بھرگی۔

ست رانی کو اس طرح کے کھینوں میں حیرہ آتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ کسی بھی شخص سے اس کے دل میں خوف کا کوئی تاثر نہیں پیدا ہوتا تھا۔ مگر بچن اس کی تلاش میں تھا اور رکھیا لی مگر بچہ کو اس کے نواسے سے بیوقوف بنا رہی تھی۔ ست رانی سب کچھ سمجھ رہی تھی لیکن اسے اس بات کا خوف نہ رہا تھا کہ بچن بیوقوف بن رہا ہے وہ کیا چاہتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہیے، اس بار سے اس نے نہیں سوچا تھا۔ اس وقت بھی کلیدی کے منصوبے کے مطابق، چاند تھے، اور بچن کے سامنے آئی تھی اور پھر وہاں سے اس خالی منہ میں چمکاٹی تھی جس کا انتخاب کلیدی نے پیچھے ہی کر لیا تھا۔

ہو نہیں کی دہار کے چہرے بچن یا کووند اس کو یہ پتہ نہیں چلا۔ کا تھا کہ ست رانی وہاں سے اٹھ کر کہاں گئی ہے اور یہ گویا غلیانی کے جاو کی تصدیق تھی۔ جب تمام امور سے فارغ ہوئے کے بعد مگر بچن اور کووند اس کلیدی کو تیسرے دن بڑی دلچسپی سے دیکھ کر کے چلے گئے اور غلیانی دیکھ لیں کہ وہ درنگل کے ہیں تو اس نے ست رانی کو آواز دے دی۔

”آواز دہانی وہ تو بے چلے گئے۔“

ست رانی ذی ٹھٹھت باہر نکل آئی تھی۔ غلیانی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کوئی مشکوک تو نہیں پیش آئی تمہیں؟“

”لو۔۔۔ سارے کام تو تم خود کر رہی ہو غلیانی۔ مجھے بھلا کیا مشکل پیش آتی؟“

”میں تو یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو کچھ میں کر رہی ہوں تم اس سے مست (شوق) ہو رہے ہو؟“

”جب میں نے تمہارے ساتھ دوستی کر لی ہے تو سمجھتا ہوں کہ یہ اندھونے سے لیا لڑک پڑتا ہے۔“

”آفریہ بچن چاہتا کیا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔“

”غلیانی، مجھے یقین ہے کہ جب میں اس کے قریب جاؤں گی تو وہ مجھ لے جائے گا۔“

”کوشش کرے گا۔“

”بنا۔ تم یہ بھی چکی ہو کہ وہ تمہیں ایک لڑکی کی حیثیت سے پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بات تمہارے سامنے ہے جس کی وجہ سے بچن تمہیں لے جانا چاہتا ہے۔“

”تو تو چکی ہوں؟ تمہیں کہ وہ اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لینے کے لئے در بندہ ہو رہا ہے۔“

”کہہ رہا ہے تم نے بتا دیا تھا، خیر چھوڑ دو اب یہ بتاؤ کرنا کیا ہے کیا تم اس سے لڑ رہی ہو؟“

ست رانی کسی سوچ میں ڈوب گئی، پھر اس نے کہا۔ ”ایک بار اس سلسلہ کے کچھ لوگوں

کے بے ہوش کر کے کہیں پہنچا دیا تھا۔ سترہ جیت نے مجھے وہاں سے ہائی ولانی تھی۔ میں یہ سوچتی ہوں کہ وہ ایسا کوئی طریقہ استعمال کریں۔ ویسے میں تو میرا بھی چاہتا ہے کہ اس سے معلوم کروں کیا ضرور چاہتا تھا ہے؟“

”اس کی بات چھوڑو۔ تم کیا چاہتی ہو، مجھے یہ بتاؤ؟“

”میں کچھ نہیں۔ تم مجھے اس کے حوالے کر دینا، میں خود اپنے آپ کو لوں گی۔“ ست رانی سوچ کر بولی۔

”اور اگر اس نے تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیا تو؟“

”اس کی ذمہ داری میں خود لیتی ہوں وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

”نہیں ست رانی، یہ غلط ہوگا۔ بھلا میں تمہیں اس کے حوالے کیوں کروں، کوئی اچھی نیت تو

میں ہوگی اس کی۔“

”کہو نا تم سے اور جو کچھ میں کہتی ہوں اس میں کڑ ہمت کیا کرو۔ میں چہ مجھے ناپسند

ہے۔“ ست رانی نے شک سے کہہ دیا۔ یہ اس کا مخصوص انداز تھا۔ ”مہاراج پر بھوویاں نے ابھی

میں مجھ سے ایسا کوئی سوال نہیں کیا کہ میں اپنی مرضی سے کہاں چلی جاتی ہوں۔ بہت بڑے انسان

میں ہوں، اتنے ہی بڑا ذہن کا دل بھی ہے۔ مجھ پر عمل اعتبار کرتے ہیں۔ اس لئے میں بہت زیادہ دیر

اس زک سوں کی چلتی ہوں۔“ ست رانی نے کہا اور غلیانی کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے

لے گئی۔

غلیانی نے جلدی سے دو قدم اس کا پیچھا کیا اور کہنے لگی۔ ”تو پھر میں نے اسے جب بلایا

تو بھی تمہیں آنا ہے اور یہ مجھے بتاتا ہے کہ تم نے ان سے پھاؤ کا کیا طریقہ سوچا؟“

”میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں خود اپنے آپ کو پھالوں کی تمہیں کچھ نہیں گھرنا پڑے گا۔“

”تم مجھے اس کے حوالے کر دینا کیا سمجھیں؟“

”ہوں۔“ غلیانی نے نہ خیالی انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

”چلتی آؤں۔“ ست رانی کوئی دور وہاں سے واپسی کے لئے چل پڑی، یہی وہ وقت تھا

جس پر بچن، گنگوڑی اور لنگا بھرن نے اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

گنگوڑی نے گہری نگاہوں سے بچن کو دیکھا اور بولا۔ ”مجھے آفریہ بار بتاؤ، بچن کی تم

بچن مجھ سے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟“

”مہاراج! آپ کو پوری کیا بات بتا چکا ہوں، ہر سہ کی بھاؤنا میرے من میں ہے۔ اس

نے مجھ سے میرا بیون چھین لیا تھا، راجہ کی کس طرح اس مندر تک پہنچی میں نہیں جانتا، پر مہاراج میرے من میں اس کے لئے اتنا غصہ ہے کہ میں اس کا بیون چھین لینا چاہتا ہوں۔“

”سوچ لو اب کرنا ٹھیک بھی رہے گا یا نہیں۔“

”مہاراج! یہ کیسے اگر جیتا رہا تو ہمیں بھی جین سے نہیں رہنے دے گا۔ دو راجہ کا کوئی نہیں ست رانی کو بھی اپنے چنگل میں لینا چاہتا ہے۔ آپ بتائیے کیا اس کا بیون ہمارے لئے ٹھیک رہے گا۔“

”تفتبڑی نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر بولا۔“خیر تمہارا اس کا بہت پرانا اوصار چل رہا ہے۔ میں تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق ہی کام کرنے دوں گا۔ پھر یوں کرتے ہیں کہ گرچہ کبانی سے دیکھیں گے جب وہ ست رانی کو حاصل کرنے کے لیے اس بوڑھی عورت کے پاس جائے گا۔“

”ٹھیک ہے مہاراج، لیکن میں ست رانی پر بھی نگاہ رکھنا ہوگی۔“

”وہ تمہارا نہیں میرا کام ہے۔“ گنگوٹری نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور پھر گنگا دھرن کی طرف دیکھ کر بولا۔

”انتظار میں بہت مزرہ ہے گنگا، میری چند رکھ مجھے واپس مل رہی ہے۔ انتظار کر لیں گے اور جس کی نیڑھی نگاہ چند رکھ کے لئے ہو، اس کے ساتھ بھلا رعایت اور ہمدردی کیسے کی جاسکتی ہے؟“

گنگا دھرن نے گردن ہلا دی تھی۔

☆...☆...☆

اس دوران گرچہ کچھ انتظامات کرتا رہا تھا۔ اپنے آدمیوں سے اس نے کافی رقم منگوا لی تھی۔ تیسرے ہی دن تیس برس کے قریب کچھ لوگ اس کے پاس پہنچے تھے۔

چونکہ یہ لوگ مسلسل گرچہ کی نگہانی کر رہے تھے، اس لئے انہوں نے بھی آنے والوں کو دیکھ لیا تھا، البتہ یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کون تھے اور کیوں آئے تھے۔

پھر آخر کار گرچہ کی تیار ہو کر چل پڑا۔ آج اسے کلیانی سے مل کر ست رانی کے بارے میں فیصلہ کن بات کرنی تھی۔ ست رانی کا حصول بھی اس کی زندگی کا بہت بڑا مرحلہ تھا اور وہ یہ سوچتا تھا کہ بچپن کی موت کے بعد اگر ست رانی اس کے ہاتھ آ جائے تو وہ اسے بھی موت کے کھٹ آٹار کر اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لے گا۔ لیکن سچے سچ سکون مل جائے اور اب ست رانی کا حصول اس کے لئے ممکن ہو گیا تھا۔ دولت کی اول تو کوئی کمی نہیں تھی۔ ست رانی کی ہر قیمت وہ ادھر کر سکتا تھا۔ چنانچہ تمام تر تیاریاں کرنے کے بعد وہ مقررہ وقت پر کلیانی کے منہ کی جانب چل پڑا۔

وٹ کٹیا

اس بھی اس کے ساتھ تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ کچھ ایسے لوگ اس کا تعاقب کر رہے ہیں جن کے ہاتھوں اس کی زندگی کی شام ہونے کو ہے۔

آخر کار یہ سفر ختم ہوا۔ گرچہ رقم کا تھیلہ لئے ہوئے تھا اور خاصا تجسس محسوس ہو رہا تھا۔ رانی کے بارے میں اسے علم تھا کہ وہ ایک زہریلی لڑکی ہے، اپنی دانست میں اس نے اپنی کو کلیانی سے خرید لیا تھا اور اب وہ کچھ دیر بعد اس کا مالک بنے والا تھا۔

کچھ عرصے بعد وہ کلیانی کے منہ کے سامنے پہنچ گیا اور اس نے آواز دی۔ ”کلیانی میں ہوں، باہر نکلو اور مجھ سے بات کرو۔“

کچھ ہی لمحوں کے بعد کلیانی باہر نکل آئی۔ ست رانی سے اسے کوئی خطرہ تو نہیں ہے، ورنہ ہندو بست بھی کیا جائے، تب ست رانی نے جواب دیا تھا کہ میں صرف ایک ہار جو کچھ کہتا ہوں ہاں ہاں بار بار یہ سوال کر کے میرا دماغ مت خراب کرو۔

کلیانی کو اس بگڑے دماغ کی لڑکی کا اچھی طرح احساس تھا، البتہ وہ اس بات کی خواہش کرے گا کہ اس کا مندر بنا کر ست رانی کو مہا کالی کا روپ ثابت کر سکے اور اس کے بعد وہ جانتی تھی کہ ہندوستان اس کے دروازے پر ہوگا اور وہ دولت کے انہار جمع کر لے گی۔ بہر حال ست رانی سے اطمینان دلایا تھا کہ وہ چٹان نہ کرے۔ اپنا کھیل وہ خود کھیلے گی، تب کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ گھر آئی اور کلیانی ان کے آواز دینے پر باہر نکل آئی۔

”میں آ گیا ہوں کلیانی دینی اور اتنی دولت لایا ہوں کہ تو اپنا مندر بنانا شروع کر دے۔ یہ اس جو کچھ تجھے دے چکا ہوں، ہنگولان کی سوگند وہ بھی میرے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اسے جو کچھ لایا ہوں وہ تیری تمام خواہشوں کی تکمیل کر دے گا۔ بتا ست رانی کہاں ہے، ٹو نے اسے مجھے اس کی ایک جھٹک دکھانی مگر وہ صرف تیرا گمان ہو سکتا تھا۔ آج مجھے ست رانی ملے گی، کیا تو اسے میرے حوالے کر سکتی ہے؟“

کلیانی نے ست رانی سے طے شدہ منصوبے کے مطابق تھوڑی سی اداکاری کی۔ دونوں سائیں بلند کئے اور منہ میں کچھ بد بواہیاں بولیں۔ نیچے ٹھٹکا یا تو ایک ہنگی سی آواز ہوئی۔ ساتھ ہی اس کا ایک بادل اُٹھ اور اس کے بعد ست رانی منہ کے دروازے سے نکل کر اس جگہ آ کھڑی ہوئی۔

گرچہ اور گووند اس کے ساتھ ہی تھوڑے فاصلے پر ایک منہ کے پیچھے چھپے ہوئے اور گنگوٹری نے بھی ست رانی کو دیکھا۔ گرچہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

دش کنیا

دش کی لیٹان خون کی پھوڑا اس کے منہ سے پھوٹی اور دوسرے لمحے اس کی گردن ٹیڑھی ہو گئی۔
ادھر ست رانی نے بھرتی کی آواز پہچان لی تھی۔ اس کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی اور وہ
بہا باکتی ہوئی آگے بڑھ کر اس سے پست گئی۔

گنگوتری اپنی چند رنگہ کو تھوڑا تھوڑا کسی پتھر کی طرح ساکت ہو گیا تھا۔ اسے احساس ہوا
کہ ست رانی کس طرح بھرتی کو چاہتی ہے اور یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نے بھرتی کے ساتھ
سلوک کر کے خود اپنے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا ہے، ست رانی، ابھی روٹی نہیں کھیں لیکن اس وقت
ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی ٹپکی تھی اور وہ بھرتی کے سینے سے بڑھ پیار سے لپٹی ہوئی تھی۔
اس کے منہ سے نکل رہا تھا۔

”تم مل گئے بھرتی بابا... تم مل گئے۔ مجھے سنسار میں تمہارے سوا اور کچھ نہیں چاہیے، تم
سب کچھ ہو بھرتی بابا، اس طرح تم نہ ہو جایا کرو۔ اس طرح کھوٹ جایا کرو۔“

بھرتی بھی رو رہا تھا اور ست رانی کو بڑی طرح لپٹائے ہوئے تھے۔ ادھر کلیان کا کلیان ہو گیا
بھرتی کے ساتھ اور گوندہ اس بھی شرم ہو گئے تھے۔

بھرتی نے ست رانی سے کہا: ”ست رانی! یہ جگہ ساری باتیں بتانے کے لیے اچھی نہیں
ہو چلیں میرے ساتھ چلو۔“

”یہ کیا ہو گیا؟“ ست رانی نے کلیان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”یہ بھی اپنا کھیل ختم کر چکی ہے، جیون کا کھیل ایسے ہی ختم ہو جاتا ہے ست رانی آؤ۔“

”یہ دونوں کون ہیں؟“

”آؤ میں تمہیں ان کے بارے میں بتاتا ہوں۔“

ست رانی، بھرتی کے مل جانے سے خوش سے پاگل ہو رہی تھی، بھرتی اسے وہاں سے لے

گیا تو اس نے اپنا سارا بوجھ بھرتی پر ہی ڈال دیا تھا اور گنگوتری حسرت بھری نگاہوں سے اسے

دیکھتا تھا۔ گنگا دھرن نے اپنے دونوں سانپ اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ درحقیقت یہ سانپ اس

سے کارآمد ہتھیار تھے اور وہ اپنے سارے کام ان کے ذریعے کر رہا تھا۔ رات کی تاریکی

کے ساتھ سانپوں سے جو کام لیا تھا وہ قاتل یقین تھا۔

طویل فاصلہ طے کر کے یہ لوگ اس جگہ پہنچ گئے جہاں انہوں نے اپنا پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔

رانی خوش سے سرشار تھی، چنانچہ سرلواس اور پر بھوریال کو بھی بھول گئی تھی۔ ادھر گنگوتری اور

کلیان بھی خوش تھے، گنگوتری جس کام کے لئے نکلا تھا آخر کار اس کی تکمیل ہو گئی تھی۔ حالانکہ

دش کنیا

”اب بول ست رانی، کہاں جائے گی اب؟ میرے بھائی کو موت کے گھاٹ اتار دینے
کے بعد کیا ٹھہرے ہاتھ سے بچ سکتی تھی؟“

”گر بچن مہاراج! مجھے بتائیں میں کیا کروں؟“

”گوندہ اس“ گر بچن نے گوندہ اس کی طرف دیکھا اور گوندہ اس نے بھرا ہوا ہستول
گر بچن کے حوالے کر دیا۔

”مجھے صرف اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لینا تھا، ست رانی اور آج بھگوان نے میری
میت کا منہ پوری کر دی ہے، میں بے چین ہو چکا ہوں اور اب چین حاصل کرنا چاہتا ہوں، میں نے
تیری قیمت ادا کر دی ہے، میں، میں...“

گر بچن نے ہستول سیدھا کیا اور ست رانی کے سینے کا نشانہ لے لیا۔ ست رانی تو شاید
صبر تھاں سے واقف نہیں تھی، مگر کلیان کا منہ تھمتھ سے کھل گیا۔ گر بچن ہستول کا ٹکڑا دبا
چاہتا تھا کہ گنگا دھرن نے صورت حال کو بھانپ کر اپنا سانپ گر بچن پر اچھال دیا۔

سانپ نے ہستول والے ہاتھ پر منہ مارا اور گر بچن سنگھ کی کلائی پر کاٹ لیا۔ شہید ہر
سانپ تھا۔ گر بچن سنگھ کا نشانہ غلط ہو گیا اور گولی کلیان کی پیشانی میں لگی، جس کے منہ سے ایک
دلدوز چیخ نکلی تھی۔ دوسری چیخ گر بچن کے منہ سے نکلی تھی چونکہ سانپ کے زہر نے اس کے پورے
شریر کو انکارہ بنا دیا تھا۔ گوندہ اس نے بھانسنے کی کوشش کی لیکن دوسرا سانپ اس کے اوپر پڑا اور
اس نے گوندہ اس کی گردن میں کاٹ لیا۔ گر بچن سنگھ کی کلائی پر گرنے والے سانپ نے ادھا
گر بچن سنگھ پر حملہ کیا اور اس ہراس کی ران میں کاٹ لیا۔ گر بچن سنگھ بائیں رام ہاتھ رام بچن
بچے زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

ادھر ست رانی دنگ نہی اس کی ساری صلاحیتیں اس وقت بے اثر ہو گئی تھیں اور وہ حیرت

سے منہ کھولے گر بچن اور گوندہ اس کو دیکھ رہی تھی جبکہ اس کی نگاہ ابھی گنگوتری، گنگا دھرن یا بھرتی

نہیں پڑی تھی۔ کلیان تو ایک لمحے کے اندر ہی اندر ٹھنڈی ہو گئی۔ گر بچن بھٹی بھٹی آنکھوں سے اس

طرف دیکھنے لگا۔ جدھر سے سانپ اس پر پھینکے گئے تھے۔

تبھی بھرتی آگے آیا اور اس نے کہا: ”میں جیتا ہوں گر بچن! تو نے اپنی دانت میں مجھے

مسند میں پھینک کر ختم کر دیا تھا۔ پردیکھ لے میں جیتا ہوں اور تیرا کیا انجام ہو رہا ہے۔ ست رانی

کو مارنے آیا تھا سنئے...“

بھرتی آگے بڑھا تب ہی گر بچن کے منہ سے کاٹا کاٹا خون بہہ نکلا۔ اس نے ہاتھ کیسے

اچھی خاصی رات ہو چکی تھی اور پاتری آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے تھے، ہر طرف ڈوکا عالم طاری تھا لیکن یہ لوگ جو یہاں موجود تھے ان کے دل خوشی سے سرشار تھے۔

بجڑگی نے کہا: ”خو یہاں کب اور کیسے پہنچ گئی ست رانی؟“

ست رانی بجڑگی کو اپنے اوپر بیٹھنے والی داستان سنانے لگی اور بجڑگی حیران رہ گیا۔ پھر بجڑگی نے اسے بتایا کہ کس طرح راوہیکا کے سسلے میں دھوکا دے کر اسے ہایا گیا تھا اور اس کے بعد گریچن نے اسے اپنی دانست میں سمندر میں پھینک کر ختم کر دیا تھا، بجڑگی نے اسے بتایا۔

”ہاں، بھگوان میری مدد کر رہا تھا۔ میں سمندر میں بہتا ہوا کسی ساحل پر جا نکلا۔ وہاں گریچن نے مجھے دیکھا اور اپنے قبیلے میں لے گیا۔ ست رانی اس قبیلے کا نام گوتم سری ہے اور وہ زوردار غلام تھے میں آباد ہے۔ وہاں ست رانی میں نے تمہیں دیکھا تم وہاں موجود تھیں۔“

”مجھے؟“ ست رانی حیرت اور دنگ میں سے بولی۔

”بھگوان کی سونگہ وہ تم ہی تھیں۔ میں اس قبیلے میں بڑی عزت و آبرو کے ساتھ رہ رہا تھا۔“

قبیلے کے سردار گنگوتری کو ایک بار میں نے غاروں کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ ایک پیاری غار میں ایک سنگی مجسمہ نصب تھا اور جب میں نے اس سنگی مجسمے کو دیکھا تو دنگ رہ گیا کیونکہ ست رانی وہ تمہارا مجسمہ تھا۔ پھر میں نے سردار گنگوتری سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ ان کی بیٹی چند رکھ کا بت ہے جو انہوں نے تیسے پیار سے بولا ہے کیونکہ چند رکھ ان سے بیجڑگی تھی۔ چند رکھ کو ایک آدمی دیوا مہا چھو نے اغوا کیا تھا کیونکہ وہ اسے چاہتا تھا۔“

بجڑگی نے پھر چند رکھ اور دیوا مہا چھو کی کہانی سنائی اور بولا: ”اور چند رکھ اس وقت ماں بننے

والی تھی۔ دیوا مہا چھو اسے لے کر قبیلے سے بہت دور ایک ٹولے سمندر میں پہنچا اور یہاں اس سمندر میں اسے چھوڑ کر کسی کام سے باہر گیا۔ پر وہاں وہ ایسے نہ ہر پہلے پھلوں کا شکار ہو گیا جو دیکھنے میں تو اچھے لگتے ہیں پر ان کا ذہن انسان کو چند لمحے بھی جینے نہیں دیتا۔ ادھر ٹولے سمندر میں سانپوں کا بھرا تھا۔ وہیں چند رکھ نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ وہ بیٹی کو جنم دیتے ہوئے جیون ہار چکی تھی۔ وہاں ایک درد کا مارا موجود تھا جو اپنی بہن کو حاصل کرنے کے لیے شیش ناگ کی تپا تپا کر رہا تھا کہ ناگ دیوتا چاہے جائیں تو وہ اپنے دشمنوں سے بدلے لے سکے، مگر ناگ دیوتا نے ایک سدری بیٹی جو چند رکھ کی اولاد تھی، اس کی گود میں ڈال دی اور اس نے اس کی پرورش شروع کر دی۔ اس نے اس کا نام ست رانی رکھا۔ من رہی ہو ست رانی وہ بیٹی تم ہو اور تم جانتی ہو کہ تمہارا باپا بجڑگی کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ چند رکھ تمہاری ماں تھی، جو ان کھنڈ رات میں مر گئی۔ تمہارا پاپا پہلے ہی مر چکا تھا۔ دیوا مہا چھو بھی مر گیا

اور میں نے تمہیں پروان چڑھایا۔ تم ہنگامہ کھیر دوں کے ساتھ ملی بیڑیوں۔ پھر جب میں نے سردار گنگوتری کو بتایا کہ یہ ان کی بیٹی چند رکھ کا نہیں بلکہ ست رانی کا بت ہے تو گنگوتری جو تمہارا بھائی ہیں، تمہیں پانے کی آرزو میں دیوانے ہو گئے اور تمہاری تلاش میں نکل پڑے۔“

اب تک ہی ست رانی کی گردن گھومی۔ اس نے پہلے گنگا دھرن پھر سردار گنگوتری کو دیکھا۔ گنگوتری اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ چانک ہی اسے یوں لگا جیسے ست رانی اس کے دماغ میں داخل ہو گئی۔ گنگوتری کوشش کے باوجود ست رانی کی آنکھوں سے آنکھیں نہیں ہٹا سکا تھا۔ تھیں ست رانی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور ٹانگی کہہ کر گنگوتری سے لپٹ گئی۔

گنگوتری زار و قطار رونے لگا۔ بجڑگی بھی رورہا تھا، گنگا دھرن بھی متاثر تھا۔

پھر گنگوتری نے کہا: ”میری چند رکھ نے مجھے پہچان لیا۔ بجڑگی تمہارا بہن بھائی ہیں میرے بھائی۔ میں نے ایک بار پھر میری چند رکھ مجھ سے ملا دی ہے۔ بھگوان نے تمہیں تمہاری راوہیکا سے دی اور مجھے میری چند رکھ۔“

ست رانی ایک دم حیران ہو گئی۔ اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا مگر بجڑگی سے مخاطب ہو کر بولی: ”کیا کہا نا گنگی نے، راوہیکا، راوہیکا ہوئی۔“

”ہاں۔۔۔ میں ابھی اس سے بات نہیں ہوں۔ پر راوہیکا کا میں متحرا میں موجود ہے اور راما کی مندر کی دیوا ہی ہے۔“

”یہ تو بڑی خوشی کی خبر ہے، بہت ہی خوشی کی۔ ہم ابھی جیتے ہیں، میں مہاراج پر جود بال سے ملتی ہوں۔ آسمان کے ساتھ جاتا راوہیکا مہی کو لے آتے ہیں۔“

”کال دن کی روشنی میں ہم یہ کام کریں گے ابھی نہیں۔“ بجڑگی نے کہا۔

بہر طور ست رانی یہ معلوم ہونے کے بعد کہ گنگوتری اس کا بھائی ہے، گنگوتری کے سینے سے لپٹی رہی تھی۔ پھر اس نے بجڑگی کو دیکھا اور اپنا دوسرا ہاتھ بجڑگی کی گردن میں ڈال دیا۔

☆.....☆.....☆

بجڑگی اعلیٰ ظرف انسان تھا۔ آدمی عمر بھن کی تلاش میں طرح طرح کے جتن کر کے گزری تھی۔ راوہیکا اس کے سامنے آ چکی تھی لیکن وہ صبر سے کام لے رہا تھا۔ ست رانی اس کے دل کی کیفیت سے واقف تھی۔

دوسری صبح وہ اس وقت اٹھ کھڑی ہوئی جب پوجا اور اشنان کا وقت ہوا تھا۔ اس نے گنگوتری اور گنگا دھرن کو بھی جگا دیا تھا۔

”کوئی خاص وجہ ہے تمہارے جاننے کی؟“ گنگوٹری نے پوچھا۔

”ہاں نانا جی۔ سورج نکلنے تک سب جاگتے ہیں۔ پھر سو جاتے ہیں ہم رادھیکا کو کسی سے سورج نکلنے سے پہلے ہی طیس گئے۔ پھر چونکہ میں پر بھودیال جی کی آگیا کے بنا مندر سے غائب رہی ہوں، وہ میرے لئے پریشان بیٹھے ہوں گے۔“

ست رانی ان لوگوں کو پر بھودیال کے بارے میں سب کچھ بتا چکی تھی۔ اس نے بجزگی کو اس سے مخاطب ہوئے کہا۔

”یہ میرے بجزگی بابا ہیں اور یہ میرے نانا جی، یہ مجھے مل گئے ہیں، میں نے آپ سے بھی کہا تھا کہ اگر مجھے میرے بجزگی بابا مل گئے تو میں مندر سے چلی جاؤں گی۔“

فرخ دل پر بھودیال نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”بھگوان نے مجھے بہت بڑی عزت دی ہے، بجزگی مہاراج کہ میں آپ کی ست رانی کی کچھ سیوا کر سکا اور اب یہ آپ کے حوالے ہے۔“

ست رانی نے پر بھودیال سے کہا۔ ”میرے آپ کو یہ بھی بتا دیا تھا پر بھودیال مہاراج کہ بجزگی بابا کی بہن رادھیکا موسیٰ بہت پہلے گم ہو گئی تھی۔ وہ رام کی مندر میں موجود ہیں اور وہاں دیوداسی بنی ہوئی ہیں، بجزگی بابا نے انہیں دیکھ لیا ہے، ان سے ملے نہیں ہیں لیکن اب ہم انہیں بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“

پر بھودیال نے کسی قدر تشویش زدہ نگاہوں سے ست رانی کو دیکھا اور یوں۔ ”کیا رادھیکا مہاراج کو پہچان لے گی؟“

”وہ میری بہن ہے مہاراج، بہن بھائی کو نہیں پہچانے گی تو میں سمجھوں گا کہ خون کا رشتہ کوئی رشتہ نہیں ہوگا، ساری من گھڑت کہانیاں ہیں۔“

”رام کلی مندر کے ہنست جنے چرن بھگوت ہیں۔ آؤ میں تم کو ان کے پاس لے چلا ہوں، پوجا ختم ہو چکی ہوگی پروہ ابھی باہر ہی ہوں گے۔“

چنانچہ تمام لوگ رام کلی مندر پہنچ گئے۔ پوجا ختم ہو گئی تھی اور یاتری باہر نکل رہے تھے۔ پجاری مندر کے کاموں میں مصروف تھے۔

جنے چرن بھگوت نے ان سب کا سواگت کیا تو پر بھودیال نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ ”مہاراج! آپ کے مندر میں رادھیکا نامی ایک دیوداسی ہیں۔“

”ہاں رادھیکا دیوی ہمارے مندر کی بہت بڑی شخصیت ہے۔“

”وہ بجزگی مہاراج کی کھوئی ہوئی بہن ہیں، جسے یہ برسوں تلاش کرتے رہے ہیں اور اب

میں نے اسے دیکھ لیا ہے، مہاراج یہ اسے لینے آئے ہیں۔“

”کیا رادھیکا بجزگی مہاراج کو پہچان لے گی؟“

”جی میں نے بھی کہا تھا، اگر وہ بجزگی مہاراج کو پہچان لیتی ہے تو مہاراج پھر تو ہم دست مہاراج کے حوالے کر دیں گے جیسے میں نے اپنی بہت سی سندربنی ست رانی کو بجزگی کے لئے کر دیا۔“

”میں رادھیکا کو بلاتا ہوں۔“ جنے چرن بھگوت نے کہا اور ایک پجاری کو اشارہ کر کے کہ بلا دیا پھر رادھیکا کو بلانے کی ہدایت کر دی۔

بجزگی کی نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں اور اس کی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ وہ حد درجہ اپنی زور بات تھا۔

پھر رادھیکا دروازے سے نمودار ہوئی۔ وہ اس طرح بلا دے پر حیران کی تھی۔ جنے چرن بھگوت، پر بھودیال، گنگوٹری اور گنگا دھرن ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔ بجزگی دروازے کے سامنے باقر کے بت کی طرح ایسا زور تھا۔

رادھیکا اندر آئی۔ اس نے حیران نگاہوں سے یہاں کے ماحول کو دیکھا، سرسری نگاہ تمام پر ڈالی۔ پھر اس نے بجزگی کو دیکھا لیکن بجزگی سے نظریں ہٹاتے ہی اس نے اچانک ایک

ہالیا اور دوبارہ بجزگی کو دیکھا، پھر اس کا چہرہ متغیر ہوئے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھی

اس کے منہ سے ایک دلدوز آواز نکلی۔

”بھیا جی، بھیا جی۔“ پھر وہ لہرائی اور زمین پر گرنے لگی، تبھی بجزگی نے آگے بڑھ کر اسے

رادھیکا بے ہوش ہو گئی تھی۔ بھیا جی کا لفظ اور پھر رادھیکا کی جذباتی کیفیت سب نے

اور محسوس کی تھی۔ رادھیکا جیسے ہی بے ہوش ہوئی بجزگی نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔

”آؤ اسے لے کر اندر آ جاؤ، یہ بھائی کے مل جانے کا جتنی جھٹکا ہوا اشت نہیں کر سکی ہے۔“

”جس میں آ جائے گی۔“ جنے چرن بھگوت نے کہا۔

اور رادھیکا کو یہاں سے ایک دوسری جگہ لے جایا گیا جہاں اسے ایک سٹھان پر لٹا دیا گیا جنے چرن بھگوت ایک چٹھے سے اسے ہوا دینے لگے۔

پھر بھگوت نے مدغم لہجے میں کہا۔ ”بجزگی مہاراج! آپ کو بہن مل جانے کی بدعائی ہو۔“

اسے لئے بھی وہ سگی بیٹیوں جیسا اور جبر کرتی ہے۔ ہم مندروں کے ہاں ایک دوسرے کو بھگوان کی

دین سمجھتے ہیں لیکن بہر حال اس نے آپ کو پہچان لیا اور جس طرح وہ آپ سے جدا ہوئی ہے اس کے بعد ہم کسی بھی طرح اسے مندر میں رکھنے کے حقدار نہیں ہیں، وہ ہوش میں آ جائے تو آپ اسے لے جاسکتے ہیں۔“

ہجرتی سسک سسک کر رہ رہا تھا اور ست رانی اس کے شانے سے رخسار نکالنے کھڑی تھی۔ بہت دیر تک یہ جذباتی کیفیت چلتی رہی۔

راہیچہ تھوڑی دیر کے بعد پھر ہوش میں آئی اور اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ ہجرتی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ اٹھی اور اس سے لپٹ گئی۔

”تم میرے بھیا جی تھو ہوتا۔ میں پہنا تو نہیں دیکھ رہی ہوں، تم میرے بھیا جی تھو چاہے یہ پہنا ہو یا میں جاگ رہی ہوں، تم میرے بھیا جی تھو۔“ وہ جھونکا نہ انداز میں بولی اور ایک بار پھر ہجرتی سے لپٹ کر سسکیاں لینے لگی۔

بہر حال یہ بات بھی محسوس کر رہے تھے کہ یہ انوت رشتہ بہت ہی مضبوط ہے، حالانکہ وہ کاحلیہ اتنے عرصے میں کافی بدل گیا تھا اور اب تو وہ گوتم سرینی کا سپر ایما تھا لیکن بہن نے دل سے آنکھوں سے اسے پہچان لیا تھا۔

جنے چون بھگوت نے خوشدلی سے راہیچہ کا کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ راہیچہ کاٹنے شاید بہت زیادہ طویل وقت یہاں گزارا تھا۔ یو کینا نہیں اور پہچانی اس کے جانے خبر سن کر رو کر مرے جا رہے تھے۔ آنسوؤں اور آہوں کے درمیان انہوں نے راہیچہ رخصت کیا اور راہیچہ کا اپنے بھائی سے لپٹی ہوئی ان کے ساتھ چل پڑی اور پھر یہ لوگ اس کے گئے جہاں انہوں نے پہنچاؤ اڈہ لیا تھا۔

سارے کے سارے خوشی سے دیوانے ہو رہے تھے، یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ گرجن اور گووند دس کی لاشیں کسی نے دیکھیں یا نہیں، کہانی کا بھی بالکل اتفاقیہ طور پر ہی دیہانت تھا، ورنہ شاید وہ ست رانی کو اتنی آسانی سے نہ چھوڑتی اور گرجن سنگھ اور گووند دس کی موت بعد انہیں دوسری مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

پڑاؤ پر آ کر بھی یہ جذباتی کیفیت طاری رہی، ایک طرف گنگوڑی ست رانی پر شاد ہو تو دوسری طرف یہ بہن بھائی اتنے عرصے کے بعد ایک دوسرے سے مل جانے کی خوشی سے تھکے تھے۔ بہت سی باتیں ہوتی رہیں، یہ سوچا جانے لگا کہ اب کتنا کیا ہے، اس سلسلے میں گرجن کا بھرن مشورہ دیا کہ سب سے پہلے متھرا چھوڑا جائے۔ یہ طے کیا جانے لگا کہ متھرا سے نکل کر پہلے

کہاں ہو، اصل میں گرجن سنگھ وغیرہ کی موت کے سلسلے میں تھوڑا سا تردد تھا اور یہ لوگ کسی ہاتھوں میں نہیں پڑنا چاہتے تھے، حالانکہ کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑا تھا انہوں نے جس سے ان کی جانب توجہ جائے لیکن ان کا سپر دس جیسا حلیہ، گرجن دھرن کے زبردست سانپ اور گرجن سنگھ وغیرہ کی سانپوں کے ذریعے موت، گنگوڑی کا باعث بھی بن سکتی تھی۔ طے یہ ہوا کہ آج کا دن یہاں بتا لیا جائے کل یہاں سے روانگی ہو جائے گی اور متھرا چھوڑنے کے بعد یہ لوگ سوچیں گے کہ آگے کیا کرنا ہے۔

غرضیکہ ایک ایک لمحہ دلچسپی سے بھر پور رہا تھا۔ ست رانی گنگوڑی کو بھرپور محبت دے رہی تھی، پتہ نہیں اس کے اندر کیسے جذبے ابھر آئے تھے۔ ادھر راہیچہ اپنے بھائی کو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چھوڑ رہی تھی۔ دن گزر گیا کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ یاتری مندروں میں آتے جاتے رہے، کسی نے ان کی جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ رات کو کمانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد گنگوڑی نے ست رانی سے اس کی رام کہانی پوچھی۔ ہجرتی نے دریافت کیا کہ اس کے جانے کے بعد ست رانی پر کیا ہوا، گورو لین اور حسن شاہ کس طرح لپٹ ہوئے اور ست رانی انہیں اپنی معلومات کے مطابق تفصیل بتانے لگی۔

پھر راہیچہ کی باری آئی تو راہیچہ کاٹنے ہجرتی کو بتایا کہ گرجن سنگھ نے اسے قید کر دیا تھا۔ وہ نرا انسان تھا لیکن قید خانے کا محافظ گرجن ایک اچھا انسان تھا۔ اس نے راہیچہ کو قید خانے سے فرار ہونے میں مدد دی اور راہیچہ کا ایک بس میں بیٹھ کر چل پڑی۔ پہلے ایک شہر اور پھر دوسرے شہر یہاں تک کہ اسے کچھ ایسے لوگ مل گئے جو پاترا کے لئے متھرا آ رہے تھے اور وہ ان کے ساتھ جتنا کی بہت سی پہنچ گئی اور جتنا نے اسے اپنے چرتوں میں جگہ دے دی۔ مہاراج جنے چون بھگوت نے اسے سو بیکار کر لیا اور اس کے بعد سے وہ یہاں جیون پاتی رہی۔ اس نے بہت سے ایسے لوگوں کو اپنی رام کہانی سنائی جو اس سے ہمدردی رکھتے تھے اور کہا کہ اس کے بھائی اور جن سنگھ کو تلاش کریں، لیکن کہیں سے اور جن سنگھ کا پتہ نہیں چل سکا اور وہ مندر میں جیون پتے لگی۔

اس نے کہا۔ ”رام کلی مندر میں دیوتی کی ایک مورتی ہے۔ دیوتی کی مورتی کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ اماؤس کی رات کو نشی ہے۔ پس اگر کوئی اس کی انسی کو پا لے اور اس کے سامنے کوئی منو کا منایا کرے تو وہ اوش پوری ہوتی ہے۔“

راہیچہ نے بتایا کہ ایک رات اماؤس کی رات تھی۔ وہ ایسے ہی ٹپتی ہوئی دیوتی کے بت کے پاس جا نکلی اور اس نے اچانک ہی بت کو چستے ہوئے دیکھا۔ پہلے تو وہ ڈر گئی پھر اسے دیوتی کے بارے میں داستانیں یاد آئیں اور اس نے یہ پرارتھا کی کہ دیوتی میرا بھیا جی مجھے مرنے سے پہلے

دش کیا

یہ دونوں گنا کہ اس پر سرداری ہے، کسی کو کوئی اعتراض ہو تو مجھے بتاؤ۔“

چاروں طرف سے شور مچ گیا کہ کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن ایک چہرہ اس اعلان پر دم چھو س گیا تھا اور یہ گنگا دھرن تھا۔ گنگا دھرن جس کے ہارے میں پورے قہیلے نے پیشگوئی کی تھی کہ گنگوٹری کا کوئی بیٹا تو ہے نہیں اور پھر بیٹا ہوتا بھی تو گنگا دھرن جیسی خصوصیات کسی میں نہیں، وہ قہیلے کا سب سے شاندار انسان ہے اور رانی آئندہ سردار ہوگا لیکن اس اعلان نے رانی کو حیرت میں ڈال دیا تھا، البتہ گنگوٹری انہیں اتنا بھاری تھا کہ اعتراض کسی نے نہیں کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

ست رانی یہاں آ کر بہت خوش تھی، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا خیر بھتیجے سے اٹھا تھا۔ اس کی یہ بستی اس کی ماں کی بستی تھی، کیر سے کھڑوں اور پرندوں سے اس کا پیار بے مثال تھا۔ اس نے خاص طور سے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا کہ ست رانی میں کیا کیا خصوصیات ہیں، اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی تھی اور اب ست رانی یہاں بڑے ناز و نعم سے رہ رہی تھی۔ گنگوٹری اس پر غار ہوا جاتا تھا۔ اس نے اسے سردار بنانے کے سارے انتظامات شروع کر دیے۔ رادھیکا کا عام طور سے ست رانی کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ بھگتی اور رادھیکا کو بڑی عزت اور احترام دیا جاتا تھا اور وہ دونوں بھی یہاں خوش تھے بلکہ رادھیکا نے بھگتی سے کہا تھا۔ ”اگر جن بھیا ست یہ بنے کہ شہری آبادیوں سے دُور اس محصور سی بستی میں جیون بڑا سکھی ہے۔ میں تو یہاں بہت خوش ہوں۔“

”تو پھر رادھیکا میں انہی میں سے کسی اچھے سے نوجوان سے تیری شادی کرادوں گا۔“

”اور نہیں بھیا جی، شادی کا سے بیٹ گیا ہے۔ میری عمر اب اس قابل کہاں ہے؟“

”جی مجھے تو اتنی ہی چھوٹی لگتی ہے جتنا میں نے تجھے چھوڑا تھا۔“

رادھیکا کی ست رانی سے اس سلسلے میں بات چیت ہوئی تو رادھیکا نے پوچھا۔

”ست رانی اچھا بتاؤ، کبھی کوئی تیرے من کو بھی بھایا؟“

ست رانی نے سادہ سی نگاہوں سے رادھیکا کو دیکھا پھر بولی۔ ”نہیں رادھیکا سہی، شاید

سردوں سے بہت الگ ہوں اور پھر بھگوان نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے، پر بھگوان کچھ لیتا

کے سب سے سوا کچھ بھی نہیں لیتا۔“

بات رادھیکا کی سمجھ میں نہیں آئی تھی، وقت گزرتا رہا، ایک طرح سے زندگی ٹھہر گئی تھی۔

ایک اچھی رہائش گاہ دے دی گئی تھی۔ گنگوٹری نے جو احکامات دیئے تھے، ان کی بھرپور

ایک بار ضرور مل جائے اور دیو سنی سنی رہی۔ اس وقت سے اسے دشوار تھا کہ اس کا بھائی ضرور ملے گا۔

بھگتی نے ایک بار پھر محبت سے بہن کو سگھ لگا لیا تھا۔

”دوسرے دن انہوں نے قہرا چھوڑ دیا۔ پہلے ہندو لانا پہنچے۔ پھر سانس اور اس کے بعد

وہاں سے آگے بڑھ گئے۔“

بھگتی نے گنگوٹری سے کہا۔ ”گنگوٹری مہاراج بھگوان نے آپ کو آپ کی چند رکھ دے

دی۔ ست رانی کو اس کے جیون کے پہلے دن سے میں نے پروان چڑھایا، اسے چھوڑنے کو میں تو

نہیں چاہتا، یہ مجھے نہیں کہیں سر تو چھپانا ہے، بہن مل گئی ہے۔ اب ہم دونوں بہن بھائی اس

سنسار میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرتے ہیں۔“ گنگوٹری نے حیرت سے بھگتی کو دیکھا اور بولا۔ ”میری

کوئی بات تجھے نہ ی لگی، بھگتی؟ کیا گوتم سری میں کبھی کسی نے تجھ سے کوئی غلط بات کہی ہے۔ اگر ایسا

نہیں ہے میرے بھائی تو پھر نہیں کیوں چھوڑنا چاہتا ہے۔“

بھگتی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اس نے کہا۔ ”مجھے بہن مل گئی ہے اور بیٹی بھی، پر میں اس

لئے سوچتا ہوں مہاراج کہ آپ کو میری وجہ سے کوئی کشت نہ ہو۔“

”دو بارہ ایسی بات مت کہنا، میرا قہیلہ مجھے اتنا رکھ دیتا ہے۔ میں پورے قہیلے کو جتا

دوں گا کہ بھگتی کو میرا مہر سمجھا جائے اور میرے سنسار سے ہانسنے کے بعد بھی اسے قہیلے میں کوئی

”تکلیف نہ پہنچے۔“

بھگتی مطمئن ہو گیا تھا۔ ست رانی نے کہا۔ ”ایک بار پھر مجھے چھوڑ کر بھانسنے لگے تھے بھگتی

بابا، پر اب تمہیں کبھی نہیں جانے دوں گی۔“

☆.....☆.....☆

سفر جاری رہا اور آخر کار یہ لوگ خوب صورت یہاں یوں میں آباد قہیلہ گوتم سری پہنچ گئے۔ گوتم

سری میں کافی کافی مردوں کے لوگ تھے۔ انہوں نے ست رانی کو دیکھا تو ہر طرف شور مچ گیا کہ

چند رکھ واپس آگئی۔ سب لوگ ششدر رہ گئے تھے کہ چند رکھ کو گوتم سری سے گئے ہوئے عرصہ

بیت گیا تھا۔ یہ ویسی کی ویسی کیسے آگئی۔ بعد میں گنگوٹری نے سب کو جمع کر کے ست رانی کے

بارے میں تفصیل بتائی اور لوگوں نے ست رانی کے نام کے نعرے لگانے شروع کر دیے، یہاں

ان لوگوں کے لئے ہر طرح کی آسائش کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ گنگوٹری ست رانی کو چند رکھ کا

تمام دے چکا تھا، چنانچہ اس نے ایک دن قہیلہ گوتم سری میں اعلان کیا۔

”سجنو! میں اپنے بعد اپنی ست رانی کو گوتم سری کا سردار بنانا چاہتا ہوں۔ میں اسے اپنی

دیکھائے گی۔"

پھر اس سے گنگا دھرن اور ساگا گنگوتری کے سامنے پہنچے جب گنگوتری اپنے معاملات کے لئے میں بہت سے فیصلے کر رہا تھا۔

گنگا دھرن نے کہا۔ "سردار گنگوتری! میں ہمیشہ آپ کے چرنوں کی دھول بن رہا ہوں، اب آج میں آپ سے اپنا حق مانگنے آیا ہوں۔"

گنگوتری نے حیران لگا ہوں سے گنگا دھرن کو دیکھا۔ یہ سچ تھا کہ گنگا دھرن اس کے سب سے زیادہ اعتماد کا آدمی تھا، لیکن اس وقت اس کے تئیں بد لے ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے گنگا، کچھ مانگتا ہے، ہاں؟"

"ہاں سردار، یہ بات بہت پہلے سے طے تھی کہ تمہارے بعد مجھے قبیلے کا سردار بنایا جائے گا، مجھ سے یہ حق چھین لیا گیا ہے۔ آپ جانتے ہو میں نے ہمیشہ آپ کے ساتھ وفاداری کی ہے اب تک کا جیون میں نے اسی خیال کے ساتھ گزارا ہے کہ مجھے سرداری ملے گی لیکن اب مجھے اپنا کچھ چھیننا ہو محسوس ہو رہا ہے۔"

گنگوتری کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اس نے کہا۔ "سارا جیون سرداری کی ہے میں نے، اب طاقت میں کبھی ایک آواز نہیں اٹھائی، سرداری میں سب سے زیادہ سزا دی ہے۔"

"غلط ہے۔ قبیلہ جب سے یہاں آباد ہے اس کی پوری تاریخ میں کوئی عورت کبھی قبیلے کی سربراہ نہیں بنی۔ اصول اصول ہوتے ہیں گنگوتری، تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا غلطی کر بیٹھے ہو۔" اس نے اس کا ہاتھ دھکیل دیا۔

تمام لوگ ساکت رہ گئے، گنگوتری کے سامنے اس طرح کی بات کبھی کسی نے نہیں کی تھی، اس کا پھر بولا۔ "جب کسی کو سرداری کے لیے نامزد کر دیا جاتا ہے تو اس کا امتحان ہوتا ہے۔ اس میں ان پہاڑوں میں سانپوں کے بچے لٹکے ہوتے ہیں، اسے سانپوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، اس کے جیون پر ایک بوجھ ڈال دیا۔ اب اسے لازمی طور پر وہ رسم پوری کرنا پڑے گی جو دی کے لیے نامزد ہونے والوں کو پوری کرنی ہوتی ہے، اگر اس پر کوئی اعتراض ہو جائے تو ہم اس کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہو جب ایک بندہ جگہ سرداری کے امیدوار کو خطرناک لڑنے کے بچے چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ ان سانپوں کو قابو میں کر لیتا ہے، یہ رسم صدیوں پرانی ہے، ہم بھی اسے نہیں ٹال سکتے۔"

گنگوتری کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔

تقلیل ہوئی تھی اور ہجرتی یہاں بڑی آزادی سے رہ رہا تھا لیکن اس نے محسوس کیا تھا کہ گنگا دھرن کافی کھنچا تھکا ہوا ہے۔ بات ہجرتی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اور وہ سمجھ بھی نہیں سکتا تھا، البتہ بہت سے لوگوں کے دل میں یہ خیال ضرور پیدا ہوا تھا کہ سرداری کا حق صرف گنگا دھرن کو تھا جو سب سے زیادہ اس سے چھین گیا، لیکن سردار گنگوتری نے فیصلہ کر دیا تھا اور یہاں تک کہ جو فیصلہ سردار گنگوتری کا وہ بھی گا۔

گنگا دھرن عام طور سے اب آبادی سے دور پہاڑوں میں ٹھہرتا تھا اور ایک دن جب وہ بستی سے تھوڑی دور ایک خاص علاقے سے گزر رہا تھا تو اسے پورن ساگا نظر آیا۔ پورن ساگا ایک بوڑھا آدمی تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ دیوانا چھو کا دور کر رہے تھے، دار تھا، اسے دیوانا چھو کا ماں کا بڑا ڈکھ تھا، ویسے تو بستی کے اور بھی لوگ دیوانا چھو کی ماں کے لیے افسردہ تھے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو اس وقت خوش ہوئے تھے، جب دیوانا چھو چند رکھ کو لے کر فرار ہو گیا تھا تو گنگا دھرن نے اسے گنگوتری کی ایک انتہائی سخت گیر آدمی تھا اور خاص طور سے اپنی جوانی کے زمانے میں اس نے لوگوں کے ساتھ کافی سختیاں کرتی تھیں۔ اس لئے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس کی سختیوں کے خلاف رہے تھے۔ انہی میں پورن ساگا بھی تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ گنگوتری کے مخالف ہے۔ ویسے بھی بوڑھا ہو چکا تھا اور کچھ جوگی ٹانپ کا آدمی تھا، اس لئے زیادہ تر پہاڑوں میں بھٹکتا رہتا تھا۔ اس وقت اس نے گنگا دھرن کو دیکھا تو گنگا دھرن کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں، جب ساگا نے زور سے گنگا دھرن کو آواز دی۔ "کیا بات ہے گنگا، ادھر آ میرے پاس؟"

"گنگا دھرن، پورن ساگا کی جانب بڑھ گیا، پورن ساگا ایک پھر پرہیزگار تھا، اس نے گنگا دھرن کو دیکھا اور بولا۔ "یہ بات کبھی جانتے ہیں کہ تیری حق تلفی ہوئی ہے، بھلا گوتم سری میں تیرے علاوہ کون سا سردار بن سکتا ہے، تو نے ہمیشہ اپنی طاقت دکھائی ہے، پر گنگا دھرن کبھی کبھی حق چھیننا بھی پڑتا ہے۔" گنگا دھرن نے سوالیہ نگاہوں سے ساگا کو دیکھا تو ساگا بولا۔ "ہاں غمیک ہے ہم مانتے ہیں کہ گنگوتری سردار ہے، پر کیا سردار کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ گنگا دھرن تجھے بہت سے کام ہوگا، جا سردار گنگوتری سے اپنی سرداری مانگ، میں تیرے ساتھ ہوں۔"

یہ پہلا شخص تھا جس نے آگے بڑھ کر گنگا دھرن کو حق دلوانے کے لیے اپنا ہاتھ پیش کیا اس نے پوچھا۔ "کیا تو میرے ساتھ سردار گنگوتری کے سامنے چلے گا؟"

"ہاں میرا کیا ہے، اپنا جیون دینا چاہتا ہوں، اب تو تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں جیون سردار مجھ سے ناراض ہو کر اگر میرے خلاف کوئی کام کرتا بھی ہے تو میں تیار ہوں، تجھے تو سردار

پورن ساگا نے کہا۔ "اور اب تم یہ نامزدگی واپس بھی نہیں لے سکتے، سمجھ رہے ہو یا میری بات، دو سوا اہم سب سردار گنگوٹری کو اپنا سردار مانتے ہیں، لیکن قہیچے کی رکھیں، برا بیوقوف ہیں، یوں! کوئی اعتراض ہے؟"

سب کی کراہیں ٹھک گئیں، سردار گنگوٹری سخت پریشان تھا، بھرگی سے بھی مشورہ کیا لیکن بھرگی بھی کوئی صحیح بات نہ بتا سکا، البتہ اس نے بڑے اصرار سے ایک بہت گئی۔ "آپ یہ رسم پوری کر دیجئے سردار۔"

"مگر مست رانی۔"

"اتفاق کی کہوں گا کہ آپ یہ رسم پوری کر دیجئے۔"

اور مست رانی کو ایک ایسے کمرے میں چھوڑ دیا گیا جہاں سے آنے جانے کا بس ایک ہی راستہ تھا، سانپوں کا انتخاب ہوا تو گنگوٹری دھرن نے اپنے دونوں سانپ پیش کر دیئے اور یہ سانپ انتہائی خطرناک تھے اور گنگوٹری کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتے تھے۔

سردار گنگوٹری کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس رسم کا شکار ہو گیا، اب گنگوٹری سے مست رانی کو کوئی نہیں بچا سکے گا لیکن آج سے کھینے تک گنگوٹری دھرن کے خوفناک سانپوں کے درمیان رہنے کے بعد جب دروازہ کھولا گیا تو مست رانی مستراقی ہوئی باہر نکلی آئی۔ دونوں سانپ اس کی گردن میں جھپون رہے تھے۔ چاروں طرف شور مچ گیا، مست رانی گنگوٹری جیت گئی تھی۔

گنگوٹری دھرن کو اندہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ سارا دیون سانپوں نے اس کے ساتھ وفاداری کی تھی، لیکن یہ اس کے خلاف کیسے ہو گئے، سانپ گنگوٹری دھرن کو دھس کر دیئے گئے اور گنگوٹری دھرن نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دونوں سانپوں کو پتھروں سے کھل کر مار دیا۔ پورن ساگا بھی حیران رہ گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے گنگوٹری نے اپنا کام بھی کیا نہیں چھوڑا تھا اور اب بس ایک یہ ترکیب جانتی ہے گنگوٹری دھرن، وہی پرانی ترکیب، مست رانی ایک نوجوان اور نوخیز لڑکی ہے تو اسے اپنی محبت کے جال میں پھنس لے، اگر وہ تیری پسندیدہ بن گئی تو پھر سردار دھرن تیرے پاس ہی رہے گی۔"

گنگوٹری دھرن نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ پوری طرح ہوس کے جال میں گرفتار ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد اس نے مست رانی کا چپچا شروع کر دیا۔ کئی ہفتہ انہوں میں مست رانی نے ملا، ہر بار اس نے محسوس کیا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے، یہاں تک کہ اس نے پورن ساگا کو یہ بات بتائی کہ مست رانی کس جال میں نہیں آ رہی اور جو کام اس نے سوچا ہے شاید کسی طور ممکن نہ ہو پا سکے۔

پورن ساگا کے سینے میں انتقام کی آگ تھی۔ ایک موقع ملا تھا اسے کہ برسوں پہلے کی اس آگ کو بجھائے جو اس کے اندر سلگ رہی ہے، یعنی دیوانہ پن کا انتقام اور اس نے وہی کہانی ہراسے کی بات کی جو پرانی تھی۔ اس نے کہا کہ کوئی مناسب وقت رکھ کر وہ مست رانی کو یہاں سے لے جائے اور انہیں ایسی جگہ لے جا کر رکھے جہاں اسے تلاش کرنے والے تلاش نہ کر پائیں۔

اور گنگوٹری دھرن اتفاقاً ہی بے اختیار ہو گیا تھا کہ اس نے پورن ساگا کی یہ بات بھی مان لی اور ایک بارش وادی رات جب آسمان سے بجلیاں برس رہی تھیں گنگوٹری دھرن اس جگہ پہنچ گیا جہاں مست رانی ٹھوڑا خواب تھی۔

اس وقت جب وہ مست رانی کو یہاں لے کر آئے تھے گنگوٹری دھرن کے دل میں احترام کا ہندو موزن تھا، لیکن زرد زدن، زمین کی کہانی ہمیشہ یکساں رہی ہے۔ اب اس کے دل میں دوسرا خیال تھا۔ اس نے طاقت کے غم میں مست رانی کو بے ہوش کرنا ضروری نہ سمجھا اور جب اس نے مست رانی کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا تو ایک لمحے اسے اپنی گردن کے پچھلے حصے میں ایک تھوڑی آگ کا احساس ہوا۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے پتے ہوئے ٹوبے کی سرخ سلاخ اس کی گردن میں داخل کر دی ہو۔

اس کے حلق سے ایک دھواؤ نکل گئی۔ بمشکل اس نے مست رانی کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ کی گردن کے پچھلے حصے سے ہٹایا۔ مست رانی کے دانت اس کی گردن کے پچھلے حصے میں پیوست ہو گئے تھے اور ایسا اس نے اپنے بچاؤ کے لیے کیا تھا۔ لیکن گنگوٹری دھرن کے خواب میں بھی یہ خیال تھا کہ وہ دش کنیا ہے جس کی نرس میں زہر بھرا ہوا ہے۔

مست رانی اس کی گرفت سے نکل کر ایک طرف کھڑی ہو گئی تھی اور گنگوٹری دھرن زمین پر بیٹھا چار ہاتھ اس وقت اور کوئی دیکھنے والا نہیں تھا لیکن مست رانی دیکھ رہی تھی کہ گنگوٹری دھرن کا بدن پانی پر بہ رہا تھا۔

ایسا منظر شاید ہی کسی نے دیکھا ہو کہ ایک انسان کے بدن کا سارا گوشت پانی بن کر بہنے لگے اور صرف ہڈیوں کا ہنجر سامنے پڑا رہے۔ یہ خبر تاک مستردن کی روشنی میں بے شمار لوگوں کو دیکھا۔ مست رانی نے گنگوٹری کو بتایا کہ کس طرح گنگوٹری دھرن اسے زبردستی سے جانا چاہتا تھا۔

پتھریلے لوگوں نے کہا۔ "کہانی ہر بار ایک جیسی نہیں ہوتی، یوں! چھوٹے بھی یہی کیا تھا،

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شاندار پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کے پیشکش کیلئے

ہم خاص کیجیل ہیں :-

لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا ہے وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔
اور گنگوٹری کی موت کے بعد ست رانی نے جب سرداری سنبھالی تو وہ ایک انوکھی ہی سردار تھی۔ پہلے لوگوں کو سانپوں کو پکڑنے میں کچھ دشواریاں پیش آتی تھیں، لیکن اب کبھی کبھی سردار ست رانی جب پہاڑوں میں نکلتی جاتی تو واپس آتے ہوئے اس کے پاس زبر کے بڑے بڑے ذخیرے ہوا کرتے تھے جو انتہائی خوفناک سانپ اسے بطور تحفہ دے جاتے تھے۔
ست رانی سے زیادہ کامیاب سردار گوتم سری میں اس سے قبل اور کوئی نہیں ہوا تھا۔ قبیلہ خوشحال تر ہوتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف بھرتی نے اپنی بہن رادھیہ کی شادی گوتم سری ہی کے ایک خوبصورت جوان سے کر دی تھی اور وہ ایک خوش و خرم زندگی بسر کر رہے تھے۔

(ختم شد)

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ پیریم کوالٹی، ہمارے کوالٹی، کیریئر کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو مائیل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ایچ
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورمٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on

Facebook

Fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1